

انوار الابرار صحیح البخاری

مجموعۃ افادات

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

ودیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ

مؤلفۃ تلمیذ علامہ کشمیری

حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب مجنوری

ادارۃ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملت ان پکستان
(061-4540513-4519240)

مُقَدِّمَةٌ

انوار الباری

(اردو شرح)

صحیح البخاری

مقدمہ جلد اول - مقدمہ جلد ثانی

مجموعۃ افادات

امام العصر علیہ السلام سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

ودیگر اکابر محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ

مؤلفہ تلمیذ علامہ کشمیری

حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری



ادارۃ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ گلستان پاکستان

☎ 061-540513-519240

ضروری وضاحت:

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل علماء پر مشتمل شعبہ تصحیح قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔

لہذا قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔

(ادارہ)



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب..... انوار الیاری مقدمہ جلد اول - دوم (کمپیوٹرائزیشن)
تاریخ اشاعت..... شعبان ۱۴۲۵ھ
ناشر..... ادارہ تالیفات اشرقیہ ملتان
طباعت..... سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرقیہ چوک فوارہ ملتان..... ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور..... مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ..... کتب خانہ شیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور..... دارالاشاعت اردو بازار کراچی

بک لینڈ اردو بازار لاہور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K. (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121 HALLWELL ROAD BOLTON BL3NE (U.K.)

حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری دامت برکاتہم
 صاحبزادہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی طرف سے
 انوار الباری کی خصوصی تحریری اجازت نامہ
 و جملہ حقوق بحق ادارہ "تالیفات اشرفیہ ملتان" محفوظ ہیں

انظر شاہ مسعودی کشمیری

بنیم لفظ لفظ از زمین

جناب مولانا اسحاق صاحب مدیر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
 کے علمی ذوق، اپنے دور پر علم و دانش کی روشنی کی
 مجلس نہ جذبہ تامل و تہجد "انوار الباری" کی پاکستان میں طباعت
 کے جملہ حقوق بحسرت تمام موصوف کیلئے مختص کر دیے۔ اور
 پاکستان میں "انوار الباری" کی طباعت و اشاعت کے لئے
 ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان مجاز ہوگا۔

۳/۱۱/۹۹

جناب مولانا اسحاق صاحب مدیر "ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان" کے علمی ذوق اپنے
 اکابر سے متعلق نوادرات کی اشاعت کیلئے مخلصانہ جدیات کے پیش نظر "انوار الباری" کی
 پاکستان میں طباعت کے جملہ حقوق بحسرت تمام موصوف کیلئے مختص کرتا ہوں اب پاکستان
 میں انوار الباری کی طباعت کا کوئی دوسرا ادارہ یا ادارہ قانوناً و اخلاقاً مجاز نہ ہوگا۔

Abstract

فرقہ نشین ہندوستان میں تین مائتوں والے پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی حقیریت اور علی مذہبیت کے لالچانی لغو قسم نامہ غم عالم پر حجت لکھ کر لڑنا شروع کیا۔ علیؑ کے گورہ حب چاروں حضرت سید العزیز علیؑ مدبر حضرت علامہ محمد عقیب رحمہ اللہ ترقی اولین صدر المدینہ دارالعلوم دیوبند، تیسرے حضرت امام العصر صدر النور سید الکبیری صدر مدرسہ، و غیر اللہ کرنے بجز تحقیق و وسعت علم، تحقیقات علمیہ میں وہ منفرد نام حاصل کیا کہ صدیوں کی علمی تحقیقات انکی علمی کاوشوں کے شاہد ہیں یہی نظر آتی ہیں، اسی کے اہل نظر کا بیان حکیم اسلام کی آخری داغیہ مدیاں اس ہے حال شخصیت کی تقلید پر جس کرنے سے عاجز ہیں،

یوں تو خدا تعالیٰ نے آپ کو جملہ علوم و فنون میں دسترس عطا فرمایا تھی لیکن حدیث اور تفسیر حدیث میں آپ کی شان ایسی ارفع و اعلیٰ ہے جسکی مثال نایاب ہے۔ یہ ظہیر خیم حدیث متعارف احادیث میں دکن تلبلیس، حدیث قرآن کی مطابقت، احادیث کا صحیح حمل، حدیث سے اُن فتوے کا سید باب جو اسے ہی قطعات ہر حال آدھی فقہ حنفی کے ترجمہ دلائل، حدیث کے فصاحت و بلاغت گوشتوں کا اکتشاف، معنیوں کے بے بنیاد دلائل کی حدیث کی مدد سے ہیں پھر وہ ہر وقت، رجل اخصاف کی تشریح، بابا خود عرف کے روز و نکات اخصاف میں دستگاہ، لب نبریٰ مسلم کا سترائی و بیزاطی، و بوملی سیناں فنی حذاقوں پر تنویر، اصول حدیث و اصول فقہ کے باب، حدیث کے امسانی بیوں کی آباگری، اور عمری فتوے خصوصاً ترویج تادیب کیلئے ذخیرہ حدیث سے تصدیق و نفی حضرت سعدؓ کے وہ جلیل کارنامے ہیں، جسکے بعد انکا علم و فن انکی غزوات و فتوحات جاسیت، ایک واقعہ تفسیر ہے۔

پھر یہ ہیں واقعہ کہ جناب مولانا سید احمد عظام بخاری زید کریم نے حضرت سعدؓ کے افادات کا اس سلسلہ و قریب سے جیسے کیا کہ "الغزوات البیاتی" نام شروح حدیث میں اپنا مفرد مقام رکھتی ہے۔

[illegible]

بہار میں ایک مکان میں آدھار آدھار تھوڑی سی اس ضخیم زمین جس کی طباعت کا انتظام کر رہا ہے جہاں کہیں
کے اہل بیاد تابت و طباعت کا آید دار ہوگی اور اعلیٰ معیار کی اس تشنگی کو سد کرنے کا وہ معجم لفظا و شروہ ہوا
ہوگا۔ ہیکہ و آجکیات جہاں کہیں ہو، ہر جہاں کی دقت مکان سے دیکھنا اور



فہرست عنوانات

پیش لفظ	۱	تذکرہ محدثین کا مقصد	۸	تمین بڑے فقہاء	۱۷
مقصد تالیف انوار الباری	۱	جو کتابیں شرح بخاری شریف کے وقت		امام مسحر کی مدح امام اعظم	//
اکابر دارالعلوم کی درسی خصوصیت	۱	پیش نظر ہیں انہیں میں سے چند اہم یہ ہیں	۹	امام اعظم شاہان شاہ حدیث	//
حضرت شاہ صاحب کا درس حدیث	۱	آخری گذارش اور شکریہ	۹	امام بخاری بن سعید القفطان کی رائے	//
راقم الحروف کے استفادات	۲	احادیث رسول ﷺ کی حجیت اور		امام اعظم اور تدوین حدیث	۱۸
مقدمہ کی ضرورت	۲	دوسرے تمہیدی مباحث	۱۰	امام سفیان ثوری کی شہادت	//
ائمہ احناف سے تعصب	۲	کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ	//	امام وکیع کی شہادت	//
معتدل شاہراہ	۳	تدوین حدیث قرن اول میں؟	//	امام علی بن الجعد	//
صحیح تنقید اور حافظ ابن ابی شیبہ	//	قرون ثلاثہ	//	امام علی بن مسہر	۱۹
امام بخاری	//	اجازت کتابت حدیث	//	امام اعظم کی کتاب الآثار	//
علامہ ابن تیمیہ	//	نشر و اشاعت حدیث	۱۲	قرن ثانی میں اسلامی دنیا	//
امام ترمذی و ابوداؤد	//	صحابہ میں مکلفین و مقلدین	//	تدوین حدیث کے تین دور	۲۰
حافظ ابن حجر	//	قلت روایت	//	حدیث مرسل و حسن کا انکار	//
محدثین احناف	//	حضرت زبیر بن العوام	//	قرن ثالث میں حدیث شاذ پر عمل	//
حضرت شاہ صاحب	۴	حضرت عمر	//	عمل متواتر کی حجیت	۲۱
حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ	//	حضرت ابن مسعود	//	سلف میں باہمی اختلاف رحمت تھا	//
حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری دام ظلہم	//	حضرت امام اعظم	۱۳	امام اعظم اور فرقہ مرجہ	//
امام اعظم	//	صحابہ میں کثرت روایت	//	فرقہ مرجہ کا مذہب	۲۲
ائمہ احناف اور مخالفین	۵	صحابہ میں فقہاء و محدثین	//	امام صاحب اور امام بخاری	//
حضرت شاہ صاحب اور دفاع عن الحنفیہ	//	فقہاء کی انصافیت	//	علم اور علماء کی فضیلت	۲۵
امام صاحب کی کتاب الآثار اور مسانید	//	فقہاء و علامہ ابن قیم کی نظر میں	۱۴	عہد نبوی میں تعلیمی انتظامات	۲۵
مسانید امام کی عظمت	۶	مکلفین صحابہ پر فقہاء صحابہ کی تنقید	//	مرکز علم کوفہ کے دارالعلوم سے فارغ	
امام صاحب سے وجہ حسد	//	عہد رسالت میں کتابت حدیث	۱۵	شدہ علماء	۲۶
"اہل الرائے" کا پروپیگنڈا	//	ضرورت تدوین حدیث	//	شیوخ امام اعظم	۲۷
محدث خوارزمی کا جواب	//	تدوین حدیث کیلئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سعی	//	۱- حضرت عبداللہ بن مسعود	۲۷
امام اعظم اور تدوین قانون اسلامی کا		ایک اہم مغالطہ	۱۶	۲- حضرت علقمہ بن قیس (فقیہ عراق)	۲۹
بے نظیر کارنامہ	//	آثار صحابہ قرن ثانی میں	//	۳- حضرت ابراہیم نخعی (فقیہ عراق)	//
امام بخاری کا شکوہ اور جواب شکوہ	//	قرون مشہور دہا بالآخر سے جدا طریقہ	۱۷	۴- حماد بن ابی سلیمان (فقیہ عراق)	//

۳۸	اسرائیل بن یونس	۳۱	تاریخ ولادت وغیرہ	۳۰	۵- عامر بن شراحیل الشعمی (علامہ ابن عیینہ)
۳۹	حفص بن غیاث	//	سکونت	//	۶- سلمہ بن کہیل
//	ابو علقمہ	۳۲	امام صاحب تابعی تھے	۳۰	۷- سلیمان بن مہران ابو محمد الاعمش الکوفی
//	ابراہیم بن طہمان	۳۶	عبادت و ورع	۳۱	روایت و درایت
//	ابو امیہ	//	شب بیداری و قرآن خوانی	۳۲	شیخ حماد
//	ابن مبارک	//	جو دو سخاوت اور امداد مستحقین	//	امام اعظمؒ
//	امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری	۳۷	وفور عقل و زیرکی اور باریک نظری	//	تفقہ و تحدیث
//	حافظ محمد بن میمون	//	امام صاحب کے اساتذہ محدثین	//	شیخ حماد کی جانشینی
//	معروف بن عبد اللہ	//	امام صاحب کا تفوق حدیث دوسرے	//	کوفہ کے محدثین و فقہاء
//	ابوسفیان حمیری	//	اکابر علماء کی نظر میں	۳۳	امام بخاری اور کوفہ
۵۰	مقاتل بن سلیمان	//	یزید بن ہارون	۳۳	امام صاحب اور محدثین کی مالی سرپرستی
//	فضل بن موسیٰ سینانی	//	ابوبکر بن عیاش	//	کثرت محدثین و قلت فقہاء
//	دکج	//	ابویحییٰ حمانی	//	واقعہ امام احمدؒ
//	ابن مبارک	//	خارجہ بن مصعب	۳۴	واقعہ والد شیخ قابوس
۵۱	امام ابو یوسف	//	عبد اللہ بن مبارک	//	دین و رائے
//	زہیر بن معاویہ	//	سفیان ثوری	//	واقعہ سفر شام حضرت عمرؓ
//	دکج	//	سفیان بن عیینہ	//	فقیہ کا منصب
۵۲	یوسف بن خالد سستی	۳۸	مستب بن شریک	۳۵	۸- ابواسحاق سہمی
//	شداد بن حکیم	//	خلف بن ایوب	//	۹- سماک بن حرب
//	علی بن ہاشم	//	ابو معاذ خالد بن سلیمان بلخی	۳۵	۱۰- ہشام بن عروہ
//	وقبہ بن مسقلہ	//	عبد الرحمن بن مہدی	//	۱۱- قتادہ
//	یحییٰ بن آدم	//	حکم بن ابراہیم	//	۱۲- شعبہ
//	نضر بن محمد	//	شداد بن حکیم	//	مکہ معظمہ
//	ابوعمر و بن علا	//	امام مالک	۳۶	۱۳- عطاء بن ابی رباح
۵۲	امام صاحب کیلئے ائمہ حدیث کی توثیق	//	معروف بن حسان	//	۱۴- عکرمہ
//	امام صاحب تمام اصحاب کتب حدیث	//	یوسف بن خالد سستی	//	مدینۃ الرسول ﷺ
۵۳	کے استاد ہیں	//	قاضی ابن ابی لیلیٰ	//	۱۵- سلیمان
۵۴	امام صاحب اور قلت روایت	//	سعید بن ابی عروبہ	//	۱۶- سالم
۵۷	کبراء محدثین کا امام صاحب سے استفادہ	//	خلف بن ایوب	//	شام
۵۸	امام صاحب محدثین و فقہاء کے ماویٰ و بلحا تھے	//	بحر سقا	۳۷	امام اعظمؒ کے پاس ذخیرہ حدیث
//	ابن سماک	//	حسن بن زیاد ولوی	۴۱	حالات

۵۸	حارث بن عمر	۶۱	امام صاحب ورع و تقویٰ میں یکساں تھے	۶۳	قیس بن ربیع
توبہ ابن سعد	یحییٰ بن یحییٰ	حسن بن عمارہ	عبد اللہ بن مبارک	امام صاحب مؤید من اللہ تھے	۶۴
نوح بن مریم	ابو یوسف	سویہ بن سعید	یحییٰ بن یحییٰ	امام مالک	۶۵
ابن مبارک	ابو نعیم	عبد الوہاب بن عامر	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب خدا تعالیٰ کی رحمت تھے	۶۶
یونس بن معاذ زیات	ابو نعیم	دکھ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۶۷
ابراہیم بن فیروز	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۶۸
خالد بن صبیح	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۶۹
امام صاحب کی امامت فقہاء کا بر علم کی نظر میں	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۰
(۳) امام شافعی	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۱
(۴) امام شافعی	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۲
(۵) امام احمد	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۳
(۶) علی بن المدینی	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۴
(۷) امام ترمذی	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۵
عبد اللہ بن مبارک	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۶
امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۷
سعید بن ابی عروبہ	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۸
یحییٰ بن سعید القطان	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۷۹
عثمان المدینی	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۰
جریر بن عبد اللہ	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۱
مسر	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۲
مقاتل	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۳
یحییٰ بن آدم	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۴
امام شافعی	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۵
دکھ	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۶
سفیان ثوری	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۷
امام جعفر صادق	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۸
حسن بن عمارہ	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۸۹
اسحاق بن راہویہ	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۹۰
عیسیٰ بن یونس	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۹۱
امام شعبہ	ابو نعیم	یحییٰ بن یحییٰ	یحییٰ بن یحییٰ	امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے	۹۲

۱۲۴	خطیب و حافظ کا ذکر خیر	۱۰۳	۲- ارجاء	۹۱	محدث عثمان المدنی
۱۲۵	امام شافعی اور اصول فقہ	۱۰۴	۳- قلت حفظ	۹۲	محدث محمد انصاری
۱۲۶	فقہ شافعی	۱۰۵	۴- استئذان	۹۳	محدث علی بن عاصم
۱۲۷	دوسرا سفر بغداد	۱۰۶	۵- حیلہ	۹۴	محدث خارجہ بن مصعب
۱۲۸	صاحب مشکوٰۃ کا تعصب	۱۰۷	۶- قلت عربیت	۹۵	عمر بن دینار المکی
۱۲۹	امام شافعی کا امام محمد سے خصوصی استفادہ	۱۰۸	امام صاحب کے مخالفوں کے کارنامے	۹۶	مسعر بن کدام
۱۳۰	امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۹	تالیفات امام اعظم	۹۷	محدث بن راشد
۱۳۱	امام ابو یوسف سے تلمذ	۱۱۰	کتب مناقب الامام اعظم	۹۸	سمیل بن عبد اللہ تسری
۱۳۲	فقہ حنبلی کے پانچ اصول	۱۱۱	امام اعظم اور فن جرح و تعدیل	۹۹	محدث ابن السماک
۱۳۳	امام احمد اور امام حنبل	۱۱۲	جامع المسانید للامام اعظم	۱۰۰	علامہ ابن سیرین
۱۳۴	فقہ حنبلی کے تفردات	۱۱۳	امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۱	محدث شہیر شفیق بلخی
۱۳۵	امام ابو یوسف کے ابتلاؤں پر ایک نظر	۱۱۴	مشائخ واساتذہ	۱۰۲	سفیان ثوری
۱۳۶	تدوین فقہ حنفی	۱۱۵	امام اعظم شیوخ امام مالک ہیں	۱۰۳	محدث ابو ضمہ
۱۳۷	حضرت شاہ صاحب کی رائے گرامی	۱۱۶	امام مالک کے تلامذہ و اصحاب	۱۰۴	محدث عبد العزیز بن ابی سلمۃ الماشون
۱۳۸	امام صاحب کے شیوخ	۱۱۷	فضل و شرف، عادات و معمولات	۱۰۵	محدث کبیر و شہیر حضرت مغیرہ
۱۳۹	امام صاحب کے دور میں حدیث	۱۱۸	یاد دین امام مالک	۱۰۶	محمد بن سعدان
۱۴۰	امام صاحب کے زمانہ کا علم	۱۱۹	امام مالک کا ابتلاء ۱۳۶ھ	۱۰۷	علامہ ابن حجر کی شافعی
۱۴۱	تعصب سے قطع نظر	۱۲۰	امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ	۱۰۸	علامہ ابن عبد البر مالکی
۱۴۲	حضرت ابن مبارک	۱۲۱	امام محمد و امام شافعی کا تلمذ امام مالک سے	۱۰۹	امام یحییٰ بن معین
۱۴۳	امام صاحب کے مناظرے	۱۲۲	امام شافعی کا پہلا سفر عراق	۱۱۰	محدث حسن بن عمارہ
۱۴۴	مجلس تدوین فقہ کا طریقہ کار	۱۲۳	رحلت مکذوبہ امام شافعی	۱۱۱	علی بن المدینی
۱۴۵	افتاء کا حق	۱۲۴	تحقیق حافظ ابن حجر	۱۱۲	عبید بن اسباط ۲۵۰ھ
۱۴۶	اہم نقطہ فکر	۱۲۵	امام شافعی کا امام محمد سے تعلق و تلمذ	۱۱۳	عبد العزیز بن ابی رواد ۱۵۹ھ
۱۴۷	اصح ترین متون حدیث	۱۲۶	معذرت	۱۱۴	محدث عمرو بن حماد بن طلحہ
۱۴۸	تدوین فقہ کے شرکاء کی تعداد	۱۲۷	حاسدین و معاندین کے کارنامے	۱۱۵	محدث عبید بن اسحق
۱۴۹	امام اعظم اور رجال حدیث	۱۲۸	دوسری رحلت مکذوبہ	۱۱۶	محدث یوسف بن خالد سستی
۱۵۰	اجتہاد کی اجازت شارع علیہ السلام سے	۱۲۹	امام شافعی امام محمد کی خدمت میں	۱۱۷	ہیان بن بظام
۱۵۱	نقشہ تدوین فقہ	۱۳۰	امام محمد کی خصوصی توجہات	۱۱۸	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب
۱۵۲	بانی علم اصول فقہ	۱۳۱	مالی اعداد	۱۱۹	مجدالدین فیروز آبادی
۱۵۳	سب سے پہلے تدوین شریعت	۱۳۲	امام شافعی کا حسن اعتراف	۱۲۰	نقد و جرح
۱۵۴	فقہ حنفی کی تاریخی حیثیت	۱۳۳	امام محمد کی مزید توجہات	۱۲۱	۱- قلت حدیث

۱۳۸	امام اعظم اور آپ کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ	۳۶	امام ابو جعفر محمد بن محمد رضی اللہ عنہ	۶۷	امام جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ
۱۳۹	امام صاحب کا مقام مجلس تدوین میں	۳۷	امام ابو محمد نوح بن دراج خنقی کوئی	۶۸	امام زکریا بن ابی زائدہ
۱۴۰	مجلس وضع قوانین کی تاسیس	۳۸	امام ہشیم بن بشیر السلسلی الواسطی	۶۹	عبدالملک بن عبدالعزیز
۱۴۱	تدوین فقہ کا طرز خاص	۳۹	امام ابوسعید یحییٰ بن زکریا	۷۰	محمد بن اسحاق بن یسار
۱۴۲	فقہ خنقی اور امام شافعی	۴۰	فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ	۷۱	شیخ ابوالنصر سعید بن ابی عروبة
۱۴۳	خصوصیات فقہ خنقی	۴۱	امام اسد بن عمرو بن عامر البکلی الکونی	۷۲	عبدالرحمن بن عمرو بن محمد اوزاعی
۱۴۴	خیر القرون میں اسلام اور خنقی مذہب کا	۴۲	امام محمد بن جلیل محمد بن الحسن البغوی	۷۳	محمد بن عبدالرحمن بن ابی الذئب
۱۴۵	چھین تک پہنچنا	۴۳	امام علی بن مسہر قریشی کوئی	۷۴	شعبہ بن الحجاج
۱۴۶	وجہ اختلاف	۴۴	امام یوسف بن خالد سنی	۷۵	اسرائیل بن یونس
۱۴۷	امام صاحب اور سفیان ثوری	۴۵	امام عبداللہ بن ادیس	۷۶	شیخ ابراہیم بن ادہم بن منصور
۱۴۸	ضروری و اہم گزارش	۴۶	امام فضل بن موسیٰ السبائی	۷۷	سفیان بن سعید بن مسروق ثوری
۱۴۹	امام زفر رضی اللہ عنہ	۴۷	امام علی بن ظہیر	۷۸	امام ابراہیم بن طہمان
۱۵۰	موازینہ امام ابو یوسف و زفر	۴۸	امام حفص بن غیاث	۷۹	امام حماد بن سلمہ
۱۵۱	امام زفر کے ساتذہ	۴۹	امام دحیح بن الجراح	۸۰	جریر بن حازم الازدی المہری
۱۵۲	امام زفر کے تلامذہ	۵۰	امام ہشام بن یوسف	۸۱	لیث بن سعد بن عبدالرحمن مصری
۱۵۳	امام زفر اور نشر مذہب خنقی	۵۱	امام نضر جال یحییٰ بن سعید القطان	۸۲	امام حماد بن زید
۱۵۴	امام زفر کا زہد و ورع	۵۲	امام شعیب بن اسحاق دمشقی	۸۳	شیخ جریر بن عبدالحمید الرازی
۱۵۵	امام مالک بن مغول	۵۳	امام ابو عمرو وحفص بن عبدالرحمن الجلی	۸۴	ہشیم بن بشیر ابو معاویہ السلسلی الواسطی
۱۵۶	امام داؤد طائفی خنقی	۵۴	امام ابو مطیع حکیم بن عبداللہ بن سلمہ	۸۵	موسیٰ کاظم بن الامام جعفر صادق
۱۵۷	امام مندل بن علی عزیزی کوئی خنقی	۵۵	امام خالد بن سلیمان الجلی	۸۶	شیخ عباد بن العوام
۱۵۸	امام نصر بن عبدالکریم	۵۶	امام عبدالحمید بن عبدالرحمن الکونی	۸۷	امام مغیرہ بن مقسم الصنعی ابو ہاشم
۱۵۹	امام عمرو بن میمون الجلی خنقی	۵۷	امام حسن بن زیاد لؤلؤی	۸۸	امام ابراہیم بن محمد ابو اسحاق
۱۶۰	امام حبان بن علی	۵۸	امام ابو عامر التلیل ضحاک بن خالد مصری	۸۹	حافظ ابو بکر عبدالسلام بن حرب
۱۶۱	امام ابو عاصم نوح بن ابی ہریم "جامع خنقی"	۵۹	امام مکی بن ابراہیم الجلی	۹۰	شیخ عیسیٰ بن یونس سمعی کوئی
۱۶۲	امام زہیر بن معاویہ	۶۰	امام حماد بن دلیل قاضی الدائن	۹۱	امام یوسف بن الامام ابی یوسف
۱۶۳	امام قاسم بن معن	۶۱	امام سعد بن ابراہیم زہری	۹۲	شیخ ابو علی شفیق بن ابراہیم
۱۶۴	امام حماد بن الامام الاعظم	۶۲/۱	امام ابراہیم بن میمون	۹۳	شیخ ولید بن مسلم دمشقی
۱۶۵	امام ہشام بن بسطام	۶۲/۲	شیخ ابو بکر بن ابی تیمیہ السخنیانی	۹۴	اسحاق بن یوسف الازرق القنوی
۱۶۶	امام شریک بن عبداللہ الکونی	۶۳	امام ربیعہ المعروف ربیعہ الرازی	۹۵	امام ابو محمد سفیان بن عیینہ کوئی
۱۶۷	امام عافیہ بن یزید القاضی	۶۴	امام عبداللہ بن شبرمۃ البشیرۃ الکونی	۹۶	شیخ یونس بن بکر ابو بکر الشیبانی
۱۶۸	حضرت عبداللہ بن مبارک	۶۵	ہشام بن عروہ بن الحریر العامری	۹۷	امام عبداللہ بن عمر العسری

۲۱۹	امام احمد سے تعلق	۲۱۰	۱۲۹- شیخ فرخ مولیٰ امام ابو یوسفؒ	۲۰۲	۹۸- حافظ عبد اللہ بن نمیر
۲۱۹	قیام بصرہ اور تصنیف	۲۱۰	۱۳۰- امام یحییٰ بن یحییٰ ابو زکریا بغدادی	۲۰۲	۹۹- شیخ عمرو بن محمد الخضر قرشی
۲۱۹	علم حدیث وفقہ کے لئے اسفار	۲۱۱	۱۳۱- حافظ علی بن محمد ابوالحسن طائفی	۲۰۲	۱۰۰- امام عمرو بن یحییٰ بن قطن
۲۲۰	علامتات بخاری	۲۱۱	۱۳۲- امام محمد بن ساعدی	۲۰۲	۱۰۱- شیخ معروف کوفی
۲۲۰	متاخرین کی تصنیف حدیث	۲۱۱	۱۳۳- حافظ محمد بن عبد اللہ نمیر کوفی	۲۰۲	۱۰۲- حافظ ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان
۲۲۰	آئمہ متوہمین اور اصحاب صحاح ستہ	۲۱۲	۱۳۴- حافظ ابو خثیمہ میر بن حرب النسانی	۲۰۲	۱۰۳- محدث عباد بن صہیب بصری
۲۲۱	امام بخاری کے ساتھ	۲۱۲	۱۳۵/۱- حافظ سلیمان بن داؤد بن بشر	۲۰۲	۱۰۴- امام زید بن حباب عسکری کوفی
۲۲۱	علم حدیث وفقہ امام بخاری کی نظر میں	۲۱۲	۱۳۶- حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ	۲۰۲	۱۰۵- محدث مصعب بن مقدام الخثعمی
۲۲۱	رجال حنفیہ اور حافظ ابن حجر	۲۱۲	۱۳۷- حافظ بشر بن الولید بن خالد کندی	۲۰۲	۱۰۶- امام ابو داؤد سلیمان بن داؤد
۲۲۱	سبب تالیف جامع صحیح	۲۱۲	۱۳۸- حافظ اٹحق بن راہویہ غلطی	۲۰۲	۱۰۷- محدث کبیر خلف بن ایوب
۲۲۲	امام بخاری سے پہلے تالیف حدیث	۲۱۵	۱۳۹- حافظ ابراہیم بن یوسف الحنفی	۲۰۲	۱۰۸- امام جعفر بن عون بن جعفر بن عمرو
۲۲۲	ایک اہم غلطی کا ازالہ	۲۱۵	۱۴۰- حافظ عثمان المعروف بابن ابی شیبہ	۲۰۲	۱۰۹- شیخ قاسم بن احکم بن کثیر العرفی
۲۲۳	جامع صحیح کیلئے ساتھ بخاری کی توثیق	۲۱۵	۱۴۱- امام یحییٰ بن اکثم بن محمد قطن	۲۰۲	۱۱۰- امام ابو محمد حسین بن حفص اسفہانی
۲۲۳	امام بخاری کا بے نظیر حافظ	۲۱۵	۱۴۲- حافظ ولید بن شجاع ابو ہمام	۲۰۵	۱۱۱- امام ابراہیم بن رستم مروزی
۲۲۳	تالیفات امام بخاری	۲۱۵	۱۴۳- محدث کوفہ ابوبکر محمد بن العلامہ مدنی	۲۰۵	۱۱۲- حافظ معلى بن منصور
۲۲۱	روایات بخاری	۲۱۶	۱۴۴- شیخ ابو عبد اللہ بن یحییٰ العدنی	۲۰۵	۱۱۳- حافظ عبد الرزاق بن ہمام
۲۲۳	ادہام بخاری	۲۱۶	۱۴۵- احمد بن منیع ابو جعفر البغوی الاصبہانی	۲۰۵	۱۱۴- اسماعیل بن حماد بن الامام الاعظم
۲۲۳	امام بخاری کی توثیق اور تراجم کی نامطابقت احادیث	۲۱۶	۱۴۶- حافظ اٹحق بن موسیٰ الانصاری	۲۰۶	۱۱۵- امام بشر بن ابی الانہر
۲۲۷	الباب سے	۲۱۶	۱۴۷- حافظ سلمہ بن شیبہ نیشاپوری	۲۰۶	۱۱۶- حافظ عبد اللہ بن داؤد و خرمی
۲۵۱	امام مسلم	۲۱۶	۱۴۸- حافظ کبیر احمد بن کثیر ابو عبد اللہ دہلی	۲۰۶	۱۱۷- حافظ ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن زید المقرئ
۲۵۲	امام ابن ماجہ	۲۱۶	۱۴۹- حافظ اسماعیل بن قسطلانی ثقفی قزوینی	۲۰۶	۱۱۸- اسد بن الفرات قاضی قیروان
۲۵۳	امام ابو داؤد	۲۱۶	۱۵۰- حافظ عمرو بن علی فلاس بصری	۲۰۷	۱۱۹- امام احمد بن حفص ابو حفص کبیر بخاری
۲۵۳	اسم و نسب	۲۱۷	۱۵۱- امام ابو جعفر دارمی	۲۰۸	۱۲۰- شیخ ہشام بن اسماعیل بن یحییٰ
۲۵۳	علمی اسفار	۲۱۷	ضروری و اہم گذارشات	۲۰۸	۱۲۱- حافظ علی بن معبد بن شداد العبدی
۲۵۳	اساتذہ و تلامذہ	۲۱۷	جلد دوم	۲۰۸	۱۲۲- امام ابو نعیم فضل بن دکین کوفی
۲۵۳	مادہ میں	۲۱۸	امام بخاری	۲۰۸	۱۲۳- شیخ حمید ابو بکر عبد اللہ
۲۵۳	روایت اکابر عن الاصحاح	۲۱۸	اسم مبارک	۲۰۹	۱۲۴- امام یحییٰ بن ابان بن صدقہ بصری
۲۵۳	سنن ابی داؤد	۲۱۸	خاندانی حالات	۲۰۹	۱۲۵- امام یحییٰ بن صالح الوحاظی ابو زکریا
۲۵۵	ابو داؤد کی چار احادیث	۲۱۸	سن پیدائش و ابتدائی حالات	۲۰۹	۱۲۶- حافظ سلیمان بن حرب بغدادی
۲۵۵	بشارت	۲۱۹	علمی شغف و مطالعہ	۲۰۹	۱۲۷- امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام
۲۵۵	امام ترمذی	۲۱۹	تصنیف کا آغاز	۲۰۹	۱۲۸- حافظ ابوالحسن علی بن الجعد

۲۵۵	اسم و نسب	امام طحاوی بڑے مجتہد تھے	۲۶۷	امام احمد اور امام محمد بن شجاع	۲۷۷
//	جامع ترمذی کی فوئیت دوسری کتب پر	تالیفات امام طحاوی	//	۱۹- حافظ محمد بن حماد الطبرانی ابو عبد اللہ الرازی	۲۷۷
۲۵۶	طریق بیان مذہب	علامہ ابن حزم اور معانی الآثار کی ترجیح	۲۶۸	۲۰- حافظ عباس دوری بن محمد	۲۷۸
//	معمول بہا احادیث	موطأ مالک پر	//	۲۱- حافظ ابو حاتم رازی محمد بن دریس	//
//	حضرت شاہ صاحب کا ارشاد	حضرت شاہ صاحب اور معانی الآثار	۲۶۸	۲۲- حافظ الفقیہ ابو العباس احمد بن محمد	//
//	امام ترمذی کی خدا ترسی	معانی الآثار کے خصائص و مزایا	//	۲۳- حافظ ابو بکر بن ابی الدنیا	۲۷۹
//	کنیت ابو یحییٰ کی توجیہ	۲- مشکل الآثار	۲۷۰	۲۴- شیخ الشام حافظ ابو زرعد مشقی	//
۲۵۷	امام اعظم اور امام ترمذی	۳- اختلاف العلماء	//	۲۵- حافظ ابو محمد حارث بن ابی اسامہ	//
//	امام اعظم جامع ترمذی میں	۴- کتاب احکام القرآن	//	۲۶- شیخ ابو الفضل عبید اللہ بن واصل البخاری	//
//	امام ترمذی نے مذہب حنفیہ کو ترجیح دی	۵- کتاب الشروط الکبیر	//	۲۷- شیخ ابو اسحق ابراہیم بن حرب عسکری	//
۲۶۰	امام نسائی رحمہ اللہ	۸- مختصر الامام الطحاوی	//	۲۸- حافظ محمد بن انظر بن سلمہ	//
//	نام و نسب	۱۱- نقص کتاب المدلسین	//	۲۹- شیخ ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بزار	//
۲۶۱	امام طحاوی	۱۲- الرد علی ابی عبید	۲۷۱	۳۰- شیخ ابو مسلم ابراہیم بن عبد اللہ الکشی	۲۸۰
//	نام و نسب و ولادت	۱۳- التاریخ الکبیر	۲۷۱	۳۱- حافظ ابراہیم بن معقل	//
//	تحصیل علم و کثرت شیوخ	۱۴- کتاب فی النحل و احکامها	//	۳۲- شیخ محمد بن خلف المعروف، بوکیح القاضی	//
۲۶۲	امام طحاوی اور حافظ ابن حجر	۱۵- عقیدۃ الطحاوی	//	۳۳- حافظ ابو یعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ	۲۸۰
//	تذکرہ امام شافعی و امام حنفی	۱۶- سنن الشافعی	//	۳۴- شیخ ابو اسحق ابراہیم بن محمد	۲۸۱
۲۶۳	اہل حدیث کون ہیں	۱۷- شرح المغنی	//	۳۵- شیخ ابو محمد عبد اللہ بن علی بن الجارود	//
//	امام طحاوی بسلسلہ امام اعظم	۱۸- حافظ عبد اللہ بن اسحق ابو محمد الجوهری	۲۷۱	۳۶- حافظ ابو البشر محمد بن احمد حماد	//
//	ذکر امامی الاخبار	۱۹- امام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن عبد اللہ	۲۷۲	۳۷- شیخ حماد بن شاکر النسفی حنفی	//
۲۶۴	ثناء اکابر علماء و محدثین	۱۰- حافظ امام عباس بحرانی بن یزید	۲۷۳	۳۸- امام محمد بن اسحق بن خزیمہ السلمی	//
//	امام طحاوی مجتہد تھے	۱۱- حافظ ہارون بن اسحق بن محمد	۲۷۳	۳۹- شیخ ابو عوانہ یعقوب بن اسحق	۲۸۲
۲۶۵	فن رجال اور امام طحاوی	۱۲- حافظ ابو الیث عبد اللہ بن سرج	//	۴۰- شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم	//
//	جرح و تعدیل اور امام طحاوی	۱۳- امام ابو الحسن احمد بن عبد اللہ علی	//	۴۱- شیخ ابو عبد اللہ حسین بن اسماعیل	//
//	حافظ ابن حجر رحمہ	۱۴- امام ابو بکر احمد بن عمر بن مہر خفاف	//	۴۲- امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی	//
//	مقدمہ امامی الاخبار	۱۵- حافظ ابو یوسف یعقوب بن شیبہ بصری	۲۷۴	۴۳- "حاکم شہید" حافظ محمد بن محمد	//
//	ناقدین امام طحاوی	۱۶- امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد	//	۴۴- حافظ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد	۲۸۳
۲۶۶	امام بیہقی	۱۷- حافظ عصر امام ابو زرعد	//	۴۵- حافظ ابو محمد قاسم بن اصغی القرطبی	//
//	علامہ ابن تیمیہ	۱۸- امام ابو عبد اللہ محمد بن شجاع	۲۷۵	۴۶- امام ابو الحسن عبید اللہ بن حسین کرخی	//
//	علامہ ابن جوزی	ثناء اہل علم	۲۷۵	۴۷- ابو محمد عبد اللہ بن محمد الحارثی البخاری	۲۸۳
//	حافظ ابن حجر	ابن عدی اور محمد بن شجاع	۲۷۶	۴۸- امام ابو عمرو احمد بن محمد	//

۲۹۹	۱۱۱- حافظ ابو محمد حسن بن احمد	۲۹۰	۸۰- شیخ ابوالحسن محمد بن احمد بن طیب	۲۸۴	۴۹- شیخ ابوالحسن ابراہیم بن حسن (عزری)
۱۱۲	شیخ ابوسعید محمد بن عبد الحمید	۸۱	شیخ ابوعلی حسین بن خضر بن محمد	۵۰	شیخ ابوالحسن علی بن احمد بن محمد
۳۰۰	۱۱۳- محمد بن محمد بن محمد ابوالحامد الغزالی	۸۲	حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن احمد	۵۱	شیخ ابوالحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ
۱۱۴	۱۱۴- مسند ہرات شیخ نصر بن حامد	۸۳	امام ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد	۵۲	حافظ ابوالحسن عبد الباقی بن قانع
۱۱۵	حافظ ابو زکریا یحییٰ بن منندہ ابراہیم	۲۹۱	۸۴- حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۵۳	حافظ ابوعلی سعید بن عثمان
۱۱۶	خمس الائمہ بکر بن محمد بن علی	۲۹۲	۸۵- حافظ ابوالعباس جعفر بن محمد نسفی	۵۴	حافظ ابو حاتم محمد بن حبان
۳۰۱	۱۱۷- الشیخ الامام محی السنۃ ابو محمد حسین	۸۶	شیخ ابو عبد اللہ حسین بن علی بن محمد	۵۵	حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد
۱۱۸	۱۱۸- مسند سمرقند شیخ اسحاق بن محمد	۸۷	شیخ ابو جعفر محمد بن احمد بن محمد بن احمد	۵۶	حافظ ابو محمد حسن بن عبد الرحمن
۱۱۹	۱۱۹- شیخ ابوالمعالی مسعود بن حسین	۲۹۳	۸۸- حافظ ابوسعید اسمان اسماعیل بن علی	۵۷	شیخ ابو عبد اللہ محمد بن جعفر بن طرخان
۱۲۰	۱۲۰- الشیخ المحدث ابو عبد اللہ حسین	۸۹	شیخ خلیل بن عبد اللہ بن احمد	۵۸	حافظ ابو جعفر محمد بن عبد اللہ بن محمد
۱۲۱	۱۲۱- امام ابوالحسن ابراہیم بن اسماعیل صفار	۹۰	شیخ محمد اسماعیل محدث لاہوری حنفی	۵۹	محدث ابو عمرو اسماعیل بن نجید
۳۰۲	۱۲۲- شیخ ابوالحسن رزین بن معاویہ	۹۱	شیخ الائمہ شیخ عبد العزیز بن احمد بن نصر	۶۰	ابوالشیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد
۱۲۳	۱۲۳- شیخ ابو محمد عمر بن عبد العزیز بن عمر	۹۲	شیخ ابو عثمان اسماعیل بن عبد الرحمن	۲۸۶	۶۱- ابوبکر احمد بن علی رازی صام بخدادی
۳۰۲	۱۲۴- امام طاہر بن احمد بخاری حنفی	۹۳	حافظ ابو محمد عبد العزیز بن محمد	۲۸۷	۶۲- شیخ ابوبکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل
۱۲۵	۱۲۵- امام محمد بن محمد بن محمد سرخسی حنفی	۲۹۴	۹۴- شیخ ابوالقاسم عبد الواحد بن علی	۶۳	شیخ ابوبکر محمد بن فضل بن جعفر
۱۲۶	۱۲۶- شیخ ابو الفضل قاضی عیاض	۹۵	حافظ ابو محمد علی بن احمد	۶۴	امام ابواللیث نصر بن محمد بن احمد
۱۲۷	۱۲۷- حافظ قاضی ابوبکر محمد بن عبد اللہ	۹۶	حافظ ابوبکر احمد بن الحسن بن علی	۶۵	حافظ ابو حامد احمد بن حسین بن علی
۱۲۸	۱۲۸- شیخ ابوالمعالی محمد بن نصر بن منصور	۲۹۵	۹۷- شیخ حسین بن علی بن محمد بن علی	۲۸۸	۶۶- حافظ ابونصر احمد بن محمد کلابازی حنفی
۳۰۳	۱۲۹- حافظ شیرویدہ دیلمی ہمدانی	۹۸	شیخ ابوالحسن علی بن حسین سندی حنفی	۶۷	حافظ ابوالحسن محمد بن المظفر
۱۳۰	۱۳۰- عبد الغفور بن لقمان بن محمد کردری	۹۹	حافظ یوسف بن عبد اللہ بن محمد عبد البر	۶۸	حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر
۱۳۱	۱۳۱- ابو محمد عبد الحق بن اسد الدمشقی	۱۰۰	حافظ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت	۶۹	امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد
۱۳۲	۱۳۲- شیخ ابومنصور جعفر بن عبد اللہ	۱۰۱	شیخ ابوالقاسم عبد الکریم بن ہازن	۷۰	حافظ ابو حفص عمر بن احمد
۱۳۳	۱۳۳- محمود بن ابی سعد نخعی مدنی مسافر لری	۱۰۲	شیخ علی محمد دم جلابی غزنوی بھویری	۲۸۹	۷۱- شیخ ابوالحسن علی معروف بزاز
۱۳۴	۱۳۴- حافظ ابوالقاسم علی بن الحسن	۲۹۷	۱۰۳- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن حسین	۷۲	حافظ ابوسلیمان احمد بن محمد
معروف باین عسا کرد مشقی شافعی	۱۰۴	امام الحرمین ابوالمعالی عبد الملک	۷۳	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق	
۳۰۳	۱۳۵/۱- شیخ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر عمر	۱۰۵	امام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین	۷۴	شیخ ابوالحسن محمد بن احمد
۳۰۴	۱۳۵/۲- الشیخ المحدث ابو محمد عبد الحق	۲۹۸	۱۰۶- شیخ ابوالحسن قاضی القضاۃ محمد	۷۵	شیخ ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی حنفی
۱۳۶	۱۳۶- شیخ ابونصر احمد بن محمد بن عمر عتابی	۱۰۷	شیخ ابوالحسن علی بن الحسن بن علی	۷۶	حافظ ابو الفضل السیستانی احمد
۱۳۷	۱۳۷- ابوبکر زین الدین محمد بن ابی عثمان	۲۹۹	۱۰۸- شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر حمیدی	۷۷	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ
۱۳۸	۱۳۸- ابوبکر علاء الدین بن مسعود	۱۰۹	خمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد	۲۹۰	حافظ ابو عبد اللہ محمد بن احمد
۱۳۹	۱۳۹- ابوسعید مظہر بن حسین بن سعد بن علی	۱۱۰	حافظ ابوالقاسم عبید اللہ بن عبد اللہ	۷۹	حافظ ابوالقاسم تمام بن محمد ابی الحسن

۱۳۰- شیخ حسن بن منصور بن محمود	۱۴۰- شیخ محمد بن احمد بن عباد	۲۰۰- شیخ علی بن احمد بن عبد الواحد
۱۳۱- شیخ ابوالحسن علی بن ابی بکر	۱۴۱- یوسف بن فرغی بن عبد اللہ بغدادی	۲۰۱- محمد بن ابراہیم بن غنائم الشروطی الحنفی
۱۳۲- حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمن	۱۴۲- محمد بن محمود بن محمد بن الحسن خوارزمی	۲۰۲- محمد بن عثمان بن صفہانی معروف بابن النجی
۱۳۳- شیخ ابوالحسن حسن بن خطیر نعمانی	۱۴۳- ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی	۲۰۳- عبد الکریم بن عبد النور بن منیر
۱۳۴- امام حسام الدین علی بن احمد	۱۴۴- شیخ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین	۲۰۴- محمد بن ابراہیم والی حنفی
۱۳۵- امام ابوالفضل محمد بن یوسف	۱۴۵- شیخ محمد بن سلیمان بن حسن	۲۰۵- امام ابوالحسن علی بن بلبان
۱۳۶- شیخ احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری	۱۴۶- شیخ ابوالولید محمد بن سعید	۲۰۶- شیخ ابوعبد اللہ ولی الدین محمد
۱۳۷- شیخ ابوشجاع عمر بن محمد بن عبد اللہ	۱۴۷- ابو ذکریا بن شرف الدین نووی	۲۰۷- ابوالحجاج یوسف بن عبدالرحمن
۱۳۸- شیخ محمد بن عبد اللہ صائسی قاضی مروء	۱۴۸- شیخ ابوالفضل محمد بن محمد بن ہان نسفی	۲۰۸- شیخ ابو محمد عثمان بن علی
۱۳۹- حافظ ابو محمد عبدالغنی بن عبد الواحد	۱۴۹- ابوالفضل محمد بن محمد بن نصر بخاری	۲۰۹- حافظ القس السردجی محمد بن علی
۱۴۰- محدث ابن تاثیر جزری مہلہ بن مبارک	۱۵۰- ابوالعباس احمد بن عبد اللہ	۲۱۰- شیخ احمد بن عثمان بن ابراہیم
۱۴۱- شیخ ابوالحاج محمد بن احمد بن ابی الحسن	۱۵۱- شیخ ابو محمد عبد اللہ بن سعد بن ابی حمزہ	۲۱۱- شیخ برہان الدین بن علی بن احمد
۱۴۲- شیخ ابوباشم عبد المطلب بن فضل	۱۵۲- ابوالعباس احمد بن محمد بن عبد اللہ	۲۱۲- ابوحیان محمد بن یوسف بن علی
۱۴۳- شیخ تاج الدین ابوالحسن زید بن حسن	۱۵۳- ابو محمد علی بن ذکریا بن سہود انصاری	۲۱۳- امام عبید اللہ بن مسعود بن محمود
۱۴۴- شیخ ابوالغنائم سعید بن سلیمان	۱۵۴- شہاب الدین احمد بن فرح	۲۱۴- حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی
۱۴۵- حافظ ابوالحسن علی بن محمد بن عبد الملک	۱۵۵- فرضی محمود بن ابی بکر ابوالعلاء بن علی	۲۱۵- شیخ محمد بن محمد بن احمد
۱۴۶- شیخ زین الدین عمر بن زید	۱۵۶- احمد بن مسعود بن عبدالرحمن قونوی	۲۱۶- علی بن عثمان بن ابراہیم ماردنی حنفی
۱۴۷- حافظ ابوحفظ ضیاء الدین عمر	۱۵۷- قاضی ابوعامم محمد بن احمد عامری	۲۱۷- حافظ ابن الوافی عبد اللہ بن محمد
۱۴۸- محدث ابوالقاسم عبد الکریم	۱۵۸- احمد بن ابراہیم بن عبد القوی حنفی	۲۱۸- محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد
۱۴۹- شرف الدین عیسیٰ بن مالک	۱۵۹- محمد بن علی بن ذہب بن مطیع تشری	۲۱۹- حافظ ابوالحسن علی بن عبد الکانی
۱۵۰- معین الدین ابوبکر محمد بن عبدالغنی	۱۶۰- شیخ الاسلام تقی الدین بن دققی العید	۲۲۰- امیر کاتب عمید بن امیر عمرو
۱۵۱- الامام المسند ابوطی حسن	۱۶۱- عبدالمومن خلف بن ابی الحسن دمیاطی	۲۲۱- ابو محمد عبد اللہ بن یوسف بن محمد بن ایوب
۱۵۲- شیخ عبید اللہ بن ابراہیم	۱۶۲- امام ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد	۲۲۲- مغلطائی (بکری) بن تاج بن عبد اللہ
۱۵۳- محدث ابن تاثیر جزری محمد بن محمد	۱۶۳- قاضی القضاۃ شیخ ابوالعباس احمد	۲۲۳- عمر بن اسحاق بن احمد غزنوی ہندی حنفی
۱۵۴- شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن محمد	۱۶۴- حسام الدین حسین بن علی بن الحجاج	۲۲۴- محمد بن احمد بن عبد العزیز قونوی
۱۵۵- محمود بن احمد الحصری جمال الدین	۱۶۵- شیخ ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ	۲۲۵- حافظ ابوالحسن حسینی دمشقی
۱۵۶- شمس الآئمہ محمد بن عبدالستار	۱۶۶- ابوالفتح نصر بن سلیمان حنفی	۲۲۶- ابوالبقاء قاضی محمد بن عبد اللہ شیلی
۱۵۷- حافظ ضیاء الدین ابوعبد اللہ محمد	۱۶۷- احمد بن شہاب الدین عبد الحلیم	۲۲۷- محمد بن محمد بن محمد بن امام نضر الدین رازی
۱۵۸- حافظ تقی الدین ابوعمر عثمان بن عبدالرحمن	۱۶۸- محمد بن عثمان بن ابی الحسن عبد الوہاب	۲۲۸- عبد الوہاب بن تقی الدین علی
۱۵۹- شیخ حسام الدین انیس کئی حنفی	۱۶۹- شیخ عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ	۲۲۹- محمود بن احمد بن مسعود بن عبدالرحمن
۱۶۰- حسن بن محمد بن حسن بن حیدر قرشی	۱۷۰- شیخ الامام علامہ الدین علی	۲۳۰- اسماعیل بن عمر بن کثیر قرشی

۲۳۱-عبدالقدور بن محمد بن محمد بن نصر اللہ	۲۶۲-بن الہمام محمد بن عبدالواحد	۲۹۳-احمد بن سلیمان رومی	۳۵۱
۲۳۲-محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمانی	۲۶۳-شیخ یعقوب بن ادریس بن عبداللہ	۲۹۴-شیخ اسماعیل شروانی حنفی	۳۵۲
۲۳۳-شیخ محمد بن محمود اکمل الدین	۲۶۴-ابن القس الدیری تالی حنفی	۲۹۵-محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الشامی	۳۵۳
۲۳۴-علامہ میر سید علی ہمدانی حنفی	۲۶۵-یحییٰ بن محمد بن محمد بن محمد	۲۹۶-محمد بن بہاؤ الدین بن لطف اللہ	۳۵۴
۲۳۵-محمد بن یوسف بن الیاس قونوی حنفی	۲۶۶-حافظ قلی الدین بن فہد	۲۹۷-احمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد اطاکی	۳۵۵
۲۳۶-محمد بن بہادر بن عبداللہ زکشی شافعی	۲۶۷-شیخ احمد بن محمد بن محمد بن حسن	۲۹۸-محمد بن علی معروف بہ ابن طولون	۳۵۶
۲۳۷-عبدالرحمن بن احمد بن حسین	۲۶۸-المولیٰ علی بن محمود بن محمد بسطامی	۲۹۹-شیخ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم طبری	۳۵۷
۲۳۸-اسماعیل بن ابراہیم بن محمد بن علی	۲۶۹-قاسم بن قطلوبغا مصری حنفی	۳۰۰-شیخ یحییٰ بن ابراہیم بن محمد بن ابراہیم	۳۵۸
۲۳۹-یوسف بن موسیٰ السطی حنفی	۲۷۰-محمد بن محمد بن محمد بن امیر الحاج طبری	۳۰۱-احمد بن علی المزحی حنفی	۳۵۹
۲۴۰-عمر بن سلمان بن نصر بلقنی شافعی	۲۷۱-یحییٰ بن محمد اصرانی حنفی	۳۰۲-شیخ عبدالاول بن علاء الدین جوینی	۳۶۰
۲۴۱-عبدالرحیم بن حسین عراقی شافعی	۲۷۲-محمد بن سلیمان بن سعد بن مسعود	۳۰۳-زین الدین بن ابراہیم بن محمد	۳۶۱
۲۴۲-علی بن ابی بکر بن سلیمان شافعی	۲۷۳-محمد بن محمد بن عمر قطلوبغا بکتری	۳۰۴-شیخ عبدالوہاب بن احمد بن علی	۳۶۲
۲۴۳-محمد بن خلیل بن ہلال حاضری طبری	۲۷۴-شیخ عبدالعزیز بن عبدالرحمن بن عمر	۳۰۵-احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر	۳۶۳
۲۴۴-احمد بن عبدالرحیم عراقی شافعی	۲۷۵-المولیٰ محمد بن قطب الدین ازرقی	۳۰۶-شیخ مکہ علی بن حسام الدین	۳۶۴
۲۴۵-محمد بن عبداللہ الدیری المقدسی حنفی	۲۷۶-مولیٰ خسرو محمد بن قرا موزروی حنفی	۳۰۷-شیخ محمد سعید بن مولانا خواجہ خراسانی	۳۶۵
۲۴۶-شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن عمر	۲۷۷-عبداللطیف بن عبدالعزیز	۳۰۸-شیخ محمد آفندی بن میر علی برکلی	۳۶۶
۲۴۷-عمر بن علی بن فارسی مصری حنفی	۲۷۸-احمد بن موسیٰ الشہر "الخیالی" حنفی	۳۰۹-شیخ محمد بن محمد بن مصطفیٰ الحمادی	۳۶۷
۲۴۸-محمد بن عبداللہ انعم برمادی شافعی	۲۷۹-احمد بن اسماعیل بن محمد کورانی حنفی	۳۱۰-مولانا کاکاں اولاد خواجہ کوہی حنفی	۳۶۸
۲۴۹-محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف	۲۸۰-احمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ زروق	۳۱۱-شیخ عبداللہ بن سعد اللہ نعمتی سندی	۳۶۹
۲۵۰-یحییٰ بن یوسف بن یحییٰ سیرای مصری	۲۸۱-محمد بن عبدالرحمن بن محمد بن ابی بکر	۳۱۲-محمد بن طاہر بن علی کجراتی حنفی	۳۷۰
۲۵۱-شیخ یعقوب بن ادریس بن عبداللہ	۲۸۲-راجح بن دلاؤ بن محمد حنفی	۳۱۳-عبدالمعطل بن الحسن بن عبداللہ بکشر	۳۷۱
۲۵۲-محمد بن حمزہ بن محمد بن محمد بن رومی	۲۸۳-عبدالرحمن بن محمد بن الشیخ امام الدین	۳۱۴-شیخ محمود بن سلیمان کفوی حنفی	۳۷۲
۲۵۳-احمد بن عثمان بن محمد عبداللہ کلوتانی	۲۸۴-علی بن عبداللہ بن احمد سمودی	۳۱۵-عبدالمعطل بن احمد بن عبداللہ گنگوی	۳۷۳
۲۵۴-احمد بن ابی بکر محمد بن اسماعیل	۲۸۵-شیخ عبدالبر بن محمد بن محمد	۳۱۶-شیخ رحمت اللہ بن عبداللہ بن ابراہیم	۳۷۴
۲۵۵-شیخ محمد بن محمد بن محمد بن محمد	۲۸۶-احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی مصری	۳۱۷-عبداللہ بن ابراہیم العمری السندی	۳۷۵
۲۵۶-محمد بن زین الدین عبدالرحمن علی	۲۸۷-شیخ صفی الدین خزرہی	۳۱۸-شیخ جمال الدین محمد بن صدیق زبیدی	۳۷۶
۲۵۷-عبدالرحیم بن قاضی ناصر الدین علی	۲۸۸-محدث میر جمال الدین عطاء اللہ	۳۱۹-شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عبداللہ	۳۷۷
۲۵۸-احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی	۲۸۹-شیخ یعقوب بن سید علی حنفی	۳۲۰-شیخ عبداللہ نیازی سرہندی	۳۷۸
۲۵۹-ابو محمد تھمیری برمش بن عبداللہ جلالی	۲۹۰-شیخ پاشا طبری بکاتی حنفی	۳۲۱-شیخ اسماعیل حنفی آفندی	۳۷۹
۲۶۰-ہدرد الدین عینی محمود بن احمد قاہری	۲۹۱-المولیٰ الشہر بامیر حسن احمد حنفی	۳۲۲-شیخ عبدالوہاب متقی بن شیخ ولی اللہ	۳۸۰
۲۶۱-عبدالسلام بن احمد بن عبدالمعصوم	۲۹۲-مولیٰ محمد شاد بن المولیٰ حسن المودی	۳۲۳-شیخ ابراہیم بن دلاؤ دابو المکارم	۳۸۱

۳۹۸- قطب الدین بن نجی الدین دہلوی	۳۳۶- قطب الارشاد رشید احمد لکھنوی	۳۵۵- محمد بن علی اشیر ظہیر حسن انیموی
۳۹۹- عبدالغنی بن الشاہ ابی سعید مجددی	۳۳۷- شمس الحق بن الشیخ امیر علی	۳۵۶- مولانا محمد اشفاق الرحمن کاندھلوی
۴۰۰- محمد بن احمد اللہ عمری اتھانوی	۳۳۸- احمد حسن بن اکبر حسین امرودی	۳۵۷- علامہ ماجد علی جنو پوری حنفی
۴۰۱- محمد قاسم بن سعد علی بصدیقی اتھانوی	۳۳۹- محمد یحییٰ بن محمد اسحاق کاندھلوی	۳۵۸- مولانا محمد اسحاق البردوانی حنفی
۴۰۲- احمد علی بن لطف اللہ السہارنپوری	۳۴۰- مولانا وحید الرحمن فاروقی کاندھلوی	۳۵۹- مولانا السید مرتضیٰ حسن چاند پوری
۴۰۳- عبدالقیوم بن عبدالحی صدیقی بڑھانوی	۳۴۱- حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن	۳۶۰- مولانا عبدالرحمن امرودی حنفی
۴۰۴- لدۃ الغفور بنت الشاہ اسحاق	۳۴۲- مولانا خلیل احمد بن مجید علی انصاری	۳۶۱- مولانا السید سراج احمد رشیدی حنفی
۴۰۵- تھور علی بن مظہر علی الحسینی گیلانی	۳۴۳- حافظ محمد احمد بن حضرت نانوتوی	۳۶۲- المفتی سعید احمد صاحب لکھنوی حنفی
۴۰۶- محمد یعقوب بن مولانا ملک علی نانوتوی	۳۴۴- عزیز الرحمن بن فضل الرحمن دیوبندی	۳۶۳- علامہ محمد ابراہیم بلیاوی حنفی
۴۰۷- محمد مظہر بن حافظ لطف علی نانوتوی	۳۴۵- المحدث محمد انور بن محمد معظم شاہ	۳۶۴- المفتی محمد مہدی حسن الشاہ جہاں پوری
۴۰۸- عبدالحی بن مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی	۳۴۶- محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم	۳۶۵- شیخ الحدیث محمد زکریا بن محمد یحییٰ الکا ندھلوی
۴۰۹- مولوی سید صدیق حسن خان	۳۴۷- محمد عبدالعزیز بن مولانا محمد نور حنفی	۳۶۶- علامہ ظفر احمد تھانوی حنفی
۴۱۰- احمد ضیاء الدین بن مصطفیٰ لکھنوی	۳۴۸- حکیم الامۃ اشرف علی اتھانوی حنفی	۳۶۷- مولانا محمد یوسف کاندھلوی حنفی
۴۱۱- مولانا رشاد حسین صاحب دامپوری	۳۴۹- حسین علی نقشبندی حنفی قدس سرہ	۳۶۸- مولانا ابوالوفا افغانی حنفی رحمہ اللہ
۴۱۲- محمد احسن بن حافظ لطف علی	۳۵۰- السید اصغر حسین دیوبندی حنفی	۳۶۹- مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ
۴۱۳- حضرت مولانا فضل الرحمن بن مراد آبادی	۳۵۱- مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی	۳۷۰- مولانا عبید اللہ مبارک پوری
۴۱۴- قاری عبدالرحمن بن قاری محمدی پانی پتی	۳۵۲- علامہ المجلد اشیر محمد بہا لکھنوی	۳۷۱- مولانا سید عبداللہ شاہ حیدر آبادی حنفی
۴۱۵- سید فخر الحسن لکھنوی حنفی	۳۵۳- المفتی کفایت اللہ شاہ جہاں پوری	۳۷۲- حالات دائم الحروف سید احمد رضا بجنوری
۴۱۶- مولانا نذیر حسین بن جواد علی	۳۵۴- شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمدی	۳۷۳- مکتوبات و تقاریر از اکابر





پیش لفظ

مقصد تالیف انوار الباری

”انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ اردو میں اپنے اکابر سلف کے حدیثی افادات شرح و بسط کے ساتھ پیش کر دیئے جائیں، صحاح میں سے جامع صحیح بخاری کی اہمیت سب پر ظاہر ہے اسی لئے اس کا انتخاب ہوا مگر شرح حدیث کے وقت دوسری صحاح، مصنفات و مسانید بھی پیش نظر رہیں گی خصوصاً احادیث احکام کے ذیل میں چونکہ آثار صحابہ، فتاویٰ تابعین اور اقوال اکابر محدثین پر بھی نظر ضروری ہے اس لئے ان کو بھی زیادہ سے زیادہ پیش کرنے کی سعی ہوگی۔

اکابر دارالعلوم کی درسی خصوصیت

ہمارے حضرات اساتذہ و اکابر دارالعلوم کی درسی خصوصیات میں یہ بھی نمایاں خصوصیت تھی کہ احادیث احکام کے ذیل میں شرح حدیث کے ساتھ بیان مذاہب اور ہر مذہب کی مؤیدات و مرجحات کا ذکر فرماتے تھے، حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ نے قدیم محدثانہ رنگ کی تجدید فرماتے ہوئے اس طرز تحقیق کو اور زیادہ مستحکم کیا، علامہ رشید رضا مصری جس وقت دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے تھے تو حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی عربی تقریر میں اسی طرز تحقیق کی صراحت و وضاحت بھی فرمائی تھی جس پر علامہ مصری نے غیر معمولی تاثرات کا اظہار فرمایا تھا، اس کی تفصیل مقدمہ ہذا کے حصہ دوم میں حضرت شاہ صاحب کے حالات میں پیش ہوگی، ان شاء اللہ۔

حضرت شاہ صاحبؒ کا درس حدیث

یہاں صرف اتنی بات کہنی ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا درس حدیث قدیم محدثین کے طرز سے ملتا جلتا تھا ان کی نظر زمانہ رسالت، صحابہ و تابعین سے گذر کر ائمہ مجتہدین و اکابر محدثین سے ہوتی ہوئی اپنے زمانہ تک کے تمام اکابر محققین کے فیصلوں پر ہوتی تھی جس کا صحیح اندازہ آپ کی تالیفات فصل الخطاب، نیل الفرقین، بسط الیدین، کشف المستر وغیرہ سے ہو سکتا ہے، افسوس ہے کہ آپ کی مطبوعہ تقاریر درس ترمذی و بخاری آپ کی تحقیقات عالیہ کے بہت ہی ناقص نقوش ہیں جن میں جامعین کے اخذ و ضبط و اداء کے بھی نقائص و اغلاط ہیں اور مطبعی تصحیفات و اخطاء بھی۔

حضرت شاہ صاحب کا حافظہ بے نظیر اور مطالعہ بہت وسیع تھا، متقدمین و متاخرین کی تمام تصانیف قلمی و مطبوعہ بنظر غور مطالعہ فرماتے تھے، فتح الباری کا مطالعہ خصوصیت سے متعدد بار فرمایا تھا اور اس کی ایک ایک جڑی آپ کے حافظہ و نظر میں تھی، حافظ ابن حجرؒ نے جن چیزوں کا ذکر مقابل کی نظر سے بچانے کیلئے یا کسی دوسری مصلحت سے غیر محل میں کیا ہے ان پر بھی حضرت شاہ کی نظر حاوی تھی اور اس سے جوابدہی میں استفادہ فرماتے تھے، حضرت شاہ صاحب کے حالات کسی قدر تفصیل سے حصدوم میں ذکر ہوں گے ان شاء اللہ۔

راقم الحروف کے استفادات

راقم الحروف نے بزمانہ قیام مجلس علمی ڈابھیل دو سال درس بخاری شریف میں حاضر رہ کر حضرت کی تقریر و درس قلمبند کی تھی، اس کے علاوہ علامہ نیوٹی کی ”آثار السنن“ دو جلد پر حضرت نے جو بے نظیر حدیثی تحقیقات خود اپنے قلم مبارک سے لکھی تھیں اس کے بھی کچھ نسخے فوٹو کے ذریعہ مجلس علمی کراچی نے محفوظ کر دیئے ہیں، جس کا ایک نسخہ سرپرست مجلس مذکور محترم و مخلص مولانا محمد میاں صاحب سورتی دام فیضہم نے احقر کو مرحمت فرمایا، ان سب کو پیش نظر رکھ کر اور فتح الباری، عمدۃ القاری، لامع الدراری، امانی الاحبار، الکوکب الدرری، اعلاء السنن وغیرہ کو سامنے رکھ کر ایک مجموعہ افادات اردو زبان میں مرتب کرنے کا خیال ہوا اور بالاقساط شائع کرنیکی قابل عمل تجویز بھی سامنے آئی اس لئے خدا کے بھروسہ پر کام کی ابتداء کر دی گئی۔ وهو المیسر و المتعمم و الموفق للصواب والسداد۔

مقدمہ کی ضرورت

شرح بخاری مذکور سے قبل یہ بھی مناسب معلوم ہوا کہ حدیث کی ضرورت و تاریخ مختصر لکھ کر محدثین کا تذکرہ بھی ہو جائے جس سے ہر دور کے اکابر محدثین کا ضروری تعارف ہو۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ اثنا عشر سال میں جا بجا اکابر ائمہ محدثین و فقہاء کا تعارف کراتے تھے اس لئے موزوں ہوا کہ ابتداء ہی میں ان سب حضرات کا یکجائی تعارف ہو، اگرچہ اثناء شرح میں بھی رجال پر کلام حسب ضرورت ہوتا رہے، دوسری ضرورت یہ بھی ہوئی کہ دوسری صدی کے بعد کے اکثر محدثین نے محدثین احناف کے ذکر اذکار کو نظر انداز کیا اور کچھ حضرات نے ان کی برائیاں بے سند یا جھوٹی اسناد سے بیان کیں۔

ائمہ احناف سے تعصب

ظاہر ہے کہ یہ بات نہ تاریخی اعتبار سے محمود تھی نہ حدیثی تعلق کے تحت گوارا اور سب سے بڑا دینی و علمی نقصان اس کا یہ تھا کہ حدیث کی پر رونق بھری مجلس سے ایک ایسی عظیم موقر جماعت کو باہر کر دیا گیا جن کی حدیثی گرانقدر خدمات کسی طرح بھی نظر انداز کئے جانے کی مستحق نہ تھیں، جیسا کہ آگے آئے گا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے بعض مقلین اکابر صحابہ کو بھی ان کے فتاویٰ و احکام فقہیہ کی کثرت کے باعث مکلفین میں شامل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے فتاویٰ و مسائل فقہیہ بھی احادیث و آثار موقوفہ کے حکم میں ہیں تو امام اعظمؒ آپ کے اصحاب اور سینکڑوں تلامذہ محدثین جنہوں نے امام صاحب کی سرپرستی میں ساڑھے بارہ لاکھ فقہی مسائل کی تدوین کتاب اللہ، احادیث رسول اللہ ﷺ آثار صحابہ و فتاویٰ تابعین کی روشنی میں کی، پھر ان میں بہت بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو اباب صحاح کے شیوخ اور شیوخ الشیوخ ہیں، ان سب کو محض حسد و عصبیت کی وجہ سے نظر انداز کر دینا کسی طرح بھی موزوں نہ تھا۔

اس شرح کی تالیف کے وقت ہماری قطعی رائے ہے کہ تمام محدثین اولین و آخرین کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے اور اس میں کچھ بھی فرق کرنا حدیث کے مقدس علم پر ظلم کرنا ہے۔

معتدل شاہراہ

تفسیر کتاب اللہ کی طرح شرح معانی حدیث میں جزوی اختلافات ہوئے ہیں، ہو سکتے ہیں لیکن اس اجارہ داری کے زعم باطل کو کسی طرح گوارا نہیں کیا جاسکتا کہ ایک نقطہ نظر تو سراسر حدیث رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہے اور فلاں دوسرا طریق سراسر خلاف ہے، پھر اس غلط طرز فکر میں جو کچھ ترقیات ہوئیں وہ اور بھی زیادہ قابل اعتراض ہیں، پورا مقدمہ تذکرہ محدثین ہر دو حصہ پڑھ کر آپ اندازہ کریں گے کہ ہم نے افراط و تفریط سے ہٹ کر ایک معتدل شاہراہ سامنے کرنے کی سعی کی ہے۔

صحیح تنقید اور حافظ ابن ابی شیبہ

صحیح تنقید کوئی بری چیز نہیں بلکہ ایک مفید علمی مقبول طریقہ ہے مگر اس کو تعصب، تنگ نظری اور غلط کلام سے خالی ہونا چاہئے، حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ (م ۲۴۵ھ) نے بہترین حدیثی تالیف ”مصنف ابن ابی شیبہ“ آٹھ ضخیم جلدوں میں ابواب فقہیہ پر مرتب کی جس کا مفصل ذکر اسی حصہ مقدمہ میں آپ پڑھیں گے، آپ نے ایک فصل میں امام اعظمؒ کے ۱۲۵ مسائل پر تنقید کی اس میں آپ نے امام صاحب کے خلاف جو احادیث و آثار نقل کئے ہیں، ان کی اسناد میں انقطاع بھی ہے اور ضعیف و مشکوک فیہ رجال بھی ہیں، مگر ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ جتنا کچھ بھی خلاف میں کہا گیا یا کہا جاسکتا ہے سب کو نقل کر دیں اسی لئے انہوں نے کتاب مذکور کے دوسرے ابواب میں بہ کثرت امام صاحب کی تائید میں ایسی احادیث و آثار نقل فرمائے جو مذکورہ بالا احادیث و آثار سے زیادہ قوی اور بہتر پوزیشن میں ہیں، اس سے ان کی نیک نیتی اور پر خلوص تنقید کا رنگ نمایاں ہے۔

امام بخاریؒ: مشہور اختلافی مسائل پر بھی انہوں نے کوئی تنقید امام صاحب کے خلاف نہیں کی جس سے ظاہر ہے کہ ان کا مقصد جارحانہ تنقید متعصبانہ نوک جھونک نہ تھی مگر ان کے تلامذہ میں سے امام بخاری آئے تو ان کا تنقیدی رنگ دوسرا ہوا بقول حضرت شاہ صاحب بخاری شریف میں تو کچھ رعایت و مسامحت کا معاملہ بھی ہے، اگرچہ مذہب حنفی کی پوری واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے غلط انتساب اور بے ضرورت تشدد کا وجود ہے، مگر دوسرے رسائل میں تو امام صاحب وغیرہ کے بارے میں سخت کلامی تک پہنچ گئے ہیں۔ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو اہل علم کا درجہ دینے کو بھی تیار نہیں، حالانکہ امام صاحب کے تلامذہ ابن مبارک وغیرہ کی انتہائی تعریف کی ہے۔

علامہ ابن تیمیہ: اختلاف صرف افضلیت کا تھا جیسا کہ علامہ ابن تیمیہؒ کی تصریحات بھی ہم نے اس مقدمہ کے ص ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲ پر نقل کی ہیں اس کی مزید تفصیل امام بخاری کی تالیفات پر تبصرہ کے ضمن میں آئے گی، ان شاء اللہ۔

امام ترمذیؒ و ابو داؤدؒ: پھر کچھ رد عمل ہوا، امام ترمذی آئے تو انہوں نے اہل کوفہ کو نہ صرف اہل علم کے لقب سے نوازا، بلکہ ان کو معانی حدیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا طبقہ قرار دیا، امام صاحب کا قول بھی جرح و تعدیل میں نقل کیا اور اپنے استاذ حدیث امام بخاریؒ کا فقہی مذہب بھی نقل نہیں کیا، جس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے شیخ کو اس درجہ سے نازل سمجھتے تھے کہ ان کا مذہب نقل ہو، امام ابو داؤدؒ نے امام اعظمؒ کو ”امام“ کے لقب سے یاد کیا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ: بقول حضرت شاہ صاحبؒ حافظ ابن حجرؒ سے رجال حنفیہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا اس جملہ کی شرح بھی آپ کو اس مقدمہ میں ملے گی، ہم نے محدثین احناف کی طرف بھی زیادہ توجہ کی ہے تاکہ ان کے صحیح حالات روشنی میں آجائیں، حصہ اول میں ۱۵۱ محدثین کے حالات آسکے حصہ دوم میں امام بخاریؒ سے شروع ہو کر دور حاضر تک تقریباً دو سو محدثین کے حالات آئیں گے، ان شاء اللہ۔

محدثین احناف: محدثین احناف کے تذکروں میں یہ بات اکثر نظر آئے گی کہ ان کے طرز فکر میں احادیث کے ساتھ آثار صحابہ، فتاویٰ تابعین اور اقوال اکابر امت کا پورا لحاظ تھا تعصب و تنگ نظری بھی ان میں نہیں تھی، حدیث کے ساتھ فقہ کو بھی لازم رکھتے تھے، وغیرہ۔

حضرت شاہ صاحب

حضرت شاہ صاحب بھی ان اوصاف کے ساتھ متصف تھے اور آپ کا درس حقد میں محدثین احناف کے درس کا نمونہ تھا۔

حضرت شاہ صاحب کے تلامذہ

اسی طرز و طریق کو خدا کا شکر ہے کہ آپ کے خصوصی تلامذہ حدیث نے بھی اپنایا جو اس وقت ہندوستان و پاکستان وغیرہ کے بڑے بڑے علمی مراکز میں درس حدیث محققانہ و محدثانہ طرز سے دے رہے ہیں، ان حضرات کا ذکر خیر حصہ دوم میں ضمن حالات حضرت شاہ صاحب قدس سرہ آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری دام ظلہم

اس موقع پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب (صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور، دام ظلہم العالی) کا ذکر بھی ضروری ہے جن کی حدیثی تالیفات قیصر سے احقر نے اس مقدمہ میں بھی استفادہ کیا اور انوار الباری میں بھی استفادہ کیا جائے گا، تاکہ اردو جاننے والے باذوق ناظرین بھی آپ کی گرانقدر علمی و حدیثی کوششوں کے نتائج سے بہرہ یاب ہوں۔

آپ نے نہ صرف حضرت گنگوہی قدس سرہ کے علمی حدیثی آثار کو بہترین طرز سے تالیف و ترتیب دے کر محفوظ فرمادیا بلکہ اپنے علمی تجربہ و وسعت مطالعہ اور کثرت مراجعت کتب سے محدثانہ محققانہ طرز تحریر کے بے شمار کمالات ظاہر کئے ہیں جو اس سے دور کے ”علمی معجزات“ ہیں۔ نفعنا اللہ بعلومہ الممتعة۔ آمین۔

امام اعظمؒ: مقدمہ کے اس حصہ اول میں امام اعظمؒ کے حالات و مناقب ہم نے زیادہ تفصیل سے لئے ہیں، اس لئے تدوین حدیث وفقہ کے ابتدائی دور میں جو گراں قدر خدمات آپ نے کی ہیں وہ بنیادی و اصولی حیثیت رکھتی ہیں اسی لئے، محمد متوہمین امام مالک، امام شافعی و امام احمد اور دوسرے اکابر امت سب ہی نے آپ کے عظیم احسانات کا اعتراف کیا ہے اور آپ کی جلالت قدر و عظمت شان کے سامنے سب ہی کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔

محدث شہیر حماد نے محدث کبیر تابعی ابوب سخیانی سے نقل کیا کہ آپ کے سامنے جب کوئی شخص امام صاحب کا ذکر کسی برائی سے کرتا تو فرماتے تھے ”لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اس سے انکار کرتا ہے، ہم نے ان لوگوں کے مذہب کو دیکھا ہے جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ پر تنقید کی ہے کہ وہ مذہب دنیا سے ناپید ہو گئے ہیں اور امام صاحب کا مذہب ترقی پر ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔“ (عزرا الجواہر امید)

یہ محدث تابعی تھے اور ارباب صحاح ستہ کے شیوخ ہیں، انہوں نے حضرت امام حسنؒ کو دیکھا ہے اور وہ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے

”یہ اشارہ غالباً امام اوزاعی، سفیان ثوری وغیرہ کی طرف ہوگا اور یہ تنقید کی بات ان کے ابتدائی دور کی ہے، آخر میں ان کی غلط فہمیاں امام صاحب کے متعلق باقی نہ رہیں بلکہ وہ امام صاحب کے علم و فضل اور تفوق کے بہت زیادہ قائل ہو گئے تھے، جیسا کہ آگے تفصیل آئے گی، مگر محدث جلیل شیخ ابوب کو کیا خبر تھی کہ ان کے بعد ایک دور امام بخاری وغیرہ کا بھی آئے گا جو امام صاحب کے تلامذہ میں ہوتے ہوئے اور امام صاحب کے علمی و عملی کمالات و فضائل سے مکمل واقفیت کے اسباب مہیا ہوتے ہوئے بھی امام صاحب کو ہدف طعن و تنقید بنائیں گے، پھر امام اوزاعی وغیرہ کا مذہب تو کچھ مدت تک رائج بھی ہوا امام بخاری کا مذہب تو ان کے تلمیذ خاص امام ترمذی نے دوسرے مذاہب کے ساتھ ذکر بھی نہ کیا اور دوسرے تلمیذ رشید امام مسلمؒ نے بعض شرائط پر سخت الفاظ میں تنقید بھی کی، امام بخاری کے شیخ اعظم امام حمیدی (صاحب مسند) جو امام اعظم کی تنقید میں بھی امام بخاری کے مقلد تھے وہ عقد میں امام بخاری کے درجہ پر بھی نہ پہنچ سکے اور اسی کمی کے باعث امام شافعی کی جانشینی سے محروم ہوئے اور نعیم بن حماد خزاعی بن عمر وہ تو امام حمیدی کے مرجع تک بھی نہ پہنچ سکے۔

یہ دونوں بھی امام اعظم کی برائیوں میں پیش پیش تھے، ہر انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے، بڑے بڑے جلیل القدر انسانوں سے غلطی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی لغزشوں سے درگزر کرے اور ان کو اپنی بے پایاں نعمتوں و درجوں سے نوازے، آمین۔

کہ ایوب اہل بصرہ کے نوجوانوں کے سردار ہیں، امام شعبہ نے آپ کو سید الفقہاء کا لقب دیا، سب محدثین و تالقین فن رجال نے آپ کو ثقہ، ثبت فی الحدیث، جامع العلوم، کثیر العلم، حجت اللہ علی الارض کہا، امام مالک نے آپ کو عالمین، عالمین، خاشعین، عباد و خیار سے بتلایا، ابو حاتم نے کہا کہ وہ تو ایسے مسلم ثقہ ہیں کہ ان جیسوں کے بارے میں سوال بھی فضول ہے، آپ کی پیدائش ۶۸ھ میں اور وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی۔

غرض امام صاحب کا فضل و تفوق ظاہر و باہر ہے اور اکابر امت کے اقوال آپ کے مناقب و فضائل میں اس قدر ہیں کہ کم از کم مجھ جیسا نااہل تو ان کو اس تطویل کے باوجود بھی جمع کرنے سے قاصر رہا، جتنا مطالعہ کرتا گیا ایک سے ایک شہادت بڑھ چڑھ کر ہی ملتی گئی، کاش امام صاحب کے مناقب پر کوئی جامع کتاب اردو میں تالیف ہو کر شائع ہو جاتی، بعض اہل علم احباب نے اس کا ارادہ بھی کیا ہے اور راقم الحروف نے اپنے پاس سے اس کا مواد اور کتابیں بھی ان کو دی ہیں، خدا کرے جلد ایک کامل و مکمل سیرۃ الامام نور نظر بنے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

امام اعظم کے کسی قدر تفصیلی تذکرہ کی طرح ہم نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے تذکروں میں بھی زیادہ جگہ لی ہے جن کی اہمیت مطالعہ کے بعد محسوس ہوگی، نیز امام اعظم کے دوسرے شرکاء متدوین فقہ کے حالات بھی کسی قدر مکمل کرنے کی سعی کی ہے۔ اسی طرح حصہ دوم میں امام بخاری کا تذکرہ بھی تفصیلی ہے، پھر دوسرے ارباب صحاح اور صاحب مشکوٰۃ، امام طحاوی، حافظ ابن حجر، حافظ عینی وغیرہ کے تذکرے بھی حسب ضرورت منسلک ہوں گے۔

ائمہ احناف اور مخالفین

حضرت الاستاذ المعظم شاہ صاحب قدس سرہ اس امر سے بہت دلگیر تھے کہ ائمہ حنفیہ اور محدثین احناف کو گرانے کی سعی ہر زمانہ میں کی گئی اور مذہب حنفی کے خلاف ناروا حملے مسلسل ہوتے رہے۔

اس سلسلہ میں درس بخاری کے وقت اکثر حافظ ابن حجر کے تعصب و بے انصافی کا شکوہ فرمایا کرتے تھے امام بخاری کے بارے میں محتاط تھے لیکن آخری سالوں کے درس میں امام بخاری کی زیادتیوں پر بھی تنقید فرمائی اور فرمایا کہ اب ضعف کا وقت ہے صبر کم ہو گیا اور ادب کا دامن چھوٹ گیا، مجھے کہنا پڑا کہ امام بخاری نے اکابر حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور ان کی جرح غیر معتبر ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ امام بخاری کو مذہب حنفی کی پوری واقفیت نہ تھی جس کی وجہ سے باب الحیل وغیرہ میں آئمہ حنفی کی طرف مسائل کا انتساب غلط کیا ہے۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ امام ترمذی میں تعصب کم ہے اور انہوں نے جو بیان مذہب کے وقت امام صاحب کا نام نہیں لیا وہ تعصب یا امام صاحب سے کسی کشیدگی کے باعث نہیں ہے (جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ نے سمجھا ہے) بلکہ اس لیے ہے کہ امام ترمذی کو امام صاحب کا مذہب صحیح سند سے نہیں پہنچا۔ دوسرے ائمہ کے مذاہب ان کو سندوں سے مل گئے تھے جن کو اپنی کتاب العلل میں ذکر بھی کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ اور دفاع عن الحنفیہ

حضرت شاہ صاحبؒ کے درسی خصوصیات میں سے یہ بات بہت نمایاں تھی کہ وہ نہ صرف مذہب حنفی کی طرف سے بہترین دفاع کرتے تھے بلکہ تائید مذہب حنفی کے لیے محدثانہ محققانہ طرز سے اوچھی سطح کے کافی دلائل و براہین جمع فرما دیتے تھے۔ بعض اوقات خود فرمایا کہ میں نے مذہب حنفی کی بنیادوں کو اس قدر مضبوط و مستحکم کر دیا ہے کہ مخالفانہ و معاندانہ ریشہ دوانیاں بیکار ہو گئی ہیں۔ میرے نزدیک ایک دو مسئلوں کے سوا فقہ حنفی کے تمام مسائل کے دلائل و حجج دوسرے مذاہب سے زیادہ قوی ہیں۔

امام صاحبؒ کی کتاب الآثار اور مسانید

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے موطا امام مالک کو مرتبہ کے اعتبار سے صحاح میں سے اول قرار دیا ہے اور ان کی اصل کہا ہے جب کہ

موطا امام مالک امام اعظمؒ کی وفات کے بعد مدون ہوا ہے اور اس سے پہلے امام صاحب کی کتاب الآثار امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام زفر کی روایت سے الگ الگ مدون ہو چکی تھیں اسی طرح امام ابو یوسف، امام محمد، امام حسن بن زیاد اور امام حماد بن الامام الاعظم نے امام صاحب سے مسانید کو بھی روایت کیا اور یہ سب بلا واسطہ امام صاحب کے تلامذہ بلکہ آپ کے اخص اصحاب میں سے ہیں اور بظاہر ان سب کی کتب آثار و مسانید امام صاحبؒ کی زندگی میں تیار ہو گئی تھیں اور ان ہی کتابوں اور دوسری کتب مدونہ فقہیہ کے بارے میں یہ نقل ہوا ہے کہ امام مالکؒ امام صاحبؒ کی کتابوں کی تلاش کرتے اور ان میں نظر کرتے تھے، امام مالکؒ کا امام صاحب سے حدیث میں تلمذ اور روایت بھی ثابت شدہ ہے۔ (ملاحظہ ہو اقوام المسالک للکوثری)

یہ بھی صحیح طور سے نقل ہے کہ امام مالکؒ نے ۶۰ ہزار مسائل امام اعظمؒ کے مدونہ حاصل کئے تھے۔ ان سب امور پر نظر کی جائے تو موطا امام مالکؒ کی اصل امام صاحبؒ کی کتب آثار اور مسانید کو قرار دینا چاہیے۔

مسانید امام کی عظمت

آگے مقدمہ ہی میں یہ امر بھی ذکر ہو گا کہ امام صاحبؒ کی مسانید بڑے بڑے محدثین بڑی عظمت و وقعت کے ساتھ اپنے ساتھ رکھتے تھے اور امام شعرائی نے بڑے فخر و مسرت کے ساتھ بیان کیا کہ میں امام اعظمؒ کے چند مسانید کی زیارت سے مشرف ہوا جن پر بہت سے حفاظ حدیث کے تصدیقی دستخط تھے اور ان کی اسناد بہت قوی ہیں، ان کے رجال سب ثقہ ہیں کوئی شخص بھی ان میں سے متعم بالکذب نہیں ہوا اور وہ اسناد رسول اکرم ﷺ سے بہت قریب ہیں۔ وغیرہ۔

امام صاحب سے وجہ حسد

در حقیقت امام صاحب اور آپ کے اصحاب و تلامذہ کے یہ امتیازات و تفوقات ہی ان سے حسد کا بڑا باعث بن گئے اور حاسدین و معاندین کی نظر میں ایک یہی سلوک ان سب حضرات کے حق میں موزوں و مزین ہو گیا کہ ان کی وقعت و شان کو پوری کوشش سے گرا دیا جائے اور پھر جو کچھ ناروا سلوک بعد کے بعض کوتاہ اندیش لوگوں کی طرف سے ان کے ساتھ کئے گئے ان کا ذکر جا ہی ”تذکرہ محدثین“ حصہ اول و دوم میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

”اہل الرائے“ کا پروپیگنڈا

امام صاحبؒ اور آپ کے جلیل القدر اصحاب و تلامذہ کے بارے میں ایک بہت ہی سخت مخالفانہ پروپیگنڈا یہ کیا گیا کہ وہ اصحاب الرائے ہیں اور اس کا مطلب یہ باور کرایا گیا کہ انہوں نے احادیث و آثار کے مقابلہ میں قیاس و رائے کا استعمال کیا ہے حالانکہ یہ بھی ایک حربہ تھا جس کا مقصد اس مقدس جماعت خادم حدیث و سنت کے خلاف نفرت و عداوت پیدا کرنی تھی۔ اس زہر کا تریاق بھی ”تذکرہ محدثین“ میں جا بجائے گا اور واقعات و حالات سے اسکی غلطی نمایاں کی جائے گی۔

محدث خوارزمی کا جواب

محدث خوارزمیؒ نے مقدمہ جامع المسانید میں بھی خطیب کا رد کرتے ہوئے مختصر علمی پیرایہ میں چند اچھے جوابات پیش کئے ہیں۔ مثلاً۔

فرمایا کہ حدیث کے مقابلہ میں عمل بالرائی کا طعن امام صاحب کو وہی شخص دے سکتا ہے جو فقہ سے نابلد ہو، اور جس کو فقہ سے کچھ بھی

۱۔ امام شعرائی کا ہر جملہ قابل توجہ ہے خصوصاً امام صاحبؒ کے مسانید کا حفاظ حدیث کی توجہات کا مرکز بننا اور ان پر ان کے توثیقی دستخطوں کا ہونا، ان جموں کی تائید، دین امام اعظمؒ کے ان بیانات سے بھی ہوگی جو اس مقدمہ کے ص ۹۳ سے ص ۱۱۲ تک مذکور ہیں اور ص ۵۷ تا ص ۶۱ امام صاحب کے حقوق حدیث پر جو اکابر محدثین کے اقوال نقل ہوئے ہیں وہ بھی پیش نظر رکھے جائیں۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

مناسبت ہوگی اور ساتھ ہی انصاف کرنا چاہے گا تو اس کو اس امر کے اعتراف سے ہرگز چارہ نہیں کہ امام صاحبؒ سب سے زیادہ احادیث کے عالم اور ان کا اتباع کرنے والے تھے اور ان لوگوں کے زعم باطل پر چند دلائل حسب ذیل ہیں۔

۱۔ امام صاحبؒ احادیث مرسلہ کو حجت قرار دیتے ہیں اور ان کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں جب کہ امام شافعیؒ کا عمل اس کے برعکس ہے۔ (پھر بھی بدنام حنفیہ کو کیا جاتا ہے)

۲۔ قیاس کی چار قسمیں ہیں۔ قیاس مؤثر، قیاس مناسب، قیاس شبہ، قیاس طرد۔

امام اعظمؒ اور آپ کے اصحاب نے قیاس شبہ و مناسبت دونوں کو باطل قرار دیا۔ قیاس طرد میں امام صاحب اور آپ کے بعض اصحاب کا اختلاف ہے کہ بعض اصحاب نے اس کو بھی رد کر دیا ہے۔ اب صرف ایک قسم قیاس مؤثر کی رہی جس کو سب نے حجت کہا۔ حالانکہ امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ قیاس کی چاروں اقسام مذکورہ حجت ہیں اور قیاس شبہ کا استعمال تو وہ بکثرت کرتے ہیں (پھر بھی بدنام و معطون حنفیہ ہیں)۔

۳۔ امام اعظمؒ احادیث ضعیفہ کو بھی قیاس کے مقابلہ میں حجت سمجھتے ہیں جیسے نماز میں قہقہہ کو انہوں نے ضعیف حدیث کی وجہ سے ناقض وضوء کہا حالانکہ خلاف قیاس ہے اور امام شافعیؒ اس کے برعکس قیاس پر عمل کرتے ہیں (پھر بھی خطیب وغیرہ نے استعمال قیاس کا طعنہ امام صاحب وغیرہ کو دیا)۔

۴۔ بہت سے مسائل میں مخالفین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے قیاس کی وجہ سے احادیث کو ترک کر دیا۔ حالانکہ یہ بھی ایک مغالطہ ہے کیونکہ وہاں امام صاحبؒ نے قیاس کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسری رائج احادیث کی وجہ سے مرجوح احادیث پر عمل ترک کیا ہے اس کی بہت سی مثالیں بھی محدث خوارزمی نے لکھی ہیں۔

پھر آخر میں لکھا کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب پر ”حدیث کو ترک کر کے عمل بالقیاس والرائے کا الزام“ سراسر بہتان و افتراء ہے۔ یہ حضرات اس الزام سے قطعاً بری ہیں اور یہ حضرات قیاس پر عمل صرف اس وقت کرتے ہیں جب کسی مسئلہ میں فیصلہ کے لیے حدیث رسول اکرم ﷺ بالکل موجود نہ ہو۔ (جامع المسانید ص ۱/۴۱ تا ص ۱/۵۳)

امام اعظم اور تدوین قانون اسلامی کا بے نظیر کارنامہ

افسوس ہے کہ امام اعظمؒ اور آپ کے ہم شرکاء تدوین فقہ، اکابر محدثین نے جو فقہ اسلامی کی تدوین کا بینظیر تاریخی کارنامہ سرانجام دیا تھا اس کو بے وقعت بنانے کے لیے غلط کوششیں کی گئیں اور اس کی وجہ سے دور خیر القرون کی حدیث و فقہ کی ایک بے مثال عظیم الشان خدمت اپنے صحیح تعارف سے محروم ہوگئی جس کی کچھ تلافی ہم نے اس مقدمہ میں کی ہے۔

امام بخاری کا شکوہ اور جواب شکوہ

امام بخاری نے اپنے رسائل میں شکوہ کیا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ بعد کے لوگوں کی تقلید کرنے لگے حالانکہ پہلے زمانہ میں لوگ الاول فالاول کا اتباع کرتے تھے جس کا اشارہ بظاہر امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف ہے لیکن انصاف کیا جائے کہ امام صاحب سے پہلے کا دور صحابہ کرام کا تھا جو سب ہی بتصریح حدیث نبوی علی صاحبہا الف الف تحیات و تسلیمات عدول اور متبوع تھے لیکن ان کے زمانہ میں کسی فقہ اسلامی کی تدوین نہ ہو سکی تھی بلکہ احادیث کی تدوین بھی پوری طرح بعد ہی میں ہوئی۔ تدوین حدیث کے ساتھ ہی امام اعظمؒ نے سینکڑوں ہزاروں ائمہ حدیث کی موجودگی میں اپنے تلامذہ و اصحاب مجتہدین و کبار محدثین کی مدد سے فقہ اسلامی کو مدون کیا جس پر اسی وقت سے سارے اسلامی دنیا نے عمل بھی شروع کر دیا اور عباسی خلفاء نے باوجود ذاتی مخالفت امام اعظمؒ وغیرہ کے بھی اسی کو اسلامی قانون کی پوزیشن دی اور اگر کبھی کوئی آواز خلاف میں اٹھی تو اس کا دفاع بھی خود ہی کیا۔

ان واقعات کی تفصیل اور اس وقت کی اسلامی دنیا کتنی وسیع تھی یہ سب امور بھی مقدمہ میں آئیں گے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ امام صاحب کی حیثیت دور تا بعین میں سرتاج فقہاء و محدثین کی تھی پھر اس پر ان کا تدوین فقہ کا کارنامہ عظیم سونے پر سہاگہ ہو گیا۔

ایسے حالات میں اگر آپ کی تقلید و اتباع لوگوں نے کی تو کیا برا کیا۔ مقلد ہونے کے لیے جس جامعیت کا ملکہ کی ضرورت تھی وہ شخصیت سب سے پہلے آپ ہی کی سامنے آئی اس لیے اول سے اول بھی آپ ہوئے، آپ کے بعد آپ کے اصحاب و خصوصی تلامذہ دوسرے درجہ میں قابل اتباع تھے، تیسرے درجہ میں آپ کے تلامذہ امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ ہوئے۔

اس لیے اگر لوگوں نے امام صاحبؒ وغیرہ کو الاول فالاول سمجھ کر تقلید کی اور بعد کے حضرات کی نہ کی تو امام بخاریؒ ہی کے اصول سے صحیح کام کیا امام صاحبؒ سے پہلے صحابہ کرام اور رسول اکرم سرور کائنات ﷺ تھے جن کا اتباع امام صاحبؒ اور آپ کے اصحاب نے جزئی جزئی میں پوری طرح کیا ہے اس لئے امام صاحبؒ کا اتباع بعینہ ان کا اتباع ہے۔ یہ طعن کسی طرح بھی درست نہیں کہ آپ کا اتباع کرنے والوں نے آپ کے پیشروؤں کو چھوڑ دیا۔

تذکرہ محدثین کا مقصد

غرض اس مقدمہ انوار الباری موسومہ ”تذکرہ محدثین“ میں جہاں یہ مقصود ہے کہ بہار محدثین کے صحیح حالات سے روشناس کرایا جائے وہاں یہ بھی خیال ہے کہ بہت سی غلط فہمیاں بھی رفع بھی کر دی جائیں جو حدیث، فقہ اور خصوصیت سے فقہ حنفی وغیرہ سے متعلق پیدا کر دی گئی ہیں۔ واللہ المستعان۔

اس سلسلہ میں راقم الحروف کو نہایت غصوں ہے کہ بعض اپنے اکابر کے کچھ ناپسندیدہ واقعات و حالات بھی لکھنے پڑے جن کی کسی مسئلہ کی تنقیح یا دوسرے اکابر سے دفاع کے لئے ضرورت پیش آئی، مگر چہ اس میں بھی اپنے اکابر ہی کا اتباع کیا گیا ہے اور الحمد للہ علی قدر مراتب سب ہی کے علمی و عملی کارناموں کی زیادہ سے زیادہ قدر و منزلت دل میں ہے مگر خطا و غرض سے کون پاک ہے۔ لا من عصمه اللہ ویغفر اللہ لی ولسائر المؤمنین۔

جن کتابوں سے تذکرہ محدثین میں مدد لی گئی ہے ان میں سے کچھ اہم کتابیں حسب ذیل ہیں۔

- ۱- مناقب امام اعظم، علامہ موفقی
- ۲- ایضاً، علامہ کروری
- ۳- جامع مسانید الامام اعظم، للبخاری
- ۴- الجواہر المصیبر، للعلامة القرشي
- ۵- تہذیب العہد، للکاف ابن حجر
- ۶- تقریب العہد، ایضاً
- ۷- تجلید المنقذ، ایضاً
- ۸- مقدمہ فتح الباری، ایضاً
- ۹- مقدمہ فتح السہم، للشیخ العثماني
- ۱۰- مقدمہ لامع الدراری، للشیخ الحداد
- ۱۱- مقدمہ اوجز المسالك
- ۱۲- السہارنپوری عم فیضہم
- ۱۳- مناقب الائمہ، للذہبی
- ۱۴- تذکرۃ الحفاظ، للذہبی
- ۱۵- جمیع الصغیر، للسیوطی
- ۱۶- الخیرات الحسان، للعلامة ابن حجر
- ۱۷- بستان الحدیث، حضرت شاہ عبدالحزیز صاحب
- ۱۸- صدائق الخفیہ، للعلامة فقیر محمد صاحب جہلمی
- ۱۹- تانیب الخطیب، للعلامة کوثری
- ۲۰- بلوغ الامانی، للعلامة کوثری
- ۲۱- حسن التقاضی، للعلامة کوثری
- ۲۲- الامتاع، للعلامة کوثری
- ۲۳- لغت الخطر، للعلامة کوثری
- ۲۴- الحاوی، للعلامة کوثری
- ۲۵- التلک الطریفہ، للعلامة کوثری
- ۲۶- ابوحنیفہ، ابو زہرہ مصری
- ۲۷- الاثقاء، علامہ ابن عبد البر مالکی
- ۲۸- جامع بیان العلم وفضله، علامہ ابن عبد البر مالکی
- ۲۹- فوائد صغیرہ، حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی
- ۳۰- طبقات الشافعیہ الکبریٰ، للسیکی
- ۳۱- تاریخ ابن خلکان
- ۳۲- نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحی لکھنوی

جو کتابیں شرح بخاری شریف کے وقت پیش نظر ہیں انہیں میں سے چند اہم یہ ہیں

- ۱- عمدۃ القاری شرح البخاری، للحافظ بدر الدین عینی (قاضی القضاۃ) ۲- فتح الباری شرح البخاری، للحافظ ابن حجر عسقلانی ۳- تیسیر القاری شرح البخاری، للشیخ نور الحق بن الشیخ عبد الحق المحمّد ث الدہلوی ۴- شرح البخاری، للشیخ الاسلام سبط الشیخ عبد الحق المحمّد ث دہلوی ۵- ارشاد الساری شرح البخاری، للقسطلانی ۶- بیجۃ النفوس شرح البخاری، للحافظ ابن ابی جرہ ۷- روح التوہج علی صحیح البخاری، للشیخ علی بن سلیمان الدققی الجعفی ۸- شروح البخاری، للودئی وغیرہ ۹- فتح الملہم شرح صحیح المسلم، للشیخ المحمّد ث العلامہ شبیر احمد العثماني ۱۰- عقود الجواهر المہدیہ، للسید المحمّد ث مرتضیٰ الحسینی ۱۱- الحواشی علی جامع الصحیح، للشیخ العلامہ احمد علی السہارنپوری وجہ الاسلام مولانا نانوتوی ۱۲- العرف الشہدی علی جامع الترمذی، امالی درس حافظ حدیث علامہ محمد انور شاہ کشمیری ۱۳- فیض الباری علی صحیح البخاری، امالی درس حافظ حدیث علامہ محمد انور شاہ کشمیری ۱۴- انوار المحمود علی سنن ابی داؤد، امالی حضرت شیخ الہند و علامہ کشمیری ۱۵- انوار السنن للشیخ البیہقی مع تعلیقات غیر مطبوعہ علامہ کشمیری ۱۶- امالی درس بخاری شریف علامہ کشمیری، ضبط کردہ مرتب انوار الباری شرح اردو صحیح البخاری ۱۷- بذل المحمود شرح ابی داؤد، للشیخ الحافظ الحجۃ مولانا خلیل احمد السہارنپوری ۱۸- لامع الدراری علی جامع البخاری، امالی درس الحافظ الحجۃ الشیخ الکنکوی مع تعلیقات نفیہ حضرت شیخ الحدیث السہارنپوری ۱۹- الکوکب الدرّی علی جامع الترمذی، امالی درس الحافظ الحجۃ الشیخ الکنکوی مع تعلیقات نفیہ حضرت شیخ الحدیث السہارنپوری ۲۰- اوجز المسالک شرح الموطا للامام مالک، مؤلفہ حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا السہارنپوری عم فیضیم ۲۱- امالی الاحبار شرح معانی الآثار، مؤلفہ حضرت الشیخ محمد یوسف امیر المبلغین السہارنپوری عم فیضیم ۲۲- الجواهر النقی فی الرد علی البیہقی، للحافظ الحجۃ الشیخ علاء الدین مارودینی (ابن الترکمانی) ۲۳- جامع مسانید الامام اعظم، للمحمّد ث الخوارزمی ۲۴- کتاب الآثار، للامام ابی یوسف ۲۵- کتاب الآثار، للامام محمد بن الحسن۔

آخری گزارش اور شکریہ

امید ہے کہ ”پیش لفظ“ کے اشارات مذکورہ سے آنے والے مقدمہ ”تذکرہ محدثین کی نوعیت و اہمیت واضح ہو گئی ہوگی، مقدمہ کا دوسرا حصہ شائع ہو کر جلد ہی شرح بخاری شریف کا پہلا پارہ پیش ہوگا جس کا محترم ناظرین کو بڑا اشتیاق ہے، مقدمہ انوار الباری کی تاخیر اشاعت سے جس کا واحد سبب کاتب صاحب کے اعذار ہوئے، راقم الحروف کو غیر معمولی عداوت و ملال ہے۔

لیکن یوں بھی کسی تحقیقی کام میں وقت صرف ہوتا ہے، دوسری رکاوٹیں بھی پیش آتی ہیں، اس لئے محترم ناظرین خصوصاً ان اکابر و احباب سے جنہوں نے اس کام میں میری ہمت افزائی کی ہے گزارش ہے کہ وہ میری طرف سے پوری طرح اطمینان کریں کہ میں اس کی تکمیل تک پوری کوشش و صرف ہمت سے دریغ نہ کروں گا اور اشاعت کا سلسلہ بھی ان شاء اللہ العزیز بہت جلد باقاعدہ ہو جائے گا۔

اس سلسلہ میں اپنے قلم احباب اور بزرگوں سے خصوصی دعاؤں کا بھی متمنی ہوں اور انکی توجہات خاصہ کا بدلہ ممنون رہوں گا۔

والسلام علی من التبع الہدی۔

احقر سید احمد رضا عفا اللہ عنہ

دیوبند-۱۲ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ تقریباً ۱۹۶۶ء



احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت اور دوسرے تمہیدی مباحث

کتاب اللہ اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

سب جانتے ہیں کہ قرآن مجید حق تعالیٰ کا ایک منضبط و جامع قانون ہدایت ہے جس کی تمام تصریحات و اشارات واجب العمل ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کا کلام بھی ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، اس کو زیادہ سمجھنے والے مقررین بارگاہ سلطانی ہوتے ہیں، پھر درجہ بدرجہ دوسرے طبقوں کے لوگ سمجھتے ہیں، اسی پر اس کلام مقدس و معظم کو قیاس کر لیجئے جو سارے جہانوں کے بادشاہوں کے شہنشاہ اعظم کا کلام بلاغت نظام ہے، اسی لئے اس کا مخاطب اولیں اس ذات باریکات سے ہوا جو اولین و آخرین کا سردار اور تمام علمی و عملی کمالات کا مظہر اتم تھا جو سارے انبیاء سے پہلے نبی تھا اور سب کے مدارج و احکام کا خاتم و ناسخ بھی وہی ہوا، جو دنیا والوں کی اصطلاح سے ”امی“ تھا مگر علام الغیوب نے اپنی شان کریمی سے اس کو وہ علوم عطا فرمائے تھے جو اس سے پہلے کسی کو القاء نہیں کئے گئے اور جس پر اس کا فضل سب سے زیادہ تھا۔

یہی وہ علوم نبوت تھے جن کی بناء پر قرآن مجید جیسی جامع کتاب اللہ کی تبلیغ و تفہیم کا فرض آپ کو سونپا گیا اور ارشاد ہوا و انزل لنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم (ترجمہ) آپ کی طرف خدا کے ذکر و تذکیر کی یہ عظیم الشان کتاب اسی لئے بھیجی گئی ہے تاکہ آپ لوگوں کو اس کے ارشادات اچھی طرح وضاحت کر کے سمجھائیں۔

خیال کیجئے کہ ایک نبی امی کو اپنی افضل ترین اور عظیم ترین جلیل القدر کتاب کی تبیین و وضاحت کی خدمت سپرد کی گئی پھر بھی اگر کوئی کہے کہ حضور اکرم ﷺ قرآن مجید کو امت تک پہنچانے کے لئے صرف واسطہ محض تھے اور اس کو سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت نہیں تو اس کو عقلی فساد کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

پھر اسی پر بس نہیں، اسی قرآن مجید میں آپ کو معلم کتاب و حکمت بھی فرمایا گیا، کیا معلم کی حیثیت صرف قاری و قاصد کے درجہ میں ہوتی ہے؟ درحقیقت معلم کے لفظ سے آپ کی خصوصی شان رسالت نمایاں ہے۔

عملی طور سے آپ کی شان رفیع کو اتنا اونچا کیا گیا کہ آپ کے اسوۂ حسنہ کو کامل و مکمل اتباع و اطاعت خداوندی کا معیار بنایا، تحلیل طبیات اور تحریم خباثت کی نسبت آپ کی طرف فرما کر آپ کے خصوصی منصب رسالت اور اعلیٰ مقام نیابت و خلافت خداوندی کی طرف اشارہ ہوا۔ تمام اختلافات میں آپ ہی کو آخری حکم اور قاضی القضاۃ کا درجہ پوری وسعت قلب و انشراح صدر کے ساتھ تسلیم کرنا ہر امتی کا فرض قرار دیا گیا۔

حق تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے حکم کے ساتھ آپ پر ایمان لانے کا حکم فرمایا اور اپنی اطاعت کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کا حکم فرمایا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے مرادف قرار دیا۔

تدوین حدیث قرن اول میں؟

مذکورہ بالا بیان سے حدیث رسول اللہ کی حجیت اور اس کا تشریحی مرتبہ واضح ہوا، حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں چونکہ قرآن مجید کی جمع و کتابت کا اہتمام زیادہ ضروری تھا، اس لئے اسی کو لکھا گیا اور ابتداء میں حدیث کی کتابت سے بھی روکا گیا، تاکہ قرآن وحدیث میں اختلاط نہ ہو جائے، دوسرے اس لئے بھی اس کی ضرورت نہ تھی کہ صحابہ کے حافظے قوی تھے، جو احادیث انہوں نے سنی تھیں ان کے سینوں میں محفوظ تھیں، ان کے ضائع ہونے کا خطرہ نہیں تھا، اس لئے صرف لکھنے کی ممانعت کی تھی، زبانی طور سے ایک دوسرے کو حدیث روایت کرنے کی ممانعت نہ تھی، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”کہ مجھ سے سنی ہوئی چیزوں میں سے سواء قرآن کے کچھ مت لکھو اور جو کچھ کسی نے لکھ لیا ہو اس کو مٹ دے، البتہ مجھ سے حدیث کی روایت زبانی کر سکتے ہو اس میں کچھ حرج نہیں اور جو شخص میری طرف جھوٹ بنا کر حدیث منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔“

قرون ثلاثہ

واضح ہو کہ قرون ثلاثہ سے وہ قرون مراد ہوتے ہیں جن کی بابت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے سب زمانوں سے بہتر و برتر ہونے کی شہادت دی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ ان تین قرن کے بعد جھوٹ کی کثرت ہوگی، قرن اول سے مراد زمانہ بعثت مبارکہ سے ۱۱ھ تک کا زمانہ ہے جو عہد رسالت وعہد صحابہ کہلاتا ہے، قرن دوم ۱۱ھ سے ۶۰ھ تک ہے جو عہد تابعین ہے، قرن سوم ۶۰ھ سے ۲۲۰ھ تک ہے بعض حضرات مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ نے قرن سوم کی مدت ۲۶۰ھ تک قرار دی ہے۔

اجازت کتابت حدیث

اس کے بعد جب قرآن مجید کے حفاظ صحابہ میں کثرت سے ہو گئے اور قرآن کے ساتھ غیر قرآن کے اختلاط کا اندیشہ باقی نہ رہا تو معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے کتابت حدیث کی بھی اجازت فرمادی تھی، چنانچہ حضور ﷺ کے زمانہ میں حدیث کے نوشتوں کا بھی وجود ملتا ہے۔ بخاری میں ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں اور بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک روز طویل خطبہ دیا جس میں حرم مکہ کا بھی بیان تھا، راوی حدیث مذکور ابو ہریرہؓ نے بتلایا کہ ایک یمنی شخص نے حضور علیہ السلام سے درخواست کی کہ یہ میرے لئے لکھوادیتجئے، آپ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اس کے لئے لکھ دو۔ ابو ہریرہؓ ہی بخاری کتاب العلم میں راوی ہیں کہ مجھ سے زیادہ کسی کو صحابہؓ میں سے احادیث یاد نہ تھیں سواء عبد اللہ بن عمروؓ کے کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

اور ان ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ میں حضور علیہ السلام سے جو کچھ بھی سنتا تھا سب لکھ لیا کرتا تھا تو ایک دفعہ قریش نے مجھے روکا کہ تم حضور ﷺ کی ہر خبر سن کر لکھ لیتے ہو حارثہؓ حضورؐ بشر ہیں، کبھی آپ حالت غضب میں بھی کلام کرتے ہیں جیسا کہ حالت رضا میں، مطلب یہ تھا کہ حالت غضب کا کلام نہ لکھنا چاہئے، میں نے اس کے بعد لکھنا چھوڑ دیا اور حضور ﷺ سے یہ بات عرض کی، اس پر آپ نے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تم لکھ کرو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ سے کوئی بات سوائے حق کے صادر نہیں ہوتی۔

ایک روایت علامہ ابن عبد البر نے بھی جامع بیان العلم میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا ”علم کو لکھ کر محفوظ کرو“ اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث وارد ہیں، جو سنن داری اور جامع بیان العلم میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

نشر و اشاعت حدیث

اوپر کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ گو کتابت حدیث کا سلسلہ عہد رسالت میں شروع ضرور ہو گیا تھا مگر عام طور سے اس کا رواج نہیں ہوا اور نہ تدوین حدیث اس دور میں ہو سکی بلکہ خلفائے راشدین کے عہد میں بھی نہیں ہوئی البتہ موافق فرمان رسالت تحدیث و روایت کے ذریعہ احادیث کی نشر و اشاعت کا اہتمام برابر صحابہ میں رہا، کیونکہ حضور ﷺ ترویج سنت و اشاعت کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔

ایک بار جب وفد عبدالقیس حاضر خدمت ہوا اور آپ نے ان کو چار باتوں کا حکم فرمایا اور چار باتوں سے منع فرمایا تو یہ بھی فرمایا کہ ان باتوں کو یاد کر لو اور دوسرے لوگوں کو بھی پہنچا دو۔ (بخاری باب دامنہ من حق الامان)

ایک مرتبہ فرمایا ”خدا اس بندے کو خوش عیش کرے جو میری بات سن کر یاد کر لے اور دوسروں تک پہنچائے کیونکہ بہت سی دین کی سمجھ کی باتیں کم سمجھ والے کے پاس ہوتی ہیں وہ دوسرے زیادہ سمجھ والے کے پاس پہنچ جائیں تو اس کو زیادہ نفع ہو سکتا ہے (مشکوٰۃ کتاب العلم)

صحابہ میں مکثرین و مقلین

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کثرت سے روایت حدیث کرنے والے بھی تھے اور کم روایت کرنے والے بھی، مگر کبار صحابہ میں اکثریت ان ہی حضرات کی ہے جو روایت حدیث کی اہم ترین ذمہ داریوں کے شدید احساس کی وجہ سے اس سے احتراز کرتے تھے۔

قلت روایت

(حضرت عثمانؓ) ابن سعد اور ابن عساکر نے عبدالرحمن بن حاطب سے روایت کی کہ صحابہ میں سے حضرت عثمان غنیؓ سے زیادہ بہتر طریقہ پر حدیث بیان کرنے والا کوئی نہ تھا اور وہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو پوری پوری نقل کیا کرتے تھے مگر وہ بہت کم روایت کرتے تھے، کیونکہ ڈرتے تھے۔

حضرت زبیر بن العوام

بخاری میں ہے کہ حضرت زبیر بن العوامؓ سے پوچھا گیا کہ آپ دوسروں کی طرح کثرت سے روایت حدیث کیوں نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ ”میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت سے جدا نہیں رہا (یعنی اوروں سے زیادہ یا ان کے برابر حدیث روایت کر سکتا ہوں، مگر میں نے حضور ﷺ سے حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار سنی ہے“ یعنی اس کی وجہ سے ڈرتا ہوں اور کم روایت کرتا ہوں۔

حضرت عمرؓ

آپ سے لوگوں نے درخواست کی کہ حدیث بیان کیجئے، فرمایا اگر مجھ کو یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ حدیث میں مجھ سے کمی بیشی ہو جائے گی تو میں تم سے ضرور حدیث بیان کرتا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابن مسعودؓ

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں ہے کہ وہ الفاظ کی کمی بیشی کے ڈر سے روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے اور بہت کم روایت کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی روایت حدیث میں بہت زیادہ احتیاط کی تاکید فرمایا کرتے تھے ابو عمر و شیبانی سے نقل ہے کہ میں ایک سال تک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر رہا، دیکھا کہ شاؤ و نادر کبھی حضور اکرم ﷺ کی طرف نسبت کر کے حدیث

بیان کرتے تھے تو ان پر خوف و خشیت کے باعث کچھ طاری ہو جاتی تھی اور فرماتے کہ ایسا ہی یا اسی جیسا یا اسی کے قریب حضور نے ارشاد فرمایا تھا، خوف کا سبب یہ تھا کہ مبادا حضور کی طرف کسی جھوٹ یا غلط بات کی نسبت ہو جائے اور وہ جھوٹ پھیل جائے۔

حضرت امام اعظمؒ

تقریباً یہی حال امام اعظمؒ کا بھی تھا کہ وہ بھی ان اکابر صحابہ کی طرح غلبہ خشیت اور غایت ورع کی وجہ سے روایت حدیث سے بہت احتراز کرتے تھے اور روایت حدیث کی سخت سخت شرائط رکھتے تھے جو دوسرے ائمہ اور بعد کے محدثین کے یہاں نہیں تھیں، اس کی تفصیل ہم امام صاحب کے حالات میں کریں گے۔

صحابہ میں کثرت روایت

دوسری طرف حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ صحابہ بھی تھے جو بڑی کثرت سے روایت حدیث کرتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی کثرت روایت پر تو کچھ کو اعتراض بھی ہوا، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہؓ نے بڑی کثرت سے احادیث روایت کر دی ہیں، اگر قرآن مجید میں دو آیتیں نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی روایت نہ کرتا، پھر وہ آیات تلاوت کرتے جن میں حق تعالیٰ نے کتمان حق و ہدایت پر وعید فرمائی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے بھائی مہاجرین تو بازاروں میں کاروبار کرتے تھے اور انصار بھائی اپنے دھندوں میں پھنسے رہتے تھے ایک ابو ہریرہؓ تھا جس کو اپنے پیٹ کے لئے کچھ کھانے کو مل گیا تو غنیمت ورنہ اس سے زیادہ کی فکر بھی نہ تھی، بس اس کا بڑا کام یہی تھا کہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہا جائے، اس کے سامنے وہ باتیں آتی تھیں جو دوسروں کے سامنے نہ آتی تھیں اور اسی لئے وہ ان چیزوں کو حضور اکرم سے یاد کر لیا کرتا تھا جو دوسرے نہیں کر سکتے تھے۔

صحابہ میں فقہاء و محدثین

صحابہ میں دو قسم کے حضرات تھے، ایک وہ جو ہمہ وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں لگے رہتے تھے اور دوسرے وہ تھے جو نصوص میں تدبر اور غور و فکر کر کے ان سے احکام جزئیہ نکالتے تھے اور استنباط و فقہ پر ہی پوری طرح صرف ہمت کرتے تھے اور یہ لوگ احادیث کو پورے ثبوت و تحقیق اور مسلمہ قواعد شریعت پر جانچنے کے بعد معمول بہا بناتے تھے۔

فقہاء کی افضلیت

چنانچہ علامہ ابن قیمؒ نے ”ابواب الصیب فی الکلم الطیب“ میں حدیث صحیح بخاری مثل ما بعثنی اللہ تعالیٰ بہ من الہدی والعلیم کمثل غیث اصواب ارضنا مثل من فقه فی دین اللہ تعالیٰ الحدیث نقل کی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے اپنے علوم نبوت و ہدایت کی مثال بارش سے دی ہے جو بہترین قابل زراعت و زرخیز زمین پر بر سے، کہ باران رحمت سے پوری طرح سیراب ہو کر خوب گھاس دانہ اور پھل پھول اگائے اور سب کو اس سے نفع پہنچے۔

ایسے ہی میری امت کے وہ لوگ ہیں جو علوم نبوت سے سیراب ہو کر دوسروں کو اپنی علمی صلاحیتوں، اجتہادی و استنباطی مسائل نصوص شرعیہ سے اخذ کر کے دوسروں کو تعلیم دیں، یہ لوگ زمین مذکور کی طرح خود بھی مثمن ہوئے اور دوسروں کو بھی نفع پہنچایا، دوسری قسم زمین کی وہ ہے کہ بارش کا پانی اس میں جذب نہ ہو سکا نہ وہ زمین قابل کاشت ہوئی البتہ اس میں وہ پانی رکارہا اور اس جمع شدہ پانی سے دوسروں نے نفع اٹھایا۔ ایسے ہی میری امت کے وہ لوگ جنہوں نے علم کی باتیں حاصل کیں اور دوسروں کو پہنچا دیں جنہوں نے دینی فہم و سمجھ زیادہ ہونے کی وجہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔

تیسری قسم زمین کی وہ بنجر زمین ہے جو نہ قابل کاشت ہی ہے اور نہ وہاں پانی ٹھہر سکتا ہے کہ دوسروں کے کام آئے، ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے خود بھی علوم نبوت و ہدایت سے فائدہ حاصل نہ کیا اور نہ دوسروں کو نفع پہنچا سکے، ان کے پاس نہ نقل ہے نہ اجتہاد۔ (بخاری شریف، باب فضل من علم و علم)۔

فقہاء علامہ ابن قیم کی نظر میں

علامہ ابن قیم نے اس حدیث کی پوری وضاحت و شرح کے بعد دوسری حدیث شرب حامل فقہ الی من ہو الفقہ منہ بیان کر کے کہا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس کو دیکھئے! یہ پوری امت محمدیہ کے عالم ربانی اور ترجمان القرآن ہیں، انہوں نے اگرچہ صحابہ سے بہت سی احادیث سنیں مگر رسول اکرم ﷺ سے براہ راست روایت حدیث کی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچتی۔

خدا تعالیٰ نے ان کو ایسی دینی سمجھ اور قوت استنباط عطا فرمائی تھی کہ ساری دنیا کو اپنے علم و فقہ سے بھرپور کر دیا، ان کے فتاویٰ سات مجندات کبیرہ میں جمع کئے گئے تھے اور یہ بھی جمع کرنے والوں کی کوتاہی تھی ورنہ وہ علم کے بحر و سمندر تھے، فقہ، استنباط اور فہم قرآن میں سب پر فائق تھے۔

انہوں نے بھی احادیث سنی تھیں، جیسے دوسروں نے سنیں اور قرآن مجید کو یاد کیا تھا، جیسے اوروں نے یاد کیا تھا لیکن ان کے دل و دماغ کی زمین بہترین و قابل کاشت تھی جس میں انہوں نے ان نصوص شریعت کی تخم ریزی کی اور اس سے بہترین پھل پھول اگائے و ذالک فصل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

حضرت ابو ہریرہؓ ان سے زیادہ حافظ حدیث ہیں بلکہ ان کو حافظ امت کہا جائے تو بجا ہے، جس طرح حدیث سنتے تھے، اس کو بعینہ روایت کیا کرتے تھے اور راتوں کو بیٹھ کر درس حدیث دیتے تھے، لیکن کہاں ان کے فتاویٰ اور تفسیر اور کہاں حضرت ابن عباس کے فتاویٰ، تفسیر اور فقہی استنباطات! وجہ ظاہر ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی پوری کوشش حفظ حدیث اور اس کی بے کم و کاست تبلیغ و روایت پر مصروف تھی اور حضرت ابن عباس کی پوری توجہ و صرف ہمت تفقہ، استنباط اور نصوص کتاب و سنت کے دریائے صافی سے مسائل و جزئیات احکام کے حوض و نہریں نکالنے کی طرف تھی تاکہ دین قیم کے مخفی خزانے بروئے کار آجائیں۔

مکثرین صحابہ پر فقہاء صحابہ کی تنقید

عہد صحابہ میں ایسے واقعات بھی بکثرت ملتے ہیں کہ فقہاء صحابہ نے کثرت سے روایت کرنے والے صحابہ کی روایات پر تنقید کیں، خصوصاً ان احادیث پر جو اصولی قواعد شرع کے خلاف کسی مضمون کی حامل تھیں اور اس سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ کی مشہور روایت بطور مثال پیش ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد انہوں نے نقل کیا کہ آگ سے بچی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو جاتا رہتا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اعتراض کیا کہ گرم پانی سے وضو کرنے کے بعد پھر سے وضو کرنا پڑے گا، یہ ایک اصولی اعتراض تھا کہ حضور ﷺ کا فرمان اصول و قواعد شرعیہ کے خلاف نہیں ہو سکتا لہذا اس کا جواب اصول و قواعد شرعیہ سے تو ممکن نہ تھا اس لئے حضرت ابو ہریرہؓ بولے، ”اے میرے بھتیجے! جب تم کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ کی سنا کرو تو اس کے خلاف معارضہ کرنے کو مثالیں مت نکالا کرو“۔

اسی طرح سیدہ فقہاء امت حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کے استدراکات حضرت ابو ہریرہؓ اور دوسرے صحابہ کی حدیثی روایات پر مشہور ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر علامہ سیوطی نے عین الاصابہ فیما استدرکتہ السیدۃ عائشہ علی الصحابہ میں کیا ہے۔

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ قرن اول میں اعتراض اگر ہوا تو فقہاء صحابہ کی طرف سے بغیر فقہ روایت حدیث کرنے والوں پر ہوتا تھا اور یہی صحیح مذاق تھا، اس کے بعد مذاق بگڑا تو دوسری صدی کے بعد ثالثا اعتراض محدثین کی طرف سے فقہاء پر ہونے لگا اور اس میں اس

قدر ترقی ہوئی کہ قرن ثانی کے اکابر فقہاء محدثین پر حدیث نہ جاننے، یا کم جاننے یا رائے و قیاس سے ترک حدیث کے الزامات لگائے گئے، اگر یہ مذاق صحیح ہوتا تو ضرور محدثین صحابہ بھی فقہاء صحابہ کو اسی طرح مطعون کر سکتے تھے۔

اس کے برعکس اس دور علم و صلاح میں فو قیت فقہاء صحابہ ہی کے لئے مسلم تھی، چنانچہ علام ابن قیم نے بھی حدیث مذکور کی وضاحت کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کو حضرت ابو ہریرہؓ پر فضیلت دی۔

عہد رسالت میں کتابت حدیث

- عرض کیا جا رہا تھا کہ قرن اول میں حدیث کی جمع و تدوین، کتابت وغیرہ قرآن مجید کی طرح با ضابطہ عمل میں نہیں آئی اگرچہ روایت و حفظ حدیث کا اہتمام بہت کافی رہا اور کچھ صحابہ کے پاس نوشتہ احادیث بھی ضرور موجود تھیں۔ مثلاً۔
- ۱- حضرت علیؓ کے پاس کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (ابوداؤد)
 - ۲- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے پاس ایک ہزار احادیث کا مجموعہ تھا جس کا نام صادقہ تھا۔ (بخاری، ابوداؤد وغیرہ)
 - ۳- حضرت انسؓ کے پاس بھی کچھ احادیث لکھی ہوئی تھیں۔ (بخاری)
 - ۴- قبائل کے نام حضور اکرم ﷺ کے فرامین، تحریری احکام اور معاہدات حدیبیہ وغیرہ۔ (طبقات ابن سعد)
 - ۵- مکاتیب مبارکہ بنام سلاطین و امراء دنیا۔ (بخاری)
 - ۶- صحیفہ احکام و صدقات و زکوٰۃ جو رسول کریم ﷺ نے ابو بکر بن حزم والی بحرین و نکھیا تھا، اس صحیفہ کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۹۹ھ میں آل ابن حزم سے حاصل کیا تھا۔ (دارقطنی)
 - ۷- عمرو بن حزم والی یمن کو بھی ایک تحریر احکام صلوٰۃ، صدقات و طلاق و عتاق وغیرہ کی دی تھی۔ (کنز العمال)
 - ۸- حضرت معاذ بن جبل کو ایک تحریر مبارک یمن بھیجی گئی تھی جس میں سبزی ترکاری پر زکوٰۃ نہ ہونے کا حکم تھا۔ (دارقطنی)
 - ۹- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ وغیرہ کے پاس بھی احادیث کے مجموعہ تھے۔ (جامع بیان العلم، فتح الباری، مسند احمد وغیرہ)
 - ۱۰- وائل بن حجر صبیہ کو حضور اکرم ﷺ نے نماز، روزہ، سود، شراب وغیرہ کے احکام لکھوائے تھے۔ (معجم صغیر)

ضرورت تدوین حدیث

اسی طرح قرن اول گزر گیا، لیکن ظاہر ہے کہ تدوین حدیث کی ضرورت بلکہ شدید ضرورت سامنے آ کر رہی، کیونکہ اول تو بغیر اس کے ضیاع حدیث کا خطرہ تھا، صحابہ کرام جن کے حافظوں پر اعتماد تھا، فتوحات کی کثرت کے ساتھ دور دراز ملکوں میں منتشر ہو گئے تھے، وہ اکثر وفات پا گئے تا بعین میں وہ قوت حفظ و ضبط نہ تھی کہ عام طور سے اسی پر بھروسہ کیا جاسکے، دوسرے حافظ کی چیزیں یوں بھی ایک وقت ذہن سے نکل جاتی یا کم و بیش ہو جاتی ہیں لکھی ہوئی چیزوں کے برابر محفوظ نہیں ہو سکتیں۔

تدوین حدیث کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی سعی

اس لئے علماء وقت نے تدوین حدیث اور کتابت کی منظم طور پر ضرورت محسوس کی، سب سے پہلے اس ضرورت کا احساس خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز کو ہوا جو امت کے سب سے پہلے مجدد تھے اور ان کی امامت، اجتہاد، معرفت احادیث و آثار مسلم تھی، چنانچہ آپ نے اپنے نائب والی مدینہ ابو بکر حزمی کو فرمان بھیجی کہ ”رسول اکرم ﷺ کی احادیث اور حضرت عمرؓ کے آثار جمع کر کے لکھو“۔ (تویر الجوامک للسیوطی)

موطا امام محمد میں اس طرح ہے ”احادیث رسول اور سنن یا حدیث عمر یا مثل اس کے (دوسرے صحابہ کے آثار) سب جمع کر کے لکھو، کیونکہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علماء کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے۔“ تقریباً یہی الفاظ دارمی نے بھی اپنی سنن میں روایت کئے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر نے تمہید میں امام مالک سے بطریق ابن وہب روایت کی کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تعلیم حدیث وفقہ کے لئے تمام شہروں کو احکام بھیجا کرتے تھے، مدینہ طیبہ کے لوگوں کو عمل بالسنة کی تلقین فرماتے اور گزشتہ واقعات ان سے پوچھتے تھے اور ابو بکر حزمی کو حکم دیا تھا کہ احادیث جمع کر کے لکھوائیں اور ان کے پاس ارسال کریں۔

ابو بکر حزمی نے بہت سی کتابیں لکھوائیں مگر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زندگی میں ان کو نہ بھیج سکے، حافظ ابن عبدالبر نے جامع بیان العلم میں نقل کیا ہے کہ ابن شہاب زہری کو بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جمع حدیث کا حکم کیا تھا اور انہوں نے دفتر کے دفتر جمع کئے جن کی نقول حضرت عمرؓ نے اپنی قلمرو میں بھجوائیں۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ امام شعبی نے بھی احادیث جمع کی تھیں اور غالباً ان سب میں وہی مقدم تھے پھر زہری متوفی ۱۲۰ھ اور پھر ابو بکر حزمی متوفی ۱۲۳ھ نے۔

ایک اہم مغالطہ

یہاں ایک مغالطہ کا ازالہ ضروری ہے، امام بخاری نے باب کیف یقبض العلم میں بطور تعلیق حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فرمان مذکور کو ذکر کیا ہے اور اس کے بعد یہ جملہ اپنی طرف سے بڑھایا کہ (سوائے حدیث رسول ﷺ اور کوئی چیز نہ لی جائے الخ، بعض لوگوں نے سمجھا کہ یہ جملہ بھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا ہی ہے اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو کتاب ابو بکر حزمی نے جمع کی ہوگی اس میں سوائے حدیث رسول ﷺ کے اور کچھ نہ تھا کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے فرمان میں ان کو غیر حدیث لکھوانے سے قطعاً روک دیا تھا، حالانکہ یہ ظن فاسد ہے جس کا منشاء موطا امام محمد اور سنن دارمی کی روایات مذکورہ سے ناواقفیت ہے کیونکہ ان میں صراحت سے حضرت عمر وغیرہ کے آثار و اقوال جمع کرنے کا بھی حکم تھا پھر کیونکر ممکن تھا کہ ابو بکر حزمی حضرت عمر بن عبدالعزیز کے فرمان کی تعمیل کرتے اور حضرت عمر و بقیہ خلفاء کے آثار و اقوال نہ لکھتے۔

اس کے بعد قدرتی طور پر یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری نے یہ جملہ کیوں بڑھایا اور اس کی بناء کیا ہے؟ شاید کسی کی روایت میں عمر بن عبدالعزیز کے فرمان مذکور کی عبارت ناقص نقل ہوئی اسی لئے غیر حدیث لکھنے کی ممانعت سمجھ لی گئی، یا اتنا کلز اورایت کا امام بخاری کی شرط پر صحیح نہ تھا، لیکن اس صورت میں بھی زیادہ سے زیادہ یہ کہ ”غیر حدیث“ کا قبول و عدم قبول دونوں بدرجہ مساوی ہی رہتے ہیں، یا دوسری صدی کے بعد جو آثار صحابہ اور تعامل کی حیثیت کو گرایا گیا اسی کی یہ تمہید ہو کہ ایسی روایات پر پہلے ہی سے کڑی نظر رکھی جائے۔ واللہ اعلم بما فی الصدور۔ امام بخاری نے ”لا یقبل“ کا اضافہ شاید اس لئے کیا ہو کہ وہ آثار صحابہ کو حجت نہ سمجھتے تھے۔

آثار صحابہ قرن ثانی میں

واضح ہو کہ تمام کتب حدیث مدونہ قرن ثانی میں احادیث اور اقوال صحابہ و تابعین ساتھ ساتھ ذکر ہوتے تھے جیسا کہ امام اعظم کی کتاب الآثار اور امام مالک کی موطاء سے ظاہر ہے لیکن قرون مشہود لہذا بالخیر کے بعد عدم قبول اقوال صحابہ کا نظریہ پیدا ہوا، بہت سے محدثین نے فقہاء امت کے طرز و طریق سے اعراض کیا، توارث سلف کو نظر انداز کیا اور صحت و ضعف حدیث کو صرف اسناد پر موقوف کر دیا گیا، یعنی حدیث کو جو قوت آثار و اقوال صحابہ یا تعامل سلف سے مل سکتی تھی اس کے دروازے بند کر دیئے گئے۔

قرون مشہود لہا بالخیر سے جدا طریقہ

قرون مشہود لہا بالخیر کے طور و طریق سے جدا طریقہ اپنایا گیا، پھر اس کے جو مضار و مفاسد سامنے آئے وہ اہل علم سے مخفی نہیں اور آئندہ کسی موقع پر ہم بھی بیان کریں گے ان شاء اللہ۔

اس موقع پر راقم الحروف کو یہ بات بھی کھٹکی کہ امام بخاریؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی تعلیق ترجمۃ الباب میں ذکر کی اور اس کے ساتھ وہ جملہ بھی بڑھایا جس کا اوپر ذکر کیا گیا مگر آگے اس کی تائید میں کوئی چیز ذکر نہیں کی، نہ اس کا ماخذ بتلایا۔ یہ بحث ما تمس الیہ الحاجة میں بھی ہے ہم نے کچھ اضافہ و تشریح سے اس کو یہاں لیا ہے۔

تین بڑے فقہاء

تین بڑے بڑے فقہاء و حفاظ حدیث اور اپنے وقت کے امام و مقتداء جنہوں نے قرن ثانی میں احادیث رسول و آثار و اقوال صحابہ کو جمع کیا اور ان کو کتابی شکل میں مدون کیں، شععی، کجول اور زہری ہیں۔

ان میں سے امام شععیؒ بہ تصریح امام ذہبیؒ، امام اعظم کے شیوخ میں سے ہیں جنہوں نے پانچ سو اصحاب رسول اللہ ﷺ کو پایا ہے، ان کے بعد سراج الامت، فقیہ الملت، حافظ حدیث، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دور شروع ہو جاتا ہے، جو حسب تصریح اقران و معاصرین امام اس زمانہ کے تمام فقہاء و محدثین پر اپنے غیر معمولی حفظ، تفقہ اور کمال زہد و ورع کی وجہ سے فائق تھے۔

امام مسعر کی مدح امام اعظمؒ

چنانچہ مشہور حافظ حدیث مسعر بن کدائم (جن کے بارے میں رامہرمی نے "المحدث الفاضل" میں لکھا ہے کہ جب کبھی امام شعبہؒ اور امام سفیانؒ میں کسی امر میں اختلاف ہوتا تھا تو دونوں کہتے تھے کہ چومیزان عدل مسعر کے پاس چل کر ان سے فیصلہ کرائیں حالانکہ ان دونوں اماموں کو بھی امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاتا تھا یہ مسعر کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ حدیث کو طلب کیا تو وہ ہم پر غالب آگئے اور زہد و تقویٰ میں چلے تو اس میں بھی ہم سے فوقیت لے گئے اور فقہ میں بھی ان کے ساتھ ہوئے تو اس کا حال تم خود دیکھ رہے ہو) کہ اس میں ان کی فوقیت سب پر روشن ہے۔

امام اعظمؒ شاہان شاہ حدیث

اور اسی جلالت قدر کے باعث شیخ الاسلام امام الحدیث عبداللہ بن یزید کوئی جب امام صاحبؒ سے روایت حدیث کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے حدیث بیان کی شاہان شاہ نے، جس کو خطیب وغیرہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

حافظ سمعانی نے اپنی کتاب "الانساب" میں کہا: "امام صاحب طلب علم کی راہ میں چلے تو اتنے آگے بڑھے کہ انہوں نے علم کے وہ مدارج حاصل کئے جو کسی دوسرے کو حاصل نہ ہو سکے۔"

امام یحییٰ بن سعید القطانؒ کی رائے

امام جرح و تعدیل یحییٰ بن سعید القطانؒ نے فرمایا: "واللہ ابو حنیفہؒ اس امت میں علوم قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔" اس کو محدث شہیر مسعود بن شیبہ سندی نے مقدمہ کتاب التعليم میں امام طحاوی کی کتاب سے نقل کیا جس میں انہوں نے اصحاب حنیفہ کے مناقب جمع کئے ہیں، اس کتاب کا قلمی نسخہ "مجلس عملی کراچی" میں موجود ہے خدا کرے اس کی طبع و اشاعت جلد ہو سکے۔

ان ہی یحییٰ القطان سے علی بن المدینی (شیخ اعظم بخاری، امام احمد اور یحییٰ بن معین دست بستہ حاضر خدمت مدہ کراستفادہ علوم کیا کرتے تھے۔

امام اعظم اور تدوین حدیث

امام اعظم نے باوجود اس قدر علم و فضل و تفوق کے برسوں کی چھان بین اور تحقیق و تخصّص کے بعد ”کتاب الآثار“ تالیف کی جس کو امام صاحب نے بہ تصریح امام موفق مکی چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا تھا اور آپ سے آپ کے تلامذہ کبار امام زقر، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام حسن بن زیاد وغیرہ محدثین و فقہانے اس کو روایت کیا۔

مناقب امام اعظم للموفق ہی میں ہے کہ امام صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ”میرے پاس ذخیرہ حدیث کے بہت سے صندوق ہیں جن میں سے بہت تھوڑا حصہ انتفاع کے لئے نکالا ہے۔“

امام صاحب نے حسب تصریح مورخین چار ہزار ائمہ حدیث سے احادیث کا ذخیرہ جمع کیا تھا اور یحییٰ بن نصر کا بیان ہے کہ میں ایک بار امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو گھر میں پایا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا، میں نے عرض کیا ”یہ کیا ہے؟“ فرمایا ”یہ احادیث ہیں جن کی تحدیث میں نے نہیں کی بجز ان تھوڑی حدیثوں کے جن سے لوگوں کو نفع ہو۔“ (مقدمہ کتاب الآثار)

امام شعرائی نے ”میزان“ میں یہ بھی بتلایا کہ امام ابو حنیفہ احادیث رسول پر عمل سے قبل یہ ضروری سمجھتے تھے کہ صحابہؓ سے ان کو روایت کرنے والے بھی متقی و پرہیزگار حضرات ہوں۔

امام سفیان ثوری کی شہادت

امام سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ علم حدیث کے اخذ میں غیر معمولی طور پر محتاط تھے، وہی احادیث لیتے تھے جن کو روایت کرنے والے ثقہ ہوتے تھے اور حضور اکرم ﷺ کے آخری فعل کو لیتے تھے، باوجود اس کے کچھ لوگوں نے ان پر تشیع کی، خدا ہمیں اور ان کو بخش دے۔

امام وکیع کی شہادت

امام حدیث وکیع نے کہا۔ امام ابو حنیفہؒ سے حدیث کے بارے میں اس درجہ کی احتیاط و ورع پائی گئی جو کسی سے نہیں ہوئی، امام وکیع وغیرہ سے امام اعظمؒ کی مدح و توصیف کے تفصیلی بیانات امام صاحبؒ کے مستقل تذکرہ میں آئیں گے اور امام صاحب کے بارے میں جو ترمذی میں وکیع کا قول نقل ہوا ہے اس پر بھی ہم مفصل بحث کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ وکیع وہ ہیں جن کے بارے میں امام احمدؒ نے فرمایا کہ وکیع سے زیادہ علم جمع کرنے والا اور حدیثیں یاد کرنے والا میں نے نہیں دیکھا، اصحاب صحاح ستہ امام شافعیؒ و امام احمدؒ وغیرہ کے شیوخ کبار میں ہیں۔

امام علی بن الجعد

امام بخاریؒ کے شیخ مشہور محدث علی بن الجعد کہتے تھے کہ جب کبھی امام ابو حنیفہؒ کوئی حدیث لاتے تو موتی کی طرح صاف لاتے ہیں۔ غرض یہ امام صاحب کی کتاب الآثار علم حدیث کی سب سے پہلی تصنیف ہے جس میں امام صاحبؒ نے احادیث صحاح اور اقوال صحابہ و تابعین ترتیب فقہی پر جمع کئے پھر آپ امام مالک کی موطا اور امام سفیان ثوری کی جامع مرتب ہوئی اور ان تینوں کے نقش پر بعد کے محدثین نے کتب حدیث تالیف کیں۔

علامہ سیوطیؒ نے تبیض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ میں بھی یہی تحقیق مذکور ذکر کی ہے اور کہا کہ امام صاحب کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ علم شریعت کو سب سے پہلے امام صاحبؒ نے ہی مدون کیا اور ترتیب ابواب سے مرتب کیا، پھر ان کی اتباع میں

امام مالکؒ نے موطا ترتیب دی اور امام صاحبؒ سے اس بارے میں کوئی سابق نہیں ہوا۔
امام مسعود بن شیبہ نے امام طحاوی کے حوالہ سے نقل کیا کہ امام سفیان ثوریؒ نے علی بن مسر کے ذریعہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ حاصل کی اور ان کے ساتھ مذاکرات کرتے تھے اور ان ہی علوم کی مدد سے انہوں نے ”جامع“ تالیف کی۔ (تلمس الیہ الحاجۃ ص ۱۲)

امام علی بن مسہر

یہ علی بن مسہر وہی ہیں جن کے بارے میں امام ضحیری نے فرمایا کہ ان سے امام سفیان نے امام صاحب کے علوم حاصل کئے اور ان کے پاس سے امام صاحبؒ کی کتابیں لکھیں، اور علامہ قرشی نے جواہر معیہ میں کہا کہ وہ امام وقت و حافظ حدیث تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے فقہ وحدیث کو جمع کیا اور اسی طرح تذکرۃ الحفاظ میں ہے۔

یہ تصریح امام ذہبی و علامہ سیوطیؒ تذکرۃ الحفاظ اور تاریخ الخلفاء میں ہے کہ اسی زمانہ میں بڑے بڑے فقہا محدثین نے تدوین حدیث و آثار کا کام کیا اور کثرت سے تصانیف ہوئیں۔

دوسری صدی کے نصف آخر میں امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے بڑے بڑے اصحاب و تلامذہ نے حدیث و فقہ میں بہت کثرت سے چھوٹی بڑی تصانیف کیں چنانچہ امام ابو یوسفؒ کی تالیفات تو غیر معمولی کثرت سے بتائی جاتی ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر فہرست ابن ندیم میں ہے اور امالی ابی یوسف کا تذکرہ کشف الظنون میں ہے کہ وہ تین سو ملحد میں تھیں، حافظ قرشی نے جواہر معیہ میں کہا کہ جن لوگوں نے امام ابو یوسف کے امالی روایت کئے ہیں ان کی شمار نہیں ہو سکتی۔

امام اعظم کی کتاب الآثار

ان کی ہی تالیفات میں سے ”کتاب الآثار“ بھی ہے جس کو امام اعظمؒ نے روایت کیا ہے اور ”اختلاف ابی حنیفہ“ و ”ابن ابی لیلیٰ“ اور ”کتاب الرد علی سیرالوزاعی“ یہ تینوں کتابیں ”ادارۃ احیاء المعارف العثمانیہ“ حیدرآباد دکن سے شائع ہوئیں جن کی تصحیح تحشیہ اور مقدمہ کی گراں قدر خدمات حضرت مولانا ابوالوفا افغانی دامت فیوضہم نے انجام دیں اور کتاب الخراج (طبع مصر) وغیرہ ہیں۔

یہ وہی کتاب الآثار ہے جس کو ہم نے لکھا کہ سلسلہ تدوین حدیث کی سب سے پہلی خدمت ہے جو امام اعظمؒ کے مناقب جلیلہ اولیہ میں شام کی گئی ہے اور موطا امام مالکؒ وغیرہ سب اس کے بعد کی ہیں، اسی طرح امام محمدؒ کی تالیفات قیمرہ ظہور میں آئیں جن کا تفصیلی ذکر ان کے حالات میں مستقل طور سے آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

غرض یہ کہ قرن ثانی ہی میں امام اعظمؒ، امام مالکؒ اور ان دونوں کے اصحاب کے ذریعہ حدیث و فقہ کی خدمت تصانیف کثیرہ سے اور تدوین فقہ حنفی و مالکی احادیث اور آثار صحابہ و تابعین کی روشنی میں ہو چکی تھی اور ان حضرات نے پوری دنیا کو علم و فقہ وحدیث کی روشنی میں سے منور اس وقت کر دیا تھا کہ ابھی امام بخاریؒ و مسلمؒ اور دوسرے محدثین اصحاب صحاح اس دنیا میں تشریف بھی نہ لائے تھے۔

وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

قرن ثانی میں اسلامی دنیا

شد کوئی خیال کرے کہ اس وقت ”اسلامی دنیا“ کا رقبہ بہت مختصر ہو گا اس لئے ذرا اس کی سیر بھی علامہ ذہبی کے بیان کی روشنی میں کرتے چلے! تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ خامہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔

”اس طبقہ کے زمانہ میں اسلام اور اہل اسلام کی بہت بڑی عزت و شوکت تھی، علم کے دریا بہہ رہے تھے، جہاد کے جھنڈے ساری دنیا پر ہرا رہے تھے، سرور کائنات ﷺ کی سنتوں کا ہر جگہ پوری طرح رواج تھا اور بدعتوں کے سرگلوں تھے، حق کی آواز بلند کرنے والے بکثرت موجود تھے، عباد و زہاد سے دنیا بھری ہوئی تھی، سب لوگ عیش و آرام اور سکون و امن کی زندگی گزار رہے تھے، امت محمدیہ کے عسا کر قاہرہ، ممالک عربیہ کے علاوہ اقصائے مغرب اور جزیرہ اندلس سے لے کر ایشیا کے ملک چین کے قریب تک اور ہند کے کچھ حصوں تک نیز ملک حبشہ تک پھیلے ہوئے تھے۔“

”اس زمانہ کے خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی تھے، جس کے قلم سے اگر قطع نظر کر لیں تو اس کی شجاعت، تدبیر، کمال عقل فہم علم و ادب اور رعب و جلال بے مثال تھے، پھر اس کا بیٹا مہدی، سخاوت، کثرت محاسن اور زنادقہ، ملاحظہ وغیرہ فرق باطلہ کے استیصال میں مشہور ہوا، پھر اس کا بیٹا ہارون رشید اگر اس کے لہو و لعب سے غصہ بھر کر لیں تو اس کے جہاد و غزائے کارنامے، تعظیم حرمت دین، علمی و ادبی اعلیٰ قابلیت، اصابت رائے، احیاء سنت، حج و زیارت حرمین کا اہتمام شوکت و دب و دب بے نظیر تھے، اس دور کے صالحین و عباد میں ابراہیم بن ادہم، دلو و طائی، سفیان ثوری جیسے تھے، عطاء نحاۃ میں عیسیٰ بن عمرو، خلیل بن احمد، حماد بن سلمہ جیسے تھے، قراء میں حمزہ، ابو عمر بن العلاء، نافع، شبل و سلام جیسے بہت تھے، شعراء میں مروان بن ابی حفصہ، بشار بن برد ایسے مسلم شعراء بڑی کثرت سے تھے، فقہاء میں امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام اوزاعی جیسے ائمہ و کالمین تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔“

تدوین حدیث کے تین دور

تدوین حدیث کے سلسلہ میں مذکورہ بالا تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ سب سے پہلا اقدام تدوین حدیث و کتابت سنن و آثار کے لئے وہ تھا جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے کیا انہوں نے مجموعہ حدیث تالیف کیا جس کا نام ”صادقہ“ رکھا تھا اور ان کی طرح دوسرے حضرات صحابہؓ نے بھی انفرادی طور سے اس خدمت کو انجام دیا۔

دوسرا اقدام حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے دور میں ہوا اور امام شعبیؒ، زہریؒ و ابو بکر حمزیؒ نے احادیث و آثار کو جمع کیا اگرچہ ترتیب و تہویب اس دور میں بظاہر نہ تھی۔

تیسرا اقدام امام اعظمؒ نے کتاب الآثار کی تالیف سے اٹھایا جس میں احادیث و آثار اور فتاویٰ صحابہ و تابعین کو جمع کیا اور ترتیب و تہویب فقہی کی طرح ڈالی جس کی متابعت میں بعد کو امام مالک اور دوسرے معاصرین محدثین و فقہانے تالیفات کیں۔

حدیث مرسل و حسن کا انکار

دوسری صدی کے بعد حدیث مرسل و حسن سے استدلال و احتجاج کے خلاف نظریہ پیدا ہوا حالانکہ سلف و متقدمین ان سے برابر نجت پکڑتے تھے۔

خصوصیت سے امام بخاریؒ نے حدیث حسن سے استدلال و احتجاج کا بڑی شد و مد سے انکار کیا، جس پر امام و سر تاج غیر مقلدین شوکانی بھی ساکت و خاموش نہ ہو سکے اور نیک الاوطار میں امام بخاریؒ کے خلاف لکھا کہ۔

”اسی طرح اس حدیث سے بھی استدلال و احتجاج درست ہے جس کے حسن ہونے کی تصریح ائمہ معتبرین نے کی ہو کیونکہ حدیث حسن پر عمل جمہور کے نزدیک صحیح ہے اور اس کے خلاف عدم جواز کا فیصلہ صرف بخاری اور ابن عربی نے کیا ہے لیکن حق وہی ہے جو جمہور علماء امت کا فیصلہ ہے۔“

قرن ثالث میں حدیث شاذ پر عمل

اس دور میں زیادہ اعتناء طرق حدیث کی طرف ہوا حتیٰ کہ وہ احادیث جو عہد صحابہ و تابعین میں شاذ کے درجہ میں سمجھی جاتی تھیں اور

فقہاء صحابہ و تابعین نے ان کو معمول بہا بھی نہیں بنایا تھا مگر طرق حدیث کی زیادتی کے باعث وہ قرن ثالث میں معمول بہا بن گئیں۔
مثلاً حدیث قلین کہ وہ شاذ تھی اور حسب تصریح ابن قیم وغیرہ سلف میں اس پر عمل بھی نہیں ہوا اس کی ہر طرح حمایت کی گئی اور اس کے خلاف آراء کو گرانے کی سعی کی گئی۔

اس طرح قرن ثالث کے محدثین نے ان تمام احادیث کو جن پر صحابہ و تابعین کے جلیل القدر ارباب فتویٰ نے عمل نہیں کیا تھا معمول بہا بنالیا اور اس طریقہ سے ان لوگوں نے سلف کے خلاف کافی اقدامات کئے اور صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ و اقوال کو اپنی مرویات پر اعتماد کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا، حتیٰ کہ یہ بھی کہہ دیا گیا کہ ہم بھی آدمی ہیں اور وہ بھی آدمی ہیں، ان کو کوئی ترجیح نہیں ہے۔

عمل متواتر کی حجیت

عمل متواتر عند الفقہاء ہمارے لئے بہت بڑی اہم دستاویز ہے اور اسی سے بہت سی احادیث کی صحت کی جانچ ہو سکتی ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازالۃ الخفاء میں لکھا کہ اتفاق سلف اور ان کا تواتر فقہ میں اصل عظیم ہے اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن کے باب "لحم صید المحرم" میں فرمایا کہ۔ "جب دو حدیثیں متضاد ہمارے سامنے آئیں تو دیکھا جائے گا کہ صحابہ نے کس پر عمل کیا ہے۔"
امام محمدؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا کہ جب نبی کریم ﷺ سے دو مختلف حدیثیں آجائیں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ نے کسی ایک پر عمل کیا اور دوسری کو چھوڑا ہے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حق ان ہی کے عمل کے ساتھ ہے۔ (تصحیح المجہد)
امام بیہقی نے داری سے نقل کیا کہ جب ایک باب میں دو متضاد حدیث مروی ہوں تو اگر سلف کا عمل کسی ایک پر معلوم ہو تو وہی برقرار رکھی جائے گی۔

شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا کہ جن چیزوں سے حدیث کی صحت معلوم کی جاتی ہے ان میں سے اس کے موافق علماء کا عمل ہونا بھی ہے، علامہ محدث مولانا حیدر حسن خاں صابؒ کا عمل متواتر کی حجیت پر مستقل رسالہ قابل دید ہے (ما تمس الیہ الحاجۃ)

سلف میں باہمی اختلاف رحمت تھا

حدیث صحیح ہے کہ "میری امت کا اختلاف رحمت ہے" اس سے معلوم ہوا کہ فروعی مسائل میں اختلاف امت کے لئے رحمت و سہولت کا باعث چنانچہ قرون مشہود لہا بالخیر میں یہ اختلاف ایسا ہی تھا مگر بعد کے لوگوں نے اس اختلاف رحمت کو اختلاف زحمت بنادیا اور معمولی معمولی اختلاف پر دوسروں کو ہدف ملام بنایا، طعن و تشنیع پر کمر باندھی، بہتان و افتراء تک بھی نوبت پہنچی، ایک دوسرے کے خلاف کتابیں تصنیف ہوئیں اور بے تحقیق دوسروں پر غلط مسائل و نظریات تھوپے گئے، ایسے ہی وہ اختلاف ہے جو امام اعظم اور آپ کے اصحاب و تلامذہ کے ساتھ پیش آیا۔
امام صاحبؒ نے اپنے زمانہ میں بڑے بڑے فتنوں کا بے جگری سے مقابلہ کیا، فرق باطلہ، معتزلہ، قدریہ، جبریہ اور دہریہ وغیرہ سے مناظرے کئے، ان کو دلائل و براہین تو یہ سے لا جواب کیا، اس سلسلہ میں چونکہ امام صاحبؒ نے بہت سے ضروری عقائد و مسائل کو پوری صراحت و وضاحت سے بیان فرمایا تو ان کو بھی موجب فتنہ بنالیا گیا۔

امام اعظمؒ اور فرقہ مرجئہ

مثلاً امام صاحبؒ نے فرمایا کہ (۱) عمل کا درجہ ایمان سے مؤخر ہے اور (۲) گنہگار مومن بندوں کی عاقبت امر الہی پر محمول ہے، چاہے تو عذاب دے اور چاہے بخش دے اور (۳) معاصی کی وجہ سے کوئی مومن بندہ ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا، یہ سب اصول چونکہ معتزلہ کے خلاف

تھے اور صدر اول میں جو بھی ان کی مخالفت کرتا تھا اس کو وہ مرجی کا لقب دیدیا کرتے تھے، اسی لئے وہ تمام اہل سنت کو ہی فرقہ مرجہ کہتے تھے۔ اس سے بہت سے اہل ظاہر محدثین نے یہی سمجھ لیا کہ امام صاحب اور مرجہ کا نظریہ متحد ہے، حالانکہ دونوں کے نظریات میں بہت بڑا فرق ہے اور خود امام صاحب جس طرح معتزلہ کا رد کرتے تھے، انہوں نے فقہ اکبر وغیرہ میں فرقہ مرجہ کا بھی رد کیا ہے۔

فرقہ مرجہ کا مذہب

فرقہ مرجہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان و عمل دو مختلف چیزیں ہیں اور ایمان و تصدیق کامل ہو تو عمل کا نہ ہونا کچھ ضرر نہیں کرتا، یعنی ایک شخص اگر دل سے توحید و نبوت کا معترف اور فرائض ادا نہیں کرتا تو وہ مواخذہ سے بری ہے، اس کو کوئی عذاب نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس کا پہلا جزو درست ہے کہ ایمان اعتقاد کا نام ہے جو دل سے تعلق رکھتا ہے اور فرائض و اعمال جو ارج سے متعلق ہیں اسی لئے دونوں ضرور مختلف ہیں مگر آگے جو نظریہ امام صاحب کا ہے وہ فرقہ مرجہ مذکورہ سے بالکل الگ ہے، وہ تارک فرائض اور مرتکب محرمات کو مستحق عذاب سمجھتے ہیں، پھر خواہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دے یا بخش دے اور یہ فرقہ مستحق عذاب ہی نہیں سمجھتا۔ اس معنی سے اگر امام صاحب کو مرجی کہا جائے تو دوسرے بڑے بڑے محدثین بھی مرجی کہلائیں گے جن سے بخاری و مسلم میں سینکڑوں روایتیں موجود ہیں۔

امام صاحب اور امام بخاری

مگر سب سے زیادہ حیرت امام بخاری کے رویہ پر ہے کہ امام صاحب کو مرجی کہہ کر مطعون کرتے ہیں اور دوسرے ایسا ہی عقیدہ رکھنے والوں سے روایات بھی لائے ہیں، اسی کے ساتھ یہ کہ غسان کوئی مرجی بھی اپنے مذہب کی ترویج کے لئے امام صاحب کو مرجی مشہور کیا کرتا تھا، اسی سے بہت سے لوگوں کو امام صاحب کے بارے میں مغالطہ ہوا۔

امام صاحب کو مطعون و بدنام کرنے کی ایک وجہ اس کے علاوہ یہ ہوئی کہ مامون کے زمانہ میں جن محدثین و رواۃ حدیث کو خلق قرآن کے مسئلہ میں قضاۃ خلافت نے تکالیف پہنچائیں وہ قاضی اکثر حنفی تھے، لہذا اس کے انتقام میں ان محدثین و رواۃ نے ان کے مقتداء یعنی امام صاحب پر الزامات لگائے اور امام صاحب سے بکدر رکھنے کی وجہ سے ہی یہ لوگ امام صاحب کے علوم فاضلہ، ان کے بہترین طریق نقد، روایات کو عموم قرآن مجید اور اصول مسلمہ مجمع علیہا پر پیش کرنے کے زریں اصول کے منفع نہ ہو سکے اور اپنے طور پر اصول شریعت وضع کئے جو امام صاحب کے اصول و طریق کار سے بہت کم درجہ کے ہیں، اسی لئے بیشتر اکابر فقہاء و مجتہدین کا فیصلہ ہے کہ جو شخص امام صاحب کے علوم سے انتفاع کے بغیر فقہ حاصل کرے گا وہ ناقص رہے گا۔

واضح ہو کہ زمانہ قدیم سے ہی حاکمین دین بہین کی دو قسمیں رہی ہیں جیسا کہ علامہ ابن قیم نے بھی ”الوابل الصیب“ ص ۸۴۳ و ص ۸۴۴ میں لکھا ہے کہ ایک قسم حفاظ کی تھی جو احادیث کے حفظ و ضبط اور سننے ہوئے الفاظ کو بعینہا روایت کرنے پر پوری سعی کرتے تھے، لیکن یہ لوگ ان احادیث یا الفاظ نصوص سے اصول احکام و مسائل کا استنباط و استخراج نہیں کر سکتے تھے، جیسے ابو زرہ، ابو حاتم، ابن دارہ یا ان سے پہلے ہندار محمد بن بشر، عمرو الناقد، عبدالرزاق تھے یا ان سے بھی پہلے محمد بن جعفر غندر، سعید بن ابی عروبہ وغیرہ تھے۔

دوسری قسم علماء فقہاء کی تھی جو روایت حدیث کے ساتھ استنباط و فقہ کو جمع کرتے تھے جیسے ائمہ مجتہدین تھے۔

پھر اسی کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ بعض محدثین نے ائمہ مجتہدین متبوعین کے خلاف محاذ بنالیا اور ہر طرح سے ان کی عزت و وقعت گرانے کی کوشش کی، چنانچہ احمد بن عبداللہ اللخلی نے امام شافعی کے بارے میں لکھا کہ ”وہ ثقہ، صاحب رائے اور متکلم تھے، لیکن ان کے پاس حدیث نہیں تھی“۔ (الذبیح المذہب ص ۲۲۹)

ابو حاتم رازی نے کہا کہ شافعی فقیہ ضرور تھے لیکن حدیث میں ان کی معرفت نہیں تھی۔ (طبقات حنابلہ ص ۲۰۴)
حالانکہ یہ باتیں غلط تھیں اور بقول حافظ ابن قیم مذکورہ بالا حدیث وفقہ کے حامل ہوتے تھے کیونکہ تفقہ بغیر حدیث کے ممکن ہی نہیں،
البتہ روایت وحفظ حدیث بغیر تفقہ کے بھی ہوتا ہے۔

اسی طرح امام اعظمؒ کی بارے میں زیادتی ہوئی ہے اور جیسا ان کا مقام و مرتبہ بلند و بالا تھا، ان پر حسد کرنے والے یا نقد و جرح کرنے والے بھی بڑے ہی لوگ تھے جنہوں نے جھوٹوں اور جھوٹوں کی روایات موضوعہ کی آڑ لے کر امام صاحبؒ کو ہدف ملامت بنایا۔

آپ حیرت کریں گے کہ امام بخاریؒ نے جن کے غیر معمولی علم و فضل کا امتیاز امام و کبھی، عبد اللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ، یحییٰ بن ابراہیم اور علی بن مدینی وغیرہ کا رہن منت ہے اور یہ سب امام اعظمؒ کے بالواسطہ یا بے واسطہ خوشہ چین ہیں (جس کی تفصیل آگے آئے گی، ان شاء اللہ) امام اعظمؒ کے خلاف نہایت غیر محتاط روش اختیار کی ہے۔

پھر اس سے قطع نظر خود امام بخاریؒ طلب علم کے سلسلہ میں لاتعداد مرتبہ کوفہ آئے گئے ہیں جو امام صاحبؒ کا وطن تھا اور سینکڑوں ہزاروں لوگوں سے امام صاحبؒ کے حالات و سوانح سنے ہوں گے لیکن ان کی مشہور زمانہ حافظہ میں جو چیز قابل ذکر باقی رہی اور جس کو وہ اپنے سرے اساتذہ کو چھوڑ کر صرف حمیدی کے واسطے سے نقل کر سکے وہ بھی سن لیجئے۔

تاریخ صغیر میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ”میں نے حمیدی سے سنا، کہتے تھے کہ ابو حنیفہؒ نے بیان کیا میں مکہ معظمہ حاضر ہوا تو ایک حجام سے تین سنتیں پیارے رسول اللہ ﷺ کی حاصل ہوئیں، جب میں اس کے سامنے حجامت بنوانے کے لئے بیٹھا تو اس نے مجھ سے کہا (۱) آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیے (۲) پھر اس نے میرے سر کے داہنے حصے سے شروع کیا (۳) اور اس نے حجامت دونوں ہڈیوں تک بنائی۔“
اس کو نقل کر کے حمیدی نے کہا۔ ایک شخص کہ نہ اس کے پاس رسول اللہ ﷺ کی سنتیں مناسک وغیرہ میں تھی اور نہ اس کے اصحاب کے پاس تھیں، بڑی حیرت کے لوگوں نے اس کو خدا کے احکام وراثت، فرائض، زکوٰۃ، صلوٰۃ اور دوسرے امور اسلام میں اپنا پیشوا و مقتداء بنالیا ہے۔ (التاریخ الصغیر ص ۱۵۸)

واقعی بڑی حیرت ہی کی بات بھی تھی کہ دو ٹکٹ دنیا کے علماء، صوفیہ و عباد نے تو امام صاحبؒ ایسے کم علم اور حدیث رسول ﷺ سے ناواقف شخص کی تقلید کر لی اور باقی ایک ٹکٹ نے امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا اتباع کر لیا اور حمیدی و امام بخاری جیسے ارباب علم و فضل کی کسی نے بھی تقلید نہ کی۔

ایسے ہی کچھ لوگوں نے امام صاحبؒ کی طرف ان کو بدنام کرنے کے لئے بہت سی جھوٹی باتیں منسوب کیں حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا کہ امام صاحبؒ خنزیر بری کو حلال کہتے تھے، کچھ حد ہے اس عداوت و حسد کی؟

اس کے رد میں علامہ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنہ ص ۳۵۹ ج ۱ میں لکھا کہ۔

”امام ابو حنیفہؒ سے اگرچہ کچھ لوگوں کو مسئلہ میں اختلاف رہا ہے لیکن ان کے فقہ، فہم اور علم میں کوئی ایک آدمی بھی شک و شبہ نہیں کر سکتا، کچھ لوگوں نے ان کی تذلیل و تحقیر کیلئے ان کی طرف ایسی باتیں بھی منسوب کی ہیں جو قطعاً جھوٹ ہیں جیسے خنزیر بری کا مسئلہ اور اس جیسے دوسرے مسائل“
امام بخاریؒ نے تاریخ صغیر میں ایک دوسری جھوٹی روایت نعیم بن حماد سے امام صاحبؒ کی تنقیص میں نقل کی ہے حالانکہ نسائی نے ان کو ضعیف کہا اور ابوالفتح ازدی وغیرہ نے کہا کہ نعیم بن حماد ابو حنیفہؒ کی تنقیص کے لئے جھوٹی روایات گھڑا کرتے تھے، اور تقویت سنت کے خیال سے حدیثیں بھی بنالیا کرتے تھے۔

امام بخاریؒ نے باوجود جلالت قدر چونکہ امام صاحبؒ کے بارے میں بہت ہی غیر محتاط رویہ اختیار کیا ہے اس لئے کبار محدثین نے اس

بارے میں ان کی اتباع کرنے سے بھی روکا ہے، چنانچہ علامہ سخاوی شافعی نے اپنی کتاب ”املاان بالتوخیج“ میں ص ۶۵ پر تحریر کیا۔
 ”جو کچھ (۱) حافظ ابوالشیخ بن حبان نے اپنی کتاب السنہ میں بعض مقتداء ائمہ کے بارے میں نقل کیا ہے (۲) یا حافظ ابوالاحمد بن عدی نے اپنی کامل میں یا حافظ ابوبکر خطیب نے تاریخ بغداد میں یا ان سے پہلے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اور بخاری و نسائی نے لکھا ہے اور ایسی چیزیں لکھی ہیں کہ ان کی شان علم و اتقان سے بعید ہیں، ان امور میں ان کے اتباع و پیروی سے اجتناب و احتراز کرنا ضروری ہے۔“
 راقم الحروف نے اس سلسلہ میں کافی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور بہت کم لوگوں نے امام بخاری کا نام لے کر اس طرح ان کی اس غلط روش پر نقد کیا ہے، اکثر حضرات اجمالی طور سے ضرور ان لوگوں کی غلطی کی طرف اشارہ کرتے آئے ہیں، جنہوں نے امام صاحب، امام شافعی یا امام احمد وغیرہ کی شان میں تنقیص کا پہلو اختیار کیا ہے۔

پھر ایک زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ خطیب نے کئی سو برس کے بعد حقائق کو دیکھا ہے اسے عرصہ میں جھوٹ کا شیوع بہت کافی ہو چکا تھا، خطیب کو جیسے اچھے برے ملے سب نقل کر دیئے اور راویوں کی چھان بین نہ کر سکے یا نہ کی اگرچہ یہ ان کی محدثانہ و مؤرخانہ منصب کے خلاف بات تھی، اور خطیب کی عادت تھی کہ وہ دوسرے کا برا مت کے خلاف بھی کچھ نہ کچھ اسی طرح گزرتے پڑتے روایتوں سے نقل کرتے ہیں۔
 مگر حیرت تو سب سے زیادہ امام بخاری پر ہے کہ ان کا دور امام صاحب سے بہت ہی قریب ہے اور امام صاحب کے زمانہ کے تقریباً سب ہی بڑے بڑے حضرات نے امام صاحب کی بے حد مدح و توصیف کی ہے جس کی تفصیل ہم ذکر کریں گے، پھر امام بخاری کے بڑے بڑے شیوخ امام صاحب کے خاص خاص شاگرد ہیں اور ان سب ہی سے امام صاحب کے بے شمار مناقب منقول ہیں۔

پھر بھی امام بخاری نے کوئی اچھا اثر نہ لیا، نہ ان کی کوئی منقبت اپنی تاریخ میں نقل کرنے کو ملی اور ملیں تو امام حمیدی جیسے متعصب مغلوب انصاف قشددوں یا نعیم جیسے وضاع لوگوں سے امام صاحب کی تنقیص کی روایات ملیں اور ان کو نمایاں کر کے نقل کرنا ضروری سمجھا۔

بہر حال امام صاحب کے مراتب عالیہ ان باتوں سے کم نہیں ہو سکتے، بلکہ ان زیادتیوں کے باعث دوسرے مذاہب کے ائمہ کبار ابن عبد البر، ابن حجر مکی، علامہ سیوطی، یافعی، سخاوی، ذہبی جیسے متوجہ ہوئے اور ان محققین نے امام صاحب کی طرف سے حق دفاع ادا کیا۔ جزاھم اللہ خیر الحزاء۔
 تفصیل کا موقع تو ہر ایک کے مفصل تذکرہ میں آئے گا مگر جب بات یہاں تک آگئی تو اتنا اور بھی عرض کر دوں کہ حافظ ابن حجر جیسے علامہ فہمہ محقق و مدقق بھی اس سلسلہ میں کافی عصبيت کا شکار ہو گئے یعنی رجال حنفیہ سے تعصب یا حنفی شافعی کا تعصب تو الگ رہا اس کے تو وہ مسلم امام ہیں، بعض ہمارے بزرگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ کم از کم امام صاحب کے بارے میں ان کا ذہن صاف ہے اور انہوں نے امام صاحب کی ہر جگہ مدح و توصیف ہی کی ہے، مگر مجھے نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑا کہ پوری بات اس طرح نہیں جس طرح سمجھ لی گئی ہے، درحقیقت حسد، عداوت، عصبيت کی عروق اس قدر باریک و مخفی ہوتی ہیں کہ ان کا پتہ لگانا بڑے بڑے آپریشن کے ماہروں کے سے بھن خست شوار ہوتا ہے۔

یشک میں بھی مانتا ہوں کہ امام صاحب کے تذکروں کو اگرچہ انہوں نے ان کے شاگردوں کے تذکروں سے بھی مختصر و مختصر کیا ہے مگر کوئی بات خلاف نہیں لکھی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی دیکھئے کہ جہاں وہ امام ابو یوسف اور امام محمد وغیرہ کے حالات بیان کرتے ہیں تو جہاں ان حضرات پر کسی غلط تہمت کا ذکر کرتے ہیں تو ساتھ ہی یہ جملہ بھی چھوٹا سا بڑھا دیتے ہیں کہ ان کے شیخ کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے۔ اب آپ نے دیکھا کہ خطیب اور حافظ ابن حجر میں کتنے قدم کا فاصلہ رہ گیا؟

مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شروانی نور اللہ مرقدہ نے تذکرہ امام اعظم میں بڑے اطمینان و مسرت کا اظہار کیا ہے کہ خطیب کے بعد اس روش کو دوسروں نے نہیں اپنایا بلکہ اس سے بیزاری کا اظہار کیا ہے، ان ہی لوگوں میں حافظ ابن حجر کا نام بھی لیا ہے، اس لئے مجھے یہ تنبیہ کرنی پڑی، واللہ اعلم بما فی صدور عبادہ۔

یہاں کچھ مختصر حال علم و علماء کی فضیلت کا ذکر کر کے حضور سرور کائنات ﷺ کے زمانہ خیر و برکت کے علمی حالات بیان ہوں گے اور آگے محدثین کے تذکرے ہوں گے، واللہ الموفق۔

علم اور علماء کی فضیلت

قال الله تعالى

- ۱- من یوت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً۔ جس کو علم و حکمت عطا ہوئی اس کو خیر کثیر دے دی گئی۔
- ۲- هل یتوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔ کیا اہل علم اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔
- ۳- یرفع اللہ الذین امنو منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ تم میں سے جن کو دولت ایمان عطا ہوئی ان کا درجہ خدا کے یہاں بلند ہے اور جن کو علم بھی عطا ہوا ان کے درجات و مراتب تو بہت ہی زیادہ ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

- ۱- من یرد اللہ بہ خیر یرفعہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعدی (متفق علیہ) جن کے واسطے اللہ تعالیٰ بھلائی چاہتے ہیں ان کو دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں، علوم نبوت عطا خداوندی ہیں جن کو میں پہنچاتا ہوں۔
- ۲- فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد۔ ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔
- ۳- فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم، ایک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں ان اللہ و ملائکتہ و اهل السموات والارض حتی النملة فی حجرہ و حتی الحوت لیصلون علی معلم الناس الخیر (ترمذی) سے ادنی آدمی پر، اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور زمین و آسمان کے رہنے والے حتیٰ کے چھوٹیاں اپنے سوراخوں میں اور مچھلیاں بھی ان عالموں کے حق میں دعاء خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر و بھلائی کی تعلیم دیتے ہیں۔

عہد نبوی میں تعلیمی انتظامات

- علم و حکمت و قرآن و حدیث اور فقہی مسائل کی تعلیم و ترویج کے لئے حضور اکرم ﷺ نے اپنے زمانہ ہی میں معلمین، مدرسین و مبلغین کا تقرر فرمایا تھا جس کا اجمالی خاکہ ذیل کے مختصر اشارات سے ہوگا۔
- ۱- انصار مدینہ کے ہمراہ ابن ام مکتوم اور مصعبؓ کو روانہ فرمایا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں اور مسلمانوں کو قرآن مجید اور احکام اسلام سکھائیں۔ (بخاری کتاب التفسیر، کامل ابن اثیر وابن خلدون)
 - ۲- نجران والوں کے لئے عمرو بن حزم کو مقرر فرمایا کہ ان کو قرآن مجید پڑھائیں اور احکام شریعت بتائیں۔ (استیعاب)
 - ۳- یمن اور حضرموت کے لئے حضرت معاذ بن جبل کو معلم بنا کر بھیجا۔ (ابن خلدون)
 - ۴- قارہ و عسل دو قبائل اسلام لائے، قرآن کی تعلیم کے لئے یہ چھ اساتذہ مقرر فرمائے، مرثد بن ابی مرثد، عاصم بن ثابت، ضعیب ابن عدی، خالد بن البکیر، زید بن وثنہ، عبداللہ بن طارق۔
 - ۵- مدینہ طیبہ تمام علمی و تبلیغی جدوجہد مساعی کا مرکز تھا جہاں چار بڑے معلم اور ایک خوشنویس کاتب تعلیم کے لئے مقرر تھے اور خود

۴- طبقہ چہارم میں - محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، عبد اللہ بن شبرمہ، قاسم بن معن، سفیان ثوری، امام ابو حنیفہ، حسن بن صالح وغیرہ۔
 ۵- طبقہ پنجم میں - اصحاب ابی حنیفہ، حفص بن غیاث، وکیع بن الجراح، زفر بن ہذیل، حماد بن ابی حنیفہ، حسن بن زیاد، محمد بن الحسن، عافیہ القاضی، اسد بن عمرو، نوح بن دراج، القاضی، یحییٰ بن آدم اور اصحاب سفیان ثوری وغیرہ۔

تہذیب التہذیب میں ہے کہ جب حماد فقیہ العراق حج سے واپس آئے تو فرمایا: ”اے اہل کوفہ! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ کوفہ کے کمسن لڑکے عطاء، طاؤس، مجاہد محمد ثنی مکہ سے افتخار ہیں۔“

صحیح حاکم میں شعی سے روایت ہے کہ صحابہ میں ۶ قاضی تھے، جن میں سے تین مدینہ میں تھے، عمر، ابی بن کعب، زید اور تین کوفہ میں علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ۔

علامہ عبد بن رجب سے نقل ہے کہ آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا، جواب دیا تو سائل نے کہا کہ اہل شام تو آپ کی اس بات کے خلاف بتلاتے ہیں، آپ نے فرمایا ”اہل شام کو ایسا مرتبہ کہاں سے حاصل ہوا؟ یہ مرتبہ تو صرف اہل مدینہ و اہل کوفہ کا ہے (کہ ان کے اقوال سے حجت پکڑی جائے) (عقود الجواہر المہدیہ)

امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ میں تحصیل علم کے لئے مختلف شہروں میں گیا ہوں لیکن کوفہ و بغداد میں تو اتنی بار گیا ہوں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔

شیوخ امام اعظمؒ

۱- حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

حضور ﷺ کے زمانہ خیر القرون کے مشاہیر اصحاب فضل و کمال میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بھی تھے، آپ حضرت عمرؓ سے پہلے ایمان لائے تھے اور ایمان لانے کا واقعہ استیعاب میں اس طرح ہے۔ ایک روز وہ عقبہ کی بکریاں چرا رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ کا اس طرف سے گذر ہوا، حضور ﷺ نے ایک بانجھ بکری کو پکڑ کر اس کا دودھ دوا، خود بھی نوش فرمایا اور حضرت ابو بکرؓ کو بھی پلایا، اس وقت عبد اللہ ایمان مائے اور عرض کیا کہ مجھے قرآن تعلیم فرمائیے! آپ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا بے رحمک اللہ فانک علیم معلم (اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے تو دنیا میں علم پھیلانے والا لڑکا ہے) پھر حضور ﷺ نے ان کو اپنے پاس ہی رکھ لیا تاکہ کسی وقت عیحدہ نہ ہوں اور فرمایا کہ تمہارے اندر آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں جب چاہو پردہ اٹھا کر بلا روک ٹوک چلے آیا کرو اور ہماری ہر قسم کی باتیں سنو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اسی وقت سے دنیا کے اس مربی اعظم اور سردار اولین و آخرین کی خدمت عالی کو لازم پکڑ لیا، ہر وقت خدمت اقدس میں حاضر رہتے اور علوم نبوت سے دامن مراد بھرتے۔ (استیعاب)

پھر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا یہ اختصاص اس حد تک ترقی کر گیا تھا کہ صحابہ ان کو خاندان نبوت ہی کا ایک فرد سمجھنے لگے تھے اور حضور اکرم ﷺ کی توجہ خاص اور خود موصوف کے طلب و شوق علم نے ان کو اس درجہ پر پہنچایا کہ جب عبد الرحمن بن یزید نے حضرت حذیفہ صحابی سے دریافت کیا کہ صحابہ میں سے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اخلاق، اعمال و سیرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اشبہ کون ہیں؟ تاکہ ہم ان سے استفادہ کریں، تو حذیفہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابن مسعودؓ کے سوا کوئی صحابی ان باتوں میں آپ کے ساتھ اشبہ نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی تکمیل علوم کے بعد حضور ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں ہی ان کو درس و تعلیم کی اجازت عطا فرمادی تھی اور قرآن و حدیث و تعلیم مسائل ہر ایک کے لئے صراحت سے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ ابن مسعودؓ سے حاصل کرو، استیعاب میں ہے کہ ابن مسعودؓ قرآن مجید کے سب سے بڑے عالم اس لئے بھی تھے کہ حضرت جبریلؑ کا معمول تھا کہ رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک بار قرآن مجید کا دور

کرتے تھے لیکن وفات کے سال اسی ماہ میں دوبارہ دور کیا اور ان دونوں دوروں میں حضرت ابن مسعود بھی موجود تھے۔

اور پھر ایک بار یہ بھی فرمایا کہ ابن مسعود جن امور کو پسند کریں میں ان کو اپنی ساری امت کے لئے پسند کرتا ہوں اور جن امور کو وہ ناپسند کریں میں بھی انہیں ناپسند کرتا ہوں۔ (کنز العمال، اکمال خطیب)

اور علم و فضل، سیرت و کردار کی ان عالی اسناد کے ساتھ حضور ﷺ نے ان کو کمال فہم و فراست، اعلیٰ قابلیت، انتظام ملکی، علم سیاست و تدبیر منزل اور معاملہ فہمی کی سند بھی اس طرح عطا فرمائی۔

”اگر میں کسی کو بلا مشورہ امیر المؤمنین بناتا تو بے شک ابن مسعود اس کے مستحق تھے۔“

کوفہ والوں نے ایک دفعہ فاروق اعظمؓ سے شکایت کی کہ اہل شام کے وظائف میں ترقی کر دی گئی اور ہم محروم رہے، تو انہوں نے فرمایا ”اہل شام کے تو وظائف میں ترقی کی گئی لیکن تمہارے علوم میں ترقی کی گئی ہے، کیونکہ تمہاری تعلیم کے لئے ابن مسعود کو بھیج دیا گیا ہے جن کے فضل و کمال کا اندازہ اس سے کرو کہ وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اس وقت بھی حاضر رہتے تھے، جب ہم لوگ اپنے کاروبار میں ہوتے تھے اور جب ہم لوگ پردہ کی وجہ سے اندر نہیں جاسکتے تھے اور وہ اندر ہوتے تھے۔“

یہ ابن مسعود کے لئے فاروق اعظمؓ کی طرف سے علوم قرآن و حدیث سے واقفیت تامہ کی بڑی سند ہے، ظاہر ہے کہ جو ہمہ وقت حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر باش رہا، اس نے علوم نبوت سے کتنا بڑا استفادہ کیا ہوگا۔

اور ایک دفعہ فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ ”ابن مسعود مجسم علم ہیں۔“

حضرت علیؓ سے جب حضرت عبداللہ بن مسعود کے علم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا۔

”ابن مسعودؓ نے تمام قرآن کو پڑھا اور احادیث رسول ﷺ کو جانا، یہی کافی ہے۔“

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں امام مسروق (جلیل القدر تابعی) سے نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کو دیکھا تو ان سب کے علوم کا سرچشمہ چھ صحابہ کو پایا، علیؓ، ابن مسعودؓ، عمرؓ، زید، ابوالدرداءؓ اور ابی اس کے بعد پھر دیکھا تو ان چھ کے علم کا خزانہ حضرات علیؓ اور ابن مسعودؓ کو پایا، ان دونوں کا ابر علم یثرب کی پہاڑیوں سے اٹھا اور کوفہ کی وادیوں میں برسا ان دونوں آفتاب و ماہتاب نے ریگستان کوفہ کے ذرہ ذرہ کو چمکادیا تھا۔

پھر اس آفتاب خیر و سعادت اور نیر علم و فضل سے علمی دنیا نے کس قدر استفادہ کیا اس کا اندازہ اسرار الانوار کے اس اقتباس سے کیا جائے کہ۔

”کوفہ میں ابن مسعود کے حلقہ درس میں بیک وقت چار چار ہزار طلباء شریک ہوتے تھے، جس وقت حضرت علیؓ کوفہ پہنچے تو ابن مسعود اپنے شاگردوں کو لے کر استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے، تمام میدان طلباء سے بھر گیا تھا، حضرت علیؓ نے ان کو دیکھ کر فرط مسرت سے فرمایا ”ابن مسعود! تم نے تو کوفہ کو علم و فقہ سے مالا مال کر دیا اور یہ شہر تمہاری وجہ سے علم کا مرکز ہو گیا۔“ یہ واقعہ مبسوط سرخی وغیرہ میں بھی نقل ہوا ہے، مگر خلاف تحقیق ہے، علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں لکھا کہ۔ ”فن تاریخ کے امام ابن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اسلام میں کوئی شخص ابن مسعود کے سوا ایسا نہیں ہوا جس کے درس سے نامور علماء نکلے ہوں اور اس کے مذہب و فتاویٰ کے ساتھ یہ اعتنا کیا گیا ہو کہ ان کو حرف بحرف لکھا ہو۔“

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ازلہ الخفاء ص ۱۸۵ میں لکھا ہے کہ۔

”ابن مسعودؓ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں اور اپنی امت کے لئے اپنے بعد، قراءۃ قرآن اور فقہ و تدبیر میں انہیں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا اور تمام اصحاب میں سے حضور ﷺ کی خدمت و صحبت کا شرف ان کو زیادہ تھا۔“

انبیاء کے بعد انسانی ترقی کا یہ سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے کہ ایک شخص علوم انبیاء کا جانشین ہو اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ یہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ امام اعظمؓ کے علمی خاندان کے مورث اعلیٰ ہوئے۔

۲۔ حضرت علقمہ بن قیس (فیہ عراق)

جلیل القدر تابعی تھے ۶۲ھ میں وفات پائی، حضرت عمر، عثمان، علی، سعد، حذیفہ اور دوسرے جلیل القدر صحابہ کی زیارت سے شرف اور ان کے علوم سے فیضیاب ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کامل و مکمل استفادہ علوم و کمالات کیا اور ان کے بعد ان کی جگہ تعلیم و رشد و ہدایت کی مسند پر بٹھائے گئے، علامہ ذہبیؒ نے ان کے تذکرہ میں لکھا۔

”انہوں نے ابن مسعودؓ سے قرآن پڑھا، تجویذ سیکھی اور تفقہ حاصل کیا اور ان کے تمام شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔“
جس طرح حضرت ابن مسعودؓ رسول اکرم ﷺ کے علوم، اعمال، اخلاق و عادات کا نمونہ تھے اسی طرح ان امور میں علقمہؒ ابن مسعودؓ کا نمونہ تھے، تہذیب التہذیب میں اعمش سے نقل ہے کہ۔

”عمارہ سے ابو معمر نے کہا، مجھے ایسے شخص کے پاس لے چلو جو اخلاق، عادات و اعمال میں ابن مسعودؓ کا نمونہ ہو، تو عمارہ اٹھے اور ان کو لے کر علقمہ کی مجلس میں جا بیٹھے۔
ابوالمثنیٰ نے فرمایا کہ۔

”جس نے عبداللہ بن مسعودؓ کو نہ دیکھا ہو وہ علقمہؒ کو دیکھ لے، ان دونوں میں کچھ فرق نہیں۔“
علقمہ فارغ التحصیل ہوئے تو حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو مندرجہ ذیل الفاظ میں سند فضیلت عطا کی۔
”میں نے جو کچھ پڑھا اور مجھے آتا ہے وہ سب علقمہؒ پڑھ چکے اور ان کو آگیا ہے۔“

پہلے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعودؓ صحابہ میں سب سے زیادہ قرآن و حدیث کے عالم تھے اور انہوں نے اپنے تمام علوم علقمہؒ کو ودیعت فرمائے تو ظاہر ہے کہ تابعین میں علقمہؒ سے زیادہ قرآن و حدیث کا عالم نہ تھا، علقمہؒ سے کتب احادیث میں ہزاروں احادیث مروی ہیں۔

۳۔ حضرت ابراہیم نخعی (فیہ عراق)

ولادت ۵۵ھ و وفات ۹۶ھ چند صحابہ کرامؓ کی زیارت سے بھی شرف ہوئے، فن حدیث کے امام ہیں اور اس قدر کمال و تبحر حاصل تھا کہ ”صیر فی الحدیث“ کے خطاب سے مشہور ہوئے۔ ان کی علمی عظمت و جلال کا رعب سلاطین جیسا تھا، حالانکہ وہ شہرت سے بہت بچتے تھے، درس میں بھی ممتاز جگہ نہ بیٹھتے تھے، خلاصۃ التہذیب کے حاشیہ میں ابن شعیب سے نقل ہے کہ بصرہ، کوفہ، حجاز اور شام میں ابراہیمؒ سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا، ابن سیرین اور حسن بصریؒ بھی علم میں ان سے زیادہ نہ تھے۔

ان کے انتقال پر علامہ شعبیؒ نے فرمایا تھا کہ ”انہوں نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ عالم نہیں چھوڑا“۔ کوفہ میں بعدہ افتاء ممتاز تھے اور حضرت علقمہؒ کے افضل ترین شاگرد تھے، ان کی جگہ یہی مسند علم پر بیٹھے۔

تہذیب التہذیب میں ابوالمثنیٰ سے نقل ہے کہ ”علقمہؒ ابن مسعودؓ کے فضل و کمال اور اعمال کا نمونہ ہیں اور ابراہیمؒ نخعی تمام علوم میں علقمہؒ کا نمونہ ہیں، ان کی وفات کے وقت امام اعظمؒ کی عمر ۲۶ سال تھی، امام صاحبؒ نے ان سے بھی روایت کی ہے، امام صاحبؒ کے سال ولادت میں اختلاف ہے، علامہ کوثریؒ نے ۷۷ھ کو ترجیح دی ہے۔

۴۔ حماد بن ابی سلیمان (فیہ عراق)

خادم خاص رسول اکرم ﷺ حضرت انسؓ اور کبار محدثین زید بن وہب، سعید بن جبیر، سعید بن المسیب، عکرمہ، ابو داؤد، حسن

بصری، عبدالرحمن بن بریدہ، عبدالرحمن بن سعید اور علامہ شععی سے روایت کی اور ان کے بھی بڑے بڑے محدثین عامم، شعبہ، ثوری، حماد بن سلمہ، مسعر بن کدام اور ہشام جیسے ائمہ فہن شاگرد ہیں۔

امام بخاری و مسلم نے بھی ان سے روایت کی ہے اور سنن اربعہ میں تو بکثرت ان کی روایات ہیں، حضرت ابراہیم نخعی کے تمام شاگردوں سے افقہ ہیں۔ (بخ، تہذیب، وئیل الفرقہ بن ص ۸۰)

تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ ابراہیم کی حدیثوں کا حماد سے زیادہ کوئی واقف نہ تھا، چنانچہ ابراہیم کے بعد ان کی مسند تعلیم پر بھی وہی بٹھائے گئے اور فقیہ العراق مشہور ہوئے (وفات ۱۲۰ھ)

۵۔ عامر بن شراحیل الشعمی (علامہ التابعین)

ولادت ۱۰۳ھ وفات ۱۰۳ھ ان کو پانچ سو صحابہ کی زیارت کا شرف حاصل ہے، عامم کہتے ہیں کہ کوفہ، بصرہ، حجاز میں شععی سے زیادہ کوئی عالم نہ تھا خود فرمایا کرتے تھے کہ میں سال سے آج تک کوئی روایت کسی محدث سے ایسی نہیں سنی کا مجھے علم نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر صحابی نے ایک بار شععی کو مغازی کا درس دیتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تمام محدثین سے اور مجھے سے بھی زیادہ یہ مغازی کو جانتے ہیں، یہ صحابہؓ کے سامنے درس دیتے تھے اور صحابہؓ بھی شریک درس ہوتے تھے۔

ابو مجاز نے کہا کہ ”حضرت سعید بن المسیب مفتی مدینہ، عطاء محدث مکہ، حسن بصری و ابن سیرین محدث بصرہ سب کو میں نے دیکھا مگر شععی کو ان سب سے زیادہ افقہ پایا۔“

ابن عیینہ محدث کہا کرتے تھے کہ ابن عباس، شععی، سفیان ثوری اپنے وقت میں بے مثل ہوئے ہیں، ابواسحاق کہا کرتے تھے کہ شععی تمام علوم میں بے نظیر ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ نے ان کو قاضی مقرر کیا تھا۔

سب سے پہلے علامہ شععیؒ نے ہی امام اعظمؒ کی غیر معمولی صلاحیتوں کو انداز کر کے ان کو علم حاصل کرنے کا شوق دلایا تھا اور امام صاحبؒ برسوں کے ان کے حلقہ درس میں شریک رہے، اسی لئے امام صاحبؒ کے بڑے شیوخ میں ان کا شمار ہے۔

امام صاحبؒ نے دس سال حضرت حماد کی خدمت میں رہ کر فقہ کی تحصیل کی اور دوسرے بزرگوں سے بھی استفادہ کیا اس کے بعد حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے احادیث نہ سنی ہوں، ابوالحسن شافعی نے امام صاحب کے شیوخ حدیث کے نام گنائے ہیں جن میں سے ۹۳ کوفہ کے ساکن یا نزہل کوفہ تھے، جن میں سے امام شععی کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور چند دوسرے حسب ذیل ہیں۔

۶۔ سلمہ بن کہیل

مشہور محدث و تابعی تھے، سفیان (استاد امام شافعیؒ) نے فرمایا کہ سلمہ ایک رکن ہیں ارکان میں سے، ابن مہدی کا قول ہے کہ کوفہ میں چار شخص سب سے زیادہ صحیح الروایۃ تھے، منصور، سلمہ، عمرو بن مرہ، ابوجحیف۔

۷۔ سلیمان بن مہران ابو محمد الاعمش الکوفی

کوفہ کے جلیل القدر محدث و فقیہ تابعی تھے، باوجودیکہ امام صاحب کے ساتھ کے طبقہ میں تھے اور امام صاحب نے ان سے روایات بھی کی ہیں مگر امام صاحبؒ کے تفقہ و اجتہاد کے بڑے مداح تھے۔

ایک بار امام صاحب بھی آپ کی مجلس میں تھے، کسی نے سوال کیا تو آپ نے امام صاحب ہی کو جواب کے لئے ارشاد فرمایا، امام صاحب نے جواب دیا تو اس کو بہت پسند فرمایا اور پوچھا کہ یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ فلاں حدیث سے جو آپ ہی سے میں نے سنی ہے، امام اعظم اس پر بہت متحیر ہوئے اور فرمایا کہ ”اے گروہ فقہاء! واقعی ہم لوگ تو صرف دو فروش ہیں اور تم طیب ہو“۔ (عقود الجواہر المیہ)

اسی طرح کا واقعہ امام اعظم ہی کا امام ابو یوسفؒ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ امام اعظمؒ نے فرمایا تھا کہ یہ حدیث مجھ کو اس وقت سے یاد ہے کہ تمہاری پیدائش کے آثار بھی نہ تھے لیکن اس کے معانی پر آج غلبہ ہوا، بیشک ہم لوگ دو فروش ہیں اور آپ لوگ اطباء ہیں۔

یعنی دو فروش تو دواؤں کے نام اور ان کے اچھے برے اقسام وغیرہ سب جانتا پہچانتا ہے لیکن طیب نہ صرف ان چیزوں کا عالم ہوتا ہے بلکہ وہ ان کے خواص تاثرات اور طریق استعمال وغیرہ کو بھی جانتا ہے۔

امام اعظمؒ کی ولادت باختلاف روایت ۱۵۹ھ یا ۱۶۰ھ میں ہوئی اور وفات میں بھی تین قول ہیں ۱۴۵ھ، ۱۴۶ھ اور ۱۴۷ھ والہ اللہ اعلم۔

ان ہی اعظم سے منقول ہے کہ ابراہیم نخعی (استاذ استاذ الامام الاعظمؒ) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ابراہیم کے سامنے جب بھی حدیث پیش کی تو اس کا علم ضرور ان کے پاس پایا اور اعظم ان کو حدیث کا صیرفی (کھرا کھوٹا پہچاننے والے) کہا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اسی لئے میں جب کسی سے حدیث سنتا ہوں تو ابراہیم پر ضرور پیش کرتا ہوں (تاکہ ان کی صحت کے بارے میں اطمینان کر لوں، نیز اعظمؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو حدیث فقہاء میں دائر و سائر ہو وہ اس سے بہتر ہے جوشیوخ (محدثین رواقہ) میں دائر و سائر ہو۔

حسب تصریح ابن عبدالبر فی التمهید اہل نقد ابراہیم نخعی کے مراسیل کو صحیح احادیث کے درجہ میں سمجھتے تھے بلکہ ان کے مراسیل کو اپنے مسانید پر بھی ترجیح دیتے تھے۔

ایسے ہی اسمعیل بن ابی خالد کا قول ہے کہ امام شععی، ابوالنخعی، ابراہیم اور ہمارے دوسرے شیوخ مسجد میں جمع ہو کر حدیث کا مذاکرہ کرتے تھے جب ان کے پاس کوئی ایسا مسئلہ آ جاتا تھا جس کو وہ حل نہ کر سکتے تھے تو ابراہیم نخعی کی طرف محول کر دیا کرتے تھے کہ ان سے معلوم کرو اور امام شععی نے فرمایا کہ ابراہیم نے فقہی گھرانہ میں تعلیم و تربیت پائی ہے، اس لئے فقہ تو ان کے گھر کی چیز تھی، پھر ہمارے پاس پہنچے تو ہمارے پاس کی تمام اعلیٰ درجہ کی احادیث لے کر اپنے حاصل کردہ فقہ کے ساتھ ملا لیں۔

حضرت سعید بن جبیر علمی حدیثی سوال کرنے والوں سے فرمایا کرتے تھے کہ حیرت کی بات ہے کہ تم مجھ سے سوالات کرتے ہو حالانکہ تمہارے پاس ابراہیم نخعی موجود ہیں، امام اعظمؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے دیکھا کہ ابراہیمؒ کبھی کوئی بات اپنی رائے سے نہیں کہتے تھے، معلوم ہوا کہ ابراہیم نخعی سے جتنے فقہی اقوال نقل کئے جاتے ہیں، خواہ وہ امام ابو یوسفؒ کی کتاب الآثار میں ہوں یا امام محمدؒ کی کتاب الآثار میں یا ابن ابی شیبہؒ کی مصنف میں وہ سب آثار مرفوعہ کے حکم میں ہیں۔

روایت و درایت

حق یہ ہے کہ ابراہیم نخعی روایت بھی کرتے تھے اور درایت سے بھی کام لیتے تھے جب وہ روایت کرتے تھے تو علم حدیث کے امام بلکہ حجت تھے اور جب اجتہاد و استنباط کرتے تھے تو وہ ایسے دریائے صافی تھے کہ اس میں شائبہ ٹکدر نہ تھا کیونکہ تمام اسباب و شرائط اجتہاد ان میں موجود تھے۔ اسی لئے حسب روایت ابی نعیم وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ”نہ کوئی رائے بغیر حدیث کے مستقیم ہے اور نہ کوئی حدیث بغیر رائے کے“۔

اور یہی بہترین طریقہ ہے حدیث و رائے کو جمع کرنے کا، خطیب نے بھی الفقیہ والمتفقہ میں ابراہیم نخعی کا قول نقل کیا ہے کہ جب حدیث صریح مل جاتی ہے تو اس سے مسائل کا جواب دیتا ہوں اور جب حدیث نہیں ملتی تو میں دوسری احادیث کی روشنی میں قیاس کر کے

جواب دیتا ہوں، غرض یہی فتح فقہ ہے۔

شیخ حماد: یہی امام جلیل ابراہیم نحوی تھے جن سے حدیث وفقہ حماد بن ابی سلیمان نے حاصل کیا اور ان کے جانشین ہوئے۔

امام اعظم: امام اعظم ان حماد سے حدیث وفقہ کا علم حاصل کر کے ان کے جانشین ہوئے، خود شیخ حماد کی موجودگی میں امام صاحب کو طرز یہ تھا کہ جب کوئی آکر سوال کرتا تو جواب دیتے پھر فرماتے کے ٹھیروا میں آتا ہو، حماد کی خدمت میں جاتے اور فرماتے میں۔ یہ شخص کو اس طرح جواب دیا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں؟ شیخ حماد فرماتے کہ ہمیں اس بارے میں حدیث اس طرح پہنچی ہے، ہمارے اصرار سے کہ قول اس طرح ہے، ابراہیم کا قول یہ ہے، امام صاحب دریافت کرتے کہ کیا میں آپ سے اس حدیث کی روایت کروں؟ حماد فرماتے کہ ہاں۔

اللہ اکبر! یہ تھا امام اعظم کا دورِ وقوی اور احتیاط کس کس طرح ایک ایک مسئلہ کی تحقیق اپنے شیخ سے کرتے تھے اور حدیث کو روایت کرنے کی اجازت لیتے تھے، حدیث عصمت و قدر ان کے اور ان کے شیوخ کے دلوں میں کس قدر تھی! کہنے والوں نے امام اعظم کو کیا کچھ نہیں کہا مگر واقعات و حقائق پر پوری حصر رکھنے والے کبھی وہ جھوٹی باتیں امام صاحب کی طرف منسوب نہیں کر سکتے جو امام صاحب کے دشمنوں اور حاسدوں نے کہی ہیں۔

امام صاحب اس طرح مسئلہ کی تحقیق کرنے کے بعد باہر آ کر پھر اس سائل کا مزید اطمینان کر دیا کرتے تھے، پھر اس طرح سے حاصل کئے ہوئے علم میں جو خیر و برکت تھی وہ بھی سب نے دیکھ لی۔

تفقہ و تحدیث

ابن عدی نے کامل میں بطریق یحییٰ بن معین نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ شیخ حماد نے فرمایا ”میں قتادہ، طاؤس اور مجاہد سے ملا ہوں، تمہارے بچے ان سے زیادہ علم رکھتے ہیں، بلکہ بچوں کے بچے بھی زیادہ علم والے ہیں، اور یہ انہوں نے کسی شیخی یا بڑائی سے نہیں کہا، بلکہ بطور تحدیث نعمت کہا اور اس وجہ سے کہا کہ اس زمانہ کے بعض اہل حدیث جن کو فقہ سے مناسبت نہ تھی فقہ پر بے جا تنقید کرتے تھے، مسجد کوفہ میں بیٹھ کر غلط فتویٰ دیتے تھے اور ساتھ ہی بطور تعلیٰ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ شاید یہاں کے کچھ بچے ان مسائل میں ہماری مخالفت کریں گے، بچوں سے ان کی مراد وہ طلباء و تلامذہ ہوتے تھے جو ابتدائی تعلیم حاصل کرتے ہیں، یہ تصریح ابن عدی منقول ہے کہ ابراہیم سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے تحقیق مسائل کریں؟ تو فرمایا حماد سے۔

شیخ حماد کی جانشینی

عقیلی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ابراہیم کی وفات کے بعد پانچ اشخاص نے مل کر چالیس ہزار روپے جمع کئے، ان میں ایک امام ابو حنیفہ بھی تھے اور یہ رقم لے کر حکم بن عقبہ کے پاس گئے کہ آپ ہماری جماعت کی سرپرستی کریں اور یہ رقم اپنے پاس رکھیں (غالباً اس رقم سے جماعت اہل علم کی ضروریات کا تکفل پیش نظر ہوگا، انہوں نے انکار کیا تو شیخ حماد کی خدمت میں پہنچے انہوں نے اس خدمت کو قبول فرمایا۔

کوفہ کے محدثین و فقہاء

علامہ محدث رامہرمزی نے ”الفصل“ میں حضرت انس بن سیرین سے نقل کیا ہے کہ میں کوفہ پہنچا تو دیکھا کہ ہاں چار ہزار طلباء تحصیل علم حدیث کر رہے تھے اور چار سو فقہاء تھے، سواء کوفہ کے کون سا شہر بلاد اسلامیہ کے شہروں میں سے ایسا تھا جس میں اتنی بڑی تعداد محدثین و فقہاء کی بیک وقت موجود رہی ہو۔

رامہرمزی نے یہ بھی فرمایا کہ حافظ عفان محدث نے بتلایا کہ دوسری جگہوں پر روایت حدیث کا طریقہ ایسا تھا کہ ایک محدث کے پاس سے جو احادیث ملتی تھیں وہ دوسرے کے پاس نہیں ملتی تھیں مگر کوفہ پہنچ کر ہم نے چار ماہ رہ کر پچاس ہزار احادیث لکھیں اور ہم چاہتے تو ایک لاکھ بھی لکھ سکتے تھے مگر ہم نے ہر محدث سے وہی حدیثیں لیں جن کی تلقی بالقبول عام طور سے امت میں ہو چکی تھی بجز شریک کے کہ انہوں نے ہماری اس خواہش کی رعایت نہیں کی۔

خیال کیجئے کہ اتنی سخت شرط کے ساتھ اتنی بڑی مقدار میں مسند احمد میں کہ اتنی زیادہ نہیں ہیں، صرف چار ماہ کے اندر احادیث مشہورہ متعلقہ بالقبول کا بہ آسانی جمع کر لینا مرکز علم کوفہ کی کتنی بڑی فضیلت و خصوصیت ہے۔

امام بخاری اور کوفہ

غالباً اسی وجہ سے امام بخاری نے فرمایا تھا کہ میں تحصیل علم حدیث کے لئے کوفہ میں اتنی مرتبہ آیا گیا ہوں کہ ان کا شمار نہیں کر سکتا۔ یہ عفان بن مسلم الانصاری البصری، امام بخاری اور امام احمد وغیرہ کے استاذ ہیں، یہ روایت حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ ابن المدینی فرمایا کرتے تھے کہ کسی حدیث کے ایک حرف میں بنی ان کو شک ہو جاتا تو اس کی روایت نہیں کرتے تھے (تقدمہ نصب الراية للکوثری) جس مرکز علمی سے ایسی سخت شرطوں کے ساتھ محتاط محدثین نے احادیث جمع کی ہوں اور امام بخاری ایسے جلیل القدر امام حدیث نے بھی سب سے زیادہ اسی شہر سے علمی استفادہ کیا ہو، اس شہر میں امام اعظم اور ان کے اصحاب و تلامذہ کے پاس کیسے کیسے بیش قیمت حدیثی ذخیرہ ہوں گے جن کی ساری عمریں اسی مرکز میں بسر ہوئیں۔

امام صاحب اور محدثین کی مالی سرپرستی

امام صاحب کو جماعت اہل علم کی مالی سرپرستی کا بھی ابتداء سے ہی کس قدر خیال تھا کہ بڑی بڑی رقوم جمع کرتے تاکہ محدثین و فقہاء پورے فراغ و اطمینان سے صرف تحصیل حدیث و فقہ کی طرف متوجہ رہیں، یہ ابتداء حال کا حوالہ میں نے اس لئے دیا کہ بعد کو جب امام صاحب خود ایک امام بلکہ امام الائمہ اور سید الفقہاء بنے تو اس وقت تو انہوں نے اہل علم کی وہ مالی خدمات کی ہیں کہ اس کی نظیر بھی مشکل سے ملے گی، امام صاحب کے حالات میں شائد ان کے ذکر کا موقع بھی آئے گا۔

کثرت محدثین و قلت فقہاء

ایک اہم چیز قابل لحاظ یہاں یہ بھی ہے کہ سب جانتے ہیں کہ صحابہ کے دور میں صرف محدثین تو ہزاراں ہزار تھے لیکن فقہاء صحابہ صرف چند ہی تھے جن کو آپ چاہیں تو انگلیوں پر گن لیں۔

اسی طرح آپ نے ابھی پڑھا کہ مرکز علمی کوفہ میں بھی تعداد فقہاء کی بہ نسبت محدثین کے بہت کم ہے حالانکہ حضرت علیؓ و عبداللہ ابن مسعودؓ کی وجہ سے وہ خاص طور سے فقہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقیہ کی مہم بہت شاق اور فقہ کا علم سب سے زیادہ دشوار ہے اور جن حضرات نے فقہ کو سہل و آسان قرار دیا وہ درست نہیں، پھر جن حضرات نے فقہ و حدیث دونوں میں کمال حاصل کیا ان کا مرتبہ سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

واقعہ امام احمد رحمہ اللہ

علامہ سیوطی نے ”تدریب“ میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے امام احمد کو ملامت کی کہ آپ سفیان بن عیینہ کو چھوڑ کر امام شافعی کی مجلس

میں کیوں جاتے ہیں؟ امام احمدؒ نے اس کو کیا اچھا جواب دیا، سنئے! فرمایا۔

”خاموش رہو! تم نہیں سمجھتے کہ اگر تمہیں کوئی حدیث اونچی سند سے کسی بڑے محدث کے پاس بیٹھ کر نہ ملی تو وہی حدیث کسی قدر نزول کے ساتھ دوسرے محدث سے مل جائے گی، اس سے کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا! لیکن اگر تم اس جوان (امام شافعیؒ) کی عقل و فہم سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو اس کا تذکرہ کسی دوسری جگہ سے ہرگز نہ ہو سکے گا۔“

واقعہ والد شیخ قابوس

رامہرمزی نے ”الفصل“ میں قابوس سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس کیوں جایا کرتے ہیں؟ فرمایا ”بات یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ خود رسول اکرم ﷺ کے صحابہ ان کے پاس مسائل کی تحقیق کے لئے آتے ہیں۔“ ان کے علاوہ کوفہ میں ۳۳ حضرات فقہان تابعین اور بھی ایسے موجود تھے جو صحابہ کی موجودگی میں ”ارباب فتویٰ“ سمجھے جاتے تھے، قاضی شریح کو خود حضرت علیؓ نے ”اقصى العرب“ کا خطاب مرحمت فرمایا تھا، یہ بات اور ہے کہ آگے چل کر امام اعظمؒ کے تعلقہ کے سامنے ان کے تعلقہ کا رنگ بھی پھیکا پڑ گیا تھا اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا کیونکہ قاضی شریح کی توثیق و توصیف اگر حضرت علیؓ نے فرمائی تھی تو امام اعظمؒ کے تعلقہ یا علمی و دینی بصیرت کی شہادت بطور بشارت و پیشگوئی سید الانبیاء رحمت دو عالم ﷺ نے دی تھی۔

دین و رائے

در حقیقت دین و رائے کو جمع کرنا ہی سب سے بڑا فقہا محدثین کا کمال تھا لیکن اس کمال کے لئے بہت بڑی عقل و سمجھ کی ضرورت ہے من یرد اللہ بہ خیر ایفقہ فی الدین سے اسی دین و رائے کے جمع کرنے کی استعداد و صلاحیت کی طرف اشارہ ہے۔

واقعہ سفر شام حضرت عمرؓ

حضرت عمرؓ کے سفر شام کے مشہور واقعہ کو یاد کیجئے، شام کے قریب پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہاں وباء پھیلی ہوئی ہے، رک جاتے ہیں، آگے قدم نہیں بڑھاتے، اپنے رفقاء سے شہر میں داخل ہونے نہ ہونے کے بارے میں مشورہ کرتے ہیں اور پھر قطعی فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اسی جگہ سے مدینہ طیبہ کو واپس ہو جائیں۔

گورنر شام حضرت ابو عبیدہ (جلیل القدر صحابی) متحیر ہو کر حضرت عمرؓ سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ خدا کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ جواب میں فرماتے ہیں کہ ہاں! ہم خدا کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں، پھر مثال سے سمجھایا کہ اگر ایک زمین خشک ہو اور دوسری سرسبز تو چراہا اپنے جانور اگر بجائے خشک زمین کے سرسبز زمین میں چرائے گا تو کیا تم اس کے اس عمل کو خدا کی تقدیر سے بھاگنا کہو گے؟ جس طرح وہ تقدیر سے بھاگنا نہیں، یہ بھی نہیں۔

فقیہ کا منصب

یہ حضرت عمرؓ کی اپنی فراست و فقاہت تھی، جس میں ان کا مرتبہ حضرت ابو عبیدہ جیسے ہزاروں صحابیوں سے بڑھا ہوا تھا، ایسے فیصلوں کو کسی ایک حدیث و اثر کے خلاف بظاہر سمجھا جاتا ہے یا یاد کر لیا جاسکتا ہے مگر درحقیقت ان فیصلوں کے پیچھے کتاب و سنت کی دوسری تصریحات و اشارات ہوتے ہیں، جن پر ہر ایک کی نظر نہیں جاتی، یہ صرف فقیہ ہی کا کام ہے کہ وہ تمام جوانب کو مستحضر رکھتا ہے اور حقائق و معانی سے اس کی نظر کسی وقت نہیں ہٹتی۔

ایسے ہی مواقع میں جب کبھی امام اعظمؒ کے کسی فیصلہ پر اس زمانہ کے اہل حدیث تنقید کرتے تھے تو حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارکؒ (جو امام بخاری کے کبار شیوخ میں ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ ”اس جگہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تشریح کہو“۔ یعنی جس کو تم امام کی ذاتی رائے سمجھ کر اعتراض کر رہے ہو وہ درحقیقت ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ حدیث کے معنی، مراد اور شرح یہی ہے۔

۸- ابواسحاق سبیمی

کبار تابعین سے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور بہت سے صحابہ سے جن کے نام علامہ نووی نے تہذیب الاسماء میں لکھے ہیں (احادیث سنن، بخاری نے کہا کہ ۳۰ صحابہ سے بالمشافہ روایت کرتے تھے، علی بن المدینی (استاد بخاری) کا قول ہے کہ ابواسحاق کے شیوخ الحدیث کم و بیش تین سو تھے۔

۹- سماک بن حرب

بڑے محدث اور تابعی تھے، حضرت سفیان ثوری نے کہا کہ سماک نے حدیث میں کبھی غلطی نہیں کی، خود سماک نے فرمایا کہ میں ۸۰ صحابہ

سے ملا ہوں۔

۱۰- ہشام بن عروہ

مشہور تابعی تھے، بہت سے صحابہ سے روایت کرتے تھے، بڑے بڑے ائمہ حدیث مثل سفیان ثوری، امام مالک، سفیان بن عیینہ ان کے شاگرد تھے، ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث کہا، ابوحاتم نے امام حدیث۔

بصرہ

کوفہ کے بعد امام صاحب نے بصرہ کا رخ کیا اور قتادہ سے حدیث حاصل کی جو بہت بڑے محدث اور مشہور تابعی تھے، عقود الجمان میں ہے کہ امام صاحبؒ نے شعبہ سے روایت کی اور انہوں نے اپنے سامنے ہی امام صاحب کو فتویٰ و روایت کی اجازت بھی دیدی تھی۔

۱۱- قتادہ

حضرت قتادہ نے حضرت انس بن مالکؓ، عبداللہ بن مسرجؓ، ابوالطفیل وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کی۔

۱۲- شعبہ (متوفی ۱۶۰ھ)

بڑے مرتبہ کے محدث تھے، سفیان ثوری نے ان کو فن حدیث میں امیر المؤمنین مانا ہے، امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا رواج نہ ہوتا، حضرت شعبہ امام صاحبؒ کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور عابدانہ تعریف و توصیف کیا کرتے تھے۔

ایک روز فرمایا۔ جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے، اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہؒ ہم نشین ہیں، یحییٰ بن معین سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا ابو حنیفہ کے بارے میں کیا خیال ہے، فرمایا کہ اس قدر کافی ہے کہ شعبہؒ نے ان کو حدیث و روایت کی اجازت دی، اور شعبہؒ آخر شعبہ ہی ہیں۔ (عقود الجمان)

بصرہ کے دوسرے شیوخ عبدالکریم، ابوامیہ اور عاصم بن سلیمان الاحول وغیرہ سے بھی امام صاحب نے احادیث سنیں۔

مکہ معظمہ

بصرہ کے بعد امام صاحبؒ نے بحیثیت علم حدیث کے لئے مکہ معظمہ کے شیوخ حدیث سے استفادہ کیا۔

۱۳- عطاء بن ابی رباح

مشہور تابعی اور مکہ معظمہ کے ممتاز ترین محدث تھے، اکابر صحابہ نے استفادہ علوم کیا اور درجہ اجتہاد کو پہنچے خود فرمایا کرتے تھے کہ میں دو سو اصحاب رسول اللہ ﷺ سے ملا ہوں، عطاءؓ تک زندہ رہے اور امام صاحب جب بھی مکہ معظمہ حاضر ہوتے تھے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ فرماتے تھے۔

۱۴- عکرمہ

عطاء کے علاوہ امام صاحبؒ نے مکہ معظمہ کے دوسرے محدثین سے بھی حدیث حاصل کی جن میں سے حضرت عکرمہ (شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جنہوں نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ صحابہ سے علم حدیث حاصل کیا تھا اور کم و بیش ستر مشہور تابعین تفسیر و حدیث میں ان کے شاگرد ہیں۔

مدینۃ الرسول ﷺ

مکہ معظمہ کے بعد امام صاحبؒ نے مدینہ طیبہ کا رخ کیا اور وہاں کے شیوخ سے استفادہ فرمایا، مختصر حالات ان شیوخ کے ملاحظہ کیجئے۔

۱۵- سلیمان

امام صاحبؒ نے تحصیل حدیث میں علماء و محدثین مدینہ طیبہ سے بھی استفادہ کیا جن میں سے ایک حضرت سلیمان تھے جو ام المومنین حضرت میمونہؓ کے غلام تھے اور مدینہ طیبہ کے مشہور فقہائے سبعہ میں سے تھے۔

۱۶- سالم

دوسرے حضرت سالم امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے تھے یہ بھی وہاں اس وقت علم فقہ حدیث اور مسائل شرعیہ میں مرجع عام و خاص تھے۔

شام

ملک شام کے مشہور و معروف امام حدیث و فقہ اوزاعی سے بھی امام صاحب مکہ معظمہ میں ملے ہیں اور دنوں میں علمی مذاکرات جاری رہے ہیں، حضرت عبداللہ بن مبارک (تلمیذ خاص امام اعظمؒ) کا بیان ہے کہ میں امام اوزاعی کی خدمت میں شام حاضر ہوا تو انہوں نے یہی ملاقات میں دریافت کیا کہ کوفہ میں ابو حنیفہ کون ہیں جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے، اس پر میں خاموش رہا اور امام اوزاعی کو امام صاحب کے خاص خاص مشکل استنباطی مسائل سناتا رہا اور جب پوچھتے کہ یہ کس کی تحقیق ہے تو کہتا کہ عراق کے ایک عالم ہیں وہ کہتے کہ وہ تو بڑے فقیہ معلوم ہوتے ہیں۔

ایک روز کچھ لکھے ہوئے اجزاء لے گیا جن میں امام صاحب کے ملفوظات قلم تھے اور سرنامہ پر ہی قال نعمان بن ثابت تحریر تھا، غور سے پڑھا، پھر پوچھا کہ یہ نعمان کون بزرگ ہیں؟

میں نے کہا کہ عراق کے ایک شیخ ہیں جن کی صحبت میں میں رہا ہوں، فرمایا کہ یہ بڑے پایہ کا شخص ہے، میں نے کہا کہ یہ وہی ابو حنیفہ ہیں جن کو آپ مبتدع بتلاتے تھے، امام اوزاعی کو اپنی غلطی پر افسوس ہوا اور جب حج کے لئے گئے تو امام صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان ہی مسائل ہمہ کا ذکر آیا اور امام صاحب نے اس خوبی سے تقریر فرمائی کہ امام اوزاعی حیران رہ گئے اور امام صاحب کے جانے کے بعد مجھ سے کہا کہ ”اس شخص کے کمال نے اس کو لوگوں کی نظر میں محسوس بنا دیا ہے، بے شبہ میری بدگمانی غلط تھی جس کا مجھے افسوس ہے“۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام

اوزاعی اور امام صاحب کے درمیان مذاکراتی افادہ کا تعلق رہا ہے۔

یہاں چند شیوخ کے اسماء گرامی ہم نے ذکر کر دیئے ہیں ورنہ امام صاحبؒ کے شیوخ حدیث کثیر تھے، امام ابو حفظ کبیر (تلمیذ امام محمدؒ و شیخ امام بخاری نے تو دعویٰ کیا ہے کہ امام صاحب نے کم سے کم چار ہزار اشخاص سے احادیث روایت کی ہیں صرف شیخ حماد ہی سے دو ہزار حدیث کی روایت منقول ہے۔

علامہ ذہبی نے بھی تذکرۃ الحفاظ میں شیوخ کے نام گنا کر آخر میں ”وخلق کثیر“ لکھا ہے اور حافظ ابوالحسن شافعی نے عقود الجمان میں کئی سو حضرات شیوخ کے نام بقید نسب لکھے ہیں۔

خاص بات قابل ذکر یہ بھی ہے کہ امام صاحب کے اساتذہ اکثر تابعین ہیں اور رسول اکرم ﷺ تک صرف ایک واسطہ ہے، یادہ لوگ ہیں جو مدت تک بڑے بڑے تابعین کی صحبت میں رہے تھے اور علم و فضل، دیانت و پرہیزگاری کے اعلیٰ نمونہ خیال کئے جاتے تھے، ان دو قسموں کے سوا بہت کم ہیں۔

امام اعظمؒ کے پاس ذخیرہ حدیث

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ”شرح سفر السعادت“ میں لکھا ہے کہ علماء سے منقول ہے کہ امام صاحب کے پاس بہت سے صندوق تھے جن میں احادیث مسعود کا ذخیرہ محفوظ تھا اور آپ نے تین سو تابعین سے علم حاصل کیا اور کل اساتذہ حدیث آپ کے چار ہزار تھے، جن کو کچھ لوگوں نے بحروف تہجی جمع کیا ہے، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر وغیرہ ائمہ شافعیہ نے بھی اسی تعداد کو ذکر کیا ہے، مسند خوارزمی میں بھی سیف الائمہ سائلی سے یہی تعداد نقل کی گئی ہے۔

خاص کوفہ ہی جو امام اعظم کا مولد و مسکن تھا، اس میں ایک ہزار سے زیادہ صحابہ تو طبقات ابن سعد وغیرہ میں بھی مذکور ہیں لیکن ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ قدس سرہ درس بخاری شریف میں فرمایا کرتے تھے کہ وہاں کئی ہزار صحابہ پہنچے ہیں۔

اسی لئے عفان بن مسلم نے کوفہ میں صرف چار ماہ اقامت کر کے پچاس ہزار حدیثیں لکھ لیں اور وہ بھی ایسی جو جمہور کے نزدیک مسلم و مقبول تھیں، یہ بات کوفہ کے سوا دوسری کسی جگہ کو خود ان ہی کے قول سے حاصل نہیں تھی، جیسا کہ ہم پہلے لکھ آئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تمام اکابر ائمہ و حفاظ حدیث کو طلب حدیث کے لئے کوفہ کا سفر کرنا ناگزیر ہو گیا تھا۔

رجال کی کتابیں دیکھئے تو ہزاروں راوی کوفہ ہی کے ملیں گے جن کی روایت سے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دوسری کتب صحاح بھری ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے اپنی کتب صحاح میں تعامل سلف کے ساتھ اہل کوفہ کا تعامل بھی بڑی اہمیت سے نقل کیا ہے یہاں تک کہ امام ترمذی نے احکام فقہی کا کوئی باب کم چھوڑا ہے، جہاں اعتناء کے ساتھ اہل کوفہ کا مذہب نقل نہ کیا ہو اور اہل کوفہ کو ”اعلم بمعانی الحدیث“ اور ”اہل علم“ کے خطابات سے بھی نوازا ہے۔

یہ بات اس لئے اور زیادہ اہم ہو جاتی ہے کہ امام ترمذی، امام بخاری کے شاگرد رشید ہیں، ان سے ترمذی میں نقل حدیث بھی کرتے ہیں، باوجود اس کے جب مسائل و احکام میں دوسرے ائمہ کے مذاہب نقل کرتے ہیں تو امام بخاری کا مذہب نقل نہیں کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کو مجتہد مطلق ماننے کو وہ بھی تیار نہ تھے، حالانکہ آجکل کے اہل حدیث امام بخاری کو مجتہد منوانے پر بڑا زور صرف کرتے ہیں، ہم بھی امام بخاری کو مجتہد مانتے ہیں مگر مجتہدین کے مدارج و مراتب ہیں، امام اوزاعی بھی مجتہد تھے بلکہ ان کا مذہب بھی تیسری صدی کے وسط تک معمول رہا، اسی طرح اور بھی ہوئے ہیں، مگر جو اجتہاد کا مرتبہ عالیہ ائمہ اربعہ کو حاصل ہوا وہ دوسروں کو حاصل نہ ہو سکا اور ان میں سے

بھی جو منصب عالی امام اعظم کو نصیب ہوا، دوسروں کی رسائی وہاں تک نہ ہو سکی، امام صاحب کا یہ تفوق اپنوں اور غیروں سب ہی میں تسلیم شدہ ہے اور اسکا انکار روز روشن میں آفتاب عالم تاب کا انکار ہے جن لوگوں نے ایسا کیا ہے اس کا سبب محض حسد و عداوت یا امام صاحب کے مدارک اجتہاد سے ناواقفیت ہے۔

علامہ شعرانی شافعی نے ”میزان کبریٰ“ میں حضرت سیدنا علی الخواص شافعی سے نقل کیا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مدارک اجتہاد اس قدر دقیق ہیں کہ ان کو اولیاء اللہ میں سے بھی صرف اہل کشف و مشاہدہ اچھی طرح جان سکتے ہیں۔

امام ابو حنیفہ وضو کے مستعمل پان میں گناہوں کا مشاہدہ کرتے تھے اور وضو کرنے والے کو تنبیہ فرما دیا کرتے تھے زنا، غیبت یا شرب وغیرہ سے توبہ کرے جس میں ہو جتنا ہوتا تھا۔

نیز فرمایا کہ اہل کشف وضوء کے مستعمل پانی میں گناہوں کے اثرات اس طرح مشاہدہ کرتے ہیں جس طرح تھوڑے پانی میں نجاست غلیظہ پڑی ہو یا کتا مرا ہوا سڑ رہا ہو جس کو سب لوگ ظاہر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں، اسی لئے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف، مستعمل کو مکروہ فرماتے تھے اور انہوں نے اس کی تین قسمیں کر دی ہیں، ایک مثل نجاست غلیظہ کے جب کہ مکلف نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو، دوسری مثل نجاست متوسطہ جب کہ ارتکاب صغیرہ کیا ہو، تیسری ظاہر غیر مطہر اس احتمال پر کہ اس نے کسی مکروہ کا ارتکاب کیا ہو۔

علامہ شعرانی نے فرمایا کہ میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اہل کشف و شہود میں سے تھے، انہوں نے فرمایا، ہاں یہی بات ہے امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحب امام ابو یوسف اکابر اہل کشف میں سے تھے اور اسی لئے وہ مستعمل میں کبار، صغائر اور مکروہات کو الگ الگ ممتاز حالت میں مشاہدہ کرتے تھے، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ کاملۃ تامتہ۔

غرض یہ تھا امام اعظم کا مولد و مسکن اور علمی گہوارہ جس کی آغوش میں رہ کر انہوں نے تربیت پائی اور مذکورہ صدر قسم کے اکابر کے علوم نبوت سے سیراب ہو کر انہوں نے اپنی ساری عمر خدمت حدیث و فقہ میں بسر کی۔

ظاہر ہے کہ ایسی علمی وحدثی سرزمین کا محدث اعظم اور فقیہ معظم بھی اگر کتاب وسنت کا پورا پورا قبیح نہیں ہوا تو اور کون ہو سکتا ہے، اس کے بعد امام احب کے کسی قدر تفصیلی تعارف کے لئے ہم ان کے علمی وعملی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں تاکہ ”انوار الباری“ میں زیر بحث آنے والے فقہی مسائل میں آپ کی عظمت و سیادت کی تصدیق ہو۔

وما توفیقنا الا باللہ علیہ توکلنا والیہ انیب

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ عِنْدَ الثَّرِيَاءِ لَتَأْكَلَهُ رَجُلٌ مِنْ هَؤُلَاءِ (ابن ماجه)

تذکرہ النعمان

یعنی

امام الائمہ، سراج الائمہ، حافظ مہدیت، الحجۃ البشت ربیعہ الفقہاء والمجتہدین شیخ المحدثین
فقہ الملت ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے علمی و عملی کمالات کا مرقع جمیل

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حالات امام اعظمؒ

تاریخ ولادت وغیرہ

تاریخ خطیب اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں سند صحیح سے نقل ہے کہ امام صاحب کے پوتے اسماعیل نے کہا کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان فارس کے ابناء احرار میں سے ہوں اور خدا کی قسم ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، آپ کے باپ واجد اور وضاء میں سے تھے، ان کے والد ثابت بڑے تاجر تھے، حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے ان کے خاندان کے لئے دعا فرمائی تھی۔ (تاریخ بغداد لابن جزلیہ)

۸۷ھ ہجری میں پیدا ہوئے، سند ولادت میں اختلاف ہے علامہ کوثری نے ۸۷ھ کو قرآن و دلائل سے ترجیح دی ہے۔

۸۷ھ ہجری میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث صحابی سے ملے اور حدیث سنی۔

۹۶ھ ہجری میں پھر حج کو گئے اور جو صحابہ زندہ تھے ان سے ملے۔

در مختار میں ہے کہ آپ نے بیس ۲۰ صحابہ کو دیکھا ہے۔

خلاصہ و اکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ چھبیس ۲۶ صبیہ کو دیکھا ہے۔

سکونت: امام صاحب کا وطن کوفہ حدیث کا سب سے بڑا مرکز تھا کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہ مقیم رہے، طبقات ابن سعد میں ایک ہزار سے زیادہ فقہاء کوفہ کا ذکر ہے جن میں ڈیڑھ سو صحابہ ہیں، کوفہ میں تین سو صحابہ قریباً بیعت الرضوان میں شریک ہونے والے ہی تھے اور ستر بدری تھے۔ (طبقات ابن سعد)

امام احمد نے سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے کہ احکام حج کے لئے مکہ، قاءت کے لئے مدینہ اور طہال و حرام کے مسائل کے لئے کوفہ مرکز ہیں۔ (معجم البلدان)

رسول اکرم ﷺ کے بعد علوم نبوت کے تین مرکز تھے، مکہ، مدینہ و کوفہ، مکہ کے صدر مدرس حضرت ابن عباس تھے، مدینہ کے حضرت ابن عمر اور زید بن ثابت اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ (اعلام الموقعین)

عبدالبہار بن عباس نے بیان کیا کہ میرے والد نے عطاء بن ابی رباح محدث مکہ معظمہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو فرمایا کہ تمہارا مکان کہا ہے؟ کہا کوفہ! عطاء نے فرمایا تعجب ہے تم مجھ سے مسئلہ پوچھتے ہو، مکہ والوں نے تو علم کوفہ والوں سے حاصل کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد)

کوفہ میں چار ہزار سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اور آٹھ سو سے زیادہ حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد تھے، غرض امام صاحبؒ

۱۷۱ھ تاریخ ابن خلکان ص ۶۶ ج ۲ میں ۱۶۱ھ اور ۸۷ھ دو قول نقل کئے ہیں، سند خوارزمی ص ۲۱ ج ۱۱، معجم المصنفین ص ۹ ج ۲ میں بھی ۱۶۱ھ کی روایت نقل ہے جو حافظ حدیث حسن الخلال م ۳۳۹ھ سے ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۱۱۰ ج ۳ میں ان کا مفصل تذکرہ ہے)

نے اتنے بڑے علمی مرکز میں تربیت و تعلیم حاصل کی اور علماء حرمین شریفین سے بھی برابر استفادہ فرماتے رہے، اسی لئے امام صاحبؒ کے شیوخ کی تعداد چار ہزار تک آئی ہے۔ (شرح سفر السعادت شیخ محدث ملوی و مسند خوارزمی)

حافظ ابن حجر وغیرہ محدثین سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

امام صاحبؒ کے اساتذہ میں صحابہ کے بعد اعلیٰ درجہ کے اہل علم و فضل تابعین تھے۔

امام صاحب کے بارے میں حدیثی بشارت

محدث کبیر علامہ جلال الدین سیوطی شافعیؒ نے تلخیص الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰات والتسلیمات نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں بشارت دی ہے جس حدیث میں آپؐ نے فرمایا کہ ”اگر علم ثریا پر بھی ہوگا تو کچھ لوگ ابناء فارس کے اس کو ضرور حاصل کر لیں گے۔“ (انرجا البوعین فی اہلیہ عن ابی ہریرہؓ)

شیرازی نے ”القب“ میں قیس بن سعد بن عبادہ سے ان الفاظ میں روایت کیا کہ ”اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اس کو ابناء فارس کی ایک قوم ضرور حاصل کر لے گی۔“

حدیث ابی ہریرہؓ مذکور کی اصل صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ان الفاظ سے ہے کہ ”اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لیں گے۔“

مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ”اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابناء فارس میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے بھی حاصل کر لے گا۔“

قیس بن سعد سے معجم طبرانی کبیر میں اس طرح ہے کہ ”اگر ایمان ثریا پر بھی معلق ہوگا کہ عرب اس کو نہ پہنچ سکیں تب بھی رجال فارس اس کو حاصل کر لیں گے۔“

حضرت ابن مسعودؓ سے معجم طبرانی میں اس طرح ہے کہ ”اگر دین ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اس کو کچھ لوگ ابناء فارس میں سے ضرور حاصل کر لیں گے۔“

یہ سب تفصیل علامہ سیوطیؒ نے ذکر کر کے تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث اصل کے اعتبار سے صحیح ہے، بشارت و فضیلت کے باب میں معتمد ہے اور اس کے ہوتے ہوئے امام صاحب کی منقبت میں کسی غیر معتمد حدیث کی ضرورت نہیں، جس طرح امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے بارے میں بھی دو حدیثیں بشارت و فضیلت کے طور پر ائمہ نے ذکر کی ہیں اور کافی ہیں۔

امام صاحب تابعی تھے

علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ نے شرح مشکوٰۃ شریف میں تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے آٹھ صحابہ کا زمانہ پایا ہے اور حضرت انس بن مالکؓ وہ صحابی ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی تہذیب التہذیب ص ۴۳۹ ج ۱۰ میں تصریح کی ہے کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو دیکھا ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ کو جب وہ کوفہ میں تشریف لائے تو امام صاحبؒ نے ان کو کئی بار دیکھا ہے

نواب صدیق حسن خان صاحب پیشوائے غیر مقلدین نے باوجود تعصب و مخالفت کے ”التاج المکمل“ میں روایت حضرت انسؓ کا اقرار کیا ہے اور خطیب کی تاریخ بغداد سے اس کو نقل کیا۔

غرض حافظ ذہبی، امام نووی، ابن سعد، خطیب بغدادی، دارقطنی، حافظ ابن حجر، ابن الجوزی، حافظ جلال الدین سیوطی، حافظ ابن حجر مکی، حافظ زین عراقی، حافظ سخاوی، ابن مقرئ شافعی، امام یافعی، امام جزری، البوعین اصغری، ابن عبد البر، سمعانی، عبد الغنی مقدسی، سبط ابن

الجوزی، فضل اللہ تورشتی، دلی عراقی، ابن الوزیر، حافظ بدر الدین عینی، قسطلانی وغیرہ محدثین کبار نے روایت انس کو تسلیم کیا ہے۔
جو حدیث صحیح کے مطابق اور محققین محدثین کے اصول پر بھی تابعی ہونے کے لئے کافی ہے۔

اسی لئے حافظ ذہبی نے امام صاحب کو تذکرۃ الحفاظ میں طبقہ خامسہ میں ذکر کیا ہے اور تقریب میں طبقہ سادسہ میں ذکر کرنے کو لغزش قلم قرار دیا گیا ہے۔

تاریخ خطیب ص ۳۰۸ ج ۴ میں ایک قول دارقطنی کی طرف بروایت حمزہ سہمی یہ بھی منسوب کیا گیا کہ جب دارقطنی سے دریافت کیا گیا کہ امام صاحب کا سماع حضرت انسؓ سے صحیح ہے یا نہیں؟ تو کہا کہ ”نہیں اور نہ روایت ہی صحیح ہے“ حالانکہ دارقطنی نے کہا یہ تھا کہ ”نہیں مگر روایت صحیح ہے۔“
شاطر حسین نے لا الا رؤیة کولاً ولا رؤیة بنادیا، چنانچہ امام سیوطی کی ”تبیض الصغیفہ“ میں حمزہ سہمی سے ہی دارقطنی کا جواب تفصیل سے نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو یقیناً اپنی آنکھوں سے دیکھا مگر روایت نہیں سنی۔

علامہ ابوالقاسم بن ابی العوام نے اپنی کتاب ”فضائل ابی حنیفہ واصحابہ“ میں بڑی تفصیل سے امام صاحب کے معاصرین صحابہ کا تذکرہ کیا ہے، مکتبہ ظاہری دمشق میں یہ کتاب موجود ہے (ذکرہ العلامة الکوثری فی تانیب الخطیب ص ۱۵)
اس کے علاوہ مسند حنفی میں ایک روایت بھی امام صاحب کی حضرت انسؓ سے روایت کی گئی ہے یعنی ”الذال علی الخیر کفاعله“ اور یہ حدیث مسند بزار میں بھی حضرت ابن مسعودؓ اور انسؓ سے مروی ہے اور ابن ابی الدنیا نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے۔

نیز حافظ موفق نے مناقب الامام میں اپنی مسند سے بھی امام ابو یوسف کے واسطے سے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے سنا کہ ”رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، الذال علی الخیر کفاعله واللہ بحب اعلیٰ اللہفان (یعنی جو شخص نیکی کا راستہ بتلاے وہ بھی نیکی کرنے والے کے برابر اجر و ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ مظلوم و مصیبت زدہ کی فریاد رسی کو پسند فرماتے ہیں)“، جامع بیان العلم لابن عبدالبراء، فتح المغیث للسخاوی سے بھی امام صاحب کی روایت میں وحدان کا ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح امام موفق نے کئی روایات امام ابو یوسفؒ وغیرہ کے واسطے سے حضرت انسؓ سے امام صاحب کی زبانی نقل کی ہیں اس سے مخالفین معاندین کی یہ بات بھی رد ہوگئی کہ اگر امام صاحبؒ کی روایت کسی صحابی سے ثابت ہوتی تو آپ کے اصحاب ضرور اس کو روایت کرتے، ملاحظہ کر لیجئے کہ ایک امام ابو یوسف ہی سے کتنی روایات منقول ہیں۔ (مسند امام اعظمؒ میں چھ وحدان ملتی ہیں)۔

واضح ہو کہ حدیث میں طوبیٰ لمن رانی و آمن بسی و طوبیٰ لمن رانی و آمنی واروہ جس سے ایمان کے ساتھ محض روایت پر صحت اور اسی طرح محض روایت پر طابعت کا ثبوت واضح ہے، اسی لئے جمہور محدثین نے روایت کے ساتھ روایت وغیرہ کی شرط نہیں لگائی ہے، امام بزار نے مقدمہ مناقب الامام میں اس پر بحث کی ہے وہ دیکھ لی جائے۔

اور ہدیۃ المہدی جلد دوم میں مولانا وحید الزماں صاحب حیدرآبادی پیشوائے غیر مقلدین نے لکھا ہے کہ ”تابعی وہ ہے جو کسی صحابی سے حالت ایمان میں ملا ہو“ لہذا ابو حنیفہؒ بھی اس لحاظ سے تابعین میں سے ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت انسؓ صحابی کو دیکھا ہے، جس کو ابن سعد نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح فتاویٰ حافظ ابن حجر میں بھی تصریح ہے کہ ”امام صاحب نے ایک جماعت صحابہ کو پایا جو کوفہ میں تھے لہذا وہ طبقہ تابعین میں سے تھے اور یہ فضیلت کسی کو آپ کے معاصر ائمہ اصحاب میں سے حاصل نہ ہوئی، مثلاً امام شام اوزاعی، امام بصرہ ہرودجماد، امام کوفہ سفیان ثوری، امام مدینہ امام مالک اور امام مصر لیث بن سعد“ (یعنی ان سب جلیل القدر ائمہ اصحاب کو شرف تابعیت حاصل نہ ہوا جو امام صاحبؒ کو حاصل ہوا)۔

۱۰ یعنی ایسی احادیث جن میں امام صاحب نے براہ راست صحابہ سے سنا اور روایت کیا ہے نیز ملاحظہ ہوں جامع المسانید مناقب کی، تبیض الصغیفہ للسیوطی۔

حافظ ابن حجر شافعی کا یہ نقل رکے علامہ ابن حجر مکی شافعی نے ”الخیرات الحسان“ میں لکھا کہ امام صاحب اجلۃ تابعین میں سے تھے جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ.

یہاں اس امر کی صراحت بھی نہ لبا ہے محل نہ ہوگی کہ امام اعظم امام مالک سے کم از کم پندرہ سال بڑے تھے کیونکہ امام صاحب ۸۰ھ میں پیدا ہوئے (اگرچہ اقوال اس سے قبل پیدائش کے بھی ہیں، اور امام مالک ۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔

گویا امام صاحب کا زمانہ امام مالک سے بہت مقدم ہے پھر بھی صاحب مشکوٰۃ شیخ ولی الدین خطیب نے ”اکمال فی اسماء الرجال“ کے باب ثانی میں ائمہ متبوعین کا تذکرہ کیا تو امام مالک کو سب سے پہلے ذکر کیا اور یہ بھی لکھا کہ ہم نے امام مالک کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا ہے کہ وہ زمانہ اور مرتبہ کے اعتبار سے مقدم ہیں۔

ملاحظہ کیجئے کہ امام اعظم کو صاحب مشکوٰۃ نے امام مالک سے عمر اور مرتبہ دونوں میں کم قرار دیا، یہ ایسے ایسے جلیل القدر محدثین کا امام صاحب کے ساتھ انصاف ہے۔

زمانہ کے تقدم و تاخر کو تو ناظرین خود ہی دیکھ لیں کہ پیدائش میں بھی امام صاحب مقدم ہیں اور پھر وفات میں بھی کہ امام صاحب کی وفات ۱۵۰ھ میں ہو جاتی ہے اور امام مالک کی ۱۹۹ھ میں ہوئی۔

اس کے بعد مرتبہ کو دیکھئے کہ حافظ ابن حجر شافعی کی تصریح ابھی آپ پڑھ چکے کہ امام صاحب تابعی تھے اور آپ کے معاصرین حتیٰ کہ امام مالک بھی تابعی نہیں تھے تو مرتبہ تابعی کا بڑا ہے یا تبع تابعین کا۔

پھر امام مالک کو علامہ ابن حجر مکی شافعی نے امام اعظم کے تلامذہ میں شمار کیا ہے، ملاحظہ ہوا الخیرات الحسان ص ۶ تو مرتبہ استاد کا زیادہ ہے یا شاگرد کا، امام صاحب امام مالک کی روایت حدیث پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور امام صاحب کی روایت امام مالک سے مشکوک ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں ہے اور دارقطنی نے جو روایتیں ذکر کی ہیں ان میں کلام ہے کیونکہ وہ بطور مذاکرہ تھیں، بطور تحدیث یا بقصد روایت نہ تھیں۔

علامہ کوثری نے اپنی بے نظیر محققانہ تصنیف ”الحقائق الحق بإبطال الباطل فی مغیث الخلق“ (جو امام الحرمین شافعی کے رد میں لکھی) کے آخر میں ۶ صفحہ کا ایک رسالہ بنام ”اقوام المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک“ ملحق کیا ہے جس میں اپنی حسب مادۃ تحقیق و تدقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

اس سے بھی امام مالک کا تلمذ ثابت ہے، امام صاحب جب کبھی مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے تو امام مالک ان سے علمی مذاکرات کرتے تھے، بعض اوقات پوری پوری رات مذاکرے میں گزر جاتی تھی، ایک دفعہ طویل مذاکرہ کے بعد اٹھ کر اپنے حلقہ تلامذہ میں امام مالک آئے تو پسینہ میں تر تھے، کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کے ساتھ بحث کرتے کرتے مجھ کو اس قدر پسینہ آ گیا ہے (اور اس سے تعجب کیا ہے؟ بے شک وہ بہت بڑے فقیہ ہیں) (یعنی ان کے قوی دلائل سے مجھ کو اس قدر متاثر ہونا چاہئے)۔

ایک بار کسی نے امام صاحب کا حال دریافت کیا تو فرمایا کہ ”سبحان اللہ! ان کا کیا کہنا وہ اگر لکڑی کے ستون کے بارے میں دعویٰ کر بیٹھتے کہ یہ سونے کا ہے تو اس کو بھی دلائل کی قوت سے ثابت کر دیتے۔“

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ امام مالک امام اعظم کی کتابوں کی کھوج میں رہتے تھے اور بڑی کوشش سے حاصل کر کے مطالعہ کرتے اور

مستفید ہوتے تھے، یہ بھی منقول ہے کہ ساٹھ ہزار مسائل امام صاحب کے ان کو پہنچے اور خود امام مالک کا تالیفی دور امام صاحب کی وفات کے بعد شروع ہوا ہے، اس لئے ان سے امام صاحب کے مستفید ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شاید صاحب مشکوٰۃ کے نظریہ مذکورہ بالا کے تتبع میں ہی بعض غیر مقلدین نے مزید ترقی کرے یہ بھی دعویٰ کر دیا کہ امام اعظمؒ نہ صرف امام مالک کے شاگرد تھے بلکہ تلمیذ التلمیذ تھے، یعنی ایک مرتبہ اور نیچے گرا دیا اور اس کا ثبوت بھی فراہم کیا جس کی پوری سرگزشت مولانا امیر علی صاحب (تلمیذ خاص مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی) محشی تقریب التہذیب نے تذنیب کے ص ۵ پر لکھی ہے، مزید بصیرت کے لئے دیدہ عبرت کشا سے اس کو بھی پڑھتے چلئے!

”بعض اہل حدیث نے جن کے پاس حدیث کا صرف اتنا علم ہوتا ہے کہ اس سے اپنی متعصبانہ ذہنیت کا مظاہرہ کر سکیں لکھ دیا ہے کہ ”امام ابو حنیفہ نے ابو الولید طیلیسی سے اور انہوں نے امام مالک سے روایت کی ہے لہذا امام صاحب امام مالک کے شاگرد کے شاگرد ہونے لیکن حنفیہ کو تعصب نے اندھا کر دیا ہے اس لئے وہ ان کے تلمذ کو تسلیم نہیں کرتے“ حارکہ یہ بات سراسر غلط ہے کیونکہ یہ ابو الولید طیلیسی سے روایت کرنے والے ابو حنیفہ نہیں ہے بلکہ ابو الخنیفہ ہیں، لہذا تعصب سے اندھا ہونے کی بات ایسے کم علم اہل حدیث پر ہی الٹی پڑتی ہے، نعوذ باللہ من شر العصبیۃ۔“

راقم الحروف کے سامنے اس وقت صاحب مشکوٰۃ کی ”اکمال“ مذکور کھلی ہوئی ہے، حاشا وکلا ان کی جلالت قدر سے یا ان کی بیش بہا اور گرانقدر کتاب مستطاب ”مشکوٰۃ شریف“ کی عظمت و افادیت سے سرمو انحراف و انکار نہیں مگر چونکہ یہ ہمارے درسی سلسلہ کی اہم کتاب ہے اس لئے بنظر افادہ طلبہ علم دو تین باتیں اور بھی لکھتا ہوں۔

ص ۶۲۳ پر امام مالک کا ذکر مبارک دو کالم میں کرنے کے بعد امام صاحب کا ذکر خیر بھی ایک کالم میں کیا ہے، تحریر فرمایا کہ ”امام صاحب نے چار صحابہ کا زمانہ پایا، حضرت انسؓ وغیرہ کا مگر نہ کسی صحابی سے ملے اور نہ کسی سے روایت کی“ پھر امام صاحب سے روایت کرنے والوں میں امام مالک کا کچھ ذکر نہیں، خلیفہ منصور نے ان کو کوفہ سے بغداد منتقل کر دیا تھا جہاں وہ مقیم ہوئے اور وفات پائی۔

ابن ہبیرہ نے کوفہ کی قضا قبول نہ کرنے پر کوزوں کی سزا دی، پھر کچھ حضرات کے اقوال امام صاحب کی منقبت میں ذکر کئے ہیں، امام صاحب کی درسی، افتائی اور بے نظیر علمی کارنامہ تدوین فقہ وغیرہ مہمات کا کوئی ذکر فکر نہیں، اور بس۔

ان کے بعد امام شافعیؒ کا ذکر مبارک تقریباً چار کالم میں ہے، اس میں امام محمدؒ کی خدمت میں رہنا، تلمذ، ان سے غیر معمولی استفادہ اور اس سلسلہ کی چیزیں جن کو امام شافعیؒ نے خود بڑی اہمیت سے بیان کیا ہے وہ سب ان کے تذکرہ میں سے حذف ہو گئیں، البتہ امام مالک کے تلمذ کا ذکر اچھی تفصیل سے فرمایا ہے۔

پھر لکھا ہے کہ ان کے فضائل کا شمار نہیں ہو سکتا وہ دنیا کے امام تھے، مشرق و مغرب کے عالم تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ علوم و مناخر عطا کئے تھے جو ان سے پہلے اور ان کے بعد کسی امام کے لئے جمع نہیں کئے اور ان کا ذکر دنیا میں اس قدر پھیل کہ کسی کا ذکر اتنا نہیں پھیلا وغیرہ اس کے بعد امام احمدؒ، امام بخاریؒ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ وغیرہ کے تذکرے ہیں۔

علم: حضرت حماد کے حلقہ درس میں ان کے سوا کوئی اور استاد کے سامنے نہ بیٹھتا تھا، دس برس ان کی خدمت میں رہے تھے کہ ایک دفعہ اپنی جگہ بٹھا کر حماد باہر گئے، امام صاحب لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے رہے، جن میں وہ مسائل بھی آئے جو استاد سے نہ سنے تھے۔

استاد کی واپسی پر وہ سب مسائل ان کی خدمت میں پیش کئے جن کی تعداد ساٹھ ۶۰ تھی، استاد نے چالیس ۴۰ سے اتفاق کیا، بیس ۲۰ سے اختلاف، امام صاحب نے قسم کھائی کہ ساری عمر حاضر رہوں گا، چنانچہ استاد کی وفات تک ساتھ رہے، کل زمانہ رفاقت اٹھارہ سال ہوا۔

حضرت حماد کے صاحبزادے اسماعیل نے بیان کیا کہ ایک بار والد سفر میں گئے اور کچھ دن باہر رہے واپسی پر میں نے پوچھا، ابا جان آپ کو

سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا؟ فرمایا ابو حنیفہؒ کہ دیکھنے کا اگر یہ ہو سکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرے سے نہ اٹھاؤں تو یہی کرتا۔ عبادت و ورع: حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر پوچھا کہ کوفہ والوں میں سب سے زیادہ پر سکون ہے؟ لوگوں نے کہا ابو حنیفہؒ ان ہی کا یہ بھی قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہؒ سے زیادہ کوئی پار سانس نہیں دیکھا حالانکہ دروں سے، مال و دولت سے ان کی آزمائش کی گئی۔ سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ ہمارے وقت میں کوئی آدمی مکہ میں ابو حنیفہؒ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔ ابو مطیع کا قول ہے کہ میں قیام مکہ کے زمانہ میں رات کی جس ساعت میں طواف کو گیا، ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کو طواف میں مصروف پایا۔ ابو عاصم کا قول ہے کہ کثرت نماز کی وجہ سے ابو حنیفہؒ کو لوگ ”میخ“ کہنے لگے تھے۔

شب بیداری و قرآن خوانی

یحییٰ بن ایوب الزاہد کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہؒ رات کو نہیں سوتے تھے۔ اسد بن عمرو کا قول ہے کہ ابو حنیفہؒ شب کی نماز میں ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے اور یہ بھی کہا کہ جس مقام پر وفات ہوئی ہے وہاں امام صاحبؒ نے سات ہزار قرآن مجید ختم کئے تھے۔ ابوالجوریہ کا قول ہے کہ میں حماد بن ابی سلیمان، محارب بن دثار، علقمہ بن مریم، عون بن عبداللہ اور امام ابو حنیفہؒ کی صحبت میں رہا ہوں میں نے ان سب میں کسی کو ابو حنیفہؒ سے بہتر شب گزار نہیں پایا، مہینوں ان کی صحبت میں رہا لیکن ایک رات بھی ان کو پہلو لگاتے نہیں دیکھا۔ مسعر بن کدام نے بیان کیا کہ میں ایک رات مسجد میں گیا تو کسی کے قرآن مجید پڑھنے کی دلکش آواز سنی جو دل میں اتر گئی، وہ پڑھتے ہی رہے یہاں تک کہ پورا کلام مجید ایک رکعت میں ختم کر دیا میں نے دیکھا تو وہ ابو حنیفہؒ تھے۔ خارجہ بن مصعب کا قول ہے کہ خانہ کعبہ میں چار اماموں نے پورا قرآن پڑھا ہے، حضرت عثمانؓ، تمیم داریؒ، سعید بن جبیرؒ اور امام ابو حنیفہؒ۔ قاسم بن معن کا بیان ہے کہ ایک رات امام ابو حنیفہؒ نے نماز میں یہ آیت پڑھی بل الساعة موعدهم والساعة ادهی و امر تمام رات اس کو دہراتے رہے اور شکستہ دلی سے روتے رہے۔

جود و سخاوت اور امداد مستحقین

ہر شخص کی التجا و آرزو پوری کرتے تھے سب کے ساتھ احسان کرتے، مال تجارت بغداد بھیجتے اس کی قیمت کا مال کوفہ منگواتے، سالانہ منافع جمع کر کے شیوخ محدثین کے لئے ضرورت کی اشیاء خریدتے، خوراک، لباس وغیرہ جملہ ضروریات کا انتظام کرتے اور نقد بھی دیتے۔ امام ابو یوسف کا قول ہے کہ امام صاحبؒ ہر سائل کی حاجت پوری کرتے تھے، دربار کے عطیوں سے ہمیشہ بچتے رہے، خلیفہ منصور نے ان کو ایک مرتبہ تیس ہزار روپے بھیجے انہوں نے خلاف مصلحت سمجھ کر کہا کہ میں بغداد میں غریب الوطن ہوں اجازت دیجئے کہ یہ رقم خزانہ شاہی میں ہی میرے نام سے جمع ہوتی رہے، منصور نے منظور کیا۔ مدد و فاقات منصور نے سنا کہ اس حیلہ سے احتراز کیا ہے اور یہ بھی سنا کہ امام صاحبؒ کے پاس لوگوں کی امانتیں پچاس ہزار روپے کی تھیں جو بعد وفات بکسہ واپس کر دی گئیں، تو کہا کہ ابو حنیفہؒ میرے ساتھ چال چل گئے، امانت داری مسلم تھی، وکیع کا قول ہے کہ ”واللہ ابو حنیفہؒ بڑے امین تھے، اللہ کی جلالت و کبریائی ان کے دل میں بھری ہوئی تھی“ اور کہا کہ امام صاحبؒ جب اپنے بال بچوں کے لئے کپڑے بناتے تو ان کی قیمت کے برابر صدقہ کر دیتے اور جب خود دنیا کپڑا پہنتے تو اس کی قیمت کے برابر شیوخ علماء کے لئے لباس تیار کراتے، جب کھانا سامنے آتا تو اول اپنی خوراک کے مقدار سے دگنا نکال کر کسی محتاج کو دے دیتے۔

وفور عقل وزیر کی اور باریک نظری

یہ عنوان خطیب نے مستقل قائم کیا ہے اور ہم اس سلسلے میں دو جین امام اعظم کے اقوال کے ضمن میں ثبوت پیش کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام صاحب کے اساتذہ محدثین

حافظ ابن حجر کی شافعی نے الخیرات الحسان میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے چار ہزار اساتذہ سے حدیث حاصل کی، امام سیوطی نے تمییز الصحیفہ میں اور امام موفق اور امام کردری نے مناقب میں امام صاحب کے بہت سے شیوخ و اساتذہ کے نام لکھے ہیں، واضح ہو کہ امام صاحب کے اساتذہ میں سے اکثر تابعین اور صحابہ کے شاگرد ہیں جن کی روایتیں کثرت سے صحاح ستہ میں موجود ہیں اور جن کی روایات بعض محدثین نے نہیں لیں وہ یا تو بعد زمانہ کے سبب ان کی عدم معرفت کی وجہ سے ہو، یا مخالفوں، حاسدوں کی افتراء پر دازیوں کے باعث کسی غلط فہمی کی وجہ سے۔

اور چونکہ تحقیق حال کی سعی نہیں کی اس لئے ان کو اپنے اساتذہ کے سلسلہ میں نہیں لیا مثلاً امام بخاری کے بعض اساتذہ ایسے بھی ہیں کہ امام مسلم وغیرہ نے ان میں کلام کر کے ان کی روایات کو داخل صحاح نہیں کیا اور بخاری کے نزدیک وہ سچے تھے، اس لئے ان کو استاد بنالیا، امام صاحب نے بھی اپنے سب اساتذہ کو ذاتی تحقیق حال کے بعد استاد بنایا تھا اس لئے ان میں کسی کلام کی گنجائش نہیں۔

الحاصل امام صاحب کو جتنی روایات ان کے شیوخ سے پہنچیں، ان کی صحت میں کلام نہیں اور اگر کسی روایت میں متاخرین کو کلام ہو تو بمقابلہ تقدم زمان و قلت وسائل و جلالت شان امام صاحب و دیگر قرآن قابل اعتبار نہیں۔

امام صاحب کا تفوق حدیث دوسرے اکابر علماء کی نظر میں

یزید بن ہارون: میں نے علماء سے سنا ہے کہ ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں ان کا نظیر تلاش کیا گیا مگر نہ ملا اور کہا کرتے تھے کہ امام صاحب اعظم الناس ہیں، حفظ المحدثین۔ (مناقب موفق و ذیلہ بیات ص ۴۳۷)

ابو بکر بن عیاش: ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ کے لوگوں میں افضل تھے۔

ابو یحییٰ حمالی: میں نے ابو حنیفہؒ سے بہتر شخص کبھی نہیں دیکھا، (مناقب موفق) ایک روز شریک اپنی بیٹی سے کہہ کر قریش کی ایک قوم آئی اور ابو حنیفہؒ کا ذکر کر کے کہ پوچھا کہ آپ کا کیا حال تھا؟ کہا وہ ایک اجنبی شخص تھے مگر ہم سب پر غالب آ گئے۔ (کردری، موفق، انتصار)

خارجہ بن مصعب: میں ایک ہزار سے زیادہ علماء سے ملا ہوں مگر علم و عقل میں میں نے کسی کو ابو حنیفہؒ کا نظیر نہیں پایا (علم سے مراد اس دور میں اکثر علم حدیث ہی ہوتا تھا) ان کے روبرو آتے ہی ان کے علم، زہد، ورع اور تقویٰ کی وجہ سے آدمی کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ اپنے نفس کو حقیر سمجھ کر متواضع ہو جاتا تھا۔ (موفق، کردری و انتصار)

عبداللہ بن مبارک: کسی نے امام صاحبؒ کا ذکر بے ادبی سے کیا تو فرمایا ”تمام علماء میں سے ایک تو ابو حنیفہؒ کا مثل پیش کرو، ورنہ ہمارا پیچھا چھوڑو اور ہم کو عذاب میں مت ڈالو، میں ان کی مجلس میں اکابر کو دیکھتا کہ صغیر معلوم ہوتے، ان کی مجلس میں اپنے آپ کو جس قدر ذلیل پاتا تھا اور کسی مجلس میں نہیں پایا تھا، اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ افراط کی نسبت میری طرف کی جائے گی تو امام ابو حنیفہؒ پر کسی کو مقدم نہ کرتا۔ (موفق انتصار)

سفیان ثوری: ابو حنیفہؒ کی مخالفت ایسا شخص کر سکتا ہے جو ان سے قدر اور علم میں بڑا ہو اور ایسا شخص کون ہے (افسوس ہے کہ بعد کے دور میں ان سے کم مرتبہ لوگوں نے مخالفت کی)

سفیان بن عیینہ: عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانہ کے عالم تھے ان کے بعد قسعی اپنے زمانہ کے عالم ہوئے ان کے بعد ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ کے عالم

ہوئے، یعنی ان قرونِ ثلاثہ میں بہ ایک اپنے دور میں بے مثال تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ کا مثل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ (خیرات حسان)
 مسیب بن شریک: اگر تم مشہوروں کے لوگ اپنے اپنے علماء کو لائیں اور ہم ابو حنیفہ کو پیش کریں تو وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ (کردری)
 خلف بن ایوب: امام صاحب کے زمانہ میں ان سے بڑھا ہوا علم میں کوئی نہ تھا۔ (کردری)

ابو معاذ خالد بن سلیمان بنی: ابو حنیفہ سے فضل شخص میں نے نہیں دیکھا۔ (موفق و کردری)

عبدالرحمن بن مہدی: ابو حنیفہ علماء کے قاضی، لفظ ہیں (یعنی ان کے فیصلہ کو کوئی توڑ نہیں سکتا)۔ (موفق، انصار، کردری)

مکی بن ابراہیم: امام ابو حنیفہ اپنے زمانے سے ۷۰۰ میں اہم تھے یعنی علم میں سب سے زیادہ تھے، حالانکہ امام صاحب کے زمانہ کے علم میں امام مالک، اوزاعی، سفیان ثوری، مسعر اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ صد ہا محدثین تھے جن کے شاگردوں میں اصحاب صحاح ستہ کے معتمد اساتذہ تھے۔ (تبلیغ الصحیفہ و خیرات حسان)

یہ مکی بن ابراہیم حدیث و فقہ میں امام صاحب کے شاگرد اور امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ) امام بخاری ان کی شاگردی پر جس قدر ناز کریں کم ہے کہ صحیح بخاری کو جو ۲۲ مائیات کا فخر حاصل ہے ان میں سے ۱۱ حدیث ان ہی کے طفیل سے ملیں اور باقی میں سے بھی ۹ مائیات حنفی روایت سے ہیں اور ۲ غیر حنفی روایت سے ہیں۔

شہاد بن حکیم: امام ابو حنیفہ سے زیادہ علم والا اہم نے نہیں دیکھا۔ (تبلیغ الصحیفہ) فرمایا کہ نوح بن مریم جب کوئی روایت سلف سے بیان کرتے تو اس کے آخر میں امام صاحب کا قول ضرور بیان کرتے اور کہتے کہ جس طرح امام صاحب نے اس کی تفسیر و تشریح کی ہے کسی نے نہیں کی۔ (کردری)
 امام مالک: امام شافعی نے امام مالک سے کئی محدثین کا حال دریافت کر کے امام ابو حنیفہ کا حال دریافت کیا تو فرمایا ”سبحان اللہ! وہ عجیب شخص تھے، ان کا مثل میں نے نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان)

معروف بن حسان: میں نے جن علماء کو دیکھا اور برتا ان میں ابو حنیفہ کا مثل علم، فقہ، ورع اور صیانت نفس میں نہیں دیکھا۔ (موفق، انصار، کردری)
 یوسف بن خالد اسلمی: امام ابو حنیفہ دریائے بے پایاں تھے، ان کی عجیب شان تھی میں نے ان کا مثل دیکھا نہ سنا۔ (موفق، انصار، کردری)
 قاضی ابن ابی لیلیٰ: امام ابو یوسف سے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کو مت چھوڑنا فقہ اور علم میں ان کا مثل نہیں ہے۔ (موفق و انصار)

سعید بن ابی غروبہ: کئی مسائل میں امام صاحب سے گفتگو کی، آخر میں کہا ہم نے جو متفرق اور مختلف مقامات سے حاصل کیا تھا وہ سب آپ کے پاس مجتمع ہے (یعنی جو حدیثیں انہوں نے خلق کثیر سے بہ تصریح ذہبی حاصل کی تھیں وہ سب امام صاحب کے پاس جمع تھیں)۔ (انصار و کردری)
 خلف بن ایوب: امام ابو حنیفہ ایک نادر الوجود شخص ہیں۔ (موفق، انصار) علم خدا کی طرف سے محمد ﷺ کے پاس آیا پھر صحابہ میں تقسیم ہوا، پھر تابعین میں، ان کے بعد ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب میں آیا۔ (تبلیغ الصحیفہ)

بحر سقا: میں امام ابو حنیفہ سے علمی مسائل میں بحث کیا کرتا تھا، ایک روز انہوں نے کہا کہ تم اپنے نام کی طرح بحر ہو، میں نے کہا کہ اگر میں بحر ہوں تو آپ بحور ہیں۔ (موفق، انصار، کردری)

حسن بن زیاد لولوی: امام ابو حنیفہ ایک دریائے بے پایاں تھے ان کے علم کی انتہا ہمیں معلوم نہ ہو سکی۔ (موفق، انصار)

اسرائیل بن یونس: اس زمانہ میں لوگ جن چیزوں کے محتاج ہیں امام صاحب ان کو سب سے زیادہ جانتے تھے۔ (کردری) جس حدیث میں فقہ کا کوئی مسئلہ ہو اس کو امام ابو حنیفہ خوب یاد رکھتے تھے۔ (تبلیغ الصحیفہ)

یہ اسرائیل وہ ہیں کہ تہذیب و تہذیب میں حافظ ابن حجر نے کہا کہ خلق کثیر سے حدیث سنی اور ان کے حافظہ پر امام احمد تعجب کیا کرتے تھے، ظاہر ہے لوگوں کو فقہ و حدیث دونوں ہی کی شدید ضرورت تھی تو گویا امام صاحب کو دونوں میں امام تسلیم کیا، چنانچہ یہی بات اعمش کہہ

کرتے تھے کہ آپ فقہ وحدیث دونوں کو خوب جانتے ہیں۔

حفص بن غیاث: امام ابوحنیفہؒ جیسا عالم ان احادیث کا میں نے نہیں دیکھا جو احکام میں مفید و صحیح ہوں۔ (کردری)

ابو علقمہ: میں نے بہت سی حدیثیں جو اساتذہ سے سنی تھیں امام ابوحنیفہؒ پر پیش کیں انہوں نے ہر ایک کا ضروری حال بیان کر دیا کہ فلاں لینے کے قابل ہے اور فلاں نہیں، اب مجھے افسوس آتا ہے کہ کل حدیثیں ان کو کیوں نہ سنائیں۔ (موفق، کردری و انتصار) معلوم ہوا کہ امام صاحب حدیث میں بھی امام تھے اور اسی لئے محدثین ابو داؤد وغیرہ نے آپ کو امام ہی کے لفظ سے سراہا ہے۔

ابراہیم بن طہمان: امام ابوحنیفہؒ ہر بات کے امام ہیں۔ (کردری)

ابو امیہ: ان سے پوچھا گیا کہ عراق سے جو علماء آپ کے پاس آئے ان میں افتہ کون ہے؟ کہا ابوحنیفہؒ اور وہی امام ہیں۔ (کردری)

ابن مبارک: فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ امام اعظم کی نسبت یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ وہ حدیث نہیں جانتے۔ (کردری)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام اعظم کا لقب بھی امام صاحب کو "امیر المومنین فی الحدیث" ابن مبارک نے ہی دیا تھا جس کی اتباع سب محدثین کو کرنی چاہئے، چنانچہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کے ترجمہ کی ابتداء الامام الاعظم ہی کے لفظ سے کی ہے۔

امام ابویٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوری: اپنی کتاب مناقب "ابی حنیفہ" میں یحییٰ بن نصر بن حاجب سے نقل کیا ہے کہ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس کئی صندوق حدیثوں کے ہیں ان میں سے بوقت ضرورت انتفاع کے لئے نکالتا ہوں۔ (موفق، انتصار، کردری)

اور کشف بزدلی میں بھی روایت موجود ہے، آپ نے روایت حدیث کا کام تو رعا اور بوجہ اشتغال فقہ نہیں کیا لیکن تدوین فقہ کی مجلس میں آپ سب سے فرما دیا کرتے تھے کہ اپنے اپنے پاس جو آثار و احادیث ہوں بیان کرو، وہ سب پیش کرتے تو آپ آخر میں اپنی صدارتی تقریر میں اپنے پاس کی احادیث پیش کرتے تھے، جس طرح صدیق اکبرؓ نے روایت سے اجتناب کیا مگر ضرورت کے خاص مواقع میں جب دوسروں کے پاس روایت نہ ہوتی تو آپ پیش کر دیا کرتے تھے۔

غرض بلاشبہ ضرورت یہ دونوں روایت نہ کرتے تھے، اسی لئے صدیق اکبرؓ کی مرویات بھی بہت کم ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ سب صحابہ سے زیادہ آپ ہی کو حاصل تھی اور سب سے زیادہ روایت بھی کر سکتے تھے، کیا کوئی کی روایت کی بنا پر کہہ سکتا ہے کہ ان کے پاس احادیث کم تھیں، امام صاحبؒ نے بھی چار ہزار تابعین و تبع تابعین محدثین کبار سے حدیثیں حاصل کیں، پھر آپ کے مخصوص و ممتاز کمالات کی وجہ سے سینکڑوں بڑے بڑے محدثین آپ کے پاس جمع ہو گئے تھے اور جب کوئی نیا عالم کو فہ آتا تو اپنے تلامذہ کو بھیجتے تھے کہ کوئی نئی حدیث ان کے پاس ہو تو لاؤ، پھر امام صاحب کے پاس احادیث رسول میں سے ناسخ و منسوخ کا علم بہت بڑا تھا، جس کا تفحص امام صاحب خاص طور سے ہمیشہ رکھتے تھے اور احادیث کے معانی و مطالب کا فہم بھی غیر معمولی تھا یہ اور اسی قسم کے دوسرے کمالات کی طرف اشارات و تصریحات علماء و محدثین سے بہ کثرت وارد ہیں۔

حافظ محمد بن میمون: بہ حلف فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اقادات سننے میں جس قدر خوشی مجھے حاصل ہوتی ہے، لا کھا اثر فی لمنے میں بھی نہیں حاصل ہو سکتی۔ (موفق، انتصار، خیرات، کردری)

معروف بن عبد اللہ: نے فرمایا کہ میں ایک روز علی بن عاصم کی مجلس میں تھا انہوں نے سب سے فرمایا کہ تم لوگ علم سیکھو، ہم نے کہا کیا آپ سے جو کچھ ہم سیکھتے ہیں وہ علم نہیں ہے؟ فرمایا علم وہ ہے جو امام ابوحنیفہؒ جانتے ہیں اگر امام صاحب کا علم ان کے زمانہ کے تمام علماء کے ساتھ وزن کیا جاتا تو ان کا ہی علم غالب ہوتا۔ (موفق، انتصار، کردری)

ابوسفیان حمیری: امام ابوحنیفہؒ امت کے بہترین اشخاص میں سے ہیں، سخت مشکل مسائل کا کشف اور احادیث مبہمہ کی تفسیر جو انہوں

نے کی کسی سے نہ ہو سکی۔ (موفق، انصار، کردری)

مقاتل بن سلیمان: میں نے امام ابو حنیفہ کو علم کی تفسیر کرتے دیکھا، وہ ایسی تفسیر تشریح کرتے تھے کہ اس سے تسکین ہو جاتی تھی۔ (موفق، انصار، کردری)
 فضل بن موسیٰ سینانی: ہم حجاز و عراق کے علماء کی مجلسوں میں پھرا کرتے تھے مگر جو برکت و نفع امام ابو حنیفہ کی مجلس میں تھا وہ کہیں نہ تھا۔ (مناقب موفق)
 وکیع: مشہور محدث کبیر امام بخاری وغیرہ کے شیوخ کبار میں تھے، ان کی مجلس میں ایک حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا وہ کھڑے ہو گئے اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا، اب غداً مت سے کیا فائدہ؟ وہ شیخ یعنی ابو حنیفہ اب کہاں ہے جن سے یہ اشکال حل ہوتا؟ (کردری)
 ابن مبارک: فرمایا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تفسیر کہو۔ (موفق، انصار، کردری)

امام صاحب کی قبر پر کھڑے ہو کر کہا ابراہیم نخعی اور حماد نے مرتے وقت اپنا خلیفہ چھوڑا تھا، خدا آپ پر رحم کرے کہ آپ نے اپنا خلف نہیں چھوڑا، یہ کہہ کر دیر تک زار زار روتے رہے۔ (خیرات)

یہ ہیں تمام محدثین کے شیخ اعظم جن کی تعریف میں محدثین نے دفتر کے دفتر لکھے ہیں لیکن آپ نے دیکھا کہ وہ خود کس جوہر قابل کی یاد میں مرث رہے تھے، کچھ لوگوں نے ایسی باتیں بھی گھڑی ہیں کہ ابن مبارک نے کہا کہ ہم شروع زمانہ میں امام صاحب کے پاس غلط فہمی میں گئے، مگر پھر ترک کر دیا، کیا ایسے دروغ بے فروغ چند قدم بھی چل سکتے تھے۔

بالا تفاق سب مورخین نے لکھا ہے کہ یہ شیخ اعظم جس نے دنیائے حدیث کے گوشہ گوشہ میں جا کر لاکھوں روپے اسفار پر صرف کر کے اس دور خیر القرون کے ایک ایک محدث سے حدیثیں حاصل کی تھیں اور اپنے سینہ سے لاکھوں احادیث لگائے پھرتے تھے وہ جب امام صاحب کے پاس آئے تو آخر تک آپ سے جدا نہ ہوئے اور انتقال کے بعد بھی ان کی قبر مبارک پر کھڑے ہو کر کیا فرما رہے ہیں۔
 یہ عجیب بات ہے کہ جھوٹی باتیں چلتی کرنے میں فرقہ روافض کے بعد امام صاحب کے معاندین و حاسدین اہل حدیث کا نمبر معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات حد درجہ افسوس ناک ہے، اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

بعد محدثین نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن مبارک امام صاحب سے علم میں بڑھے ہوئے تھے، اسی پر ابو سعید بن معاذ مشہور محدث نے کہا تھا کہ ان لوگوں کی مثال رافضیوں کی سی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امام بنالیا لیکن خود حضرت علیؑ نے جس کو اپنا امام بنایا تھا، یعنی ابو بکر و عمرؓ ان کو امام نہیں سمجھتے اور طرح طرح سے ان میں عیب نکالتے ہیں، اسی طرح یہ لوگ بھی ابن مبارک کو اپنا امام قرار دیتے ہیں اور خود انہوں نے جن امام اعظم کو اپنا امام و پیشوا بنایا تھا ان کو کوئی درجہ دینے کو تیار نہیں۔

حالانکہ امام صاحب کے فضل و علم کا اعتراف ان کے معاصرین تک نے بھی کیا ہے، مشہور امام سفیان ثوری کے بھائی کا انتقال ہوا، امام صاحب تعزیت کو گئے تو حضرت سفیان ان کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے، معانقہ کر کے اپنی جگہ بٹھایا اور خود رو برو بیٹھ گئے اور امام صاحب کے جانے کے بعد ابو بکر بن عیاش نے کہا کہ آپ کے طرز عمل سے ہم سب اہل مجلس کو تکلیف ہوئی، فرمایا کیا بات ہے؟ کہا کہ آپ ابو حنیفہ کے لئے اٹھے اور ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خود سامنے شاگردوں کی طرح بیٹھ گئے۔

فرمایا اعتراض کیا بات ہے؟ میں ایسے شخص کے لئے اٹھا جو علم میں اعلیٰ درجہ پر ہے اور اگر فرض کرو کہ علم کی وجہ سے نہ بھی اٹھتا تو عمر کے لحاظ سے اٹھنا تھا، اگر عمر کی وجہ سے نہ اٹھتا تو ان کے فقہ کی وجہ سے اٹھنے کی ضرورت تھی، ابو بکر کہتے ہیں کہ اس کا جواب مجھ سے نہ ہو سکا۔

ایسے واقعات ایک دو نہیں بیسیوں ہیں، مگر غیر مقلدین زمانہ نے رافضیوں کی طرح امام صاحب کی برائیاں تلاش کر کے پروپیگنڈا کیا ہے اور ہمارے صوفی صافی بزرگ حنفیوں نے اس کے مقابلہ میں امام صاحب کی خوبیوں کا پروپیگنڈا کچھ بھی نہیں کیا جس سے سادہ لوح نادانف لوگ غیر مقلدوں کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔

امام صاحب کے خلاف جس قدر مواد جمع ہو سکتا تھا، خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کو یک جا جمع کیا ہے۔ جس کو ہر جگہ کے غیر مقلدوں نے بڑی مسرت کے ساتھ شائع کیا مگر علامہ کوثری کے دربات خدا بلند کرے، تانیب الخطیب میں ہر واقعہ کی سند پر کلام کر کے اس کی قلعی کھولی ہے اور امام صاحب و اصحاب امام کے بارے میں جس قدر جھوٹی حکایات گھڑی گئی تھیں اور شائع کی گئیں سب کا جھوٹ نمایاں کر کے امت مرحومہ پر احسان عظیم کیا ہے۔

علامہ محدث ابن حجر مکی شافعی نے ”الخیرات الحسان من مناقب النعمان“ میں لکھا ہے کہ ایک بار امام صاحب اور سفیان ثوری کا سفر حج میں ساتھ ہو گیا تو سفیان ثوری نے یہ بات لازم کر لی تھی کہ ہر جگہ امام صاحب کو آگے بڑھاتے اور خود پیچھے رہتے تھے اور جب کوئی مسئلہ ان سے پوچھا جاتا تو خاموش ہو جاتے تاکہ امام صاحب ہی جواب دینے پر مجبور ہوں۔

کیہ سفین ثوری بھی تقیہ کیا کرتے تھے کہ ہمیشہ تعریفیں کرتے رہے اور انتقال کی خبر پہنچی تو برواہیم خزاعی امام صاحب کی وفات پر خوشی کا اظہار کیا کہ اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا اچھا ہوا چلا گیا۔

کچھ ٹھکانہ ہے اس جھوٹ کا اور اس کے پیر لگانے والے امام بخاری جیسے محتاط محدث، کسی طرح غفلت یا در نہیں کرتی کہ امام بخاری جیسا بال کی کھال نکالنے والا شخص اور وہ جس نے سب سے پہلے وکیع اور ابن مبارک کی کتابیں یاد کیں اور تحصیل علم کے لئے ہر ہر شہر پہنچے بار بار گئے اور کوفہ و بغداد تو اتنی دفعہ گئے کہ خود کہتے ہیں کہ ان کا شمار میں نہیں کر سکتا، کیا امام صاحب اور آپ سے ان کا صحیح حالات سے ان کو ایسی بے خبری ہو اور وکیع، ابن مبارک، یحییٰ بن ابراہیم اور دوسرے اپنے بیسیوں شیوخ سے امام صاحب اور صاحبین کے شاگرد تھے، ان حضرات کے بارے میں اچھی باتیں نہ پہنچی ہوں؟ ہاں پہنچیں تو نعیم سے اوپر جیسی خبریں۔ نہ سب اکابر رجال لکھتے ہیں نعیم ترویج سنت کے لئے جھوٹی روایتیں کیا کرتے تھے اور امام صاحب پر طعن کرنے کے لئے جھوٹی حکایات ہڑا کرتے تھے۔

یا اپنی تاریخ ہی میں نقل کیا تو اپنے شیخ حمیدی کا قول کہ امام صاحب نے حج کے موقع پر ایک حجام سے تین مسئلے سیکھے، پس اتنا علم تھا جس پر لوگوں نے ان کو قابل تہلیل سمجھ لیا۔ مع بسوخت جان زحیرت کہ میں چہ بوالعجبی ست

امام صاحب کے معاندین و حاسدین یا جن لوگوں نے کسی غلط فہمی سے ان پر طعن کیا سب پر بحث دوسری جگہ مستقل آئے گی اس لئے یہاں ترک کرتا ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ اس بارے میں امام بخاری کا رویہ قابل حیرت ہے اور کبھی کبھی تو دل کا میلان اس طرف بھی ہو جاتا ہے کہ کہیں یہ سب عبارتیں بھی امام بخاری کی تاریخ میں بعد کے لوگوں نے نہ داخل کر دی ہوں۔ واللہ اعلم۔

ابن مبارک اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ آثار و احادیث کو لازم سمجھو مگر ان کے معانی کیلئے ”ابو حنیفہ“ کی ضرورت ہے کیونکہ وہ حدیث کے معنی جانتے ہیں۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام ابو یوسف: امام صاحب کی وفات کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ کاش! امام صاحب کی ایک مجلس مجھے نصیب ہوتی اور میں آدھا مال اس کے لئے صرف کر دوں، لکھا ہے کہ اس زمانہ میں ان کی ملکیت میں بیس لاکھ روپے تھے، اسمعیٰ نے اس آرزو کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ”بعض مسائل میں شبہات ہیں جن کو امام صاحب ہی حل فرما سکتے تھے۔“ (کردری)

زہیر بن معاویہ: ”خدا کی قسم امام ابو حنیفہ کے پاس ایک روز بیٹھتا میرے پاس ایک مہینہ بیٹھنے سے زیادہ نفع بخش ہے۔“ (موفق و انتصار) یہ تھے اس خیر القرون کے معاصرین، کیسے نیک نفس تھے، اس قول سے معاشرت کی چشمک کی کہیں بوجہ بھی آرہی ہے؟ اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ اپنے شیوخ کا احترام کرنے والے بھی کم رہ گئے، صرف اپنے اپنے خیال و عقیدہ کے مطابق دھڑے بندیاں ہونے لگیں۔

وکیع: محدثین سے کہا کرتے تھے کہ اے قوم! تم حدیثیں طلب کرتے ہو اور ان کے معانی طلب نہیں کرتے اس میں تمہاری عمر اور دین

ضائع ہو جائے گا، کاش! مجھے امام ابو حنیفہ کی فقہ کا دسواں حصہ ہی نصیب ہوتا، ایک روز فرمایا، لوگو! حدیث سننا بغیر فقہ کے تمہیں کچھ نفع نہ دے گا اور نہ تم میں دین کی سمجھ پیدا ہوگی جب تک اصحاب ابو حنیفہ کے پاس نہ بیٹھو گے اور وہ ان کے اقوال کی تفسیر نہ بیان کریں گے۔ (کردری)

یوسف بن خالد سمی: میں عثمان بن عفان کی خدمت میں بصرہ جایا کرتا تھا اور سمجھا کہ مجھے کافی علم آگیا ہے مگر جب امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پہنچا تو اس وقت میری آنکھیں کھلیں اور یہ معلوم ہوا کہ علم کچھ بھی مجھے نہیں آیا پھر جو کچھ حاصل ہوا وہ امام صاحب کے پاس رہ کر ہوا۔ (موفق، انصار)

شداد بن حکیم: اگر خدا ہم پر احسان نہ فرماتا اور امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے وجود سے جنہوں نے علم کو ظاہر کیا اور اس کی شرح کی تو ہم نہ جان سکتے کہ کس چیز کو اختیار کریں اور کس کو نہیں۔ (موفق، انصار، کردری)

علی بن ہاشم: امام ابو حنیفہ علم کے خزانہ تھے، جو مسائل اعلیٰ درجہ کے عالم پر سخت ہو وہ ان پر آسان تھے۔ (موفق، انصار، کردری)

وقیعہ بن مسقلہ: امام ابو حنیفہ نے علم میں ایسا خوض کیا تھا کہ کسی نے اتنا نہیں کیا تھا اس لئے جو وہ چاہتے تھے ان کو حاصل ہو گیا۔ (موفق، انصار، کردری)

یحییٰ بن آدم: امام ابو حنیفہ نے فقہ میں ایسی کوشش کی کہ ان سے پیشتر کسی نے نہیں کی، اس لئے خدا نے ان کو راہ ہتلا دی اور اس کو آسان کر دیا اور خاص و عام نے ان کے علم سے نفع اٹھایا۔ (موفق، انصار، کردری)

نضر بن محمد: میرا ظن غالب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابو حنیفہ کو رحمت پیدا کیا ہے اگر وہ نہ ہوتے تو بہت سا علم گم ہو جاتا (کردری)

ابو عمرو بن علا: علم اگر پوچھو تو امام ابو حنیفہ کا ہے اور ہم لوگ جس علم میں مصروف ہیں وہ بہت آسان ہے۔ (موفق، انصار)

امام صاحب کیلئے ائمہ حدیث کی توثیق

(۱) محمد بن سعد العونی بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابن معین سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ”امام حدیث ابو حنیفہ ثقہ تھے، کوئی حدیث اس وقت تک بیان نہ فرماتے تھے جب تک کہ ان کو پوری طرح یاد نہ ہو اور جو یاد نہ ہوتی اس کو بیان نہ فرماتے تھے (تہذیب التہذیب ص ۳۵۰ ج ۱۰)

(۲) صالح بن محمد اسدی نے بیان کیا کہ امام ابن معین نے فرمایا، امام ابو حنیفہ حدیث میں ثقہ تھے۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۵۰ ج ۱۰)

(۳) احمد بن محمد بن قاسم بن محرز، امام یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ میں اصول جرح و تعدیل کی رو سے کوئی عیب نہیں تھا اور نہ وہ کسی برائی کے ساتھ مہتمم ہوئے۔ (تذکرہ الحفاظ ص ۱۵۲ ج ۱)

(۴) امام ابو داؤد دہستانی (صاحب سنن) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ امام شریعت تھے (تذکرہ الحفاظ ص ۱۵۲ ج ۱)

(۵) حافظ ابن حجر کی بیٹی شافعی نے حضرت سفیان ثوری کا یہ قول نقل کیا ہے ”امام ابو حنیفہ حدیث و فقہ دونوں میں ثقہ صدوق ہیں“۔ (خیرات الحسان ص ۳)

حافظ ابن حجر کی نقل کیا کہ ابن مدینی نے فرمایا ”امام ابو حنیفہ سے ثوری، ابن المبارک، حماد بن زید، ہشام، کعب، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت کی ہے یعنی یہ سب ائمہ حدیث میں امام صاحب کے شاگرد ہیں اور فرمایا کہ امام صاحب ثقہ ہیں ان میں کوئی عیب نہیں اور امام شعبہ بھی ان کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے ہیں اور حضرت یحییٰ بن معین فرماتے تھے کہ ہمارے کچھ لوگ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے متعلق تفریط میں مبتلا ہیں اور ان کی تنقیص کرتے ہیں۔

پھر کسی نے سوال کیا کہ کیا امام صاحب کی طرف بیان حدیث و مسائل میں کسی مسامت یا کذب و غلط بیانی کی نسبت صحیح ہے تو فرمایا ”ہرگز نہیں“۔ (خیرات الحسان فصل نمبر ۳۸)

خیرات حسان ہی میں ہے کہ خطیب نے اسرائیل بن یوسف سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا ”امام ابو حنیفہ بہت ہی اچھے شخص تھے اور حدیث کو پوری طرح یاد رکھنے والا ان کے برابر کوئی شخص نہیں ہوا“۔

(۶) حافظ بدرالدین عینی فرماتے ہیں کہ امام محی بن معین سے امام صاحب کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا ”ثقہ ہیں، میں نے سنا ہی نہیں کہ امام ابو حنیفہ کو کسی نے ضعیف کہا ہو (معلوم ہوا کہ اس دور کے اکابر و اصاغر میں سے کسی نے بھی آپ پر جرح نہیں کی) اور شعبہ بن الحجاج امام صاحب کو نکلا کرتے تھے کہ احادیث کی روایت ہمارے لئے کریں اور فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ ثقہ تھے اور سچے لوگوں میں سے تھے کہ کبھی ان کو جھوٹ کی تہمت نہیں لگی اور اللہ کے دین میں مامون و معتمد تھے احادیث صحیحہ بیان فرماتے تھے۔

حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت سفیان بن عیینہؒ، حضرت اعثمؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت عبدالرزاقؒ، حضرت حماد بن زید وغیرہ بڑے بڑے ائمہ و حفاظ نے امام صاحب کی تعریف کی ہے اور حضرت وکیع مدح کرتے تھے اور امام صاحب کی رائے کے موافق فتویٰ بھی دیا کرتے تھے۔ (رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین)

ان جلیل القدر ائمہ کے مذکورہ بالا اشارات سے چند نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) نمبر ۱ اور نمبر ۲ سے یہ بات خاص طور سے واضح ہوتی ہے کہ امام صاحب نہ صرف جلیل القدر حافظ حدیث تھے جن کو لاکھوں احادیث یاد تھیں، بلکہ یہ بھی کہ وہ ہر حدیث کے ایک ایک لفظ، اس کے معنی و روح کی حفاظت کرتے تھے، جس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا کوئی گوشہ کوئی نکتہ بھی ان کے منور دل و دماغ سے اونچل نہ ہوتا ہوگا اور شاید اسی وجہ سے حفاظ حدیث و ائمہ مجتہدین میں آپ کو سب سے اونچا منصب و مقام حاصل ہوا اور امام شافعیؒ جیسے مجتہد عالی مقام کو بھی کہنا پڑا کہ الناس فی الفقه عیال علی ابی حنیفہ یعنی تمام لوگ فقہ میں امام صاحب کے عیال ہیں اور دست نگر ہیں اور بڑے بڑے حفاظ حدیث کو کہنا پڑا کہ نحن الصیادلة و انتم الاطباء یعنی ہم لوگ صرف دوا فروش ہیں اور آپ لوگ طبیب ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کی رہنمائی میں فقہ حنفی کی ترتیب و تدوین اس شان سے عمل میں آئی کہ دوسرے فقیہ اس امتیاز کے حامل نہ ہو سکے۔

(۷) فن حدیث میں امام صاحب کو نقادان حدیث کا پیشوا مانا جاتا ہے اور امام صاحب کے قول کو ردۃ کی تنقید میں استدلالاً ائمہ حدیث نے پیش کیا ہے، چنانچہ امام ترمذیؒ نے امام صاحب کے قول کو جابر جعفی کی جرح میں پیش کیا ہے۔

صاحب خلاصہ ردۃ کی جرح و تعدیل میں امام صاحب کے قول کو پیش کرتے ہیں۔

حاکم نے مستدرک میں ایک مقام پر امام صاحب کے قول کو پیش کیا ہے اس سے حضرت الامام کی مہارت و کمال فن حدیث میں معلوم ہوتا ہے۔

(۸) حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو طبقہ خامسہ کے حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے، اصطلاح محدثین میں حافظ حدیث وہ ہوتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں اور تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کی سند سے دور روایتیں بھی موجود ہیں۔

مثلاً امام بخاریؒ کہ ان کے ساتھ ایک ہزار سے کچھ اوپر ہیں اور ان کو چھ لاکھ احادیث یاد تھیں اور وہ حضرت امام صاحب کے بھی شاگردوں کے شاگرد ہیں، اسی سے قیاس ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کو کتنی لاکھ احادیث یاد ہوں گی۔

(۱۰) حافظ ابن عبدالبر نے انتقاء میں نقل کیا ہے کہ امام محمدؒ نے ایک دفعہ امام مالکؒ کے علائقہ و اصحاب کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

”تمہارے شیخ پر ضروری نہیں کہ کچھ فرمائیں اور ہمارے استاد (امام ابو حنیفہ) کے لئے خاموش رہنا درست نہیں تھا، مطلب یہ کہ امام مالکؒ حدیث کے امام ہیں مگر فقہ و افتاء میں کمی ہے، اس لئے اگر کچھ نہ فرمائیں تو بہتر ہے، دوسرے اس فن میں ان سے بہتر موجود ہیں وہ جواب دے سکیں گے اور امام ابو حنیفہؒ چونکہ فقہ کے بھی امام تھے اس لئے ان کو ہر سوال کا جواب دینا چاہئے تھا، کیونکہ ان سے اونچا مقام ان کے زمانہ میں کسی کو حاصل نہ تھا اور ان کے سکوت و خاموشی سے علمی استفادہ رک جاتا۔

امام صاحب تمام اصحاب کتب حدیث کے استاد ہیں

(۱۱) روایات حدیث میں تقریباً تمام اصحاب کتب حدیث امام صاحب کے بواسطہ شاگرد ہیں۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں امام صاحب کے ترجمہ میں نسائی و ترمذی کی علامت لگائی ہے کہ امام ترمذی و نسائی نے امام صاحب کی روایت کی تخریج کی ہے اور تہذیب التہذیب میں ہے ان روایوں کو ذکر بھی کیا ہے۔

صاحب مجمع البحار نے بھی ترمذی و نسائی کا حوالہ دیا ہے۔

صاحب خلاصہ نے امام کے ترجمہ میں شامل ترمذی، نسائی اور جزو البخاری کی علامت لگائی ہے۔

مسند ابی داؤد طیالسی میں امام صاحب کی ایک روایت موجود ہے۔

معجم صغیر طبرانی میں دو روایتیں موجود ہیں۔

مسند رب حاکم جلد دوم میں امام صاحب کی ایک حدیث شہادت میں پیش کی ہے اور جلد سوم میں بھی ایک روایت موجود ہے۔

امام دارقطنی نے اپنی سنن میں ۳۳ جہاں امام صاحب کے طرق سے احادیث روایت کیں (حاشیہ: امام صاحب سے تعصب بھی رکھتے تھے)۔

مشہور محدث کبیر ابو حمزہ سکری نے بیان کیا کہ میں نے امام صاحب سے سنا فرماتے تھے ”ہمیں جب کوئی حدیث صحیح الاسناد مل جاتی

ہے تو اسی کو لیتے ہیں اور جب صحابہ کے اقوال و آثار ملتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک قول کو منتخب کر لیتے ہیں اور ان کے درجہ سے نہیں نکلتے،

البتہ جب کوئی قول تابعین کا آتا ہے (اور وہ ہمارے فیصلہ کے خلاف ہوتا ہے تو) اس سے مزاحمت کرتے ہیں۔

خالد بن صبیح نے بیان کیا کہ میں نے ابو حمزہ سکری سے بارہا سنا کہ جو کچھ میں نے امام ابو حنیفہ سے سنا ہے وہ مجھ کو ایک لکھ درہم و دنانیر

سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔

ابوالعلاء صاعد بن محمد نے ابو حمزہ سکری سے نقل کیا کہ ”میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں سب سے بہتر و انسب طریقہ پر

کلام کرنے والا امام ابو حنیفہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا، وہ ہر ایک صاحب فضل و کمال کے حق کو پورا پورا ادا کرتے تھے، پھر اس سے بڑی بات یہ کہ

وفات کے وقت تک کبھی کسی صاحب فضل کا (خواہ صحابہ میں سے ہوں یا غیر صحابہ سے) تنقیص و برائی کے ساتھ ذکر نہیں کیا۔ (الجواب المفید ص ۲۵۰ ن ۲)

امام صاحب اور قلت روایت

حضرت عمر ثبوت کے چھٹے سال اسلام لائے اور آخر تک خدمت نبوی میں باریاب رہے مگر ان سے صرف ۵۲۵ حدیث مروی ہیں۔

حضرت علیؓ پہلے مشرف باسلام ہونے والوں میں ہیں آپ کو حضور اکرم ﷺ نے اپنی پرورش میں لے لیا تھا تقریباً ۲۲ سال خلوت

و خلوت میں حضورؐ کے ساتھ رہے مگر کل ۵۸۶ حدیث روایت کیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسلام لانے کے بعد تقریباً ۲۲ سال برابر خدمت مبارکہ میں حاضر رہے اندر، باہر اور ہر موقع پر ساتھ رہے

لیکن کل ۸۴۸ حدیث روایت کیں۔

یہ سب دوسرے مکثرین صحابہ حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے کہیں زیادہ روایات کر سکتے تھے مگر روایت حدیث خصوصاً براہ راست حضور

اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے روایت کرنا خلاف احتیاط خیال فرماتے تھے کہ مبادا بیان میں کوئی فرق ہو جائے اور وعید کے مستحق ہوں

اس لئے بہت کم روایتیں ان سے مروی ہیں لیکن ان حضرات نے اپنی حدیثی وافر معلومات کو مسئلہ وفاداری کی صورت میں بیان کیا چنانچہ وہ

اس کثرت سے ہیں کہ ہر ایک کے لئے بڑی بڑی کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔

اصحاب میں ہے کہ تمام صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فتاویٰ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ سے ایک ایک موٹی ضخیم جلد تیار ہو۔ بعینہ یہی صورت امام اعظمؒ کے طریقہ روایت حدیث کی ہے کہ ہزاروں لاکھوں مسائل و فتاویٰ کی تدوین ان کی راہنمائی میں کی گئی اور یہی طریق روایت امام صاحب کے اتباع میں کثرت کے ساتھ تعامل و آثار صحابہ اور خصوصیت سے ان حضرات مذکورہ بالا کے تعامل، و آثار و فتاویٰ کی تحقیق و جستجو کرتے تھے۔

پھر معانی حدیث کی تعبیر میں بھی ان سے مدد لیتے تھے، وغیرہ ذلک، یہی وہ طریق انیق تھا جس کو خلیفہ عادل حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اختیار کیا تھا جس کی وجہ سے انہوں نے تدوین حدیث کی مہم شروع فرماتے ہوئے جا بجا احکام بھیجے تھے کہ احادیث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آثار و اقوال صحابہ بھی جمع کرو جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

ظاہر ہے کہ امام صاحب کا یہ طریقہ بہت ہی مستحکم، جامع اور محتاط تھا، اس کے برخلاف دوسری صدی کے بعد کے اس طریقہ کو دیکھئے جو زے محدثین یا اصحاب ظاہر اہل حدیث نے اختیار کیا کہ آثار و اقوال صحابہ سے صرف نظر، معانی حدیث کی جگہ ظاہر الفاظ کا تتبع، حضور ﷺ کے آخری عمل اور تاریخ و منسوخ کی تحقیق کی بجائے صرف روایتی اعتبار سے حدیث کی قوت و ضعف پر مدار، زمانہ خیر القرون میں جو احادیث اصح تھیں لیکن یسلفوا الکذب کے دور میں داخل ہو کر اگر ان میں کوئی راوی مہتمم آگیا تو وہ احادیث تو روایتی بنیاد پر گر گئیں اور ان کی جگہ ان کم درجہ کی احادیث نے لے لی جن کو اتفاق وقت سے اچھے راوی مل گئے، مثلاً حدیث قلعین وغیرہ۔

غرض امام صاحبؒ نے جس اچھے وقت میں تدوین فقہ کی مہم کو سر کیا اور جن اصولوں پر کام کیا اور جیسے بلند پایہ محدثین و فقہاء ان کے رفیق و معاون ہوئے (کہ بعد کے سارے محدثین ان ہی کے خوشہ چیں ہیں) اس کی خوبی و برتری کا مقابلہ زمانہ مابعد میں نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا۔ ظاہر ہے کہ فقہ حنفی کا یہ کھلا ہوا فضل و تفوق ہی حاسدین و معاندین کے تنگ دلوں اور متعصب ذہنوں کے لئے سب سے بڑی وجہ عداوت بن گئی اور پھر انہوں نے اپنے ان اساتذہ و بزرگوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھے ان کے جواز و عدم جواز کا فیصلہ ناظرین خود کریں گے، اس کا رخیر کی تقسیم اس طرح ہوئی۔

(۱) کچھ محدثین نے تو اپنی حدیثی تالیفات میں امام صاحب اور اصحاب امام کی روایت اور ذکر خیر سے بھی احتراز کیا، موافق احناف احادیث کی روایت کم سے کم کی، نقل مذہب کی ضرورت سمجھی گئی تو وہ بھی غیر درجہ الفاظ سے کی گئی، مذہب سے پوری طرح واقفیت حاصل کئے بغیر، بے تحقیق بھی مسائل کی نسبت غلط کر دی گئی (جس کی نشاندہی شرح بخاری میں جا بجا ہم کرتے رہیں گے) (ان شاء اللہ)

(۲) کچھ محدثین نے حق شائردی ادا کرنے کو ایک دو روایات لیں اور نقل مذہب بھی کسی قدر درجہ الفاظ سے کیا اگرچہ مذہب سے پوری واقفیت حاصل نہ کی۔

(۳) شرح حدیث نے موافق احناف احادیث کو روایتی طریقہ سے ٹرانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، اگر کسی حدیث کے ایک لفظ میں بھی فرق پایا تو "لم اجده" کہہ کر اس کو ختم کیا، ملاحظہ ہو فتح الباری اور ضمیمۃ مدیۃ المصنی وغیرہ۔

(۴) تاریخ و رجال کے مؤلفین اور جرح و تعدیل کے مصنفین نے حتی الامکان رجال احناف کو مسخ شدہ بنا کر پیش کیا بڑے بڑوں پر گری پڑی جھوٹی روایات کی آڑ لے کر طعن کر گئے۔

(۵) کچھ لوگوں نے کتابوں کی طباعت کے وقت حذف و الحاق یا تصحیف کے ذریعہ رجال حنفیہ کے حالات میں تلخیص کی۔

(۶) کچھ حضرات نے کتب تاریخ وغیرہ میں حکایت مذہب و روایت کر کے کہا حنفیہ کی پاک و پاکیزہ زندگی کو داغ دار بنانے کی سعی کی وغیرہ۔

امام صاحب کی طرف قلت روایت کا طعن کرنے والوں کے لئے ایک جواب اور نقل ہوا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ احادیث دو قسم کی ہیں، ایک وہ جو احکام سے متعلق ہیں، دوسری وہ جن کا تعلق احکام سے نہیں۔

اس دوسری قسم کی احادیث کی روایت سے فقہا صحابہ اور خلفاء راشدین نے خود بھی اجتناب کیا اور دوسروں کو بھی روکا تھا، تاکہ اس ابتدائی دور میں قرآن مجید اور حدیث کا اختلاط نہ ہو جائے، باقی احادیث احکام کا روایت کرنا اور جاننا تو دین پر عمل کرنے کے لئے ضروری تھا، اس لئے ان کی روایت سے نہیں روکا گیا تھا، چنانچہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ جب حضرت عمر فاروق خلیفہ ہوئے تو صحابہ سے فرمایا کہ ”رسول اکرم ﷺ کی احادیث کی روایت کم کرو بجز ان احادیث کے جن کی عمل کیلئے ضرورت ہے۔“

مسلم شریف میں ہے کہ عبادہ بن صامتؓ نے فرمایا کہ ”جن احادیث میں تم لوگوں کا دینی فائدہ تھا وہ سب میں نے تم سے بیان کر دی ہیں۔“ علامہ نووی نے شرح مسلم میں قاضی عیاض سے اس کی تشریح بھی نقل کی ہے کہ عبادہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ انہوں نے وہ حدیثیں بیان نہیں کیں جن سے مسلمانوں کے کسی ضرر یا فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ تھا یا جن کو ہر شخص نہیں سمجھ سکتا تھا اور یہ وہ احادیث تھیں جن کا تعلق احکام سے یا کسی حد سے حدود شرعیہ میں سے نہ تھا، ایسی احادیث کا روایت نہ کرنا کچھ عبادہ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ایسا کرنا دوسرے صحابہ سے بھی بہت زیادہ ثابت ہے۔

امام صاحب نے خلفاء راشدین اور فقہاء کی رائے مذکور کا بھی اتباع کیا اور صرف وہی احادیث روایت کیں جن کا تعلق احکام سے تھا، ان کی تعداد کا اندازہ تین ہزار کیا گیا ہے، امام صاحب سے روایت شدہ احادیث بھی علاوہ ان صریح مرفوع احادیث کے جو ان کی مسانید وغیرہ میں ہیں اور ان کا کافی ذخیرہ اس وقت ہمارے سامنے مطبوعہ شکل میں بھی آ گیا ہے، احادیث موقوفہ اور مسائل و احکام کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں اور جس طرح حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حضرت فاروق اعظمؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کو جمہور محدثین کے خلاف صحابہ کے مکلفین میں داخل کیا ہے اور اسی وجہ سے کیا جو ہم نے اوپر بھی بیان کی ہے، اسی طرح امام صاحبؒ کو بھی تابعین کے مکلفین میں داخل کرنا مناسب ہے اور قلت روایت کی نسبت امام صاحبؒ کی طرف درست نہ ہوگی، حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیق از الہ الخفاء ص ۲۱۴ مقصد دوم میں اس طرح ہے۔

”جمہور محدثین نے مکلفین صحابہ آٹھ صحابہ کو قرار دیا ہے، ۱ حضرت ابو ہریرہؓ، ۲ حضرت عائشہؓ، ۳ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ۴ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، ۵ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، ۶ حضرت انسؓ، ۷ حضرت جابر اور حضرت ابوسعید خدریؓ اور متوسطین میں سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کو شمار کیا ہے (جن سے ۵۰ سے ایک ہزار سے کم تک احادیث مروی ہیں) لیکن اس فقیر کے نزدیک ان حضرات سے احادیث بڑی کثرت سے موجود ہیں، کیونکہ جو احادیث بظاہر موقوف ہوئی ہیں وہ بھی حکماً و حقیقہً مرفوع ہیں اور ان حضرات سے باب فقہ، باب احسان اور باب حکمت میں جس قدر ارشادات مروی ہیں وہ بہت سی وجوہ سے مرفوع کے حکم میں ہیں، لہذا ان حضرات کو مکلفین میں داخل کرنا زیادہ موزوں ہے۔“

حضرت شاہ صاحبؒ نے ان حضرات کو مکلفین کے طبقہ میں اس بناء پر داخل کیا کہ ان کے بہت سے مسائل و فتاویٰ احادیث ہیں اور ان کو احادیث قرار دینا بہت سے دلائل و وجوہ سے ہے، پھر آگے حضرت شاہ صاحبؒ نے ان دلائل میں سے ایک دلیل یہ پیش کی ہے کہ ان احکام و مسائل کو اگر متداولہ کتب حدیث کی احادیث مرفوعہ سے موازنہ کیا جائے گا تو ان کی باہم موافقت و مطابقت ہی ملے گی، لہذا ان حضرات نے ان ہی احادیث کو احکام و مسائل و فتاویٰ کی صورتوں میں روایت کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ کی یہ تحقیق و تدقیق چونکہ سطحی افہام اور ظاہر پر اکتفاء کرنے والی عقول سے بلند تھی اس لئے خود ہی آپ نے یہ بھی

فرمایا کہ ”قصہ کوتاہ! حضرت عمر، حضرت علی و حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کردہ بہت سی احادیث دفتروں میں موجود ہیں مگر ان حضرات کی جانب بحیثیت حدیث ان کا انتساب کم سمجھا اور غیر دانشمند لوگ نہیں کر سکیں گے (کہ ان کی افہام و دسترس سے باہر ہے)۔
اس موقع پر مجھے اس حقیقت کے اظہار کا بھی موقع دیجئے کہ یہ دفاتر وہی ہیں جن کی روشنی میں امام اعظم قدس سرہ اور آپ کے چالیس رفقاء و محدثین و فقہاء مجتہدین نے ”فقہ حنفی“ کو مرتب کیا ہے۔

خلیفہ منصور نے امام صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے علم کس سے حاصل کیا؟ تو امام صاحب نے جواب دیا تھا کہ اصحاب عمر سے عمر کا، اصحاب علی سے علی کا اور اصحاب عبداللہ بن مسعود سے عبداللہ کا جس پر منصور نے کہا تھا کہ خوب خوب! ابو خنیفہ! تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا وہ سب طہمکن طاہرین تھے، سب پر خدا کی رحمت ہو۔

اور شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالیۃ میں لمبی بحث کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے استاذ الاستاذ حضرت ابراہیم نخعی نے اپنے مذہب کی بنیاد حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کے مسائل و فتاویٰ پر قائم کی، ابراہیم تمام علماء کوفہ کے علوم کا مخزن تھے، ابن المسیب اور ابراہیم کے فقہ کے اکثر مسائل اصل میں ملف یعنی صحابہ سے مروی ہیں۔

ابراہیم کے فضل و کمال اور تفقہ و جلالت قدر پر تمام فقہاء کوفہ متفق ہو گئے تھے اور سب نے ان کی شاگردی کا فخر حاصل کیا، ابراہیم نے وہی مسائل جمع کئے تھے جن کو مشہور احادیث اور قوی دلائل کی صحیح کوئی پرکس لیا تھا۔ (حجۃ اللہ ص ۱۳۹)

پھر آگے چل کر شاہ صاحب نے یہ بھی واضح کیا کہ ان مسائل کو ابراہیم سے امام صاحبؒ نے اخذ کیا اور امام صاحبؒ تو انہیں کلیہ سے جزئیات کا حکم دریافت کرنے میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے، فن تخریج مسائل کی باریکیوں پر اپنی دقیقہ رسی سے پوری طرح حاوی ہو جاتے تھے۔ فروع کی تخریج پر کامل طور پر توجہ فرماتے تھے اور ابراہیم اور ان کے اقران کے اقوال و مسائل کو اگر مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور کتاب الآثار امام محمد کی مرویات سے موازنہ کر کے دیکھو گے تو چند مسائل کے سوا سب میں اتفاق و اتحاد پاؤ گے۔ (حجۃ اللہ ص ۱۵۱)

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں نقل کیا کہ مسروق (جلیل القدر تابعی) نے بیان کیا کہ ”میں نے رسول اللہ کے اصحاب کو گہری نظر سے دیکھا تو سب کے علوم کا سرچشمہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زیدؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور ۶ حضرت ابی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پایا اور اس کے بعد پھر گہری نظر سے دیکھا تو ان چھ حضرات کے علوم کا خزانہ حضرت علیؓ و حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پایا۔“
غرض اس تمام بحث سے یہ امر واضح ہے کہ امام صاحبؒ کو مقلدین سے زیادہ ملحدین کے طبقہ میں شمار کرنا چاہئے، واللہ اعلم۔

علامہ محمد بن یوسف شافعی نے کتاب عقود الجمان میں (جو امام صاحب کے مناقب میں ہے) ایک مستقل باب ۲۳ واں امام صاحب کی روایت حدیث کی کثرت اور آپ کے اعیان و اکابر حفاظ حدیث ہونے پر قائم کیا ہے، مناقب موفق ص ۳۸ ج ۱ میں امام ابو عبداللہ بن ابی حفص الکبیر بخاری سے امام صاحبؒ کی چار ہزار شیوخ حدیث کا ذکر نقل کیا ہے اور یہ بھی کہا کہ یہ امام صاحب کے ادنیٰ فضائل میں سے ایک ہے۔

کبراء محدثین کا امام صاحب سے استفادہ

امام زفر نے بیان کیا کہ بڑے بڑے محدثین وقت مثل زکریا بن ابی زائدہ، عبدالملک، ابن سلیمان، لیث بن سلیم، مطرف بن طریف، حصین بن عبدالرحمن وغیرہم امام صاحبؒ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان مشکل مسائل کے بارے میں جن کا حاصل کرنا ان کو دشوار ہوتا تھا اور ان احادیث کے بارے میں بھی جوان پر مشتبہ ہوتی تھیں، امام صاحب سے تفسی حاصل کرتے تھے۔ (مناقب کردری ص ۱۰۱ ج ۲)

امام صاحب محدثین و فقہاء کے ماویٰ و ملجا تھے

ابن سماک: کوفہ کے استاد چار ہیں، سفیان ثوری، مالک بن مغول، یوسف دطائی و ابو بکر ہشلی اور یہ سب ابو حنیفہ کے حلقہ میں بیٹھے ہیں (موفق، انتصار، کردری)۔
حارث بن عمر: جب امام ابو حنیفہ مکہ معظمہ جاتے تو ابن جریج اور عبدالعزیز بن ابی رواد ان کے ساتھ بیٹھتے اور ابن جریج ان کی مدح کرتے عبدالعزیز سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو امام صاحب سے مل کر معلوم کر کے بتاتے (کردری، انتصار)۔

توبہ ابن سعد: اہل مرو کے امام تھے، بقول ابن مبارک مومن قوی القلب تھے اور امام مالک کہا کرتے تھے کہ کاش! ان جیسا ایک شخص ہمارے یہاں ہوتا، یہ توبہ مذکور امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھتے تھے، استفادہ کرتے تھے اور قضاء میں امام صاحب کے قول پر فیصلہ کرتے اور کہتے تھے کہ امام ابو حنیفہ میرے اور میرے رب کے درمیان ہیں (کردری)۔

نوح بن مریم: میں امام ابو حنیفہ کی محبت و حلقہ میں رہا ہوں ان کے بعد ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (کردری)۔
ابن مبارک: فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابو حنیفہ تابعین کے زمانہ میں امام ہو جاتے تو تابعین بھی ان کی طرف محتاج ہوتے۔ (موفق ص ۵۱ ج ۱۲ انتصار، کردری)۔

یسین بن معاذ زیات: نے مکہ معظمہ میں ایک کثیر جماعت میں بلند آواز سے جس طرح اذان دی جاتی ہے پکار کر کہا کہ لوگو! ابو حنیفہ کو غنیمت سمجھو، ان سے علم حاصل کرو، ان سے زیادہ حلال و حرام کو جاننے والا تمہیں کوئی نہیں ملے گا، (موفق، انتصار، کردری)۔ یسین مذکور کو ذہبی نے کبار فقہاء کوفہ میں سے لکھا ہے مفتی کوفہ بھی تھے۔

ابراہیم بن فیروز: اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہ کو دیکھا کہ مسجد میں بیٹھے ہیں اور اہل مشرق و مغرب کا ہجوم ہے وہ مسائل پوچھتے ہیں اور آپ جواب دیتے ہیں، وہ پوچھنے والے بھی فقہاء و خیار الناس تھے۔ (موفق، انتصار، کردری)۔

ابو نعیم: لوگ طوعاً و کرہاً امام صاحب کے منقاد ہوتے جاتے تھے، آپ کے یہاں جو ہجوم رہتا تھا وہ دن و رات کے کسی حصہ میں منقطع نہیں ہوتا تھا خواہ آپ مسجد میں ہوں یا مکان میں۔ (کردری)۔

خالد بن صبیح: امام صاحب ایک رات عشاء کی نماز پڑھ کر جا رہے تھے کہ امام زفر نے کوئی مسئلہ پوچھا، امام صاحب نے جواب دیا، اس میں دوسری بحث اور تیسری بحث نکلی اور صبح تک یہ سلسلہ چلتا رہا اور صبح کے بعد بھی یہ گفتگو یہی حتیٰ کہ زفر کو شرح صدر ہو گیا، معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے رات کے اوقات عبادت و نماز وغیرہ میں جب ہی گذرتے ہوں گے کہ آپ کے پاس طالبین علوم کا ہجوم نہ ہو ورنہ درس و افتادہ ہی مقدم رکھتے ہوں گے جیسا کہ واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔

بعض ائمہ حدیث نے لکھا ہے کہ جس قدر امام صاحب کے اصحاب و تلامذہ تھے کسی امام کو نصیب نہیں ہوئے، حافظ ابوالحسن شافعی نے نو سو اٹھارہ علمائے کبار کے نام بقید نسب لکھے ہیں جو امام صاحب کے حلقہ درس سے مستفید ہوئے، غالباً یہ تعداد مشہور محدثین کی ہوگی یا ان محدثین و فقہاء کی جو اکثر ملازم حلقہ رہا کرتے تھے اور اس کا ثبوت ردالمحتار سے بھی ملتا ہے، چنانچہ اس میں بحوالہ طحاوی لکھا ہے کہ فقہ کے جمع کرتے وقت ایک ہزار عالم امام صاحب کے ساتھ تھے جن میں چالیس شخص درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔

اتنے علماء میں ہر مسئلہ کی تحقیق ہوتی تھی اور سب کے اتفاق سے جب طے ہوتا تو اس وقت کتاب میں لکھا جاتا تھا، ہم امام صاحب کے خاص خاص تلامذہ و اصحاب کے مختصر مختصر حالات بھی لکھیں گے اور ابتداء میں ان چالیس محدثین کے حالات لکھیں گے جو تلامذہ وین فقہ کے شریک تھے۔

امام صاحبؒ کی امامت فقہ اکابر علم کی نظر میں

پہلے علم فقہ کی اہمیت اقوال اکابر سے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت عمرؓ: نے عبدالرحمن بن غنم کو صرف فقہ سکھانے کے لئے شام بھیجی تھا۔

(۲) امام مالکؒ: نے اپنے بھانجے ابو بکر اور اسماعیل سے کہا میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں حدیث کا بہت شوق ہے اور اس کو طلب

کرتے ہو کہا ہاں! فرمایا اگر تم دوست رکھتے ہو کہ خدا تعالیٰ اس کا نفع تمہیں دے تو حدیث کی روایت کم کرو اور فقہ زیادہ حاصل کرو۔ (مختصر کتاب النصیحہ مولفہ خطیب بغدادی)

(۳) امام شافعیؒ: جو شخص صرف حدیثوں کو جمع کرتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی رات کو لکڑیاں جمع کرے کبھی ایسا بھی ہوگا کہ سانپ کو لکڑی سمجھ کر اٹھائے گا اور تکلیف اٹھائے گا (مختصر کتاب النصیحہ مولفہ خطیب بغدادی)

(۴) اعمش:

کہتے ہیں کہ جب میں تحصیل حدیث سے فارغ ہوا تو فتویٰ دینے کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا پہلا ہی سوال ہوا تو اس کا جواب مجھ سے نہ بن سکا۔

(۵) امام احمد:

سے کسی نے مسئلہ پوچھا، فرمایا فقہاء سے پوچھو، ابو ثور سے پوچھو (جو مشہور فقیہ تھے)۔ (توالی التامیس)

(۶) علی بن المدینی:

بخاری نے نقل کیا کہ ابن مدینی کہتے تھے کہ فقہ معانی حدیث یعنی فہم معنی حدیث نصف علم ہے اور معرفت رجال نصف علم ہے۔

(۷) امام ترمذی:

فقہاء نے اس طرح تشریح کی ہے اور وہ معانی حدیث کو زیادہ جانتے ہیں (جامع ترمذی)

عبداللہ بن مبارک:

ابو حنیفہ فقہ الناس تھے میں نے فقہ میں ان کا مثل نہیں دیکھا۔ (مناقب، موفق والانتصار بسط ابن الجوزی)

اعمش:

ابو حنیفہؒ وہ مسائل جانتے ہیں کہ نہ حسن بھری جانتے ہیں نہ ابن سیرین، نہ قتادہ، نہ یحییٰ، نہ ان کے سوا کوئی اور (انتصار و مناقب کردری) کسی نے اعمش سے مسئلہ پوچھا، کہا کہ اس کا جواب ابو حنیفہؒ خوب جانتے ہیں، میرا ظن غالب یہ ہے کہ ان کے علم میں برکت دی گئی ہے (خیرات حسان)

سعید بن ابی عروبہ:

سفیان بن سے فرمایا کہ تمہارے بلاوے سے ابو حنیفہؒ کی جو خبریں آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے زیادہ افتد کوئی نہیں ہے، مجھے آرزو ہے کہ جو علم خدائے تعالیٰ نے ان کو دیا ہے وہ تمام مسلمانوں کے دلوں میں ڈالا جائے، ان کو خدا نے فقہ میں فتیاب کیا ہے گویا وہ اسی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ (موفق، انتصار، کردری)

یحییٰ بن سعید القطان: کہا کرتے تھے کہ جو واقعات لوگوں پر وقتاً فوقتاً پیش آتے ہیں ان میں حکم شرعی بیان کرنے والا سواء ابو حنیفہؒ کے کوئی نہیں۔ (موفق، انتصار)

عثمان المدینی: حماد، ابراہیم، علقمہ اور ابن اسود سے ابو حنیفہؒ زیادہ فقیہ تھے۔ (موفق، انتصار)

جریر بن عبد اللہ: نے کہا کہ مجھ سے مغیرہ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کے حلقہ میں رہا کرو گے تو فقیہ ہو جاؤ گے، اگر ابراہیم نخعی ہوتے تو وہ بھی ان کے حلقہ میں بیٹھتے۔ (موفق، کردری)

مسعر: کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ فقیہ میں نے نہیں دیکھا، ان کی فتاہت پر مجھے رشک آتا ہے۔ (موفق، انتصار)

مقاتل: میں نے تابعین اور تبع تابعین کو دیکھا مگر ان میں ابو حنیفہؒ جیسا نکتہ رس اور بصیرت والا شخص نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن آدم: تمام اہل فقہ اور اہل ینش کا اتفاق ہے کہ ابو حنیفہؒ سے افتد کوئی نہیں، اس امر میں انہوں نے ایسی کوشش کی کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کی تھی اسی لئے خدائے تعالیٰ نے ان کو راستہ دکھا دیا۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام شافعی: جس کو فقہ کی معرفت منظور ہو وہ ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کو لازم پکڑے، کیونکہ فقہ میں سب ان کے عیال ہیں۔ (موفق، انتصار)

وکیع: میں کسی عالم سے نہیں ملا جو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ فقیہ ہو۔ (موفق، انتصار، کردری)

حالانکہ امام وکیع بڑے بڑے محدثین سے ملے تھے، مثلاً ہشام بن عروہ، اعمش، اسماعیل بن ابی خالد، ابن عون، ابن جریج، سفیان اور اودی، اور امام احمد کہتے ہیں کہ میری آنکھوں نے وکیع جیسا عالم نہیں دیکھا حدیث و فقہ میں وہ بہت بڑے پایہ کے تھے امام احمد نے فرمایا کہ وہ فقہ کا مذاکرہ بڑی عمدگی سے کرتے تھے، یہ فقہ حنفی کی ہی طرف اشارہ ہے کیونکہ بترج ذہبی وہ امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

واضح ہو کہ امام وکیع بھی اعمش اور اوزاعی کی طرح ابتداء میں امام صاحب کے مخالف تھے پھر صحیح حالات معلوم ہونے پر معتقد و مقلد ہو گئے تھے۔

سفیان ثوری: اگر سفیان ثوری کے پاس کوئی جاتا اور کہتا کہ میں امام ابو حنیفہؒ کے پاس سے آیا ہوں، تو فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ روئے زمین پر اس جیسا فقیہ عالم نہیں۔ (الخیرات الحسان)

امام جعفر صادق: ابو حنیفہؒ کل فقہاء کوفہ سے افتد ہیں۔ (موفق، انتصار)

حسن بن عمارہ: یہ سفیان ثوری کے استاد ہیں، عبد اللہ بن مبارک نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے تم سے بڑا فقیہ، بلوغ و حاضر جواب نہیں دیکھا اور آپ تمام فقہاء کے سردار ہیں جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ صرف حسد کرتے ہیں۔ (تبلیض الصحیفہ و خیرات الحسان)

اسحاق بن راہویہ: امام بخاری کے اجلہ شیوخ میں تھے کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو احکام اور قضایا کو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ جانتا ہوں ہر چند قبول قضاء پر زبردستی اور سختی کی گئی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ خلاصاً لوجہ اللہ تعلیم اور ارشاد کیا کرتے تھے۔ (موفق، انتصار)

عیسیٰ بن یونس: نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ اگر امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کوئی بد گوئی کرے تو ہرگز اس کا یقین مت کرنا میں خدا کی قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں نے ان سے افضل اور افتد نہیں دیکھا۔ (خیرات)

آئے ہو کہ روئے زمین پر اس جیسا فقیہ عالم نہیں۔ (الخیرات الحسان)

امام جعفر صادق: ابو حنیفہ کل فقہاء کوفہ سے افتخار ہیں۔ (موفق، انتصار)

حسن بن عمارہ: یہ سفیان ثوری کے استاد ہیں، عبد اللہ بن مبارک نے نقل کیا ہے کہ امام صاحب کے گھوڑے کی رکاب پکڑے ہوئے کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں نے تم سے بڑا فقیہ، بلوغ و حاضر جواب نہیں دیکھا اور آپ تمام فقہاء کے سردار ہیں جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ صرف حسد کرتے ہیں۔ (تبیض الصحیحہ و خیرات الحسان)

اسحاق بن راہویہ: امام بخاری کے اجلہ شیوخ میں تھے کہا کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو احکام اور قضایا کو امام ابو حنیفہ سے زیادہ جانتا ہوں ہر چند قبول قضاء پر زبردستی اور سختی کی گئی مگر انہوں نے قبول نہیں کیا۔ خالصاً للوجہ اللہ تعلیم اور ارشاد کیا کرتے تھے۔ (موفق، انتصار)

عیسیٰ بن یونس: نے اپنے شاگردوں کو ہدایت کی کہ اگر امام ابو حنیفہ کے بارے میں کوئی بد گوئی کرے تو ہرگز اس کا یقین مت کرنا میں خدا کی قسم کھا کر تم سے کہتا ہوں کہ میں نے ان سے افضل اور افتخار نہیں دیکھا۔ (خیرات)

امام شعبہ: اعمش اور سفیان ثوری کے استاد ہیں ان کو جب امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی تو انا اللہ پڑھ کر کہا کہ اب الی کوفہ کی روشنی علم جاتی رہی، یاد رکھو کہ ان جیسا شخص وہ کبھی نہ دیکھیں گے۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحب ورع و تقویٰ میں یکتا تھے

یحییٰ بن معین: کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا ابو حنیفہ ثقہ تھے؟ کہاں ہاں ثقہ تھے، ثقہ تھے، پھر کہا خدا کی قسم ان کا رتبہ اس سے بہت زیادہ بلند تھا کہ جھوٹ کہتے، ورع میں وہ سب سے زیادہ تھے اور کہا کہ جس کو ابن مبارک دو کعب نے عدل کہا اس کو تم کیا کہتے ہو۔ (موفق، انتصار، کردری)

عبد اللہ بن مبارک: جب میں کوفہ پہنچا، لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کے علماء میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے؟ سب نے کہا ابو حنیفہ! پھر پوچھا کہ زہد میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا ابو حنیفہ! پوچھا ورع و پارسائی میں سب سے زیادہ کون ہے؟ کہا ابو حنیفہ! (موفق، انتصار، کردری و تبیض)

حکمی بن ابراہیم: میں کوفہ کے تمام علماء کے ساتھ بیٹھا مگر ابو حنیفہ سے زیادہ ورع کسی کو نہیں دیکھا، تہذیب الکمال میں بھی یہ روایت موجود ہے مگر اس کا جو خلاصہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں کیا ہے، اس میں شوافع کے مناقب زیادہ نقل کئے اور حنفیہ کے کم کر دیئے، اسی طرح تہذیب الکمال میں حزی نے سینکڑوں محدثین کے متعلق لکھا تھا کہ وہ امام صاحب کے یا ان کے اصحاب کے شاگرد ہیں مگر حافظ نے خلاصہ کیا کہ اس امر کا ذکر کم سے کم کر دیا۔

ابو یحییٰ: نو سال اور کئی ماہ میں ابو حنیفہ کے ساتھ بیٹھا، اس مدت میں کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جو قائل انکار ہو، وہ صاحب ورع و صلوة و صدقہ و سادۃ تھے۔ (موفق، انتصار، کردری)

بکیر بن معروف: جس نے ابو حنیفہ کو دیکھا اس کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور صاحب معرفت اور پرہیزگار کیسے ہوا کرتے ہیں، اور ان کو دیکھنے والے پر یہ ثابت ہو جاتا تھا کہ وہ خیر ہی کے لئے مخلوق ہیں۔

ابن جریج: مجھے نعمان فقیہ الی کوفہ کے حالات معلوم ہوئے ہیں کہ وہ ورع میں کامل اور دین و علم کی حفاظت کرنے والے تھے، الی آخرت کے مقابلہ میں الی دنیا کو اختیار نہیں کرتے تھے، میں گمان کرتا ہوں کہ قریب میں ان کے علم کی عجیب شان ہوگی۔ (موفق، انتصار، کردری)

عبدالوہاب بن ہمام: جتنے مشائخ عدن طلب حدیث کے لئے کوفہ گئے تھے وہ بالاتفاق کہتے تھے کہ ابو حنیفہ کے زمانہ میں ان سے بڑا فقیہ اور ورع کوفہ میں ہم نے نہیں دیکھا۔ (موفق، انتصار)

وکیع: حدیث کے باب میں ابو حنیفہؒ کو جس قدر ورع تھا کی میں نہیں پایا گیا۔ (موفق، انتصار)
 یزید بن ہارون: میں نے ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا مگر خدا کی قسم ابو حنیفہؒ سے اور کسی کو نہیں پایا۔ (موفق، انتصار)
 مناقب موفق دکردری اور الانتصار میں سفیان بن عیینہ، عثیر، عبدالرزاق بن ہمام صاحب مصنف مشہور، ابراہیم بن عکرمہ، عمر بن ذر، ابو غسان مالک، حفص بن عبدالرحمن، عطاء بن جبلہ، شداد بن حکیم، عمرو بن صالح، یحییٰ بن یونس اور دوسرے بڑے بڑے محدثین سے بہ سند متصل نقل کیا کہ امام صاحب سب سے زیادہ متقی، پرہیزگار عابد و زاہد تھے۔

امام صاحب کی تقریر اور قوت استدلال

قوت تقریر کا مدار کثرت معلومات، استحضار مضامین اور طبیعت نکتہ رس پر ہے اور امام صاحب اپنے زمانہ کے علماء میں سے سب سے علم و فضل میں فائق، قوت حافظہ میں ممتاز تھے اور طبیعت دقیقہ رس، نکتہ آفریں تھی اسی لئے آپ کی تقریر بھی غیر معمولی طور سے مؤثر ہوتی تھی، اس کے بارے میں معاصرین امام اور اکابر علماء کے اقوال پڑھئے۔

یزید بن ہارون: جب امام ابو حنیفہؒ کلام کرتے تو کل حاضرین کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ (موفق، کردری)
 شیخ کنانہ: امام ابو حنیفہؒ کا کل علم مفہوم و کارآمد ہے اور دوسروں کے علم میں حشو و زوائد بہت ہیں، میں ان کی صحبت میں ایک مدت تک رہا مگر ایک بات بھی ان سے ایسی نہیں سنی جو قابل مواخذہ ہو، یا اس پر عیب لگایا جاسکے۔ (موفق، انتصار، کردری)
 ابو معاویہ ضریر: شریک، جہل و حسد کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ دشمنی تو رکھتے تھے مگر جب ان کا کلام سنتے تو پیارے سر نہ اٹھا سکتے میں نے امام صاحب سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا، کوئی شخص تقریر میں ان پر غالب نہیں آسکتا تھا، کبھی ان کو مغلوب ہوتے نہیں دیکھا۔ (موفق، کردری)
 یحییٰ بن آدم: امام ابو حنیفہؒ کا کلام خالصہ اللہ تھا اگر اس میں دنیوی امور کی آمیزش ہوتی تو ان کا کلام آفاق میں ہرگز نافذ نہ ہو سکتا کیونکہ ان کے حاسد اور کسرشان کرنے والے لوگ بہت تھے۔ (موفق، انتصار، کردری)

جس مجلس میں امام صاحب ہوتے تو کلام کا مدار ان پر ہی ہوتا اور جب تک وہ وہاں رہتے کوئی دوسرا بات نہ کر سکتا (خیرات، کردری)
 مسعر بن کدام: کسی نے ان سے کہا کہ ابو حنیفہؒ کے دشمن کس قدر کثرت سے ہیں؟ یہ سن کر مسعر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور کہا دور ہوا! میں نے جب کسی کو ان کے ساتھ مباحثہ کرتے دیکھا تو امام کو ہی غالب دیکھا۔ (موفق، انتصار، کردری)

مطلب بن زیاد: جب کبھی امام ابو حنیفہؒ نے کسی مسئلہ میں کسی کے ساتھ گفتگو کی تو وہ شخص ان کا مطیع و منقاد ہو گیا۔ (موفق)
 امام مالک: پوچھا گیا کہ اہل عراق میں سے جو آپ کے یہاں آئے ان میں افتہ کون ہیں؟ فرمایا: کون آئے ہیں؟ کہا گیا ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ، سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہؒ، امام مالک نے فرمایا کہ تم نے ابو حنیفہؒ کا نام آخر میں لیا، میں نے ان کو دیکھا کہ ہمارے یہاں کے کسی فقیہ سے ان کا مناظرہ ہوا اور تین بار اس کو اپنی رائے کی طرف رجوع کرا کے امام صاحب نے آخر میں کہہ دیا کہ یہ بھی خطا ہے۔ (موفق)
 اور امام شافعی کا بیان ہے کہ امام مالکؒ سے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا سبحان اللہ! وہ تو ایسے شخص تھے کہ اگر تم سے کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو پھر اس کو دلیل و حجت سے ثابت بھی کر دکھاتے۔ (کردری، خیرات، تبیض)

حافظ ابو حمزہ محمد بن میمون: نے قسم کھا کر کہا کہ ابو حنیفہؒ کی تقریریں کر مجھے جس قدر خوشی ہوتی وہ لاکھ اشرفی کے ملنے سے بھی نہیں ہو سکتی۔ (موفق، انتصار، کردری)

یوسف بن خالد سمی: جب میں علم حاصل کر کے امام صاحب کے حلقہ میں بیٹھا اور ان کی تقریریں سنیں تو معلوم ہوا کہ علم کے چہرہ پر

امام ابو حنیفہؒ طبیب امت تھے

سعدان بن سعید علمي: امام ابو حنیفہؒ اس امت کے طبیب ہیں اس لئے کہ جہل سے زیادہ کوئی بیماری نہیں اور علم ایسی دوا ہے کہ اس کی نظیر نہیں اور امام صاحبؒ نے علم کی ایسی شافی تفسیر کی کہ جہل جاتا رہا۔

امام اوزاعی: امام صاحبؒ کو طبیب امت کہا کرتے تھے اور محدثین کو عطاروں میں داخل کرتے تھے۔

عفان بن سیار: امام ابو حنیفہؒ کی مثال طبیب حاذق کی سی ہے جو ہر بیماری کی دوا جانتا ہے۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحبؒ محسود تھے

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے آیت ومن شر حاسد اذا حسد کی تفسیر میں لکھا ہے کہ تمام شرور کا مبداء حسد ہے، آسمان و زمین میں جو پہلا گناہ ہوا وہ حسد ہی تھا، وہاں ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام پر حسد کیا تھا، یہاں قابیل نے ہابیل پر۔

سفیان ثوری: آپ سے جب کوئی دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے کہ اس مسئلہ میں کوئی عمدہ تقریر نہیں کر سکتا سوا اس شخص کے جس پر ہم لوگ حسد کرتے ہیں (یعنی ابو حنیفہؒ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے پوچھتے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد کا کیا قول ہے؟ اور جو وہ جواب دیتے اسی کو یاد کر کے اسی کے موافق فتویٰ دیتے تھے۔ (موفق، کردری)

عبید بن اسحق: امام ابو حنیفہؒ سید الفقہاء ہیں اور جوان پر تہمت لگاتا ہے وہ حاسد ہے یا شری شخص ہے۔ (موفق، انتصار، کردری)

ابن مبارک: اگر میں سنہاء کی بات سنتا (جو حسد و عداوت کی وجہ سے امام صاحب کے پاس آنے سے رد کرتے تھے) تو ابو حنیفہؒ کی ملاقات فوت ہو جاتی، جس سے میری مشقت اور خرچ جو تحصیل علم میں ہوا تھا سب ضائع ہو جاتا، اگر میں ان سے ملاقات نہ کرتا اور ان کی صحبت نصیب نہ ہوتی تو میں علم میں مفلس رہ جاتا اور فرمایا کرتے تھے کہ آثار و احادیث کو لازم پکڑو مگر اس کے لئے ابو حنیفہؒ کی ضرورت ہے۔ (موفق، انتصار، کردری)

یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں بہت سے شہروں میں رہا، علم حاصل کیا مگر جب تک امام صاحبؒ سے ملاقات نہ ہوئی حلال و حرام کے اصول مجھے معلوم نہ ہوئے۔ (موفق و کردری)

حضرت عبداللہ بن مبارک امام صاحب پر نقد و جرح کرنے والوں کے بارے میں ایک مشہور شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب کسی شخص کے علم و فضل کے غیر معمولی مرتبہ پر لوگوں کو پہنچنا دشوار ہوتا ہے تو اس پر حسد کرنے لگا کرتے ہیں اور حسد کی وجہ سے جرح پر اتر آتے ہیں، خود ایام صاحب سے بھی چند اشعار ایسے منقول ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے پاکیزہ قلب پر بھی حاسدین کے حسد کا صدمہ تھا۔ قیس بن ربیع: ابو حنیفہؒ پر ہیزگار، فقیہ اور محسود خلاق تھے۔

حسن بن عمارہ: لوگ امام ابو حنیفہؒ کی نسبت جو کلام کرتے ہیں، اس کا منشاء حسد ہے، تفقہ میں ان کی فضیلت مسلم تھی۔

امام صاحبؒ مؤید من اللہ تھے

عبدالرحمن بن عبداللہ مسعودی: امام ابو حنیفہؒ فقہ اور فتویٰ میں مؤید من اللہ تھے، ابو عبد الغفار نے کہا کہ امام صاحب ہمارے زمانہ کے فقیہ ہیں، قیس بن ربیع نے کہا کہ مسعودی نے سچ کہا ہے۔ (کردری)

سوید بن سعید: اگر امام ابو حنیفہؒ اور خدائے تعالیٰ کے درمیان کوئی امر محکم نہ ہوتا تو ان کو اس قدر توفیق نہ ہوتی۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام مالک: امام ابو حنیفہؒ کو فقہ کی توفیق دی گئی ہے جس سے ان پر اس کی مشقت نہ رہی۔ (خیرات)

اعمش: نے امام صاحب سے کہا تھا کہ اگر طلب سے فضیلت حاصل ہوتی تو میں تم سے افتخار ہو جاتا مگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے (کردری)

امام صاحب خدا تعالیٰ کی رحمت تھے

ابو بکر بن عیاش: میں نے محمد بن السائب الکفسی سے بارہا سنا ہے کہ ”ابو حنیفہ خدا کی رحمت ہیں“۔ (موفق، انتصار، کردری)

امام صاحب کی مدح افضل الاعمال ہے

محدث شفیق بلخی: عبدالوہاب مروزی نے نقل کیا کہ جب شفیق مکہ معظمہ آئے تو ہم ان کی مجلس میں اکٹرا جایا کرتے تھے ان کی عادت تھی کہ امام ابو حنیفہ کی تعریفیں کثرت سے کیا کرتے تھے، ایک بار ہم نے کہا حضرت! کب تک آپ ان کی تعریف و توصیف کریں گے، ایسی باتیں بیان کیجئے جن سے ہمیں کچھ نفع ہو، فرمایا افسوس ہے کہ تم لوگ ابو حنیفہ کے ذکر کو اور ان کے مناقب کو افضل الاعمال نہیں سمجھتے اگر ان کو دیکھتے اور ان کے ساتھ بیٹھتے تو یہ بات کبھی نہ کہتے۔ (موفق، انتصار، کردری)

حضرت شعبہ: یحییٰ بن آدم کہتے ہیں کہ شعبہ کے رو برو جب امام صاحب کا ذکر ہوتا تو ان کی تعریف و توصیف میں بہت اطناب کرتے تھے حالانکہ وہ امام صاحب کے اقران میں سے تھے۔ (حوالہ بالا)

شیخ یسین زریات: محمد بن قاسم کا بیان ہے کہ یسین زریات امام صاحب کی تعریف حد سے زیادہ کرتے تھے، جب کبھی ذکر آ جاتا دیر تک ذکر کرتے اور خاموش رہنا نہیں چاہتے تھے۔ (موفق، انتصار)

تلامذہ امام اعظمؒ

حاشیہ نسائی میں حافظ ابن حجر کے حوالہ سے بعض ائمہ کا قول نقل ہے کہ اسلام کے مشہور ائمہ میں سے کسی کے اتنے اصحاب و شاگرد ظاہر نہیں ہوئے جتنے امام ابو حنیفہ کے تھے اور جس قدر علماء نے آپ سے اور آپ کے اصحاب سے تفسیر آیات مشککہ، حل احادیث مشتبہ، تحقیق مسائل مستنبطہ، لوازل، قضایا اور احکام وغیرہ میں استفادہ کیا ہے اور کسی سے نہیں کیا۔

بعد محدثین نے آپ کے خصوصی تلامذہ میں سے آٹھ سوتلامذہ کا تذکرہ مع ذکر نسب و مقام وغیرہ تفصیل سے کیا ہے اور جنہوں نے آپ کی مسند کو روایت کیا ان کی تعداد پانچ سو لکھی ہے۔

حافظ ذہبی نے امام صاحب کو حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام صاحب سے تحصیل علم کرنے والے دو قسم پر تھے، ایک وہ جو حدیث آپ سے اخذ کرتے تھے، دوسرے وہ جو فقہ کے ذرائع ادب سے کرتے تھے۔

حافظ محمد بن یوسف الصالحی شافعی مؤلف ”السیرۃ الکبریٰ الشامیہ“ نے عقود الجمان میں لکھا ہے کہ ”امام ابو حنیفہ اعیان و کبار حفاظ حدیث میں سے تھے اور اگر ان کی غیر معمولی توجہ و شغف حدیث کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ استنباط مسائل فقہ نہیں کر سکتے تھے اور اسی کثرت اعتناء بالحدیث کی وجہ سے ان کو حافظ ذہبی نے ”طبقات الحفاظ“ میں ذکر کیا ہے اور ان کا یہ فعل نہ صرف درست و صواب ہے بلکہ قابل تحسین ہے۔“

پھر ۳۳ ویں باب میں لکھا کہ ”باد جو امام صاحب کے وسعت حافظہ کے جو ان سے روایت حدیث کم ہوئی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ استنباط مسائل میں زیادہ مشغول رہے اور اسی طرح امام مالک و امام شافعی سے بھی روایت حدیث بہ نسبت ان کے کثیر الحدیث ہونے کے کم ہوئی ہے۔“

جس طرح حضرت ابو بکر، حضرت عمر وغیرہ صحابہ سے بہ نسبت ان کے کثرت علم حدیث کے روایت کم ہوئی ہے، پھر علامہ موصوف نے امام صاحب کی کثرت علم حدیث کے بھی کچھ واقعات پیش کئے ہیں اور اس کے بعد امام صاحب کی ۷۱ مسانید کی اسانید کو پوری تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

علامہ کوثریؒ نے نقل مذکور کے بعد تحریر فرمایا کہ امام صاحب کی یہ مسانید بطریق خیر ملی بھی امام صاحب سے مروی ہیں اور حافظ حدیث شمس ابن طولون نے بھی ان کی اسانید ”قہرست اوسط“ میں ذکر کی ہیں اور ہماری سند امام صاحب تک ”التحریر الوجیز“ میں ہے۔
خطیب بغدادی نے جس وقت دمشق کا سفر کیا تو اپنے ساتھ مسند نمبر ۱۱۸ امام اعظم للہ ار قطنی، اور مسند نمبر ۱۱۹ امام لابن شاہین اور ایک مسند نمبر ۲۰ خود اپنا لے گئے تھے۔

حافظ بدرالدین عینی حنفی نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے مسند نمبر ۱۲۱ ابن عقدہ میں ایک ہزار حدیث سے زیادہ ہیں، علامہ حافظ سیوطی شافعی نے تعقیبات میں لکھا کہ ابن عقدہ کبار حافظ حدیث میں سے تھے جن کی سب نے توثیق کی ہے، بجز کسی متعصب کے۔
ان کے علاوہ امام زفر نے بھی کتاب نمبر ۲۲ کتاب الاثر تالیف کی تھی جس میں امام صاحب سے بہ کثرت احادیث مروی ہیں، اس نسخہ کا ذکر حاکم نے ”معرفۃ علوم الحدیث“ میں کیا ہے۔ (تانیب الخطیب ص ۱۵۶)

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب جس وقت اپنے استاد امام حماد کی جگہ جامع مسجد کوفہ میں مسند درس پر رونق افروز ہوئے تو ایک ہزار شاگرد آپ کے پاس جمع ہو گئے جن میں چالیس ایسے محدثین و فقہاء تھے جن کو اجتہاد کا درجہ حاصل تھا، ان پر آپ کو فخر تھا اور ان کو دیکھ کر اکثر یہ جملہ فرمایا کرتے تھے۔

”تم سب میرے رازدار غم گسار ہو، میں نے اس فقہ کے اسپ تازی کوزین و لگام کے ساتھ بنا سنوار کر تیار کر دیا ہے اس پر تم اپنا دینی، علمی سفر طے کرو تم میری مدد کرو کیونکہ لوگوں نے مجھ کو جہنم کا بل بتایا ہے، وہ سب اس پر سے گذر کر پار ہوتے ہیں اور سب بار بوجھ میری پیٹھ پر ہے، یعنی وہ لوگ تو تقلید سے نجات پالیں گے لیکن اگر اجتہاد و استنباط احکام میں ذرا سا بھی تساہل رونما ہوا تو اس کا مواخذہ مجھ سے ہوگا۔“
چنانچہ امام صاحب نے تدوین فقہ کی ایک مجلس شوریٰ ترتیب دی جس میں علاوہ چالیس فقہاء مذکورین کے دوسرے سینکڑوں محدثین و فقہاء بھی وقتاً فوقتاً شرکت کیا کرتے تھے جو امام صاحب کی خدمت میں دور دراز ملکوں سے تحصیل حدیث و فقہ کیلئے حاضر ہوتے رہتے تھے، کیونکہ تدوین فقہ کا یہ عظیم الشان کام تقریباً ۲۵-۳۰ سال تک جاری رہا ہے۔
یہاں ہم امام صاحب کے تلامذہ محدثین کے کچھ نام لکھتے ہیں۔

تلامذہ محدثین امام اعظمؒ

۱- عبد اللہ بن مبارک: خلیلی نے کہا کہ متفق علیہ امام ہیں، نسائی کہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے بزرگ اور صاحب اخلاق حمیدہ ہیں، نووی کہ امامت و جلالت پر اجماع ہے، امام احمد کہ امام وقت و افضل المجتہدین تھے اور کل احادیث از بر تھیں، باوجود اس کے کہا کرتے تھے کہ امام صاحب کے علوم کی طرف ہر محدث محتاج ہے اور بعد تکمیل حدیث امام صاحب کے ساتھ آخری عمر تک رہے۔

۲- مسعر بن کدام: تذکرہ میں ہے الامام الحافظ، احد الاعلام، باوجودیکہ امام صاحب نے بھی ان سے روایت کی ہے مگر حلقہ درس امام میں رو برو بیٹھے اور شاگردوں کی طرح سوال کرتے، امام صاحب کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے۔

۳- کعب بن الجراح: تذکرہ امام حافظ محدث العراق، تہذیب الکمال و تبیض الصحیفہ و خیرات الحسان میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے۔

۴- مقرئ: محدثین میں شیخ الاسلام اور امام سمجھے جاتے تھے، امام صاحب کے شاگرد تھے اور ان کو شاہ مرداں کہا کرتے تھے۔

۵- ابراہیم بن طہمان: تذکرہ میں ہے کہ الامام الحافظ کہے جاتے تھے، امام احمد کی مجلس میں ذکر آتا تو سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے تھے،

تذکرہ، تبیض الصحیفہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶- یزید بن ہارون: تذکرہ میں الامام القدوس شیخ الاسلام ۳۰ سال عشاء کے وضو سے نماز صبح ادا کی، علامہ کا شمار نہیں ستر ہزار ایک وقت میں ہوتے تھے تذکرہ تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے اور سب ساتھ پر ترجیح دیتے تھے کہ ان کا مثل بہت تلاش کیا مگر نہ ملا۔
۷- حفص بن غیاث: کردی نے ان کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام صاحب سے ان کی کتابیں اور آثار سنے ہیں، خطیب کا بیان ہے کہ امام صاحب کے مشہور شاگردوں میں ہیں۔

۸- ابو عامر الصفاق البہیل: تذکرہ میں ہے کہ الحافظ اور شیخ الاسلام کہے جاتے تھے تہذیب الکمال اور تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۹- یحییٰ بن زکریا بن ابی زائد: تذکرہ الحافظ میں صاحب ابی حنیفہ کا لقب دیا ہے، مدت تک ساتھ رہے اور لکھنے کا کام سپرد تھا۔
۱۰- یحییٰ بن سعید القطان: حلقہ درس میں شرکت کرتے، اکثر اقوال لئے، امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے حالانکہ سید الحافظ تھے۔
۱۱- عبدالرزاق بن ہمام: تذکرہ میں الحافظ الکبیر، امام بخاری نے ان کی کتاب سے استفادہ کیا، وہابی نے اس کتاب کو علم کا خزانہ کہا، تہذیب الکمال و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد تھے صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۲- اسحاق بن یوسف ازرق: تہذیب الکمال و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں۔
۱۳- جعفر بن عون: خیرات حسان و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۴- حارث بن نعمان: تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔
۱۵- حیات بن علی الحنزی: تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔

۱۶- حماد بن دہیل: تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ابوداؤد میں ان سے روایات ہیں۔
۱۷- حفص بن عبدالرحمن النخعی: تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں نسائی میں ان سے روایات ہیں۔

۱۸- حکام بن مسلم الرازی: تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔
۱۹- محرو بن حبیب الخزاز: تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۰- خارجہ بن مصعب العصبی: تہذیب الکمال میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ترمذی ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔
۲۱- داؤد بن نصیر الطائی: تحف الانسجام میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں نسائی وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۲- زید بن حباب عکلی: تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔
۲۳- شعیب بن اسحاق بن عبدالرحمن الدمشقی: تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں بخاری و مسلم وغیرہ میں ان سے روایات ہیں۔

۲۴- صباح بن محارب: تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں۔
۲۵- ملت بن الحجاج الکوفی: تہذیب الکمال میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں بخاری میں ان سے روایات ہیں۔

۲۶- عائد بن حبیب العصبی: نسائی و ابن ماجہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب الصغیرہ، تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۲۷- عباد بن العوام: صحاح ستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب و خیرات میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
۲۸- عبدالحمید بن عبدالرحمن الحماتی: بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب الصغیرہ، تہذیب الحدیث و تہذیب الصغیرہ میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

- ۳۱- عبدالحزیز بن خالد بن ذیاض ترمذی۔ نسائی میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۳۲- عبدالمکریم بن محمد الجرجانی۔ ترمذی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۳۳- عبدالحزیز بن ابی رواد۔ بخاری وغیرہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۳۴- عبید اللہ بن عمرو الرقی۔ صحاح ستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۳۵- عبید اللہ بن موسیٰ۔ صحاح ستہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۳۶- علی بن ظہیران الکوفی۔ ابن ماجہ میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۳۷- علی بن عامر الواسطی۔ ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی میں روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۳۸- علی بن مسہر۔ صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۳۹- ابو نعیم الفضل بن دکین۔ صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۰- الفضل بن موسیٰ السیمانی۔ صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۱- اوثق نہیں تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۲- عبد الوارث بن سعید۔ صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۳- القاسم بن الحکم العرفی۔ ترمذی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۴- القاسم بن معن السعوی۔ نسائی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۵- قیس بن الربیع۔ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۶- محمد بن بشر العبیدی۔ صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۷- محمد بن الحسن بن یونس البغوی۔ امام احمد میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۸- محمد بن خالد الوہبی۔ ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۴۹- محمد بن عبد الوہاب العبدی۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۰- محمد بن یزید الواسطی۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۱- مردان بن سالم۔ نسائی میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
- ۵۲- مصعب بن مقدم۔ مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۰۔ المعانی بن عمران الموصلی۔ بخاری، ابوداؤد و نسائی میں ان سے روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۵۱۔ مکی بن ابراہیم الخثعمی۔ صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب، تہذیب العہد یب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۵۲۔ العثمان بن عبدالسلام الاصہبانی۔ ابوداؤد و نسائی میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب، تہذیب العہد یب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۵۳۔ نوح بن دراج القاضی۔ تہذیب الکمال، تہذیب، تہذیب العہد یب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۵۴۔ نوح بن ابی مریم۔ تہذیب الکمال، تہذیب، تہذیب العہد یب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۵۵۔ ہریم بن سفیان۔ صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۵۶۔ ہودہ بن خلیفہ۔ ابوداؤد و نسائی میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۵۷۔ ہباج بن بسطام الرجمی۔ ابن ماجہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۵۸۔ یحییٰ بن یمان۔ بخاری و مسلم میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۵۹۔ یزید بن زریع۔ صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۶۰۔ یزید بن ہارون (م ۲۰۶ھ) من رواة الصحاح (تہذیب و جواہر)۔

۶۱۔ یونس بن کبیر۔ مسلم، ابوداؤد وغیرہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۶۲۔ ابوالخثعمی الطغفاری۔ صحاح ستہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۶۳۔ موسیٰ بن ابن نافع ابوشہاب الاکبر الجناط۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں تہذیب الکمال، تہذیب میں ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔
 ۶۴۔ حماد بن زید۔ صحاح ستہ، بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں سفیان ثوری ان کے سامنے دوزانو ہوتے تھے۔ خیرات میں بحوالہ ابن مدینی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۵۔ ہشام بن عروہ۔ صحاح ستہ، بخاری و مسلم وغیرہ میں روایات ہیں حدیث میں امام تھے۔ خیرات میں بحوالہ ابن مدینی ہے کہ امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۶۶۔ یحییٰ بن القطان۔ سید الحفاظ تھے، صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، امام احمد، امام یحییٰ بن معین، ابن المدینی وغیرہ اکابر محدثین کے شیخ ہیں۔ ابن المدینی (شیخ کبیر امام بخاری) کا قول ہے کہ یحییٰ القطان سے بزار جال کا عالم میں نے نہیں دیکھا۔ یہ بھی امام صاحب کے شاگرد اور ان کے مذہب کے متبع تھے۔

تلامذہ محدثین و اصحاب امام اعظمؒ

جامع مسانید امام اعظمؒ جلد دوم (مطبوعہ حیدرآباد) میں ص ۲۵۲ سے ص ۵۷۴ تک امام صاحب کے ان تلامذہ کے اسماء گرامی پھیلے ہوئے ہیں کہ جن کو صاحب جامع نے اصحاب الامام، لکھ کر ممتاز حیثیت دی ہے اور ساتھ ہی ان کے جلالت قدر کی طرف بھی اشارات کئے ہیں کہ مثلاً وہ شیوخ اصحاب صحاح ستہ یا شیوخ بخاری و مسلم میں سے ہیں، ساتھ ہی امام صاحب کے اصحاب میں سے اور امام صاحب کی اسانید کے رواد میں سے بھی ہیں۔ کچھ نام ان میں سے یہاں بھی درج کرتے ہیں۔

۶۷۔ محمد بن ربیع - ابو عبد اللہ الکلابی الکوفی یروی عن الامام فی ہذہ المسانید

- ۶۸- محمد بن خازم ابو معاویہ الضریر - (راوی صحاح ستہ) ولادت ۱۱۳ھ وفات ۱۹۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۶۹- محمد بن فضیل بن غزوان الکوفی - وفات ۱۹۵ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۷۰- محمد بن عمرو الواقدی مدنی قاضی بغداد - (ابن ماجہ) وفات ۲۰۰ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۷۱- محمد بن جابر الیمامی - (ابوداؤد وابن ماجہ) یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۷۲- محمد بن حفص بن عاتقہ - یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۷۳- محمد بن ابان ابو عمر - یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۷۴- محمد بن خالد الوہبی الحمصی الکندی - یروی عن الامام فی ہذہ المسانید کثیرا
- ۷۵- محمد بن یزید بن مذحج الکوفی - یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۷۶- محمد بن صبیح بن السماک الکوفی - ابو العباس یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۷۷- محمد بن سلیمان ابن حبیب ابو جعفر البغدادی - یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۷۸- محمد بن سلمۃ الحرانی ابو عبد اللہ - وفات ۱۹۱ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۷۹- محمد بن عبید ابو عبید اللہ الطناتی الکوفی الاحدب - وفات ۲۰۳ھ صحیح الامام وروی فی ہذہ المسانید
- ۸۰- محمد بن جعفر ابو عبد اللہ البصری (غندر) شیخ مشائخ البخاری و مسلم و شیخ احمد وروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۸۱- محمد بن یعلی السلمی الکوفی - یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۸۲- محمد بن الزرقان ابو ہمام الہوازی - یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۸۳- محمد بن الحسن الواسطی - کتب عن البخاری اول سنتہ احمد رالی البصرۃ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۸۴- محمد بن شرا ابو عبد اللہ الکوفی - وفات ۲۰۳ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۸۵- محمد بن الفضل بن عطیۃ المروزی - یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۸۶- محمد بن یزید الواسطی ابو سعید الکفافی - وفات ۱۸۸ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۸۷- محمد بن الحسن المدنی - یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۸۸- محمد بن عبد الرحمن - ابو عمرو القرشی الکوفی القاضی - روی عن الثوری ومع جلالة قدره یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۸۹- محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار المدنی - (صاحب المغازی) طول الخطیب فی الاطراء علیہ ثم حکى فیہ طعنا کما فعل باجلۃ العلماء
- ۹۰- محمد بن میسر ابو سعد الجعفی الصاعانی - یروی عن الامام کثیرا فی ہذہ المسانید
- ۹۱- ابراہیم بن محمد ابو اسحاق الطغاری - ولادت ۱۸۶ھ وفات ۱۸۶ھ یروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- من شیوخ شیوخ البخاری و مسلم و من شیوخ الامام الشافعی روی عنہ فی سندہ الکثیر
- ۹۲- ابراہیم بن میمون ابو اسحاق الخراسانی - من شیوخ شیوخ البخاری و مسلم و من شیوخ الامام الشافعی وروی عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۹۳- ابراہیم بن طہمان الخراسانی - مع جلالة قدره وروی عن الامام فی ہذہ کثیرا
- ۹۴- ابراہیم بن ایوب الطبری - وروی عن الامام فی ہذہ

- ۹۵- ابراہیم الجراح - قاضی مصر - خود کج بن الجراح - روی کثیراً عن ابی یوسف و یروئ عن الامام فی ہذہ کثیراً
- ۹۶- ابراہیم بن المختار - و یروئ عن الامام فی ہذہ
- ۹۷- اسماعیل بن عیاش بن عتیبہ الحمصی - وفات ۱۸۱ھ و یروئ دہون کبار محدثی تابعی الی بعین۔
- ۹۸- ابراہیم بن سعید بن ابراہیم القرشی المدنی - وفات ۱۸۳ھ و یروئ عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۹۹- ابراہیم بن عبدالرحمن الخوارزمی - یروئ عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۱۰۰- اسماعیل بن ابی زیاد - من اصحاب الامام و یروئ عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۱۰۱- اسماعیل بن موسیٰ - الکوفی الخوارمی وفات ۱۳۵ھ و یروئ عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۱۰۲- اسماعیل بن یحییٰ بن عبداللہ بن طلحہ بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکر (کوفی) - یروئ عن الامام فی ہذہ المسانید
- ۱۰۳- اسحاق بن یوسف الواسطی - مع جلالة قدره و ہو کونہ من شیوخ احمد و یحییٰ بن معین و ہون شیخ بعض شیوخ البخاری و مسلم وفات ۱۹۵ھ
- یروئ عن الامام فی ہذہ الاحادیث الکثیرۃ
- ۱۰۴- اسحاق بن حاجب بن ثابت العدل - وفات ۱۹۹ھ و یروئ عن الامام
- ۱۰۵- اسحاق بن بشر البخاری - من فقہاء بخاری و یروئ عن الامام
- ۱۰۶- اسباط بن محمد بن عبدالرحمن القرشی وفات ۱۸۶ھ و یروئ مع کونہ من شیوخ شیوخ البخاری و مسلم و من شیوخ الامام احمد و یحییٰ بن معین
- ۱۰۷- اسد بن عمرو الحکلی - وفات ۱۹۵ھ - یروئ عن الامام الخ کثیراً مع کونہ من شیوخ احمد و امثالہ من صفار اصحاب الامام
- ۱۰۸- ابوبکر بن عیاش - نام سے مشہور نہیں ہوتا م متعین بھی نہیں - وفات ۱۹۳ھ امام عظیم تخرج عنہ کثیراً فی البخاری و مسلم و یروئ عن الامام الخ
- ۱۰۹- اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السہمی - ولادت ۱۰۰ھ وفات ۶۱، ۶۲، ۶۳ھ مع جلالة قدره و کونہ من اعلام ائمتہ المحدثین و من شیوخ شیوخ الثمینی یروئ عن الامام الخ دہون شیوخ احمد ایضاً
- ۱۱۰- ابان بن ابی عیاش المہری - من کبار اصحاب الحسن المہری یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۱۱- ایوب بن ہانی - یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۱۲- احمد بن ابی ظہیر - یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۱۳- اسماعیل بن ملکان - یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۱۴- اسماعیل بن النسوی - یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۱۵- اسماعیل بن بيار السامری - یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۱۶- اسماعیل بن علبان - یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۱۷- اخضر بن حکیم - یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۱۸- السبع بن طلحہ - یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۱۹- ابراہیم بن سعید - یروئ عن الامام فی المسانید
- ۱۲۰- ابیض بن الاغر - یروئ عن الامام فی المسانید

۱۲۱- اسحاق بن بشر البخاری - وفات ۲۰۹ھ یرودی عن الامام فی المسانید قال الخطیب روى عنه جماعة من الخراسانيين وقال اقدمه
بارون الرشید بغداد فحدث بها

۱۲۲- بکر بن حمیس - یرودی عن الامام فی المسانید

۱۲۳- بشر بن المغفل البصری - وفات ۱۸۰ھ یرودی عن الامام فی المسانید

۱۲۴- بکیر بن معروف الاسدی دمشقی، قاضی نیشاپور - وفات ۱۶۳ھ یرودی عن الامام فی المسانید

۱۲۵- بلال بن ابی بلال مرداس بغضاری - یرودی عن الامام مع انہ شیخ البخاری

۱۲۶- بشر بن زیاد - یرودی عن الامام

۱۲۷- بشار بن قیراط - یرودی عن الامام

۱۲۸- بقیہ بن الولید الکلاعی الحضری - وفات ۱۷۱ھ یرودی عن الامام

۱۲۹- جنادہ بن مسلم العامری الکوفی - یرودی عن الامام فی المسانید

۱۳۰- جارود بن یزید ابو علی العامری النیشاپوری - یرودی عن الامام فی المسانید

۱۳۱- جریر بن عبد الحمید الکوفی الرازی - وفات ۱۸۰ھ یرودی عن الامام فی المسانید

۱۳۲- جعفر بن عون الخزازی الکوفی - وفات ۲۰۹ھ یرودی عن الامام فی المسانید

۱۳۳- جریر بن حازم البصری - وفات ۱۷۱ھ یرودی عن الامام مع جلالة قدره

۱۳۴- حماد بن زید ابو اسمعیل الازرق - وفات ۱۷۹ھ یرودی عن الامام کثیراً

۱۳۵- حماد بن اسلمہ الکوفی - یرودی عن الامام

۱۳۶- حماد بن زید الحصبی - یرودی عن الامام

۱۳۷- حماد بن یحییٰ ابو بکر الالح - یرودی عن الامام

۱۳۸- حسن بن صالح بن جی الکوفی - ولادت ۱۰۰ھ وفات ۱۶۱ھ یرودی عن الامام

۱۳۹- الحسن بن عمارہ (خت، ت، ق) - وفات ۱۵۳ھ یرودی عن الامام کثیراً

۱۴۰- حفص بن غیاث النخعی الکوفی - من کبار اصحاب الامام وفات ۱۹۶ھ یرودی عن الامام (من رجال السنہ)

۱۴۱- حاتم بن اسماعیل الکوفی سکن المدینہ - وفات ۱۸۰ھ یرودی عن الامام (من رجال السنہ)

۱۴۲- حسان بن ابراہیم الکرمانی - یرودی عن الامام

۱۴۳- حمزہ بن حبیب المقرئ الکوفی - وفات ۱۵۶، ۱۵۸ھ یرودی عن الامام فی المسانید کثیراً

۱۴۴- حمید بن عبد الرحمن الکوفی - یرودی عن الامام

۱۴۵- الحسن بن الحسن بن عطیہ العونی الکوفی - وفات ۲۱۱ھ یرودی عن الامام

۱۴۶- حکیم بن زید قاضی مرد - ومن اصحاب الامام یرودی عن الامام

۱۴۷- الحسن بن فرات النخعی - ومن اصحاب الامام یرودی عن الامام فی المسانید کثیراً

۱۴۸- حبان بن سلیمان الجعفی الکوفی - یرودی عن الامام فی المسانید

- ۱۴۹- حسین بن ولید النیشاپوری القرشی - وفات ۲۰۳ھ یروی عن الامام فی..... المسانید
 ۱۵۰- حسن بن الحر الکونی - یروی عن الامام فی..... المسانید
 ۱۵۱- ۷۷۷ یت بن نبحان - یروی عن الامام فی..... المسانید
 ۱۵۲- حسن بن بشر الکونی - وفات ۲۲۱ھ یروی عن الامام فی المسانید
 ۱۵۳- حسین بن علوان الکفی - یروی عن الامام عن الامام فی..... المسانید
 ۱۵۴- الحسن بن المسیب - وهو معروف عند اصحاب الحديث، یروی عن الامام فی المسانید
 ص ۴۴۳ جلد نمبر ۲۔

- ۱۵۵- خالد بن عبد اللہ الواسطی - وفات ۱۸۲ھ ممن یروی الكثير عن الامام فی..... المسانید وهو من شیوخ الامام احمد
 ۱۵۶- خالد بن خدّاش المہلبی - وفات ۲۲۳ھ ممن یروی قليلا عن الامام فی كثير عن اصحاب الامام واحمد
 ۱۵۷- خالد بن سلیمان الانصاری - من یروی عن الامام وشیخ شیخ البخاری
 ۱۵۸- خلف بن خلیفہ بن صاعد الاشجعی - یروی عن الامام وهو من شیوخ شیوخ البخاری ومسلم
 ۱۵۹- خارجہ بن مصعب ابوالحجاج الخراسانی القصبی - یروی عن الامام
 ۱۶۰- خارجہ بن عبد اللہ بن سعد بن ابی الوقاص - من المل المدنیۃ یروی عن الامام فی..... المسانید
 ۱۶۱- خاقان بن الحجاج - من کبار العلماء یروی عن الامام فی..... المسانید
 ۱۶۲- خلف بن یسین بن معاذ التریات - من اصحاب الامام یروی عن الامام فی..... المسانید
 ۱۶۳- خویل الصقار (وقیل خویل الصغار) - وقال البخاری وهو خلاص الصغار الکونی یروی عن الامام فی..... المسانید
 ۱۶۴- خالد بن عبد الرحمن السلمی - یروی عن الامام فی..... المسانید

ص ۴۴۷ جلد ۲۔

- ۱۶۵- داؤد الطائی - (زاهد هذه الامة) انه من اجله اصحاب الامام ۲ وروی عنه ۲ فی..... المسانید کثیراً وفات ۱۶۰ھ
 ۱۶۶- داؤد بن عبد الرحمن المکی - وروی عنه ۲ فی..... المسانید وروی عنه الامام ایضاً
 ۱۶۷- داؤد بن البرقان - مع جلالة قدره وتقدمه وروی عنه ۲ فی..... المسانید
 ۱۶۸- داؤد بن الحمر الطائی المہری - المسانید وفات ۲۰۶ھ

ص ۴۵۸ جلد ۲۔

- ۱۶۹- زکریا بن ابی زائد البہدانی الکونی - وروی عنه کثیراً مع جلالة قدره وتقدمه وروی عنه ۲ فی..... المسانید
 ۱۷۰- زہیر بن معاویۃ الحدادی الکونی - کثیراً مع جلالة قدره وتقدمه وروی عنه ۲ فی..... المسانید
 ۱۷۱- زائد بن قدامۃ النہشی الکونی - کثیراً مع تجرہ فی علوم الحديث
 ۱۷۲- زافر بن ابی سلیمان الایادی القویستانی قاضی بجمتان - روى عن الامام فی..... المسانید
 ۱۷۳- زید بن الحباب بن الحسن التیمی الکونی - روى عن الامام کثیراً مع جلالة وكونه شیخ احمد وامثالہ

۱۷۴- زبیر بن سعید الهاشمی القرشی۔ روی عن الامام کثیراً

۱۷۵- زکریا بن ابی العتیک۔ روی عن الامام

ص ۵۶۳ جلد
 ۱۷۶- نافع بن المقری المدنی۔ روی عن الامام

۱۷۷- نعیم بن عمر المدنی۔ روی عن الامام

۱۷۸- نوح بن دراج الکوفی (قاضی الکوفۃ) وفات ۱۸۲ھ روی عن الامام

۱۷۹- نوح بن ابی مریم الکوفی۔ روی عن الامام

۱۸۰- نصر بن عبدالکریم النخعی۔ وفات ۱۹۹ھ روی عن الامام صاحب مجلس الامام

۱۸۱- نعمان بن عبدالسلام ابوالمزہر۔ روی عن الامام

۱۸۲- یزید بن ہارون ۲۰۶ھ روی عن الامام فی المسانید و شیخ الامام احمد۔ (جامع المسانید ص ۵۷۷، ج ۲)

ضروری اشارات

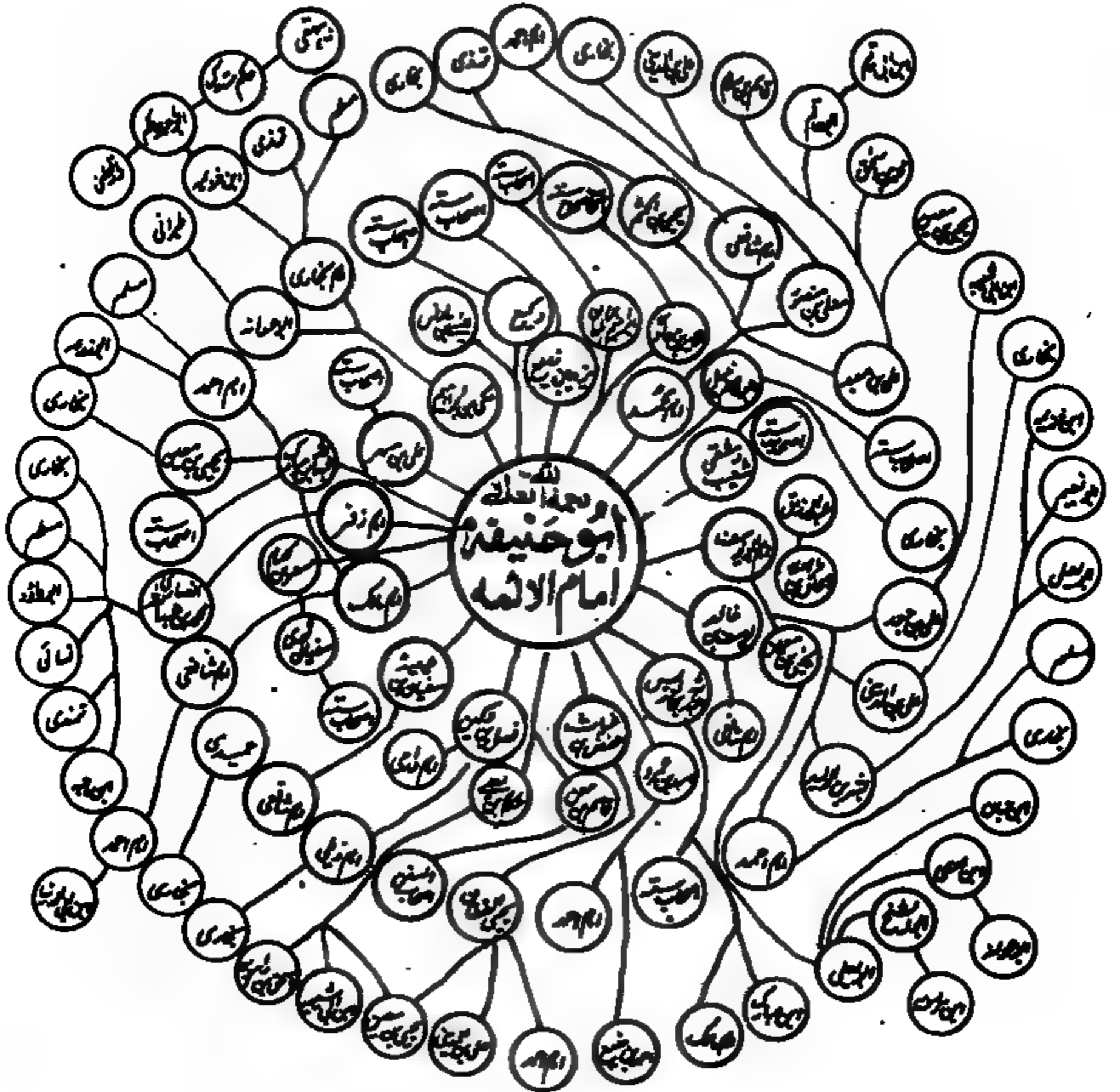
۱- علامہ موفق نے لکھا کہ مشائخ اسلام میں سے مختلف اطراف و اکناف کے سات سو مشائخ نے امام صاحب سے روایت حدیث کی یعنی چھوٹوں کا ذکر نہیں کیا وہ تو ہزاراں ہزار ہوں گے حالانکہ اس زمانہ کے چھوٹے بھی بعد کے محدثین کے کبار شیوخ ہوئے ہیں۔

۲- علامہ حزی نے تہذیب الکمال میں ۹۷ شیوخ حدیث کے نام گنائے جو امام صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے۔ اور غالباً وہ ہی ہیں جن کے اسماء گرامی علامہ سیوطی نے تمییز الصحیحہ، مناقب الامام ابی حنیفہ میں لکھے ہیں۔ علامہ حزی نے ۷۲ نام ان اکابر تابعین کے لکھے ہیں جن سے امام صاحب نے روایت کی ہے (تہذیب المزنی قلمی ص ۲۷۱ ج ۵ تا ص ۲۸۲ ج ۵ ترجمہ امام اعظم، کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد)

۳- حافظ ابن حجر نے اپنی روایتی مصیبت کو کام میں لا کر ان شیوخ کی تعداد صرف ۲۳ دکھائی اور بڑے بڑے محدثین جیسے ابن مبارک، داؤد طائی وغیرہ کے نام حذف کر دیئے (۴) حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بطور مثال ۸ فقہاء اور ۸ کبار محدثین حفاظ حدیث کا ذکر کیا اور بشر کثیر سے اشارہ کیا کہ ان کے علاوہ ان جیسے بہت ہیں (۵) علی بن المدینی (شیخ کبیر امام بخاری) نے فرمایا کہ امام صاحب سے ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، کعب، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے روایت حدیث کی۔

۶- امام بخاری نے مزید اختصار کر کے لکھا کہ امام ابو حنیفہ سے عباد بن العوام، ہشیم، کعب، مسلم بن خالد، ابو معاویہ ضریر نے روایت حدیث کی اور تاریخ میں یہ بھی لکھ گئے کہ امام صاحب کی حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا، حالانکہ چند بڑوں کے نام تو انہوں نے خود بھی لکھے جنہوں نے بقول امام بخاری ہی امام صاحب کی حدیث روایت کی، پھر سکوت کا دعویٰ کیسے صحیح ہوا، دوسرے ابن مبارک اور ثوری جیسے ائمہ حدیث کی روایت حدیث کی شہادت ان کے شیخ اعظم علی بن المدینی نے پیش کر دی، امام بخاری کو کیا خبر تھی کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو حدیث کے میدان سے نکال کر دور پھینکنے کی مہم جو ان سے بلکہ ان کے شیخ حمیدی وغیرہ سے شروع ہو کر حافظ ابن حجر وغیرہ سے پاس ہو کر اس دور کے متعصب غیر مقلدین تک پہنچی وہ نہ صرف ناکام ہوگی بلکہ اس سے حدیث کو بھی نقصان پہنچے گا، جس کی تلافی ناممکن ہوگی۔ واللہ المستعان

حضرت امام اعظمؒ کے تلامذہ کے کسی قدر تفصیلی نقشہ کے بعد ایک اجمالی خاکہ بھی بصورت دائرہ پیش ہے جس سے ایک نظر میں امام صاحب کے تلامذہ محدثین پیش نظر ہو جاتے ہیں



حضرت امام الائمہ امام ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی

اس موضوع پر مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی کی مستقل تصنیف نفیس انکیزی کراچی نمبر ۱ سے شائع ہوئی ہے جو قابل دید ہے، مولانا نے امام صاحب کی سیاسی زندگی کے سارے گوشے تاریخ کی روشنی میں نمایاں کئے ہیں اور ایسے دلچسپ انداز میں بیان کیا کہ پوری چار سو صفحہ کی کتاب مسلسل بے تکان پڑھی جاسکتی ہے، پھر مولانا نے جو مشکلات نمایاں اور نکتہ آفرینیاں جگہ جگہ کی ہیں وہ تو ان کا خاص امتیاز تھا۔ مذکورہ بالا کتاب اور دوسری کتب تواریخ و مناقب کے مطالعہ کا حاصل و خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

امام اعظمؒ پہلی صدی میں پیدا ہوئے، دور رسالت اور عہد صحابہ کے سارے حالات جن معتقد رائج سے ان کو پہنچے تھے وہ ذرائع بعد کے لوگوں کو حاصل نہ ہو سکے، اسی لئے ان کی روشنی میں امام صاحب نے اپنی محیر العقول دانشمندی سے جو سیاسی مسلک اختیار کیا تھا وہ ظاہر ہے کس قدر پختہ کارانہ ہوگا۔

دور بنی امیہ کے غیر اسلامی رجحانات اور دینی اتری کے حالات سے وہ بہت زیادہ متاثر تھے وہ دیکھ چکے تھے کہ خلفاء بنی امیہ کی بے راہ روی کے اثر سے بتدریج عام مسلمان شریعت حقہ کے مطابق زندگی بسر کرنے کی نعمت سے محروم ہوتے جا رہے تھے، ان خرابیوں پر نظر کر کے امام صاحب کا سیاسی رجحان یہ رہا کہ کوئی انقلاب ہو کر پھر خلافت راشدہ کے طرز پر کوئی حکومت برسر اقتدار آجائے اور اسی تمنا میں انہوں نے اہل بیت نبوت میں خلافت کی واپسی کے لئے کوششیں کیں اور جب بنو العباس میں خلافت آئی تو وہ کچھ مطمئن سے ہوئے مگر ان کے حالات بھی جب ان کی توقعات کو پورا کرنے والے ثابت نہ ہوئے تو وہ پھر درپردہ اہل بیت کے افراد کو حصول خلافت کے لئے آمادہ کرتے رہے حتیٰ کہ اسی کی وجہ سے خلیفہ ابو جعفر منصور کی نظروں میں مشتبہ بھی ہوئے بلکہ بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو امام صاحب کی ان درپردہ کوششوں اور رجحانات کا یقین ہو گیا تھا اور اسی لئے اس نے امام صاحب کو بڑے بڑے ہدایا پیش کر کے اور وزارت و قاضی القضاۃ وغیرہ کے عہدے پیش کر کے اپنے ساتھ ملانا چاہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ امام صاحب کا حلقہ اثر دور دراز ممالک تک پھیلا ہوا ہے، لیکن امام صاحب نے نہ سلطانی تحفے قبول کئے اور نہ کوئی عہدہ، خلیفہ نے ہزار سمجھایا، کوششیں کیں، ڈرایا دھمکایا مگر امام صاحب کو آمادہ نہ کر سکا۔

اس کی بڑی وجہ امام صاحب کا غیر معمولی ورع، تقویٰ اور پرہیزگاری تھی، دوسرے آپ کے سامنے ایک ایسا اہم ترین پروگرام تھا جو دنیا کی تاریخ میں بے مثال اثرات کا حامل تھا اور وہ اسلامی قانون کی مکمل تدوین تھی، وہ سمجھتے تھے کہ حکومت کے زیر اثر رہ کر وہ کوئی ایسا عظیم الشان بے لاگ کارنامہ انجام نہیں دے سکتے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے ہزاروں اصحاب و تلامذہ میں سے چالیس اصحاب کا انتخاب کر کے اپنی سرپرستی میں اس جماعت کی تشکیل کی، وہ سب مجتہد کا درجہ رکھتے تھے ان میں بڑے بڑے، محدث مفسر، لغوی، عالم تاریخ و مغازی اور ان علوم میں دوسرے مشائخ بلاد کے خصوصی تربیت یافتہ بھی تھے کہ ایک ایک مسئلہ پر گھنٹوں اور بعض مرتبہ ہفتوں بحثیں ہوتی تھیں، ہر شخص کو احادیث، آثار اور اجماع و قیاس کی روشنی میں آزادی گفتگو و بحث کرنے کا موقع دیا جاتا تھا، نقل ہے کہ امام صاحب کے سامنے ہی سب لوگ اپنے اپنے دلائل پیش کرتے تھے اور بحث میں بسا اوقات ان کی آواز بھی بلند ہو جاتی تھی، عام بحث کے دوران میں خود امام صاحب سے بھی جو سب کے مسلم استاد و شیخ تھے کوئی صاحب جملہ پڑتے تھے اور یہاں تک بھی کہہ گزرتے تھے کہ آپ نے فلاں دلیل میں خطا کی ہے۔

بعض اوقات اجنبی لوگوں نے اعتراض بھی کیا اور امام صاحب کے دوسرے اہل مجلس تلامذہ کو متوجہ کیا کہ تم لوگ ایسی گستاخی اور بیباکی سے بات کرنے والوں کو روکتے کیوں نہیں؟ تو امام صاحب خود ہی فرما دیا کرتے تھے کہ میں نے خود ان لوگوں کو آزادی دی ہے اور اس امر کا

عادی بنایا ہے کہ یہ ہر ایک حتیٰ کہ میرے دلائل پر بھی نکتہ چینی کریں۔

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ اس مجلس کی پوری بحث کے بعد آخر میں امام صاحب جب بحیثیت صدر مجلس تقریر فرماتے تھے تو پھر سب دم بخود ہو کر ہمہ تن متوجہ ہو کر امام صاحب کے فرمودات سنتے تھے اور ان کو نوٹ کرتے تھے، ان کو یاد کرنے کی فکر میں لگ جاتے تھے اور امام صاحب جس طرح فرماتے تھے اس نتیجہ شدہ مسئلہ کو تحریر میں باضابطہ محفوظ کر لیا جاتا تھا۔

حنفی چیف جسٹسوں کے بے لاگ فیصلے

دور بنی امیہ میں محکمہ عدلیہ (قضا) پر ایسا وقت گذر چکا تھا کہ قاضی کے لئے معمولی پڑھا لکھا ہونا بھی ضروری نہ تھا، مشائخ وقت عداوت میں جا کر شریعت کی رو سے شہادت دیا کرتے تھے کہ خلفاء و سلاطین کی ذات قانونی دار و گیر سے بالاتر ہے۔

پھر دور عباسی میں بھی ابتداء میں حالات بہتر نہ تھے، قاضی شریک نے جب عہدہ قضا منظور کیا تو انہوں نے شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ فیصلہ مقدمات میں رو رعایت نہ کریں گے، مگر عمل کا حال یہ کہ خلیفہ کی ڈیوٹی کی ایک لوٹڈی کی شکایت پر قاضی صاحب برطرف کر دیئے گئے۔

امام صاحب نے تمام حالات کا جائزہ لے کر یہ منصوبہ بنایا کہ تدوین فقہ کے ساتھ ہی ایسے قضا تیار کریں جو ہر حالت میں قانون اسلام کی برتری کو برقرار رکھ سکیں، اور وہ اپنے علم و فضل، تقویٰ و طہارت، جرأت ایمانی اور معاملہ فہمی میں خصوصی کردار کے حامل ہوں، چنانچہ امام صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے اصحاب میں نہ صرف محدثین، فقہاء و قضاة ہیں بلکہ ایسے بھی کچھ ہیں کہ وہ محکمہ افتاء و عدلیہ کی سرپرستی کے بھی اہل ہیں اور ایسے ہی اصحاب کو دیکھ کر آپ خوش ہو کر فرمایا کرتے تھے کہ ”تم میرے دل کا سرور اور میرے غم و فکر کا مداوا ہو“ گویا امام صاحب نے اپنے ان تلامذہ و اصحاب سے بڑی اچھی اچھی امیدیں وابستہ کی تھیں اور خدا کا فضل ہے کہ وہ امیدیں حسب مراد پوری بھی ہوئیں۔

ایک طرف تو امام صاحب کے درس و تدریس کے مشغلہ نے دور دراز ملکوں تک صحیح علم و عمل کے محکم و استوار نمونے پھیلا دیئے تھے، دوسری طرف فصل خصومات کے لئے ایسے بلند کردار کے قضاة و چیف جسٹس پیدا ہو گئے تھے کہ قانون اسلام کی سر بلندی کے امکانات پوری طرح روشن ہو گئے تھے اور اسی مقصد کو پورا ہوتے دیکھ کر امام عالی مقام مندرجہ بالا فقرے فرمایا کرتے تھے، پھر امام صاحب کو اپنے اس پاکیزہ مقصد میں کتنی کامیابی ہوئی اور آپ کے تلامذہ نے قاضی ہونے کے بعد کس قسم کے تجربات خلفاء کو دیئے اور ان کے دلوں میں کس قدر احترام شریعت کا پیدا کر لیا، اس کی چند مثالیں بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ ابو جعفر منصور کے بعد مہدی خلیفہ ہوا، بخارا میں قاضی ابو یوسف کے شاگرد مجاہد بن عمرو قاضی تھے مہدی نے اپنا ایک قاصد کسی خاص غرض سے بھیجا، قاضی صاحب نے اس کا جواب خلیفہ کی منشاء کے خلاف دیا، قاصد نے اپنی طرف سے کوئی دوسری بات جھوٹی بنا کر خلیفہ سے بیان کر دی وہ قاصد بخارا ہی کا ساکن تھا واپس آیا تو قاضی صاحب نے اس پر افتراء کا مقدمہ کر کے اسی ۸۰ کوڑے لگوا دیئے، مجاہد کے شاگردوں کو تشویش ہوئی کہ مہدی کو اس کے خاص قاصد کو تازیانے لگانے کی خبر ہوگی تو شاید کوئی ناگوار صورت پیش آئے لیکن خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے قاضی صاحب کے اس فعل کو تحسین کی نظروں سے دیکھا اور خوش ہو کر انعام و کرام سے نوازا۔

قاضی صاحب مذکور وہ سب انعام و اکرام کا مال لے کر اپنی مسجد پہنچے کچھ اس کی ضروریات پر صرف کیا، باقی شہر کے فقراء کو تقسیم کر دیا اور خلعت کو بھی فروخت کر کے مساکین اور قیدیوں پر صرف کر دیا۔

یہ قاضی صاحب بہت زاہد و عابد تھے، عہدہ قضا بہت مجبور ہو کر جس و قید اور ایذائیں اٹھا کر قبول کیا تھا پھر وہ کس سے دبے ڈرنے والے تھے۔ (مناقب کروری ص ۲۳۹ ج ۲)

۲- مہدی کے بعد ہادی خلیفہ ہوا، اس وقت بغداد کے قاضی ابو یوسف تھے، ایک باغ کی ملکیت کے بارے میں رعیت کے آدمی نے خود خلیفہ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا اور گواہ بھی خلیفہ کی طرف سے ثبوت کے گزر گئے، مگر قاضی صاحب نے کسی طرح معلوم کر لیا کہ حق اسی غریب کا ہے اس لئے فیصلہ مقدمہ ملتوی کیا اور تدبیر یہ کی کہ جب خلیفہ سے ملے اور اس نے دریافت کیا کہ ہمارے مقدمہ میں آپ نے کیا کیا؟ تو کہا کہ فریق ثانی کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ عدالت میں اس امر پر حلف اٹھائیں کہ آپ کے گواہوں نے جو بیان دیا ہے وہ صحیح ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ کیا اس کو ایسے مطالبہ کا حق پہنچتا ہے، کہا قاضی ابن ابی لیلیٰ کے سابقہ فیصلوں کی رو سے اس کو اس مطالبہ کا حق ہے، یہ سنتے ہی خلیفہ نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو وہ باغ اسی کو دیدو۔

۳- ہادی کے بعد ہارون رشید خلیفہ ہوا، امام اعظم کے شاگرد حفظ بن غیاث مشرقی بغداد کے قاضی تھے، ہارون کی شاہ بیگم زبیدہ خاتون کا ایک کارندہ پارسی تھا اور اس پر ایک خراسانی نے تیس ہزار درہم اونٹوں کی قیمت کا دعویٰ دائر کر دیا، پارسی نے رقم کا اقرار کر لیا مگر ادائیگی نہ کی، قاضی صاحب نے مدعی کے مطالبہ پر اس کو قید کر دیا۔

شاہ بیگم کو معلوم ہوا تو بہت غضبناک ہوئی کہ میرا آدمی جانتے ہوئے بھی قاضی صاحب نے اس کو جیل بھیج دیا اپنے غلام کو کہا کہ میرے آدمی کو فوراً جیل سے چھڑا کر لاؤ، شاہی محل کا غلام گیا تو جیل والوں نے پارسی کو چھوڑ دیا، قاضی صاحب کو خبر ہوئی تو وہ اس کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے، امام صاحب کے تربیت یافتہ تھے، بولے۔ یا تو زبیدہ کا وکیل پارسی واپس جیل آئے ورنہ میں عہدہ قضا سے مستعفی ہوں۔

اس سندھی غلام کو خبر ہوئی تو وہ روتا ہوا زبیدہ کے پاس گیا کہ یہ قاضی حفظ کا معاملہ ہے اگر خلیفہ نے مجھ سے باز پرس کی کہ قاضی کے جیل بھیجے ہوئے آدمی کو تمہیں چھڑانے کا کیا حق تھا تو میں کیا جواب دوں گا، اور کہا کہ اس وقت اس پارسی کو جیل واپس کرنے کی اجازت دیدیتے، پھر میں قاضی صاحب کو راضی کر کے رہا کر دوں گا، زبیدہ نے غلام پر رحم کھا کر اجازت دیدی اور وہ پھر جیل پہنچ گیا۔

کچھ دیر بعد خلیفہ محل میں آئے تو ان سے زبیدہ نے شکایت کی کہ قاضی صاحب نے میرے آدمی کے ساتھ یہ معاملہ کیا ہے، جس سے میری سخت توہین ہوئی ہے، ایسے قاضی کو معزول کرنا چاہئے، ہارون بہت متفکر ہوا کہ کیا کرے، کیونکہ زبیدہ کی کبیدگی خاطر بھی اسے بڑی شاق تھی آخر اس نے کچھ سوچ کر قاضی صاحب کو حکم لکھا کہ اس پارسی کے معاملہ کو رفع دفع کر دو۔

ادھر خلیفہ یہ لکھوار ہا تھا اور ادھر قاضی صاحب کے لوگوں نے ان کو اس کی خبر پہنچائی کہ ایسا حکم آیا والا ہے، قاضی صاحب نے فوراً خراسانی کے گواہوں کو بلا کر ان کے بیانات قلمبند کرائے اور تحریری فیصلہ مرتب کر کے عدالت کی مہر لگانے کا حکم دیا تاکہ خلیفہ کے حکم سے پہلے تمام کارروائی مکمل ہو جائے، اتفاق سے اس کام میں دیر لگی اور اس کارروائی کے دوران ہی میں خلیفہ کا حکم آ گیا مگر قاضی صاحب نے کہا کہ میں پہلے اپنے ہاتھ کا کام پورا کر دوں پھر فرمان پڑھوں گا، خلیفہ کے آدمی نے بار بار حکم دینا چاہا اور کہا کہ امیر المؤمنین کا فرمان ہے مگر قاضی صاحب نے نہ لیا حتیٰ کہ تمام کارروائی باضابطہ پوری کر دی۔

اس کے بعد فرمان پڑھا اور جواب دیدیا کہ فرمان پڑھنے سے پہلے میں فیصلہ کر چکا ہوں، فرمان لانے والے نے کہا کہ آپ نے جان بوجھ کر فرمان نہیں لیا، اور میرے سامنے سب کارروائی کی ہے، میں یہ بات بھی خلیفہ سے کہوں گا قاضی صاحب نے کہا کہ تم ضرور کہہ دینا مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔

اس نے سب حال خلیفہ سے جا کر کہا مگر خلیفہ بجائے اس پر ناراض ہونے کے قاضی صاحب کی جرأت اور موافق حق فیصلہ سے خوش ہوئے اور حاجب سے کہا کہ قاضی صاحب کی خدمت میں ۳۰ ہزار درہم روانہ کرو۔

اس صورت حال سے زبیدہ کو خبر دی گئی تو وہ اور بھی مشتعل ہو گئی اور خلیفہ سے کہا کہ جب تک تم قاضی حفظ کو برطرف نہیں کرتے ہو میرا تم سے کوئی علاقہ نہیں۔

ہارون رشید نے یہ سب کچھ دیکھا مگر چونکہ وہ حق کو حق سمجھنے پر مجبور ہو چکا تھا اس لئے انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا اور جس طرح اسی قسم کے ایک واقعہ میں جہانگیر نے نور جہاں سے کہہ دیا تھا کہ اے جان جہاں میں نے تجھ کو اپنی جان کا مالک بنایا ہے ایمان کا نہیں، ہارون نے بھی زبیدہ خاتون کو ایسی ہی بات صفائی سے کہی جس سے زبیدہ کا سارا نشہ ہرن ہو گیا اور اس نے اپنی حق مٹانے کیلئے دوسرا طریقہ اختیار کیا، یعنی نیاز مندانہ خوشامد درآمد کر کے ہارون کو اس پر راضی کر لیا کہ قاضی صاحب کا تبادلہ کسی دوسری جگہ کو کر دیا جائے، چنانچہ خلیفہ نے ان کا تبادلہ ان کے وطن کو ذی طرف کر دیا۔ (خطیب ج ۸ ص ۱۹۲)

۳- اسی ہارون رشید کے دور خلافت میں ایک بار قاضی ابو یوسف نے جواب قاضی القضاۃ بھی ہو گئے تھے خلیفہ کے ایک وزیر علی بن عیسیٰ کی شہادت رد کردی تھی اس کی سخت ذلت ہوئی خلیفہ سے جا کر کہا، خلیفہ نے قاضی صاحب سے دریافت کیا کہ اس بیچارے کو آپ نے کیوں مردود الشہادۃ قرار دیدیا؟

قاضی صاحب نے کہا کہ میں نے ان کو یہ کہتے سنا ہے کہ ”میں خلیفہ کا غلام ہوں“ اور غلام کی شہادت مقبول نہیں اور بعض روایات میں ہے کہ قاضی صاحب نے کہا کہ یہ شخص نماز جماعت کا تارک ہے، خلیفہ یہ سن کر خاموش ہو گیا اور یہ بھی نقل ہے کہ پھر اس وزیر نے اپنے محل کے صحن میں مسجد تعمیر کرائی اور جماعت کی نماز کا التزام کیا۔ (موفق ص ۲۳۷ ج ۲)

یہ بھی موفق ہی میں ہے کہ قاضی ابو یوسف نے اسی طرح ایک فوجی افسر کی شہادت بھی اس کے عہد الخلیفہ کہنے کی وجہ سے مسترد کردی تھی۔ (مناقب موفق ج ۲ ص ۲۳۰)

۵- ایک باغ پر ہارون رشید کا قبضہ تھا اس پر ایک بوڑھے کسان نے دعویٰ کیا کہ میرا ہے اور خلیفہ کا قبضہ غاصبانہ ہے، قاضی ابو یوسف نے پوچھا کہ تمہارے پاس کیا ثبوت ہے اس نے کہا کہ امیر المؤمنین سے حلف لیا جائے، قاضی صاحب نے خلیفہ سے کہا کہ آپ کو حلف اٹھانا چاہئے، ہارون نے تکلف کہا کہ یہ باغ میرے والد مہدی نے مجھ کو عطا کیا تھا اور میں اس کا مالک ہوں اور اسی لئے قابض ہوں قاضی صاحب نے فیصلہ کر دیا مگر اپنی اس کوتاہی پر رنج و افسوس کیا کرتے تھے کہ عدالت کے وقت خلیفہ کرسی پر بیٹھے تھے اور میں اتنا نہ کہہ سکا کہ جیسے آپ کا فریق زمین پر کھڑا ہے آپ بھی کرسی سے اتر کر زمین پر کھڑے ہو جائیے یا اس کے لئے بھی کرسی منگوائیے! (موفق ص ۲۳۳ ج ۲)

۶- ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید اور ایک یہودی کا مقدمہ امام ابو یوسف کی عدالت میں پیش ہوا تو یہودی خلیفہ سے پیچھے ہٹ کر بیٹھا آپ نے یہودی سے کہا کہ خلیفہ کے برابر جنھو، عدالت میں کسی کو تقدم نہیں، یہاں امیر و غریب سب برابر ہیں۔ (سیر الاحناف ص ۵۹)

۷- قاضی عافہ ادوی (امام صاحب کے خاص اصحاب میں سے ہیں اور مجلس تدوین فقہ کے کن رکین) بغداد کے قاضی تھے، ایک مرتبہ کسی حاسد نے خلیفہ کے یہاں ان کی فصل مقدمات میں بیجا پاسداری کی شکایت پہنچائی، خلیفہ کو یہ امر ناگوار ہوا اور عافہ کو طلب کیا ابھی اصل معاملہ کے متعلق کوئی بات نہ ہوئی تھی کہ خلیفہ کو چھینک آئی اور ہر طرف سے یرحمک اللہ کی صدا بلند ہوئی، عافہ نے کچھ نہ کہا، ہارون نے پوچھا کہ سب نے مجھے موافق سنت یرحمک اللہ کہا لیکن آپ خاموش رہے اس کی کیا وجہ ہے؟ عافہ نے جواب دیا سنت اسی طرح ہے جس طرح میں نے کیا، حدیث میں ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی مجلس میں دو شخصوں کو چھینک آئی ایک نے الحمد للہ کہا اس پر آپ نے یرحمک اللہ فرمایا دوسرا خاموش رہا تو آپ بھی خاموش رہے، اسی طرح تم نے بھی خود الحمد للہ نہیں کہا اس لئے میں نے بھی حضور ﷺ کی خاموشی کی سنت پر عمل کیا۔

ہارون نے پورا جواب سن کر کہا۔ ”جائیے آپ اپنا کام تھا کا کیجئے! بھلا جو شخص میری چھینک کے ساتھ رو رعایت پر آمادہ نہ ہو سکا وہ کسی دوسرے کی پاسداری اپنے فیصلہ میں کیا کرے گا“ پھر جمہوری شکایت کرنے والوں کو سرزنش کی۔ (تاریخ بغداد ص ۳۰۹ ج ۸)

امام صاحب نے گویا یہ بات طے شدہ سمجھ کر کہ حکومت معیاری لوگوں کے ہاتھ میں آنا دشوار ہے مگر اسلامی قانون کو اس طرح اونچے معیار

پر مدون کر دیا جاسکتا ہے کہ ارباب حکومت اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں اور اس طرح ایک ایسی عظیم خدمت امام صاحب کر گئے کہ رہتی دنیا تک اسلامی قانون سر بلند ہو گیا اور اسی مدوین فقہ کے ذیل میں سینکڑوں محدثین، فقہاء متقین اور قضاہ معیاری درجہ کے بنائے گئے جن کی شاگردی اور شاگردوں کی شاگردی کا فخر امام شافعی، امام احمد اور بڑے بڑے محدثین امام بخاری و مسلم اصحاب صحاح ستہ وغیرہ نے حاصل کیا۔

ابو جعفر منصور نے چاہا بھی کہ امام صاحب سے بے نیاز ہو کر دوسرے علماء وقت سے مدد لیکر امور خلافت و سلطنت کو قوت پہنچائے مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی اور غیر حنفی علماء حجاج بن ارطاة، وہب بن وہب وغیرہ کے ناکام تجربات خلفاء عباسیہ کو ہوتے رہے اس لئے علماء حنفیہ اور فقہ حنفی سے وابستگی ہی لابدی نظر آئی بلکہ فقہ حنفی میں سے بھی امام صاحب کے اقوال کی اہمیت زیادہ تھی۔

قاضی خالد مرو کے قاضی تھے، کہتے ہیں کہ ایک مقدمہ میں بجائے امام صاحب کے میں نے قاضی ابو یوسف کے قول کے مطابق فیصلہ کر دیا، اس کی خبر مامون کو ہوئی تو مجھے ہدایت بھیجی کہ مسئلہ میں جب تک امام ابو حنیفہ کا قول موجود ہو فیصلہ اسی کے مطابق کیا کرو اور اس سے ہرگز تجاوز نہ کرو۔ (مناقب موفق ص ۱۵۹ ج ۲)

ہارون رشید نے مامون رشید کو فقہ حنفی کی اعلیٰ پیمانہ پر تعلیم دلائی تھی اور مامون کو خود بھی فقہ حنفی سے بڑی مناسبت تھی حتیٰ کہ امام اعظم کی طرف سے مدافعت میں وہ بڑے بڑے محدثین کو لا جواب کر دیتا تھا۔

اس موقع پر ایک واقعہ بطور مثال سنئے!

نضر بن شمل حدیث و عربیت میں اہل مرو کے امام تھے مگر فقہ میں کمزور تھے چنانچہ جب کبھی خلیفہ کی مجالس میں اصحاب امام اعظم سے ان کا مناظرہ ہوتا تو ان کو شرمندگی اٹھانی پڑتی تھی، اپنے لوگوں کو وہ سمجھایا بھی کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کا ذکر برائی سے مت کرو اور کہا کرتے تھے کہ میں تو بصرہ میں تھا، امام صاحب کوفہ میں، لیکن میں یہی سنتا تھا کہ وہ صالح بزرگ ہیں، ایک دفعہ کہا کہ لوگ سو رہے تھے ان کو ابو حنیفہ نے بیدار کیا، پھر پوچھا گیا تو اہل حدیث کے ڈر سے خاموش ہو گئے اور اس قسم کے تعریفی کلمات سے اجتناب کرنے لگے۔

ایک بار کچھ اہل حدیث معاندین امام اعظم نے امام صاحب کی کتابیں ضائع کرنے کے لئے دریا برد کرنے کی سکیم بنائی، خالد بن صبیح قاضی مرو کو خبر ہوئی وہ فضل بن سہل کو لے کر مامون کے پاس گئے جو خلیفہ ہارون رشید کی طرف سے اس وقت مرو کے گورنر تھے، ان کو خبر دی تو پوچھا کہ ادھر کون لوگ ہیں اور ادھر کون ہیں، کہا وہ لوگ نئی عمر کے اسحاق بن راہویہ اور احمد بن زہیر وغیرہ ہیں البتہ نضر بن شمل بھی ان میں ہیں اور یہ لوگ خالد بن صبیح، سہل بن حزام، ابراہیم بن رستم ہیں۔

مامون نے کہا اچھا! کل میں ان سب کو بلاؤں گا اور ان کے دلائل سن کر میں خود فیصلہ کروں گا کہ کون حق پر ہے اسحق وغیرہ کو خبر پہنچی کہ مامون نے اس طرح کہا ہے تو فکر ہوئی کہ ان کی طرف سے کون بات کرے گا، چونکہ نضر بن شمل مباحث کلام و حدیث میں مامون سے مات کھائے ہوئے تھے اس لئے سب نے احمد بن زہیر کو بات کرنے کے لئے منتخب کیا۔

صبح کو سب مامون کے پاس جمع ہوئے، مامون نے نضر بن شمل کی طرف دیکھتے ہوئے خطاب کیا کہ تم لوگوں نے ابو حنیفہ کی کتابوں کو دریا پر لیجا کر کیوں ضائع کیا؟ نضر تو خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا، احمد بن زہیر بولے امیر المؤمنین! مجھے اجازت ہو تو بات کروں؟ مامون نے کہا اگر تم اچھی طرح وکالت کر سکتے ہو تو تم ہی بولو!

کہا اے امیر المؤمنین! ہم نے ان کتابوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے مخالف پایا، مامون نے کہا کس چیز میں مخالفت دیکھی، پھر خالد بن صبیح سے ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھا کہ اس میں ابو حنیفہ نے کیا کہا ہے؟ خالد نے امام صاحب کے قول کے موافق فتویٰ دیدیا، احمد بن زہیر نے اس کے خلاف ایک حدیث سنائی اس پر مامون نے خود جواب دینا شروع کیا اور امام صاحب کے قول کے موافق

ایسی احادیث سنائیں جس سے وہ لوگ واقف نہ تھے۔

اور اسی طرح برابر وہ لوگ مسائل حنفی کے خلاف احادیث پڑھتے رہے اور مامون امام صاحب کی طرف سے احادیث سناتے رہے اور جب اس طرح کافی بحث ہو چکی تو مامون نے کہا۔

”اگر ہم امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کو کتاب اور سنت رسول ﷺ کے مخالف پاتے تو ہم خود ہی ان کو معمول بہ نہ بناتے، آئندہ ہرگز ایسی حرکت کا اعادہ نہ ہو، پھر کہا کہ یہ شیخ (نضر بن شمل) تمہارے ساتھ نہ ہوتے تو تمہیں ایسی سزا دیتا کہ یاد کرتے۔“

مناقب موفق میں یہ واقعہ نقل کر کے یہ بھی اضافہ کیا کہ مامون جب خود بغداد میں تخت خلافت پر بیٹھا تو اپنے پاس دو سوفیہا کو بٹھلاتا تھا اور ان میں سے کوئی وفات پاتا تو اس کی جگہ دوسرا متعین کر دیتا تھا کہ تعداد کم نہ ہو اور مامون خود ان سب سے زیادہ اعلم واقعہ تھا۔

مادحین امام الائمہ ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

امام صاحب کی سیرت لکھنے والوں نے ایک مستقل عنوان امام صاحب کی مدح و ثناء کرنے والوں کا بھی رکھا ہے اسی لئے راقم الحروف نے بھی اس سلسلہ کی کچھ چیزیں انتخاب و اختصار کر کے یک جا کر دی ہیں اور اس میں اس امر کی رعایت کی ہے کہ ان ہی حضرات کے اقوال جمع کئے ہیں جن کی بلند پایہ شخصیات تمام محدثین کے یہاں مسلم ہیں اور ان کا احصاء نہیں کر سکتا نہ یہاں اتنی محتجاش تھی اس لئے سینکڑوں اکابر کے اقوال اب بھی نقل نہیں ہو سکے، پھر جن کے اقوال لئے ہیں ان کے بھی اختصار کی وجہ سے بیشتر اقوال چھوڑ دیئے پڑے۔

تاہم بطور نمونہ اور بقدر ضرورت شاید یہ بھی کافی ہو، پھر ہم نے ان اقوال کی اسناد بھی ترک کر دی ہیں، ورنہ موفق وغیرہ میں ان کی پوری پوری سندیں درج کی گئی ہیں۔

۱- امام یحییٰ بن سعید القطان: بڑے محدث ہیں فن رجال کے سب سے اول لکھنے والے ہیں، امام احمد، علی بن المدینی وغیرہ مؤدب کھڑے ہو کر ان سے حدیث کی تحقیق کیا کرتے تھے اور نماز عصر سے مغرب تک (جوان کے درس کا وقت تھا، برابر کھڑے رہتے تھے، امام صاحب کے حلقہ درس میں شرکت کرتے تھے اور امام صاحب کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے، تمام کتب صحاح میں ان سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں ”خدا گواہ ہے کہ ہم جھوٹ نہیں بول سکتے، ہم نے امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کسی کو صائب الرائے نہیں پایا اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اخذ کئے ہیں۔“

”واللہ ہم امام ابو حنیفہ کی مجالس میں بیٹھے ہیں اور ان سے استفادہ کیا ہے اور اللہ جب بھی میں ان کے چہرہ مبارک کی طرف نظر کرتا تھا تو مجھے یقین ہوتا تھا کہ وہ اللہ عزوجل کے خوف و خشیت سے پوری طرح متصف ہیں۔“ (موفق ص ۱۹۱ ج ۱)

”لوگوں کو جو مسائل پیش آتے ہیں ان کو حل کرنے کے واسطے امام ابو حنیفہ کے سوا دوسرا نہیں ہے، پہلے پہلے امام صاحب کے علمی کمالات زیادہ نمایاں نہ تھے پھر یکدم بڑی تیزی سے ان کی قدر و منزلت اور عظمت ترقی کرتی گئی۔“ (موفق ص ۲۵ ج ۲)

”خدائے برتر کی قسم کہ امام ابو حنیفہ اس امت میں قرآن و حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔“ (مقدمہ کتاب التعليم)

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک: ائمہ کبار سے اور فن حدیث کے رکن اعظم ہیں، صحیح بخاری و مسلم میں ان کی روایت سے سینکڑوں احادیث موجود ہیں امام صاحب کے مخصوص شاگردوں میں سے ہیں، امام بخاری نے اپنے رسالہ رفع یدین میں فرمایا کہ ”ابن مبارک“ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور لوگ اگر دوسرے کم علم لوگوں کے اتباع کی بجائے ان کا اتباع کرتے تو بہتر ہوتا“ اس کے بعد مطالعہ کیجئے کہ یہی امام بخاری کے شیوخ الشیوخ امام اعظم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

۱- فرمایا کہ ”ابو حنیفہ فقہ میں سب علماء سے زیادہ تھے میں نے ان جیسا فقہ میں نہیں دیکھا۔“

۲- ایک دفعہ فرمایا ”خدا کی قسم ابو حنیفہ علم حاصل کرنے میں بہت سخت تھے، محارم سے دور رہتے تھے، وہی کہتے تھے جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے، ناخ و منسوخ حدیث کے بڑے ماہر تھے اور معتبر اور دوسری قسم کی احادیث کو فعل رسول اللہ ﷺ سے تلاش کیا کرتے تھے۔“

۳- ”میں نے مسعر بن کدام کو امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں مستفید ہوتے دیکھا ہے، اگر خدا تعالیٰ ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے سبب سے میری فریاد رسی نہ کرتا تو میں بھی اور عام آدمیوں کی طرح ایک آدمی ہوتا۔“

”علامہ کردری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن مبارک امام صاحب کی طرف سے مدافعت کرتے تھے، ان کے مذہب کی تائید کیا کرتے تھے اور یہ بات مشہور و معروف تھی، اسی طرح امام صاحب کی طرف اپنی نسبت اور شاگردی پر بھی فخر کیا کرتے تھے۔“ (ص ۱۰۸ ج ۱)

۴- ”یہ بھی بیان کیا کہ جب میں کوفہ پہنچا تو وہاں کے علماء سے سوال کیا کہ تمہارے شہر میں کون سب سے بڑا عالم ہے، سب نے کہا امام ابو حنیفہ، پھر میں نے پوچھا کہ سب سے زیادہ پرہیزگار کون ہے تو سب نے کہا امام ابو حنیفہ، پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ زاہد کون ہے سب نے کہا کہ امام ابو حنیفہ، پھر پوچھا کہ سب سے زیادہ عابد اور علم کا شغل رکھنے والا کون ہے تو سب نے کہا کہ امام ابو حنیفہ تعرض میں نے اخلاق محمودہ و حسنہ میں سے جس وصف کا بھی سوال کیا سب نے امام صاحب کو ہی افضل و برتر بتلایا۔“ (حدائق ص ۷۶)

۵- حموی نے شرح اشباہ میں صحیفہ ذہبی سے نقل کیا ہے کہ عبد اللہ مبارک نے فرمایا ”حدیث تو مشہور و معروف ہوگئی اب اگر اجتہاد کی ضرورت پڑے تو اجتہاد مالک، سفیان و ابو حنیفہ کا ہے لیکن ان میں سے ابو حنیفہ اجتہاد کے لحاظ سے احسن اور رسائی کی حیثیت سے اداق اور دونوں سے افقہ ہیں۔“

یہ سب کے نزدیک مسلم امیر المؤمنین فی الحدیث کا فیصلہ خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ ”حدیث تو مشہور و معروف ہوگئی“ یعنی جس قدر ذخیرہ احادیث صحاح کا موجود تھا وہ سب نہ صرف اس وقت سامنے آگیا تھا بلکہ بدرجہ شہرت پہنچ گیا تھا، اس زمانہ کی احادیث بھی اکثر ثنائیات، ثلاثیات تھیں، زمانہ خیر القرون کا تھا، جھوٹ کا شیوع بھی نہ ہوا تھا، راقۃ عدل و ثقہ تھے اور حضرت عبد اللہ بن مبارک نے تو ہزاروں لاکھوں روپے صرف کر کے حدیث حاصل کرنے کے لئے دنیائے اسلام کا کونہ کونہ چھانا تھا، پھر آخر میں امام ابو حنیفہ کے پاس پہنچے تو ان کے تبحر علوم حدیث و فقہ کے ایسے گرویدہ ہو گئے کہ امام صاحب ہی کے ہور ہے۔

ظاہر ہے کہ جس قدر ذخیرہ احادیث صحاح کا اس وقت مدون ہو گیا تھا وہ بعد کو مدون ہونے والی کتب حدیث کے لئے بطور اصول و امہات تھا اور اصحیت کے لحاظ سے بھی ان ہی کا نمبر اول تھا، اسی لئے ہم نے امام بخاری کے حالات میں بہت سی کتب حدیث کے نام بھی لکھے ہیں جو پہلے سے موجود تھیں، افسوس ہے کہ کچھ لوگوں کی غلط رہنمائی سے اکابر شیوخ محدثین (جن میں سے اکثر شیوخ اصحاب صحاح ستہ تھے) کی مساعی جمع حدیث نمایاں مقام حاصل نہ کر سکیں اور جو بھی تعارف کرایا گیا صحاح ستہ اور ان کے بعد کی کتابوں کا کرایا گیا، ان کے اصول و امہات اور دوسرے ذخیرہ ثانوی درجہ میں سمجھے گئے، حالانکہ صحت روایت و علوسند کے اعتبار سے وہ اول فالاول تھے، اس سے ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ بعد کے ذخیرہ حدیث میں جو کچھ ضعیف رواۃ کی وجہ سے پیدا ہوا وہ غلطی سے پورے ذخیرہ حدیث کی طرف منسوب ہو گیا، عبد اللہ ابن مبارک فرماتے ہیں۔

۶- میں تمام شہروں و بستیوں میں علم کی طلب کے لئے گیا، لیکن امام ابو حنیفہ کی ملاقات سے قبل تک حلال و حرام کے اصول سے واقف نہ ہو سکا (کیونکہ فقہ و اصول فقہ کے امام وہی تھے)

۷- اگر امام صاحب تابعین میں ہوتے تو وہ بھی ان کی طرف محتاج ہوتے (یہ اس لئے کہا کہ امام صاحب تابعین کے آخری دور میں پیدا ہوئے اور امام صاحب کے علم و فضل کے ظہور کا زمانہ تابعین کے گزر جانے کے بعد کا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ امام صاحب خود بھی تابعی تھے)

- ۸- اکثر فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کا لفظ مت کہو، بلکہ تفسیر حدیث کہو (جو حقیقت ہے)
- ۹- اگر مجھے افراط کا الزام دیئے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں امام صاحب پر کسی کو بھی ترجیح نہ دیتا۔
- ۱۰- فرمایا امام صاحب مجید الغور تھے یعنی مسائل کی گہرائیوں تک جاتے تھے۔
- ۱۱- فرمایا کہ علماء امام صاحب سے مستغنی نہیں ہو سکتے کم سے کم تفسیر حدیث کے لئے تو ان کی احتیاج ظاہر و باہر ہے۔
- ۱۲- اگر میں بعض بے وقوفوں کی باتوں پر رہتا تو امام صاحب سے محروم رہتا اور ان سے محروم ہوتا تو یوں کہنا چاہئے کہ طلب علم کی راہ میں میری ساری مشقت و تعب اور ہزاروں لاکھوں روپے کا صرف رائیگاں چلا جاتا۔
- ۱۳- اگر میں امام صاحب سے نہ ملتا تو علم کے لحاظ سے دیوالیہ ہوتا، ایک روایت ہے کہ میں بھی دوسرے حدیث کے نقالوں کی طرح ہوتا۔
- ۱۴- ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مبارک کی مجلس میں امام صاحب کا ذکر ہوا اور کچھ موافق کچھ مخالف باتیں ہوئیں تو ابن مبارک نے فرمایا کہ علماء میں سے کسی کو امام صاحب جیسا پیش کر دو ورنہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو اور ہمیں عذاب مت دو۔ (معلوم ہوا کہ امام صاحب سے عناد و حسد و مخالفت کا بیج اس وقت بھی موجود تھا اور ایسے لوگ بڑے بڑے حضرات کو اپنی غیر ذمہ دارانہ روش سے تکلیف پہنچایا کرتے تھے)۔
- ۱۵- فرمایا کہ میں نے بڑے بڑوں کو دیکھا ہے کہ امام صاحب کی مجلس میں ان کی کوئی علمی حیثیت نہ تھی اور میں نے خود کو کسی مجلس میں پہنچ کر حقیر نہیں پایا سوا امام صاحب کی مجلس کے اور میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا کہ اس نے امام صاحب سے کسی مسئلہ پر بحث کی ہو اور اس کی علمی بے بضاعتی پر مجھے رحم نہ آیا ہو۔
- ۱۶- فرمایا کہ وہ شخص محروم ہے جس کو امام صاحب کے علم سے حصہ نہیں ملا۔
- ۱۷- فرماتے تھے کہ خدا اس کا برا کرے جو ہمارے شیخ کا ذکر برائی کے ساتھ کرے، یعنی امام صاحب کا۔
- ۱۸- ایک دفعہ ایک شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا ابن مبارک نے طاؤس کا قول بھی نقل کر دیا اور امام صاحب کا بھی جو اس کے خلاف تھا۔ اس شخص نے کہا کہ ہم تو طاؤس کے قول پر عمل کریں گے اور ابوحنیفہ کے قول کو دیوار پر پھینک ماریں گے، ابن مبارک نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر کیا تو نے امام صاحب کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا۔ واللہ! اگر تو ان کو دیکھ لیتا تو ایسی بات نہ کہتا اور وہ تیرے خلاف اتنے قوی دلائل لاتے کہ جو ان کے ہوتے ہر نے امام صاحب کے قول کو دیوار پر نہ مار سکتا۔
- ۱۹- ایک دفعہ ابن مبارک۔ حدیث امام صاحب سے روایت کر کے سنائی ایک شخص نے اس میں کچھ کلام کیا تو ابن مبارک نے غصہ سے فرمایا کہ تم لوگوں کا اس سے کیا؟ غصہ ہے، تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے، جس کو خدا نے بلند مرتبہ بنایا ہے وہ ہی بلند ہوگا اور جس کو خدا نے برگزیدہ کر لیا ہے وہی برگزیدہ ہوگا۔ (موفق ۵۱، ۵۲، ۵۳ ج ۲)
- ۲۰- فرمایا کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو مسجد حرام مکہ معظمہ میں دیکھا ہے کہ مشرق و مغرب کے لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے اور لوگ اس زمانہ کے جیسے تھے ظاہر ہے یعنی بڑے بڑے فقہا تھے اور بہترین علم کے لوگ حاضر رہتے تھے۔ (موفق ص ۵۷ ج ۲)
- راقم الحروف نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے اقوال اس لئے زیادہ نقل کئے ہیں کہ امام بخاری نے اپنے رسائل میں ان کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا ہے اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کو بے علم تک کہہ دیا ہے اور غالباً پہلے اور محدثین بھی ایسے تھے جو ابن مبارک کو امیر المؤمنین فی الحدیث وغیرہ وغیرہ سب کچھ مانتے تھے مگر خود ابن مبارک جن کو اپنا بڑا اور سب کچھ سمجھتے تھے وہ ان کی نظر میں کچھ نہ تھے اس لئے محدث ابو عصمہ سعد بن معاذ جب محدثین سے یہ سنتے تھے کہ عبداللہ بن مبارک اعلم ہیں امام ابوحنیفہ سے، تو فرمایا کرتے تھے کہ ”جو لوگ عبداللہ بن مبارک کو امام سمجھتے ہیں اور خود عبداللہ نے جس کو امام مانا تھا اس کو امام نہیں مانتے ان کی مثال شیعہ حضرات کی ہے کہ حضرت علیؑ کو تو امام مانتے ہیں

لیکن جن کو حضرت علیؑ نے اپنے لئے امام تسلیم کیا تھا ان کو امام ماننے کے لئے تیار نہیں یعنی حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم (موفق ۵۴ ج ۲)
 ۳- محدث ابن ولؤد: ۱- امام ابو حنیفہؒ پر طعن دو قسم کے لوگوں نے کیا ہے ایک ان لوگوں نے جو ان سے ناواقف تھے اور دوسرے وہ جن کو ان سے حسد ہے، وہ کہا کرتے تھے کہ بصرہ والوں کا فخر چار کتابیں ہیں، حافظ کی کتاب البیان والسمین کتاب الحمویان، سیبویہ کی کتاب اور غلیل کی کتاب العین، لیکن ہمارا فخر حلال و حرام کے ستائیس ہزار مسائل پر ہے جو ایک کوئی محمد بن حسن کے نتیجہ عمل ہیں وہ ایسے قیاسی و عقلی ہیں کہ کسی انسان کو ان کا نہ جاننا روا نہیں۔

۲- جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو اس کے لئے سفیان ہیں اور جب آثار یا حدیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو ابو حنیفہؒ ہیں۔
 ۳- اہل اسلام پر نماز میں امام ابو حنیفہؒ کے لئے دعا کرنی ضروری ہے کیوں کہ انہوں نے دوسروں کے واسطے سنن و آثار و محفوظ کر دیا ہے یعنی بصورت احادیث و آثار مرویہ و بصورت احکام و مسائل۔ (حدائق المحفۃ)

۴- مکی بن ابراہیمؒ: بیخ کے امام اور امام بخاری وغیرہ کے استاد تھے (۱) فرماتے تھے کہ ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم زاہد، راغب فی الآخرت اور احفظ اہل زمانہ تھے اور عالم کی اصطلاح محدثین کے یہاں یہ ہے کہ اس کو احادیث کے متون و اسناد دونوں حفظ ہوں۔

۲- موفق کروری میں ہے کہ اسماعیل بن بشر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مکی کی مجلس میں تھے، انہوں نے فرمانا شروع کیا ”یہ حدیث روایت کی ہم سے ابو حنیفہؒ نے“ اتنا ہی کہ تھا کہ ایک مسافر اجنبی شخص چیخ پڑا کہ ہم سے ابن جریج کی حدیث روایت کرو، ابو حنیفہؒ سے روایت مت کرو، مکی نے جواب دیا کہ ہم بیوقوفوں کو حدیث سنانا نہیں چاہتے، میں ہدایت کرتا ہوں کہ تم میری حدیث مت لکھو اور میری مجلس سے نکل جاؤ، چنانچہ جب تک وہ اٹھ کر نہ چلا گیا انہوں نے حدیث روایت نہ کی، اس کے جانے کے بعد پھر امام ابو حنیفہؒ سے ہی حدیث روایت کی۔

۳- فرمایا میں علماء کوفہ کی مجالس میں بیٹھا ہوں میں نے ان میں کسی کو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ متورع نہیں پایا۔ (موفق ۱۹۳ ج ۱)
 ۵- محدث خلف بن ایوب: ۱- میں اکثر علماء کی مجالس میں جایا کرتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ بعض باتوں کے معنی نہ سمجھ سکتا تھا، پھر امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں جاتا، ان سے دریافت کرتا، وہ مجھ سے ان کی تفسیر فرماتے اور اس تقریر و تفسیر سے میرے قلب میں ایک نور داخل ہو جاتا تھا۔
 ۲- فرمایا کہ خدا سے علم محمد ﷺ کو پہنچا، ان سے اصحاب کو، اصحاب سے تابعین کو اور تابعین سے ابو حنیفہؒ کو اس بات سے خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض ہو۔ (حدائق ص ۷۵)

۶- امام شعرانی: ۱- میں نے امام ابو حنیفہؒ کے مسانید ثلاثہ کے صحیح نسخوں کو مطالعہ کیا جن پر حفاظ کی تصدیق تھی، میں نے دیکھا کہ ہر حدیث بہترین عدول و ثقات تابعین سے مروی و منقول ہے مثلاً، اسود، علقمہ، عطاء، عکرمہ، مجاہد، کھول، حسن بصری وغیرہ وغیرہ سے، پس امام صاحب اور جناب رسالت مآب ﷺ کے درمیان تمام راوی عادل، ثقہ، عالم اور بہترین بزرگ ہیں جن میں کوئی کذاب یا متهم بالکذب نہیں۔ ۲- ہمارے لئے کسی طرح موزوں نہیں کہ ایسے امام عظیم پر اعتراض کریں جس کی جلالت قدر علم و روع پر اجماع و اتفاق ہو چکا ہے۔

۳- امام صاحب پر اعتراض مناسب نہیں کیونکہ وہ ائمہ متبعین میں سے سب سے بڑے مرتبہ کے تھے اور ان کا مذہب سب سے پہلے مدون ہوا اور ان کی سند حدیث بھی دوسرے ائمہ کے لحاظ سے رسول اکرم ﷺ کی طرف زیادہ قریب ہے، وغیرہ (میزان کبریٰ)۔ ۴- امام اعظم ابو حنیفہؒ کے کثرت علم، پرہیزگاری، عبادت، استنباط و سمجھ کی دقت و گہرائی پر سلف و خلف کا اتفاق و اجماع ہے (حدائق ص ۷۶)

۷- محدث حسن بن زیاد: امام ابو حنیفہؒ چار ہزار احادیث روایت کرتے تھے، دو ہزار حماد سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے۔

۸- امام احمد: امام احمد سے ابن حجر نے نقل کیا کہ ابو حنیفہؒ علم و تقویٰ بڑھو اختیار آخرت میں اس جگہ تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا۔ (شامی و خیرات ص ۱۳)

۹- عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۳ھ): کبار تابعین سے ہیں، ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں، امام صاحب جب ان کے پاس آتے تو

سب سے آگے اپنے قریب بٹھاتے تھے۔ (موفق ص ۶۷ ج ۲)

۱۰۔ فضیل بن عیاض (م ۱۸۰ھ): اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، بڑے عابد، زاہد اور صاحب کرامات بزرگ تھے انہوں نے فرمایا کہ ”امام ابو حنیفہ بڑے فقیہ تھے، ورع و تقویٰ میں مشہور تھے، لوگوں پر جو دو شفقت کرنے میں بڑے حریص تھے، رات و دن تعلیمی کاموں میں منہمک رہتے تھے، بہت خاموش اور کم گو تھے البتہ جب کوئی مسئلہ ان سے دریافت کیا جاتا تو خوب بولتے تھے۔ (تمیض الصحیفہ وغیرہ)

۱۱۔ حفظ بن عبد الرحمن نخعی (م ۱۹۹ھ): نسائی و ابو داؤد کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں، فرمایا کہ میں نے ہر قسم کے علماء و فقہاء، زاہد اور اہل ورع کی خدمت میں حاضری دی لیکن ان سب اوصاف کا جامع سوائے امام ابو حنیفہ کے اور کسی کو نہیں دیکھا۔ (موفق ص ۲۰۰ ج ۱)

۱۲۔ حسن بن صالح کوئی (م ۱۶۹ھ): ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں، کہا کہ امام ابو حنیفہؒ نسخ و منسوخ حدیث کی سخت تلاش میں مصروف رہتے تھے اور اسی حدیث پر عمل کرتے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب سے ان کو ثابت ہوتی تھی اور حدیث وفقہ اہل کوفہ کے صرف عارف ہی نہ تھے بلکہ اپنے شہر کے لوگوں کی معمول بہا احادیث کا سختی سے اتباع کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح کتاب اللہ میں ناسخ و منسوخ آیات ہیں اسی طرح احادیث میں بھی ناسخ و منسوخ ہیں اور رسول خدا ﷺ کی اخیر زندگی کے اعمال کے حافظ تھے (موفق ص ۸۹ ج ۱)

۱۳۔ محدث شہیر ابن جریج (م ۱۵۰ھ): ائمہ صحاح ستہ کے اعلیٰ شیوخ سے ہیں، ابن عیینہ نے بیان کیا کہ ابن جریج کو جب امام حنیفہؒ کے علم و ورع اور استقامت دین کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ عنقریب اس شخص کے علمی کمالات کا حیرت انگیز چرچا ہوگا۔

۲۔ ایک روز کسی نے ان کے سامنے امام صاحب کا کسی قدر برائی سے ذکر کیا تو فرمایا، خاموش رہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں، بہت بڑے فقیہ ہیں، بہت بڑے فقیہ ہیں۔ (خیرات حسان ص ۳۳)

۳۔ خطیب نے روح بن عبادہ سے روایت کی کہ میں ابن جریج کے پاس تھا جب امام اعظمؒ کی خبر وفات ان کو دی گئی تو سن کر انا لله وانا الیہ راجعون پڑھا اور افسوس سے فرمایا کہ کیا علم جاتا رہا۔ (تمیض الصحیفہ ص ۱۱۳ امام سیوطی)

شعبۃ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ): ائمہ صحاح کے اعلیٰ رواۃ سے ہیں سفیان ثوری ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے۔

۱۔ جب ان سے امام ابو حنیفہؒ کا حال دریافت کیا جاتا تو وہ بہت تعریف ان کی کیا کرتے تھے اور ہر سال نیا تحفہ امام صاحب کو بھیج کرتے تھے۔ (موفق ص ۳۶ ج ۲)

۲۔ امام صاحب کو حسن الفہم جید الحفظ فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں نے ان پر تشبیح کی ہے واللہ وہ خدا کے یہاں اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے کیونکہ خدا ان چیزوں سے پوری طرح واقف ہے۔ (خیرات ص ۳۳)

۳۔ جب وفات پہنچی تو انا للہ پڑھا اور کہا کہ آج کوفہ کا چراغ علم گل ہو گیا اور اب اہل کوفہ کو قیامت تک اس کی نظیر نہ ملے گی۔ (خیرات ص ۶۹)

محمد بن میمون (م ۱۶۱ھ): ائمہ صحاح کے اعلیٰ شیوخ میں سے ہیں امام اعظمؒ کے بارے میں فرمایا کہ امام صاحب کے زمانہ میں علم و ورع اور زہد میں کوئی شخص ان سے بڑھ کر نہ تھا اور نہ کوئی شخص علم و فطانت میں ان کا مساوی تھا بخدا مجھے ان سے ایک حدیث سن لینے کی خوشی ایک لاکھ شرفی کے مل جانے سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

محدث اسمعیل بن حماد بن ابی سلیمان

یہ حضرت حماد استاذ امام اعظمؒ کے صاحبزادے تھے ان کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ میرے والد ماجد کے خصوصی رازداروں میں سے تھے اور والد ماجد امام صاحب پر اپنی وہ خاص علمی چیزیں ظاہر کرتے تھے اس لئے میں بھی اپنے والد سے بہت سی علمی باتیں نہ سن سکا اور نہ

سے محروم رہا، اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ ہی کے واسطے سے مجھے اپنے والد ماجد کی خاص خاص چیزیں پہنچیں جو صرف ان کے پاس تھیں۔ اس خبر کے راوی یحییٰ بن آدم نے یہ بھی کہا کہ اسماعیل بن حماد بڑی عمر کے تھے، سب لوگوں کا زمانہ پایا تھا لیکن اپنے اور والد کے امام صاحب سے خصوصی تعلق کے باعث امام صاحب ہی سے سماع حدیث کیا اس واقعہ سے بھی حضرت مغیرہ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت حماد کے خصوصی علوم کے قابل امام صاحب ہی تھے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حصول علم کے لئے خاص تعلق و مناسبت بھی استاد سے ضروری ہے، نیز معلوم ہوا کہ امام صاحب بذل علم کے اعتبار سے بھی بڑے نجی تھے وغیرہ۔

محدث محمد بن طلحہ

محدث ابو غیلہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم دونوں آپس میں امام ابو حنیفہؒ کی باتیں کر رہے تھے تو محمد بن طلحہ نے کہا کہ ابو غیلہ! اگر تمہیں امام صاحب کا کوئی قول معتبر ذریعہ سے مل جائے تو اس کو مضبوط پکڑ لیتا، اس کی قدر کرنا، کیونکہ امام صاحب سے جو بات آتی ہے وہ چھٹی چھائی صاف ہوتی ہے (یعنی کھرے سونے کی طرح بے کھوٹ ہوتی ہے)۔ (موفق ۴۰ ج ۲)

محدث فضل بن موسیٰ سینائی

امام صاحب کے زمانہ میں بڑے مشہور و معروف حفاظ حدیث میں سے تھے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کی ہے، امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے اور مخالف علماء سے جھگڑتے تھے لوگوں کو امام صاحب کے مذہب کی طرف ترغیب دیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حجاز و عراق کے مشائخ علم کی مجالس میں آیا جایا کرتے تھے لیکن کسی مجلس کو امام صاحب کی مجلس سے زیادہ عظیم البرکت اور کثیر المنفعت نہیں پایا۔ (موفق ۵۰ ج ۲)

امام شمس الدین شافعی

عقود الجواہر المندفہ میں امینی کی خلاصۃ الاثر سے نقل کیا ہے کہ امام شمس الدین محمد بن علاء الباہلی شافعی فرمایا کرتے تھے کہ جب ہم سے افضل الائمہ کے بارے میں سوال ہوتا تھا تو ہم ابو حنیفہؒ ہی کو بتلایا کرتے تھے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ

تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کو حفاظ حدیث میں شمار کیا اور آپ کا تذکرہ امام الاعظم فقیہ العراق سے شروع کیا اور لکھا کہ حضرت انسؓ صحابی کوفہ میں تشریف لائے تو امام صاحب نے ان کو متعدد بار دیکھا اور امام صاحب نے عطار، نافع، سلمہ بن کہیل، عمرو بن دینار اور خلق کثیر سے روایت حدیث کی اور امام صاحب سے فقہ حاصل کرنے والے بھی تھے، جیسے زفر، دلوذ طائی، قاضی ابو یوسف، حم بن الحسن وغیرہ اور حدیث حاصل کرنے والے بھی تھے جیسے دکیج، یزید بن ہارون، سعد بن اہصلت، ابو عاصم، عبدالرزاق (صاحب مصنف) عبداللہ بن موسیٰ، ابو نعیم، ابو عبد الرحمن المقرئ اور ان کے علاوہ بہت سے لوگ تھے۔

امام صاحب عالم باعمل، عابد و زاہد اور بڑے عالمی مرتبت انسان تھے، بادشاہوں کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود تجارت کر کے کسب کرتے تھے، بنی نوع انسان میں امام صاحب نہایت زکی تھے۔

اس کے بعد علامہ ذہبی نے حضرت عبداللہ بن مبارک وغیرہ کبار محدثین کے اقوال امام صاحب کے مناقب میں نقل کئے ہیں جو ہم نے دوسری جگہ نقل کئے ہیں، علامہ ذہبی نے امام صاحب اور صاحبین کے مناقب میں مستقل کتاب بھی لکھی۔

محدث عمر بن ذرؓ

ہم جب بھی کہیں امام ابو حنیفہ کے ساتھ سفر میں جاتے تھے، دیکھتے تھے کہ امام صاحب وہاں کے تمام اہل علم پر فقہ، علم و ورع میں غالب رہتے تھے۔ (موفق ص ۱۹۵ ج ۱)

سیدنا علی الخواص شافعیؒ

اولیاء کا طین میں سے اور امام شعرانی شافعی کے شیخ اعظم تھے، فرمایا کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے مدارک اجتہاد اس قدر دقیق ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے بھی صرف اہل کشف و مشاہدہ ہی ان کو اچھی طرح جان سکتے ہیں، اسی لئے انہوں نے اور امام ابو یوسف نے ماء مستعمل کو نجس قرار دیا ہے، امام صاحب وضوء کے مستعمل پانی میں صاحب وضوء کے گناہوں کی نجاست ملاحظہ فرماتے تھے اور ہر ایک کے گناہ کو ممتاز دیکھتے اور تنبیہ کرتے تھے، توبہ کی تلقین فرماتے تھے۔ (میزان کبریٰ)

علامہ ابن الاثیر جزری

اگر ہم امام ابو حنیفہ کے فضائل و کمالات بیان کرنا چاہیں تو وہ اتنے ہیں کہ ہم سب کو بیان نہیں کر سکتے بات بہت لمبی ہو جائے گی اور غرض پھر بھی پوری نہ ہوگی، مختصر یہ کہ وہ عالم باعمل، زاہد، عابد متقی پرہیزگار اور علوم شریعت کے مسلم و پسندیدہ امام تھے۔ (جامع الاصول)

ابن ندیم

اپنی مشہور و معروف کتاب ”الغمرست“ میں امام اعظم کا تذکرہ کرتے ہوئے آخر میں لکھا کہ ”مشرق سے مغرب تک زمین کے تمام خشکی و تری کے حصوں میں دور و نزدیک جو کچھ علم کی روشنی پھیلی وہ امام صاحب ہی کی تدوین کا صدقہ ہے رضی اللہ عنہ“۔

امام مالکؒ

محمد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا امام صاحب کا ہاتھ تھا سہ جار ہے تھے جب مسجد نبویؐ میں پہنچے تو امام صاحب کو آگے بڑھایا میں نے سنا کہ امام صاحب نے مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے ہوئے یہ دعا پڑھی بسم اللہ هذا موضع الامان فامسی من عذابک و نجسی من النار یعنی خدا کے نام کے ساتھ داخل ہوتا ہوں، یہ امان کی جگہ ہے یا اللہ! مجھ کو اپنے عذاب سے مامون کر اور عذاب جہنم سے نجات دے۔ (موفق ص ۳۳ ج ۲)

امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میرے سامنے ایک شخص نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ کیا آپ نے امام ابو حنیفہؒ کو دیکھا ہے؟ تو فرمایا ہاں! میں نے ایسا شخص دیکھا ہے کہ اگر اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہے تو اس پر بھی دلیل قائم کر سکتا ہے۔ (مناقب ذہبی ص ۱۹)

امام مالکؒ اکثر اقوال امام صاحب کے اختیار کرتے تھے اور آپ کی آراء و اقوال کی تلاش میں رہتے تھے اکثر مسائل میں امام صاحب کے اقوال کو معتبر جانتے تھے، موسم حج و زیارت میں امام صاحب کا انتظار کیا کرتے تھے جب امام صاحب مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تو کافی وقت امام صاحب کے ساتھ علمی مذاکرات میں گزارتے تھے۔

ایک دفعہ کوئی لمبی بحث چلی اور امام مالکؒ امام صاحب کی مجلس سے اٹھے تو پسینہ پسینہ ہو رہے تھے، تلامذہ نے عرض کیا کہ آپ کو بہت پسینہ آیا! امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہاں! ابو حنیفہؒ کے ساتھ بحث میں ایسا ہوا اور تم ان کو کیا سمجھتے ہو وہ تو بہت بڑے فقیہ ہیں۔

امام ابو یوسفؒ

۱- ائمہی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم چند احباب بیٹھے ہوئے اپنی اپنی آرزوؤں کا ذکر کرنے لگے تو میں نے امام ابو یوسفؒ سے کہا کہ اب تو آپ بڑے سے بڑے مرتبہ پر پہنچ گئے ہیں (کیونکہ قاضی القضاۃ تھے اور وہ بھی اس شان سے کہ خلفاء ان کے فیصلوں کے سامنے سر جھکاتے تھے) تو کیا اس سے زیادہ کی بھی کوئی تمنا آپ کو ہے؟ تو فرمایا کہ ”ہاں میری تمنا ہے کہ کاش مجھے ابن ابی لیلیٰ کا جمال مسر بن کدام کا زہد اور امام ابو حنیفہ کا فقہ حاصل ہوتا۔“ ائمہی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا ذکر امیر المومنین یعنی خلیفہ وقت سے کیا تو انہوں نے کہا کہ امام ابو یوسفؒ نے جو تمنا کی ہے وہ خلافت سے بھی اونچی چیز کی ہے۔

۲- ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا، کاش مجھے امام ابو حنیفہؒ کی ایک مجلس میری آدمی دولت کے عوض نصیب ہو جاتی، ائمہی کہتے ہیں کہ اس وقت ان کی دولت میں لاکھ روپیہ سے زیادہ تھی، میں نے کہا کہ یہ تمنا آپ کیوں کرتے ہیں تو فرمایا کچھ مسائل کی تحقیق کے لئے دل میں خلش ہے امام صاحب ہی سے تسلی ہو سکتی ہے، ان سے دریافت کر لیتا۔

۳- عصام بن یوسف کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے کہا علماء وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علم حدیث و فقہ میں کوئی نہیں ہے تو فرمایا میرا علم امام صاحبؒ کے علم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے، ایسا سمجھو جیسے ایک چھوٹا راجہ یا نالہ بڑی نہر فرات کے مقابلہ میں۔
۴- ایک روز فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ بڑے عظیم البرکت تھے ان کی وجہ سے ہم پر دنیا و آخرت کے راستے کھل گئے۔

۵- فرمایا کہ میں نے امام صاحبؒ سے زیادہ تفسیر حدیث کا عالم نہیں دیکھا، ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو امام صاحبؒ کے پاس حاضر ہوتے اور امام صاحبؒ اس کا فوراً ہی حل پیش کر کے ہماری تشفی کر دیتے تھے۔ (موفق ص ۴۳ ج ۲)
امام ابو یوسفؒ علم حدیث میں امام احمد، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین وغیرہ کا بر محمد شین کے استاذ تھے جو امام بخاری وغیرہ محدثین کے شیوخ میں ہیں، ان کا تذکرہ مفصل آگے آئے گا، باوجود اس جلالت قدر کے امام ابو حنیفہؒ کے کس قدر مداح و قدر دان ہیں، امام صاحبؒ کے مرتبہ عالی کا اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت سفیان بن عیینہ

مشہور محدث ہیں امام اعظمؒ کے تلمیذ اور راوی مسانید الامام ہیں، حمیدی (استاذ بخاری) کے استاذ ہیں حمیدی راوی ہیں کہ امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ۔ دو چیزیں ایسی تھیں کہ ہم ابتداء میں یہ تصور بھی نہ کرتے تھے کہ وہ کوفہ کے پہلے سے آگے بڑھیں گی، حمزہ کی قرأت اور امام ابو حنیفہؒ کی رائے لیکن وہ دونوں تمام آفاق میں پہنچ گئیں (مناقب ذہبی ص ۲۰) محدث عمرو بن دینار کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے، کوفہ آئے تو امام صاحبؒ نے ان کے علم و فضل کی تعریف کی جس سے ان کا حلقہ درس بھر گیا فرماتے تھے کہ کوفہ میں امام صاحبؒ سے زیادہ افتد، افضل، اور ع نہیں تھا۔ (موفق ص ۱۹۵ ج ۱)

امام شافعیؒ

علی بن میمون (شاگرد امام شافعیؒ) نے روایت کی کہ مجھ سے امام شافعیؒ نے کہا۔ میں ابو حنیفہؒ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آ جاتی ہے دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، دعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی، خیرات حسان میں یہ قول بھی نقل ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ کوئی عقیل آدمی پیدا نہیں ہوا۔

شامی میں ابن حجر مکی سے بحوالہ ربیع روایت ہے کہ امام شافعی نے فرمایا، لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں کیونکہ میں نے ان سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا، یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ابو حنیفہ کی کتابوں کو نہ دیکھے وہ نہ تو علم میں تبحر ہوگا اور نہ فقیہ بنے گا۔ (حدائق ص ۷۷) یہ بھی فرمایا کہ ابو حنیفہ فقہ کے مربی و مورث اعلیٰ ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

امام مزنی

مزنی سے کسی نے پوچھا کہ ابو حنیفہ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ کہا سید ہم، ان کے سردار ہیں، کہا اور ابو یوسف؟ کہا اجمعہم للحدیث ان میں حدیث کا سب سے زیادہ اتباع کرنے والے، کہا اور محمد بن حسن؟ کہا اکثر ہم تعریفاء سب سے زیادہ مسائل نکالنے والے، کہا زفر! کہا اسنہم قیاسا، قیاس میں سب سے بہتر۔

خلیفہ منصور عباسی

محمد بن فضیل عابدی نے روایت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے بیان کیا کہ میں خلیفہ منصور کے پاس گیا تو مجھ سے پوچھا کہ تم نے علم کس سے حاصل کیا؟ میں نے کہا حماد سے، انہوں نے ابراہیم نخعی سے، انہوں نے حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے، منصور نے سن کر کہا! خوب خوب، ابو حنیفہ تم نے بہت مضبوط علم حاصل کیا، وہ سب کے سب طہمیین و طاہرین تھے، سب پر اللہ کی رحمت ہو۔

دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ خلیفہ منصور سے عیسیٰ بن منصور نے کہا کہ یہ (ابو حنیفہ) آج دنیا کے عالم ہیں، پوچھا نعمان! تم نے علم کس سے حاصل کیا جواب دیا اصحاب عمرؓ سے عمر کا، اصحاب علیؓ سے علی کا، اصحاب عبداللہؓ سے عبداللہ کا، اور ابن عباسؓ کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر عالم روئے زمین پر نہ تھا۔

محدث حفص بن غیاثؓ

امام صاحبؓ کے تلمیذ خاص اور محدثین کے شیوخ کبار میں تھے، فرماتے تھے کہ امام صاحبؓ سے میں نے ان کی کتابیں پڑھیں اور ان کے آثار مرویہ سنے میں نے ان سے پاک باطن اور باب احکام میں فاسد و صحیح کا علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ یکتائے روزگار تھے، ان کی جیسی فہم و نظر کا کوئی شخص میں نے نہیں سنا۔ (موفق ص ۴۱ ج ۲)

محدث عیسیٰ بن یونس

مشہور محدث تھے، امام صاحبؓ کے حدیث و فقہ میں شاگرد تھے، علماء کوفہ میں سے امام صاحبؓ ہی کا قول اختیار کرتے تھے اور اسی پر فتویٰ دیتے تھے، اپنے شاگرد سلیمان بن شاذ کوئی کو یہ نصیحت فرمائی کہ امام ابو حنیفہ کے بارے میں ہرگز کوئی کلمہ پرانی کا نہ کہنا اور نہ کبھی کسی برائی بیان کرنے والے کی تصدیق کرنا، اس لئے کہ واللہ میں نے کسی کو ان سے افضل اور اورع نہیں دیکھا۔

محمد بن داؤد کا بیان ہے کہ ہم محدث عیسیٰ بن یونس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام ابو حنیفہ کی کتاب نکالی تاکہ ہمیں اس میں سے سنائیں، کسی نے مجلس میں کہا کہ آپ ابو حنیفہ سے روایت حدیث کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کی زندگی میں ان کو اور ان کے علم و فضل کو پسند کیا تو کیا اب ان کی وفات کے بعد ان کو پسند نہ کروں گا۔

محدث یحییٰ بن آدم

امام علی بن امدینی (استاذ امام بخاری) فرمایا کرتے تھے کہ یحییٰ بن آدم علماء اور ان کے اقادیل کے بڑے واقف تھے۔ حدیث و فقہ کے بڑے عالم تھے اور امام ابو حنیفہ کی طرف میلان شدید رکھتے تھے معلوم ہوا کہ امام صاحب سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے مسلم حدیثین تھے۔ اب سنئے! یہ محدث کبیر یحییٰ بن آدم فرماتے ہیں کہ امام صاحب نے فقہ میں وہ اجتہاد کیا جس کی سابق میں نظیر نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کی خصوصی رہنمائی فرمائی اور اجتہاد فقہ کے دشوار راستے ان کے لئے سہل بنا دیئے، ان کے علم سے خواص و عوام دونوں طبقوں نے فائدہ اٹھایا۔ یہ بھی فرمایا کہ کوفہ فقہ کا مرکز تھا اس میں بڑی کثرت سے اکابر فقہاء موجود تھے جیسے ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح، شریک وغیرہ لیکن امام صاحب کے اقادیل کے مقابلہ میں ان سب کے اقادیل بے قیمت ہو کر رہ گئے، امام صاحب کا علم ایک ایک شہر و بستی میں پہنچ گیا، خلفاء ائمہ اور حکام نے اس کے مطابق فیصلے کئے اور عملی دنیا کے لئے وہی مدار عمل ٹھہر گیا۔ (موفق ج ۳ ص ۲)

امام زفر

فرمایا کہ بڑے بڑے محدثین امام صاحب کے پاس آتے جاتے تھے اور آپ سے مسائل مشککہ میں حل طلب کرتے تھے اور جو احادیث ان پر مشتبہ المراد ہوتی تھیں ان کی تفسیر آپ سے کراتے تھے۔ (موفق ص ۱۳۹ ج ۲)

وکیع بن الجراح

اصحاب ستہ کے کبار شیوخ میں تھے، فرمایا کہ میں نے کسی شخص کو جو امام ابو حنیفہ سے زیادہ فقیہ اور ان سے بہتر طور پر نماز پڑھنے والا ہو نہیں دیکھا۔ (حدائق ص ۷۸)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ وکیع امام صاحب کے متعلق بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور ورع و صحت دین کے اعتبار سے ان کی تعریف کیا کرتے تھے۔ (موفق ص ۱۹۷ ج ۱)

سلیمان بن مہران ابو محمد الاعمش الکوفی

محدثین کے مشہور و معروف شیخ الشیوخ ہیں، مسند خوارزمی میں امام اعمش کا قول منقول ہے کہ۔

۱۔ ابو حنیفہ مواضع فقہ دقیقہ اور غوامض علم خفیہ کو بخوبی جانتے ہیں اور ان کو تاریک مقام میں بھی اپنے چراغ قلب کی وسیع نورانی روشنی سے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں، اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ میری امت کے چراغ ہیں۔

۲۔ فرماتے کہ اس مسئلہ کا بہتر جواب ابو حنیفہ ہی دے سکتے تھے اور میرے خیال میں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت بخشی ہے۔ (خیرات ص ۳۳)

۳۔ ایک بار امام صاحب سے چند مسائل میں گفتگو کی، آپ نے جواب دیئے، پوچھا کہاں سے، امام صاحب نے احادیث بیان کرنی شروع کر دیں جو اعمش ہی سے سنی تھیں، اعمش نے کہا کہ بس کافی ہے، آپ نے تو حد کردی میں نے جو احادیث ۱۰۰۰ سودن میں بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ساعت میں سنا دیں، مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کر رہے ہیں، اے جماعت فقہاء! آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم دوا فروش اور آپ نے دونوں طرف (فقہ و حدیث) سے حظ وافر حاصل کیا۔ (خیرات ص ۶۷) خطیب عن الامام ابی یوسف

۴۔ حضرت اعمش نے ایک بار امام ابو یوسف سے پوچھا کہ تمہارے رفیق ابو حنیفہ نے عبد اللہ کے قول عنق الامة طلاقھا کو کیوں ترک کر دیا؟ جواب دیا کہ اس حدیث کی وجہ سے جو آپ نے واسطہ ابراہیم واسود حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ بریرہ جب آزاد ہو گئیں تو

ان کو اختیار دیا گیا، اعمش نے یہ سن کر بڑا تعجب کیا اور کہا کہ ابو حنیفہ بہت زیرک ہیں۔“

امام اسحاق بن راہویہ

میں نے کسی کو احکام و تقاضا کا امام صاحب سے زیادہ جاننے والا نہیں پایا، قضا کے لئے مجبور کیا گیا اور مارا بھی گیا مگر قبول نہ کی، آپ کا محبوب مشغلہ یہ تھا کہ حبہ لند تعلیم و ارشاد کرتے رہیں۔ (مناقب موفق ج ۵۸ ص ۲)

یزید بن ہارون

اپنے زمانہ کے امام کبیر اور محدث ثقہ تھے، امام اعظم، امام مالک اور سفیان ثوری کے شاگرد اور یحییٰ بن معین و ابن مدینی وغیرہ کے شیوخ صحاح ستہ کے استاد تھے فرمایا: میں نے سترہ شیوخ سے علم حاصل کیا لیکن خدا کی قسم میں نے امام ابو حنیفہ سے زیادہ کسی کو ورع، حافظہ اور عقل میں نہیں پایا۔ (حدائق ص ۷۹)

۲- کسی نے پوچھا کہ ایک عالم فتویٰ دینے کے قابل کب ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب وہ امام ابو حنیفہ جیسا ہو جائے، ان سے کہا گیا کہ آپ ایسی بات کہتے ہیں؟ فرمایا ہاں، بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے کہنا چاہئے میں نے ان سے زیادہ کسی عالم کو فقیہ و متورع نہیں دیکھا ایک روز میں نے ان کو دیکھا کہ ایک شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ سایہ میں ہو جاتے! فرمایا میرے اس گھر والے پر کچھ روپے قرض ہیں اس لئے اس کے گھر کے سایہ میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا، محدث یزید نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا بتلاؤ! اس سے بڑا درجہ بھی ورع کا ہو سکتا ہے!

۳- ایک روز یزید بن ہارون کی مجلس میں یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور امام احمد وغیرہ موجود تھے کہ ایک شخص نے آکر ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ اہل علم کے پاس جا کر معلوم کر لو، ابن المدینی بولے کہ آپ اہل علم نہیں ہے حالانکہ حدیث کے عالم ہیں، فرمایا نہیں اہل علم اصحاب اہل حنیفہ ہیں، تم تو عطار ہو۔ (موفق ج ۲ ص ۲۷)

محدث ابو عاصم النبیل

امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے اور امام بخاری وغیرہ کے شیوخ کبار میں سے تھے، کہا کرتے تھے ”مجھے امید ہے کہ امام ابو حنیفہ کے لئے ہر روز ایک صدیق کے برابر اعمال خدا کی بارگاہ عالی میں پہنچے ہیں“، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کیوں؟ تو کہا اس لئے کہ لوگ برابر ان کے علم و اقوال سے منتفع ہوتے رہتے ہیں (لہذا ان سب کے صحیح علم و عمل کا سبب امام صاحب ہوئے)۔ (موفق ص ۳۵ ج ۲)

ابو نعیم فضل بن وکین

صاحب تصانیف امام بخاری کے استاد ہیں، امام صاحب کے شاگرد ہیں۔

۱- فرمایا، امام ابو حنیفہ مسائل کی تہ اور حقیقت تک پہنچنے والے تھے۔ (تہذیب التہذیب)

۲- امام صاحب بڑے خدا ترس تھے اور بغیر جواب کے کلام نہ کرتے تھے اور نہ لائے یعنی باتوں میں پڑتے تھے۔ (حدائق ص ۸۰)

بحر السقاء

بصرہ کے اکابر ائمہ حدیث میں سے تھے فرماتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہ سے علمی مذاکرات کیا کرتا تھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ اے بحر! تم

تو واقعی اسم باسکی یعنی علم کا سمندر ہو، تو میں عرض کرتا تھا حضرت! میں تو صرف ایک بحر ہوں لیکن آپ تو بحر ہیں (موفق ص ۴۴ ج ۲) خیال کیجئے امام صاحب کا یہ بھی کتنا بڑا کمال تھا کہ چھوٹوں کے فضل و کمال کا بھی برملا اعتراف کرتے تھے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے، یہ امام صاحب کی علمی تربیت کی خصوصی شان تھی۔

محدث عبدالرحمن بن مہدی

بصرہ کے قابل فخر فقہاء و حفاظ حدیث میں سے تھے، امام صاحب کے معاصر تھے کہتے ہیں کہ میں حدیثیں نقل کرتا تھا، میری رائے علی وجہ البصیرۃ یہ ہے کہ سفیان ثوری علماء کے امیر المومنین تھے، سفیان بن عیینہ امیر العلماء تھے، شعبہ حدیث کی کسوٹی تھے، عبداللہ بن مبارک مراف حدیث تھے، یحییٰ بن سعید قطان قاضی العلماء تھے، اور ابو حنیفہ قاضی قضاۃ العلماء تھے جو شخص تم سے اس کے سوا کوئی بات کہے اس کو نبی سلیم کی کوڑی پر پھینک دو۔ (موفق ص ۴۵ ج ۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی

(تہذیب المعتمد میں) نعمان بن ثابت امام ابو حنیفہ نے حضرت انس صحابی کی زیارت کی ہے اور عطاء، عاصم، علقمہ، حماد، حکم، سلمہ، ابو جعفر، علی، زیاد، سعید حدی، عطیہ، ابوسفیان، عبدالکریم، یحییٰ اور ہشام سے حدیث پڑھی اور روایت کی ہے اور امام صاحب سے حماد، ابراہیم، حمزہ، زفر، قاضی ابو یوسف، ابو یحییٰ، عیسیٰ، وکیع، یزید، اسد حکام، خارجہ، عبد المجید، علی، محمد، عبدالرزاق، محمد بن حسن، یحییٰ بن یمان، ابو عصمہ، نوح، ابو عبدالرحمن، ابوالنعمان، ابو عاصم اور دوسروں نے روایت کی ہے۔ (ص ۴۴۹ ج ۱۰)

علامہ صلی الدین

خلاصۃ المعتمد میں ہے کہ ”ابو حنیفہ امام العراق، فقیہ الامت نے عطاء، نافع، اعرج اور ایک جماعت محدثین سے حدیث پڑھی اور روایت کی ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن مبارک نے فرمایا کہ میں ن ابو حنیفہ کے مثل کسی کو فقیہ نہیں پایا، مکی فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔

محدث یسین الزیات

ایک روز مکہ معظمہ میں ان کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے (غالباً مستفیدین و تلامذہ) سب کو با آواز بلند خطاب کیا کہ تم لوگوں کو چاہئے امام ابو حنیفہ کے پاس کثرت سے آؤ جاؤ اور ان کی علمی مجالس کو غنیمت سمجھو، ان کے علم سے استفادہ کرو کیونکہ تم ان جیسے پھر نہ پاؤ گے اور نہ کسی کو ان سے زیادہ حلال و حرام کا عالم پاؤ گے، اگر تم ان سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے تو علم کثیر سے محروم رہو گے۔

اس سال امام صاحب بھی حج کے لئے پہنچے تھے، غالباً اسی لئے یہ ترغیبی تعارف کرایا ہوگا یہ بھی منقول ہے کہ حضرت یسین زیات امام صاحب کے بہت بڑے مداح تھے اور جب امام صاحب کا ذکر شروع کر دیتے تو خاموش ہوتا اور ان کا ذکر خیر ختم کرنا پسند نہ کرتے تھے (موفق ص ۴۸ ج ۲)

محدث عثمان المدنی

فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ اپنے استاد حماد سے افتد تھے بلکہ ابراہیم، علقمہ و اسود سے بھی زیادہ افتد تھے۔ (موفق ص ۳۷ ج ۲)

محدث محمد انصاری

فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں بھی دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔ (محدث اعظم)

محدث علی بن عاصم

علم حدیث، فقہ و دیگر انواع علوم میں علی بن عاصم امام اہل واسطہ تھے، امام صاحب سے حدیث و فقہ کی روایت بہ کثرت کی ہے، جب آپ کے اصحاب و تلامذہ چاہتے کہ آپ سے زیادہ احادیث سنیں تو امام ابوحنیفہؒ اور مغیرہؒ کا ذکر چھیڑ دیتے تھے۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

۱۔ آدمی دنیا کی عقل ترازو کے ایک پلہ میں اور ابوحنیفہؒ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی تو ابوحنیفہؒ کا پلہ بھاری رہتا، (قائد العصیان)۔

۲۔ اگر امام ابوحنیفہؒ کے علم کو ان کے زمانہ کے علماء کے ساتھ تو لا جائے تو امام صاحب ہی کا علم بڑھ جائے گا۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

۳۔ معروف بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ علی بن عاصم کی مجلس میں تھا، فرمانے لگے کہ تمہیں علم حاصل کرنا چاہیے، فقہ حاصل کرنا چاہیے، ہم نے کہا جو کچھ ہم آپ سے حاصل کرتے ہیں کیا وہ علم نہیں ہے، کہا نہیں علم تو درحقیقت امام ابوحنیفہؒ کا ہی ہے۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

۴۔ فرمایا کہ امام صاحب کے اقوال علم صحیح کی تفسیر ہیں، جو شخص ان کے اقوال پر مطلع نہیں ہو گا وہ اپنے جہل کی وجہ سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھ لے گا اور سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا۔ (موفق ص ۴۷ ج ۲)

محدث خارجہ بن مصعب

کہا کرتے تھے کہ میں کم و بیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں جن میں صاحب عقل صرف تین چار دیکھے اور ان میں سے سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کا نام لیتے تھے اور کہتے تھے کہ امام صاحب کی طرف جو بھی دیکھتا تھا وہ اپنے علم کو حقیر سمجھنے لگتا تھا اور ان کے سامنے جھک جاتا تھا، ان کے فقہ، صیانت نفس، زہد اور ورع کے باعث۔

یہ خارجہ بن مصعب سرخس کے بڑے امام حدیث و فقہ تھے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کرتے تھے اور امام صاحب کا علم خراسان میں پھیلا یا، فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ایک لاکھ روپے اپنی طلب علم پر صرف کئے اور ایک لاکھ لوگوں کی امداد پر صرف کئے اپنے والد سے بھی بکثرت حدیث سنی تھی، ان کے والد حضرت علیؒ کے ساتھ جنگ جمل و صفین میں شریک ہوئے تھے، حضرت علیؒ، طلحہؓ، زبیرؓ و اصحاب بدر سے احادیث سنی تھیں اور خارجہ نے امام صاحب کے مشائخ سے بھی حدیث سنی ہیں۔ (موفق ص ۴۹ ج ۲)

عمرو بن دینار المکی

کبار تابعین سے ہیں، صحاح ستہ کے راوی، امام صاحب کی ابتدائی حالت کا بیان حماد بن زید نے کیا ہے، ہم عمرو بن دینار کے پاس آتے جاتے تھے، پس امام صاحب آتے تو آپ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ہمیں چھوڑ دیتے کہ امام صاحب سے ہم مسائل پوچھیں، ہم ان سے مسائل پوچھتے اور امام صاحب جواب دیتے اور احادیث بیان کرتے تھے۔ (خیرات حسان ص ۳۵)

مسعر بن کدام

ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور اہل حدیث کے پیشوا جن کی جلالت قدر پر شاہد شیخ الحدیث ابن مبارک جیسے ہیں امام اعظمؒ کے خاص شاگرد تھے، سفیان ثوریؒ، اور سفیان بن عیینہ کے استاد تھے۔

- ۱- ایک روز امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی مجلس میں آئے دیکھا کہ مسائل فقہ کے مذاکرے کر رہے ہیں اور خوب بلند آواز سے بحث ہو رہی ہے، کچھ دیر ٹھہر کر سنتے رہے پھر فرمایا کہ ”یہ لوگ شہیدوں، عابدوں، تہجد پڑھنے والوں سے افضل ہیں یہ لوگ سنت رسول اکرم ﷺ کو زندہ کر رہے ہیں اور جاہلوں کو جہل سے نکالنے میں کوشش کر رہے ہیں۔ (موفق ص ۲۳۹ ج ۱)
- ۲- فرمایا کہ ہم نے امام صاحب کے ساتھ تحصیل علم حدیث کی سعی کی مگر وہ ہم پر غالب ہو گئے، زہد میں سعی کی تو اس میں بھی وہ ہم سے بڑھ گئے، فقہ میں کوشش کی تو تم سب جانتے ہو کہ کیا کچھ ان کے کارنامے ہیں۔ (مناقب الامام للذہبی)
- ۳- ایک روز فرمایا کہ جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہ کو وسیلہ بنائے گا اور ان کے مذہب پر چمے گا میں امید کرتا ہوں کہ اس کا کچھ خوف نہ ہوگا، پھر یہ اشعار پڑھے

حبی من الخیرات ما اعدتہ یوم القیلة فی رضی الرحمن
دین النبی محمد خیر الوری ثم اعتقادی مذہب العمان
(حدائق ص ۷۹)

معمر بن راشد

جو اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور رئیس اصحاب حدیث تھے، کہا کہ جن لوگوں نے فقہ میں کلام و کوشش کی ہے ان میں سے کسی کو امام ابوحنیفہ سے بہتر نہیں جانتا۔ (حدائق ص ۷۸)

سہیل بن عبد اللہ تسری

در مختار میں ہے کہ جرجانی نے مناقب نعمانیہ میں سہیل تسری سے روایت کی کہ ”اگر حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی امتوں میں امام ابوحنیفہ جیسا کوئی شخص غریب العلم، ناقب الفہم، قائم بالصدق اور عارف بالحق ہوتا تو وہ یہودی یا نصرانی نہ ہوتے۔“ اس آخری جملہ کی وضاحت علامہ شامی نے یہ کی ہے کہ اپنے اپنے مذہب صحیح کی تعلیمات میں تحریف کر کے جو یہودیت و نصرانیت بنائی تھی اگر امام صاحب ایسے مجتہدان میں ہوتے وہ دین کے اصول و فروع کو ایسی طرح منضبط کر دیتے کہ تحریف نہ ہو سکتی۔

یہ قول بھی منقول ہے کہ اگر بنی اسرائیل میں ابوحنیفہ جیسا کوئی عالم ہوتا تو وہ گمراہ نہ ہوتے۔ (حدائق ص ۷۹)

محدث ابن السماک

کوفہ کے کبار اہل علم و واعظین سے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ کوفہ کے استاد چار ہیں، سفیان ثوری، مالک ابن مغول، داؤد طائی (صاحب ابی حنیفہ) اور ابو بکر نبشلی اور یہ سب امام صاحب کی مجلس علمی کے بیٹھنے والے تھے اور سب نے امام صاحب سے حدیث کی روایت کی ہے۔ (موفق ص ۲۳۹ ج ۲)

حضرت ابن السماک بڑا پراثر و عطا کہا کرتے تھے جس سے تمام سامعین روتے تھے اور رقت قلب و خوف و خشیت الہی کے اثرات لے کر ان کی مجلس و عطا سے اٹھ کرتے تھے، اور ان کا طریقہ تھا کہ عطا کے بعد امام صاحب کیلئے دعا کرتے تھے اور سب حاضرین سے آمین کہلاتے تھے اور ان کو امام صاحب کی مجالست کی ترغیب بھی دیا کرتے تھے، یہ ہارون رشید کے زمانہ تک زندہ رہے ہیں، ایک دفعہ خلیفہ مذکور کو بھی نصیحت اور تذکیر آخرت کی وہ بہت متاثر ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ (موفق ص ۲۳۹ ج ۲)

علامہ ابن سیرین

مشہور و معروف عابد و زاہد اور علم تعبیر خواب کے بڑے عالم تھے، تاریخ ابن خلکان میں خطیب کی تاریخ سے نقل کیا کہ جب امام ابو حنیفہ نے آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک کھودنے کا خواب دیکھ کر ایک شخص کو ابن سیرین کے پاس تعبیر پوچھنے کے لئے بھیجا تو انہوں نے فرمایا کہ اس خواب کا دیکھنے والا اس حد تک علم نبوت کو روشن و واضح کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے سبقت نہ کی ہوگی۔ (حدائق الحنفیہ ص ۷۶)

محدث شہیر شفیق بنی

امام ابو حنیفہ علم الناس، اعیان الناس، اکرم الناس اور دین میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔ (حدائق ص ۷۶)

سفیان ثوری

کردری ص ۱۰ جلد ۲ بروایت عبد اللہ بن مبارک۔

۱۔ بخدا امام ابو حنیفہ علم کے اخذ و تحصیل میں سخت مستعد اور منہیات کی روک تھام کرنے والے تھے، وہی حدیث لیتے تھے جو حضور ﷺ سے پایہ صحت کو پہنچ چکی ہو، ناخ و منسوخ کی پہچان میں قوی ملکہ رکھتے تھے، ثقہ اصحاب کی احادیث اور آخری فعل رسول ﷺ کی تحقیق و تلاش میں رہتے تھے، حق کی پیروی میں جس بات پر جمہور علماء، کوفہ کو متفق پاتے تھے اس سے تمسک کرتے تھے اور اسی کو اپنا دین و مذہب قرار دیتے تھے۔

کچھ لوگوں نے آپ پر بے جا طعن و تشنیع کی اور ہم نے بھی ان کے بارے میں خاموشی اختیار کی جس کی نسبت ہم خدا سے استغفار کرتے ہیں، بلکہ ہم سے بھی پہلے آپ کے حق میں کچھ الفاظ بجا نکلے ہیں، ابن مبارک نے کہا مجھے امید ہے کہ خدا آپ کی اس خطا کو بخش دے گا۔ (کردری ص ۱۰ ج ۲ و خیرات ص ۳۲)

۲۔ ہم ابو حنیفہ کے سامنے ایسے تھے جیسے باز کے سامنے چڑیاں ہوتی ہیں اور امام ابو حنیفہ سید العلماء ہیں۔ (فوائد الحقیان)

۳۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء میں ابو بکر بن عیاش سے روایت کی کہ جب امام سفیان ثوری کے والد کا انتقال ہوا تو لوگ تعزیت کے لئے جمع ہوئے، جب امام ابو حنیفہ آئے تو امام سفیان ثوری اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور ان کو اپنی جگہ بٹھا کر خود ان کے سامنے بیٹھ گئے، جب لوگ چلے گئے تو امام سفیان کے اصحاب نے عرض کیا کہ آج ہم نے آپ کو عجیب بات کرتے دیکھا، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اہل علم میں سے ایک شخص آیا، اگر میں اس کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو اس کی عمر کے لئے اٹھتا، اگر اس کی عمر کے لئے بھی نہ اٹھتا تو اس کی فقاہت کے لئے اٹھتا اور اگر اس کی فقاہت کے لئے بھی نہ اٹھتا تو اس کی پرہیزگاری کے لئے اٹھتا۔ (حدائق ص ۷۷)

۴۔ خطیب بغدادی نے محمد بن بشر سے نقل کیا کہ میں ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے پاس جایا کرتا تھا، پس جب ابو حنیفہ کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ سفیان کے پاس سے وہ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر علقمہ و اسود بھی موجود ہوتے تو اس کے محتاج ہوتے اور جب میں سفیان کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو؟ میں کہتا کہ ابو حنیفہ کے پاس سے وہ فرماتے کہ تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو جو ساری دنیا کے فقہاء سے فقہ میں بڑھ کر ہے۔ (حدائق ص ۷۸)

۵۔ عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز امام سفیان ثوری سے کہا کہ امام ابو حنیفہ غیبت سے کس قدر محتاط ہیں؟ کہ میں نے کبھی کسی دشمن کی غیبت کرتے ہوئے ان کو نہیں سنا، امام سفیان نے فرمایا واللہ وہ تو بہت بڑے عاقل ہیں، وہ کس طرح ایسی بات کر سکتے

ہیں جس سے ان کی نیکیاں دوسرے کے حوالہ ہو جائیں۔ (مناقب موفق ص ۱۹۰ ج ۱)

محدث ابو ضمہ

امام صاحب کا ذکر اچھائیوں کے ساتھ کرتے تھے اور فرماتے کہ بڑا تعجب اس سے ہے کہ اس قدر علمی مشاغل کے باوجود اتنی زیادہ عبادت کس طرح کرتے ہیں۔ (موفق ص ۳۳ ج ۲)

محدث عبدالعزیز بن ابی سلمۃ الماٹون

مدینہ طیبہ کے فقہاء و محدثین کبار میں سے تھے، امام زہری کے تلامذہ میں تھے اور ان کے تلامذہ لیث بن مہدی وغیرہ تھے، ابن سعد و ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے، ان کا ارشاد ہے کہ امام ابو حنیفہ مدینہ طیبہ آئے تو ہم نے ان کے مسائل میں ان سے لمبی مذاکرات کئے اچھے دلائل سے استدلال کرتے تھے اور ان کی رائے پر ہم عیب نہیں لگا سکتے کیونکہ ہم سب بھی تورائے سے استفادہ و استدلال کرتے ہیں۔ (موفق ص ۳۳ ج ۲)

محدث کبیر و شہیر حضرت مغیرہ

محدث جریر کا بیان ہے کہ حضرت مغیرہ مجھے تاکید کیا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ کی مجلسوں میں بیٹھا کرو، اگر ایراہیم نخعی (امام صاحب کے استاد) بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی ان کی مجلس میں بیٹھتے، ایک دفعہ فرمایا کہ امام صاحب کے حلقہ درس میں ضرور جایا کرو فقیہ بن جاؤ گے۔ ایک بار حضرت مغیرہ نے کوئی فتویٰ دیا، اس پر عمل کرنے میں لوگوں کو تامل ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا ہی ابو حنیفہ بھی فرماتے تھے، دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت مغیرہ سے جب لوگ کوئی مسئلہ معلوم کرتے اور ان کے جواب پر معترض ہوتے تو حضرت مغیرہ فرمادیا کرتے تھے کہ یہی جواب تو ابو حنیفہ کا بھی ہے، معلوم ہوا کہ امام صاحب کا قول اس زمانہ میں بڑے بڑوں کے لئے سند ہوتا تھا۔ حضرت جریر ہی یہ بھی کہتے تھے کہ اگر میں کبھی امام صاحب کی مجلس میں نہ جاتا تو حضرت مغیرہ مجھے ملامت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام صاحب کے ساتھ ہر وقت رہو اور ان کی مجلس سے کبھی غائب مت ہو کیونکہ ہم حضرت حماد کی مجلس میں بیٹھتے تھے تو ہم ان کے علوم سے اس قدر استفادہ نہ کر سکتے تھے، جس قدر امام صاحب کر لیتے تھے۔ (موفق ص ۳۵ ج ۲)

یہ وہی حماد ہیں جن کے اقوال سے امام بخاری استشہاد کرتے ہیں اور ان کی علمی عظمت و رفعت کے معترف ہیں، مگر آپ نے دیکھا کہ حضرت مغیرہ جیسے عالی حوصلہ اور بے نفس عالم بھی اسی دنیا میں ہو گزرے ہیں، اتنے بڑے محدث و مفتی اور اپنے وقت کے مرجع انام و مقتدا ہو کر بھی امام صاحب کے علم و فضل کا کس کس طرح اعتراف کر رہے ہیں نہ معاشرت کی چشمک ہے نہ حسد و عناد اور یہاں تک بھی کہہ دیا کہ امام حماد کے سب سے بڑے اور صحیح جانشین امام صاحب ہی تھے کہ ہمارے اور دوسرے شاگردوں کے لئے ان کے علوم کے وہ دروازے نہ کھل سکے جو ان کے لئے کھلے تھے۔

اس قسم کے اعتراف کی مثالیں خیر القرون کے علماء میں بہ کثرت ملتی ہیں، دور مابعد میں بہت کم ملتی ہیں۔

محمد بن سعدان

یزید بن ہارون کی مجلس میں یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، زہیر بن حرب اور ایک جماعت بیٹھی تھی کہ کسی شخص نے ایک مسئلہ دریافت کیا، یزید بن ہارون نے کہا کہ ”اہل علم کے پاس جاؤ“ اس پر ابن مدینی نے کہا کہ کیا اہل علم اور اہل حدیث آپ کے پاس نہیں بیٹھے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ اہل علم اصحاب ابو حنیفہ ہیں اور تم تو عطار ہو۔

علامہ ابن حجر مکی شافعی

یہ وہم بھی نہ کرنا چاہئے کہ امام ابو حنیفہ علم فقہ کے سوا اور علوم نہیں جانتے تھے، حاشا للہ! وہ علوم شرعیہ تفسیر حدیث اور علوم عالیہ، ادبیہ، قیاس و علوم و حکمیہ کا ایک سمندر تھے، ان کے بعض مخالفوں کا قول اس کے خلاف ہے ان کا منشاء محض حسد اور اپنی برتری کی خواہش ہے، ہمیشہ علماء اور اہل حاجات امام ابو حنیفہ کی قبر کی زیارت کرتے اور مزار امام کو وسیلہ قضاء حاجات گردانتے تھے جن میں امام شافعی بھی تھے الخ (خیرات حسان ص ۶۹) علامہ موصوف کی کتاب ”الخیرات الحسان فی مناقب العثمان“ باوجود اختصار کے اعلیٰ ترین معلومات کا خزانہ ہے، امام صاحب کے علمی و عملی کمالات کے ہر قسم کے نمونے اس میں یک جا مل جاتے ہیں تھوڑے وقت میں امام صاحب کے تعارف کے لئے یہ مختصر کتاب بے نظیر و لا جواب ہے جس طرح مطولات میں مناقب امام اعظم للموفق و علامہ کردری مطبوعہ حیدرآباد، نہایت معتبر مفید و نایاب تحفہ ہے، ضرورت ہے ان دونوں کتابوں کے اردو ترجمے مع وضاحتی نوٹس شائع کئے جائیں۔ واللہ الموفق۔

علامہ ابن عبد البر مالکی

جو شخص فضائل صحابہ کرام و فضائل تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد امام مالک، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے فضائل و مناقب کا مطالعہ غور و فکر سے کرے گا اور ان کی بہترین سیرت و کردار سے واقف ہوگا تو وہ اس کو اپنا برگزیدہ عمل پائے گا، خدا ہم سب کو ان نفوس قدسیہ کی محبت سے نفع اندوز کرے۔

امام ثوری فرمایا کرتے تھے کہ ذکر صالحین کے وقت رحمت الہیہ متوجہ ہوتی ہے (اور جس شخص نے ان حضرات کے حالات میں سے صرف ان باتوں کو یاد کیا جو حسد، غصہ، خواہشات نفسانی یا کسی غلطی یا غلط فہمی سے ایک دوسرے کو کبھی گئی ہیں اور ان کے فضائل و مناقب کو نظر انداز کیا وہ شخص توفیق الہی سے محروم ہوا، غیبت میں داخل ہوا اور صحیح راستہ سے ہٹ گیا، خدا ہمیں اور تمہیں ان لوگوں میں سے کرے جو باتیں سب کی سنتے ہیں مگر اتباع صرف اچھی باتوں کا کرتے ہیں، ہم نے اس باب کو حدیث صحیح دہب الیکم داء الامم قبلکم الحسد والبغضاء سے شروع کیا تھا جس کا معنی یہ ہے کہ تمہارے اندر بھی پہلی امتوں کی بیماری ضرور گھس کر رہے گی جو حسد و بغض ہے۔

ہم نے اپنی کتاب تمہید میں حدیث لا تحامد و لولا تقاطعو (نہ آپس میں ایک دوسرے پر حسد کرو اور نہ آپس کے تعلقات کو قطع کرو) کے تحت اس حدیث کی بھی اچھی طرح تشریح کی ہے اور بہت سے لوگوں نے نظم و نثر میں حسد کی برائی بیان کی ہے۔

امام یحییٰ بن معین

مشہور و معروف محدث اور رجال کے بڑے عالم تھے، امام بخاری وغیرہ کے استاد ہیں اور النجوم الزاہرہ کی روایت سے یہ بھی نقل ہے کہ امام بخاری فرماتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو سوائے یحییٰ بن معین کے کسی کے سامنے حقیر نہیں سمجھا، کسی نے ان سے پوچھا کہ کسی شخص کے پاس حدیث لکھی ہوئی ہے مگر اب وہ اس کے حافظہ میں محفوظ نہیں رہی کیا اس تحریر پر بھروسہ کر کے اس کی روایت کر سکتا ہے؟

فرمایا، امام ابو حنیفہ تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ صرف وہی حدیث تم بیان کر سکتے ہو جس کو اچھی طرح پہچانتے ہو اور وہ تمہارے حافظہ میں بھی اول سے آخر تک محفوظ رہے۔ (موفق ص ۱۹۳ ج ۱) (یعنی اگر درمیانی مدت میں کسی وقت میں حافظہ سے نکل گئی اور ذہول ہو گیا تو اس کو روایت کرنے کا حق نہیں رہا)۔

روایت حدیث میں امام صاحب کا یہ خاص ورع و تشدد تھا جو دوسرے محدثین کے یہاں نہیں تھا، پھر بھی امام یحییٰ امام صاحب ہی کے

قول سے استناد کر رہے ہیں، کیونکہ امام صاحب کے علم اور فضل و کمال سے غیر معمولی طور پر متاثر ہیں۔
فرمایا کہ میں نے وکیع سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا اور وکیع امام ابو حنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام صاحب سے بہت
ساعلم حاصل کیا تھا۔ (یعنی ص ۵۶۳ ج ۱)

محدث حسن بن عمارہ

۱- ایک دفعہ امیر کوفہ نے علماء کوفہ کو جمع کیا اور ایک مسئلہ میں سب سے سوال کیا سب نے جوابات دیئے اور سب نے بالاتفاق مان لیا
کہ امام ابو حنیفہ کا جواب زیادہ صحیح ہے امیر نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور حکم دیا کہ اسی کو لکھ لیا جائے، لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ ہم سب کے
جوابات و آراء میں کچھ نہ کچھ غلطی ہے اور میرے نزدیک سب سے بہتر اور صحیح تر جواب حسن بن عمارہ کا ہے۔
حسن بن عمارہ نے کہا کہ مجھے امام صاحب کے اس فرمانے سے بڑا تعجب ہوا کیونکہ وہ مجلس حاکم وقت کی اور مجلس فاخرت تھی ہر شخص چاہتا
تھا کہ میری بات اونچی ہو اور امام صاحب اگر چاہتے تو اپنی قوت استدلال سے بھی میری بات کو گرا کر اپنی بات اونچی کر سکتے تھے مگر انہوں نے
کسی چیز کی پروا نہیں کی اور میری بات کو ایسے موقع پر حق بتلایا، اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ ان سب میں وہی سب سے زیادہ باورع ہیں۔
اس سے پہلے حسن بن عمارہ بھی امام صاحب سے کچھ بدظن تھے اور کسی موقع سے کچھ برائی بھی کر دیا کرتے تھے، مگر اس واقعہ کے بعد
ہمیشہ امام صاحب کی غیر معمولی مدح و ثنا کرتے تھے۔

محمد بن خزیمہ نے کہا کہ اسی وجہ سے اصحاب حدیث حسن بن عمارہ کی تصنیف کرنے لگے کیونکہ وہ امام صاحب کی طرف مائل ہو گئے
تھے اس واقعہ کے ساتھ یہ بھی نقل ہے کہ نہ صرف حسن بن عمارہ کے دل میں امام صاحب کی عزت بڑھی بلکہ دوسرے لوگوں کا رجحان بھی ان کی
طرف بڑھ گیا۔ (موفق ص ۱۹۶ ج ۱)

۲- حماد بن الامام کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میرے والد (امام صاحب) اور حسن بن عمارہ کہیں ساتھ جا رہے تھے پل پر پہنچے تو میرے
والد نے ان سے کہا کہ آپ آگے بڑھیے! انہوں نے کہا کہ میں آگے نہیں بڑھوں گا، آپ ہی بڑھیں کیونکہ آپ ہم سب سے زیادہ افقہ، اعم و
افضل ہیں۔ (موفق ص ۲۳۷ ج ۲)

علی بن المدینی م ۲۳۲ھ

امام بخاری کے استاد کہا کہ ابو حنیفہ سے سفیان ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام اور جعفر بن عون نے (جو سب
کے سب پیشوائے محدثین اور ائمہ صحاح ستہ کے روایت ہیں) روایت حدیث کی ہے اور وہ ثقہ ہیں، کوئی عیب ان میں نہیں۔ (خیرات ص ۷۲)

عبید بن اسباط م ۲۵۰ھ

ترمذی وابن ماجہ کے شیوخ میں ہیں، کہا کہ امام ابو حنیفہ سید الفقہاء تھے اور ان کے دین میں جو تکتہ چینی کرے وہ حاسد یا شریر ہوگا۔ (موفق ص ۲۴۲ ج ۲)

عبد العزیز بن ابی رواد م ۱۵۹ھ

امام بخاری اور سنن اربعہ کے اعلیٰ شیوخ میں ہیں، کہا کہ جو شخص امام ابو حنیفہ سے محبت رکھتا ہو وہ سنی ہے اور جو بغض رکھتا ہو وہ مبتدع
ہے، ایک دفعہ کہا کہ امام ابو حنیفہ ہمارے اور لوگوں کے درمیان ہیں جو ان سے محبت کرے گا ہم اس کو اہل سنت سمجھتے ہیں اور جو ان سے بغض
رکھتا ہے ہم اس کو اہل بدعت قرار دیں گے۔

محدث سعید بن ابی عروبہ

بصرہ کے امام جلیل، حفظ وفقہ، دیانت و زہد کے لحاظ سے وہاں کے مفاخر میں سے تھے، امام صاحب سے بہت محبت کرتے تھے اور امام صاحب ان کے پاس کوفہ سے ہدایا بھیجا کرتے تھے جن پر وہ فخر کیا کرتے تھے۔

کوفہ آتے تو امام ابو یوسف کہتے ہیں میں بھی ان سے ملتا تھا، ایک روز کہنے لگے کہ میں امام صاحب کے پاس آتا جاتا ہوں، علمی مذاکرات کرتا ہوں، ابو یعقوب! تم جو علمی و تحقیقی لحاظ سے ٹھوس پختہ باتیں کرتے ہو شاید یہ سب امام صاحب ہی سے استفادہ کے باعث ہیں؟ میں نے کہا ہاں! ایسا ہی ہے کہنے لگے کہ ان کا طرز تحقیق کتنا اچھا ہے؟

پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ امام صاحب سے بہت سے اہم مسائل میں گفتگو کرتے رہے اور امام صاحب سے کہا کہ جو کچھ علمی تحقیقات ہم نے بہت سے لوگوں سے الگ الگ حاصل کی تھیں ان سب کو آپ کے پاس یک جا پایا۔ (موفق ص ۴۴ ج ۲)

محدث عمرو بن حماد بن طلحہ

جس مجلس میں امام ابو حنیفہ ہوتے تھے بات کرنے کا حق ان ہی کا سمجھا جاتا تھا اس لئے جب تک آپ موجود رہتے تھے کوئی دوسرا بات نہ کرتا تھا۔ (موفق ص ۴۲ ج ۲)

محدث عبید بن اسحق

امام ابو حنیفہ سید الفقہاء تھے، ان کے دین و دیانت پر صرف گیری کرنے والے یا حاسد تھے یا شریک۔ (موفق ص ۴۱ ج ۲)

محدث یوسف بن خالد سمی

کبار مشائخ حدیث میں سے تھے، امام اعظم کے شاگرد اور امام شافعی وغیرہ اکابر ائمہ و محدثین کے استاد تھے ان کا بیان ہے کہ میں بصرہ میں تھا عثمان بنی کی خدمت میں جایا کرتا تھا اپنے دل میں خیال کیا کرتا تھا کہ میں اب کمال کی انتہا تک پہنچ گیا اور علم سے حظ وافر حاصل کر لیا ہے، امام ابو حنیفہ کے علم وفقہ کا شہرہ تھا، میں نے بھی سنا اور ان کی خدمت میں پہنچا کہ آپ کے اصحاب و تلامذہ بھی حاضر تھے، ان کی علمی موشگافیاں سنیں، ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میرے چہرہ پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا وہ اٹھ گیا اور گویا ان سے پہلے میں نے علمی باتیں سنی ہی نہ تھیں، پھر تو میں نے اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھا اور اپنے علم کا سابق غرور ختم ہو گیا یہ بھی فرماتے تھے کہ امام ابو حنیفہ ایک سمندر تھے جس کا پانی ختم نہیں کیا جاسکتا اور ان کی عجیب شان تھی میں نے تو ان جیسا نہ سنا نہ دیکھا۔

ہیان بن بسطام

امام اہل ہرات، امام صاحب کی خدمت میں ۱۲ سال رہے، ان کا قول ہے کہ میں نے کوئی عالم فقیہ امام صاحب سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا۔

کہا کہ میں نے خواب دیکھا گویا قیامت قائم ہو گئی اور امام صاحب کو دیکھا کہ ان کے ساتھ ایک جھنڈا ہے جس کو وہ اٹھائے ہوئے کھڑے ہیں میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں کھڑے ہیں، فرمایا اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہا ہوں، ان کے ساتھ جاؤں گا، میں بھی کھڑا ہو گیا پھر دیکھا کہ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی آپ کے پاس جمع ہو گئی اور آپ چلے گئے ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لیے۔

کہتے ہیں کہ یہ خواب میں نے امام صاحب کی خدمت میں ذکر کیا تو آپ رو پڑے اور دعا کی کہ بار آتھا! ہماری سب کی عاقبت بخیر کیجیو! (مناقب کردری ص ۱۱۴ ج ۲)

علامہ تقی الدین ابوالعباس احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہؒ

اپنی تالیفات میں امام اعظم ابوحنیفہ کا نام اہمیت و عظمت کے ساتھ لیتے ہیں اور جب کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو ائمہ متبوعین کے مذاہب ذکر کرتے ہیں اور اکثر و بیشتر امام اعظم کا مذہب اول ذکر کرتے ہیں ان کے بعد امام مالک و شافعی و احمد کا بہت سی جگہ امام صاحب کے مذہب کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ترجیح بھی دیتے ہیں۔

نہ صرف امام صاحب کے اقوال نقل کرتے ہیں بلکہ امام ابو یوسف، امام محمد و سفیان بن عیینہ وغیرہ اصحاب و تلامذہ امام اعظم کے اقوال و آراء بھی بطور استناد و استشہاد پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو مجموعہ رسائل کبریٰ مطبوعہ عادہ شرقیہ مصر ص ۴۲۵ و ص ۴۳۶ اور ص ۴۳۷ ج ۱ پر یہ بھی بتلایا کہ امام محمد نے ان عقائد کو امام ابوحنیفہ و امام مالک اور ان کے طبقہ کے دوسرے علماء سے اخذ کیا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے کتاب مذکور کے پہلے رسالہ ”الفرقان بین الحق والباطل“ میں فرق باطلہ خوارج، شیعہ، معتزلہ، قدریہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے پھر مرجعہ کا ذکر کیا اور کہا کہ اس فرقہ کے لوگ اکثر اہل کوفہ تھے لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابراہیم نخعی وغیرہ کے اصحاب و تلامذہ کا اس فرقہ مرجعہ سے کوئی تعلق نہیں تھا البتہ معتزلہ و خوارج کے مقابلہ میں ان حضرات نے اعمال کو جزو ایمان قرار دینے کے خلاف پر زور دیا، کیونکہ خوارج مرتکب کبائر اہل اسلام کی تکفیر کرتے تھے اور ان کو مخلد فی النار کہتے تھے، معتزلہ نے ایک مرتبہ درمیانی نکالا کہ ایسے لوگ نہ مومن ہیں نہ کافر، اس لئے خوارج کی طرح وہ اسے مسلمانوں کو قتل کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔

غرض ان دونوں باطل فرقوں کے مقابلہ میں مرجعہ اہل سنت نے کہا کہ اہل کبائر کو آخرت میں عذاب ہوگا لیکن وہ مخلد فی النار نہ ہوں گے بلکہ وہ شفاعت سے دوزخ سے نجات حاصل کر لیں گے۔

علامہ ابن تیمیہ نے اس جگہ پر بھی تصریح کی کہ ان فرقہ باطلہ کی وجہ سے اس نظریہ کو کسی قدر نئے قالب میں پیش کیا گیا، لہذا یہ بہت ہلکی بدعت تھی بلکہ اس کے خلاف جن لوگوں نے کہا کہ ان دونوں میں اختلاف اسی لفظی تھا حکمی و حقیقی نہ تھا کیونکہ جن فقہاء کی طرف قول مذکور منسوب ہے مثلاً امام حماد بن ابی سلیمان (استاد امام اعظم) اور امام ابوحنیفہ وغیرہ سب اہل سنت کے عقائد کے ساتھ پوری طرح متفق ہیں ان کی رائے درحقیقت الگ نہیں ہے وہ حضرات بھی دوسرے تمام اہل حق کی طرح یہ کہتے ہیں کہ اہل کبائر کو عذاب غیر مخلد ہوگا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے بھی یہی ثابت ہے، وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ ایمان صرف فعل قلبی نہیں بلکہ زبان سے بھی اقرار ضروری ہے، یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اعمال مفروضہ کی ادائیگی واجب و لازم ہے اور ان کا ترک کرنے والا دنیا میں ملامت اور آخرت میں عذاب کا مستحق بنتا ہے۔

غرض اعمال جزو ایمان ہیں یا نہیں یا استثناء وغیرہ کے مسائل میں جو کچھ بھی اختلاف ہے وہ نزاعی لفظی ہے، پھر ایک صفحہ کے بعد علامہ نے فرمایا کہ خلاصہ بحث یہ ہے کہ جن اکابر پر ارجاء کی تہمت لگی ہے ان کا ارجاء اسی نوع کا ہے (مجموعہ رسائل کبریٰ ص ۲۸، ۲۹ و ۱)

البتہ ایک فرقہ مرجعہ اہل بدعت کا بھی ہے جو اس امر کا قائل تھا کہ اعمال مفروضہ کے ترک سے ایمان کو ضرر لاحق نہیں ہوتا، ان کا قول غیر مقبول ہے نہ وہ لوگ اہل سنت تھے۔

ص ۳۵ پر فرمایا کہ ”اوپر جو نزاع ذکر ہوا وہ اہل علم و دین میں اسی قسم کا ہے جیسے بہت سے احکام میں ہوا ہے حالانکہ وہ سب ہی اہل ایمان و اہل قرآن میں ہیں۔“

یہاں ہم نے علامہ ابن تیمیہ کی عبارات اس لئے پیش کی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ بعض محدثین امام بخاری وغیرہ نے جو امام صاحب وغیرہ کو مرجع کہہ کر تضعیف کی یا امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب میں ایسے رواۃ سے روایت نہیں کی جو اعمال کو جزو ایمان نہیں کہتے تھے، یہ ان کا محض تشدد یا تعصب تھا یا بقول علامہ ابن تیمیہ ایک ایسی لفظی نزاع کو حقیقی و حکمی نزاع بنادیا تھا جس سے اہل سنت، اہل ایمان و قرآن ہی بے وجہ دو ٹولی بن گئے، اسی طرح امام بخاری نے امام محمد کو جنہی کہہ دیا اور علامہ ابن تیمیہ نے اسی مجموعہ رسائل کے ص ۲۳۶ ج ۱ میں امام محمد سے ہی روایت پیش کی ہے وہ جمعی عقائد والے کو خارج ملت قرار دیتے تھے۔

افسوس آج علامہ ابن تیمیہ کے خاص متبعین اہل حدیث حضرات امام بخاری وغیرہ کے اقوال کو شائع کر کے امام صاحب وغیرہ کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

علامہ ابن تیمیہ نے مجموعہ رسائل مذکورہ کے ص ۳۷۱ و ۳۷۲ ج ۲ میں یہ بحث بھی صاف کر دی ہے کہ مشہور اختلافی مسائل میں اختلاف صرف افضلیت و استحباب یا رائج مرجوح کا ہے، مثال کے طور پر بتلایا کہ۔

۱۔ قرأت فاتحہ نماز جنازہ میں بہت سے سلف سے ماثور نہیں ہے اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ و مالک کا بھی ہے، پھر قائلین میں سے بعض وجوب کے قائل ہوئے اور بعض صرف استحباب کے اور یہی استحباب کا قول اہل اقول ہے کیونکہ سلف سے پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں ہی منقول ہیں۔

۲۔ پھر بسم اللہ بھی اسی طرح ہے کہ سلف میں نماز جہر بسم اللہ کے ساتھ بھی تھی اور بغیر جہر کے بھی۔

۳۔ رفع یدین بھی بعض سلف سے منقول ہے اور بغیر رفع کے بھی سلف میں نماز پڑھتے تھے۔

۴۔ امام کے پیچھے قرأت کرتے بھی تھے اور نہیں بھی کرتے تھے۔

۵۔ نماز جنازہ میں کبھی تکبیر کہتے تھے کبھی پانچ اور چار بھی ثابت ہیں۔

۶۔ اذان میں بھی ترجیع اور غیر ترجیع دونوں ثابت ہیں جس طرح اقامت میں شفع و ایتار دونوں ثابت ہیں یہ سب امور نبی اکرم ﷺ

اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ماثور ہیں اور ان میں سے ہر امر کو مصلحت رائج کی وجہ سے رائج اور خلاف کو مرجوح کہہ سکتے ہیں اور جس پر بھی کوئی عمل کرے گا اس کو بلا تکبر درست کہا جائے گا۔

آگے امام بخاری کے حالات میں تالیفات امام بخاری کے ضمن میں معلوم ہوگا کہ رسائل رفع یدین و قرأت خلف الامام میں غیر قائلین رفع و قرأت کے لئے انہوں نے کیسے کیسے سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، یہاں آپ نے دیکھا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اس قسم کے تمام مسائل میں اختلاف کو معمولی اختلاف و افضلیت و استحباب کا قرار دیا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے جیسا کہ ہمارا کاہر و اسلاف نے تصریحات کی ہیں، اور حضرت الاستاد الامام شاہ صاحب قدس سرہ کا رسالہ فصل الخطاب اور نیل الفرقین پڑھ کر بھی یہی حقیقت واضح ہوتی ہے مگر غیر مقلدین ایسے مسائل میں امام بخاری وغیرہ کی آڑ لے کر اپنی عدم تقلید کے لئے فضا ہموار کرتے رہتے ہیں ان کو اس سے کچھ بحث نہیں کہ حقائق کیا ہیں یا خود ان کے مسلم اکابر علامہ ابن تیمیہ وغیرہ نے کیا تحقیق کی ہے۔

ص ۲۳۰ ج ۲ میں استحالہ سے طہارت نجاست کے مسئلہ میں علامہ نے فرمایا کہ اس میں اختلاف مشہور ہے امام مالک و امام احمد سے دو

قول ہیں طہارت بھی اور عدم طہارت بھی، امام شافعی عدم طہارت کے قائل ہیں، امام ابوحنیفہ طہارت کے قائل ہیں اور یہی قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ نجاست جب نمک یا راکھ بن گئی تو اس کی حقیقت، نام، صفت وغیرہ سب چیزیں بدل گئیں پھر حکم کیوں نہ بدلے گا الخ آگے اس کی

مزید وضاحت کی ہے۔ ان فی ذالک لذكری لمن کان له قلب او القی السمع وهو شہید۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب

امام ابو حنیفہ اپنے زمانہ میں سب سے علم تھے، یہاں تک کہ امام شافعی نے کہا کہ ”سب لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے عیال ہیں“۔ (عقد الجید) جس طرح امام سیوطی شافعی اور علامہ ابن حجر مکی شافعی وغیرہ بہت سے علماء نے تصریح کی ہے کہ حدیث لو کان العلم بالشریاء لتنازلہ الناس من ابناء فارس (مسند احمد ص ۲۹۶ ج ۲) کا اولین مصداق ابو حنیفہ ہی کی ذات گرامی ہے اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس حدیث کا مصداق امام صاحب ہی کو قرار دیا ہے، چنانچہ ان کے مکتوبات میں ہے کہ۔

”ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان میں کا ایک شخص اس کو ضرور حاصل کر لیتا، فقیر (شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابو حنیفہ اس حکم میں داخل ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ذریعہ کرائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے ذریعہ مہذب کیا، خصوصاً اس اخیر دور میں کہ دولت دین کا سرمایہ یہی مذہب، سارے ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں، قاضی حنفی ہیں، اکثر درس علوم دینے والے علماء اور اکثر عوام بھی حنفی ہیں“۔ (کلمات طیبات یعنی مجموعہ مکاتیب شاہ صاحب وغیرہ مجتہبائی ص ۱۶۸)

مجدد الدین فیروز آبادی

قاموس کے باب الفاظ میں لکھا ہے کہ ابو حنیفہ بیس ۲۰ فقہاء کی کثیت ہے لیکن ان میں سے بہت زیادہ مشہور امام الفقہاء نعمان ہیں۔ (حدائق ص ۷۸)

نقد و جرح

امام اعظم کے حالات و سوانح حیات، کچھ مادیہن کے اقوال بیان ہو چکے، بڑے لوگوں کے جہاں مدح و ثناء کرنے والے اور قبیحین و حلقہ بگوش ہوتے ہیں، کچھ حاسدین، معاندین یا غلط فہمی کی بناء پر مخالفت کرنے والے بھی ہوتے ہیں، بڑوں کے مرتبے جہاں ان کے ذاتی کمالات و خصوصی فضائل و مناقب سے بلند ہوتے ہیں، غیروں کی بدگوئی اور دل آزاریوں پر صبر کرنے سے بھی ترقی پاتے ہیں، پھر صبر کے بھی بقدر مراتب درجات ہیں، حضرت عبداللہ بن مبارک نے ایک دفعہ اپنے شفیق استاد سفیان ثوری سے عرض کیا کہ امام صاحب کس قدر محتاط ہیں کہ کبھی کسی دشمن کی بھی غیبت نہیں کرتے تو سفیان نے فرمایا: ”بھائی! ان کا درجہ اس سے بہت بلند ہے۔“

آپ نے دیکھا کہ امیر المومنین فی الحدیث بڑوں کے بھی بڑے امام جلیل القدر نے اظہار تعجب کیسے کیا، ظاہر ہے کہ وہ خود اپنے وقت کے ولی کامل تھے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ پانی سر سے اتر گیا ہے، کہنے والوں نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن امام اعظم اس سے ذرا بھر بھی متاثر نہیں ہوئے، نہ کسی کا جواب دیتے ہیں، نہ کبھی کسی دشمن و بدخواہ کی برائی کرتے ہیں، اتنا بڑا ظرف عالی یقیناً قابل تعجب ہے، مگر جواب دینے والے کا کمال اور بھی زیادہ ہے جس نے اپنے چہار حریف جواب ”هو ابل من ذلک“ سے بتلایا کہ امام صاحب جس مرتبہ پر ہیں اسکی رو سے تعجب میں پڑنے کی ضرورت نہیں، یہ گویا اس طرف اشارہ تھا کہ امام صاحب اعلیٰ علیین کے رجال میں سے ہیں ایسے لوگوں کا حال ایسا ہی ہوا کرتا ہے، غرض! بات دونوں ہی اماموں کی بہت اونچی ہے۔

۱۔ جعفر بن الحسن کا بیان ہے کہ میں نے ابو حنیفہ کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا کہ بخش دیا، میں نے کہا کہ علم و فضل کے طفیل میں؟ فرمایا نہیں، فتویٰ تو بڑی و مداری کی چیز ہے، میں نے کہا پھر؟ فرمایا لوگوں کی ناحق نکتہ چینیوں کے طفیل جو لوگ مجھ پر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا تھا کہ وہ مجھ میں نہ تھیں (جامع بیان العلم)

حضرت امام محمدؐ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا گیا، پوچھا کیا معاملہ ہوا، فرمایا خدا نے بخش دیا اور فرمایا کہ ”اگر مجھے تم کو عذاب دینا ہوتا تو اپنا علم تمہارے سینہ میں نہ رکھتا، پوچھا امام ابو یوسف کس حاصل میں ہیں فرمایا کہ وہ مجھے سے ایک دو درجہ اوپر ہیں۔ پوچھا امام اعظم ابو حنیفہ کہاں ہیں؟ فرمایا ان کا تو کہنا ہی کیا وہ (ہم سے بہت اوپر) اعلیٰ علیین میں ہیں۔

اسی لئے امام ناقدین رجال حضرت یحییٰ بن معین فرمایا کرتے تھے کہ ”ہم لوگ آج ان حضرات پر نقد و جرح کر رہے ہیں جو ہم سے برسہا برس پہلے جنت میں ڈیرے خیمے نصب کر چکے ہیں۔“

امام صاحب پر نقد و جرح بھی اسی قبیل سے ہے اس لئے اس کا مستقل تذکرہ اور جواب دہی بھی چنداں ضروری معصوم نہیں ہوتی مگر چند ضروری باتیں بطور تکمیل تذکرہ لکھی جاتی ہیں۔ وبیدہ التوفیق ومنہ السداد۔

۱۔ قلت حدیث

امام صاحب کے حق میں یہ طعنہ بہت پرانا ہے، امام بخاری نے اپنے استاد حمیدی سے نقل کر دیا کہ امام صاحب نے چار سنتیں ایک حجام سے حاصل کی تھیں اور صرف اتنے مبلغ علم حدیث پر ان کو لوگوں نے امام و مقلد بنا لیا خود امام بخاری نے اپنی تاریخ میں تحریر فرمادیا کہ ”سکتوا عن رأیہ و حدیثہ“ امام صاحب کی رائے اور حدیث سے لوگوں نے سکوت کیا ہے (یعنی رائے بے وزن اور حدیث بوجہ قلت یا ضعف ناقابل ذکر پائی) لیکن انصاف کی دہائی!! امام صاحب کو مجتہد بلکہ امام المجتہدین سب ہی نے تسلیم کیا ہے تو کیا کوئی مجتہد بغیر پوری مہارت عموم قرآن و حدیث کے مجتہد ہو سکتا ہے؟ بلکہ آثار اصول حدیث نے تو لکھا ہے کہ مجتہد کا آثار، تاریخ، لغت اور قیاس میں بھی ماہر و کامل ہونا ضروری ہے، ہم امام صاحب کے مناقب کے ذیل میں امام صاحب کے علم حدیث پر کافی لکھ آئے ہیں اور دراست الملیب میں شیخ معین سندھی نے فرمایا۔

”میں حیرت میں ہوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ کی طرف جو خدائے عظیم کی طرف سے علوم عقلیہ و نقلیہ کے اونچے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ تھے امام بخاری جیسے کی طرف سے ارعاء کی تہمت مان لوں جب کہ ارعاء کا بطلان اور خلاف کتاب و سنت و اجماع ہونا بلکہ اس کا بطلان ضروریات دین میں سے ہونا اور اس کے قائل کی حماقت و بے عقلی مثل سوفطانیوں کی حماقت و بے عقلی کے ظاہر و باہر ہے، لیکن خدا کی تقدیر اسی طرح تھی، چارونا چاراس کا ظہور ہوتا، ہم خدا کی تقدیر و قضاء پر راضی ہیں، لیکن بات وہی قابل اتباع ہے جو حق و صواب ہے، باقی رہا امام بخاری کا امام صاحب کے حق میں سکتوا عن رأیہ و حدیثہ کہنا تو اتنا اعتراف ان کا بھی ہے کہ کبار سلف میں سے عبد بن العوام، ابن مبارک، ہشیم، کعب، مسلم بن خالد، ابو معاویہ مرقی وغیرہ شیوخ بخاری جیسے احمد حدیث نے امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے اور دوسرے حضرات نے تو سینکڑوں کی تعداد میں امام صاحب سے سماع حدیث کرنے والے گنائے ہیں اور امام صاحب کی رائے کو اخذ کرنے والوں سے تو دنیا بھری ہوئی ہے، حتیٰ کہ کچھ ملک تو ایسے ہیں کہ امام صاحب کے مذہب کے سوا دوسرا مذہب ہی وہاں رائج نہ ہوا، پھر میں نہیں سمجھتا کہ امام صاحب کی رائے سے سکوت کرنے والے ان کی رائے پر عمل کرنے والوں کے مقابلہ میں کتنے نفر ہیں؟ بہت ہوئے تو ایک قطرہ کے برابر بہ نسبت سمندر کے جو شخص عقد الجمان فی مناقب العجمان میں ان کا شمار پڑھے گا وہ ہمارے اس بیان کی تصدیق کرے گا۔“ (درسات طبع جدید کچی ص ۴۵۲)

۱۔ مسر بن کدام (تلمیذ امام اعظم) طبقہ کبار تبع تابعین میں سے بڑے پایہ کے حافظ حدیث تھے، سفیان ثوری جیسے حافظ حدیث ان کے تلامذہ میں ہیں، جب حافظ حدیث امام شعبہ اور سفیان ثوری میں کوئی اختلاف ہوتا تھا تو کہتے تھے کہ چلو! مسر کی خدمت میں جا کر فیصلہ کرائیں، امام نووی شرح مسلم نے لکھا کہ آپ سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کے جو مجتہد اور استاد المجتہدین تھے، استاد ہیں، آپ کی جلالت قدر، حفظ و اتقان متفق علیہ ہے، اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ کبار میں ہیں احدا الاعلام اور مرجع النعمہ محدثین تھے، حفاظ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہی امام مسر کہتے تھے کہ ہم نے حدیث فقہ اور ہد میں امام صاحب سے آگے بڑھنے کی سعی کی مگر وہ ان سب چیزوں میں ہم سے آگے بڑھ گئے، کیا اس سے بڑھ کر بھی امام صاحب کیلئے حدیث دان کی کسی اور شہادت کی ضرورت ہے۔

۲- ارجاء

ابھی اوپر صاحب دراسات نے واضح کیا کہ امام صاحب کی طرف ارجاء کی نسبت قطعاً غلط ہے البتہ ارجاء سنت کی نسبت صحیح ہو سکتی ہے، لیکن وہ عیب نہیں بلکہ خوارج و معتزلہ کے مقابلہ میں ارجاء سنت ہی تمام اہل حق کا مسلک ہے اور وہ قرآن و سنت سے ثابت ہے، تمہید ابو الشکور میں ہے کہ مرجعہ کی دو قسم ہیں ایک مرجعہ مرحومہ جو صحابہ کرام کی جماعت ہے اور دوسری قسم مرجعہ ملعونہ کی ہے جو کہتے ہیں کہ معصیت سے کوئی ضرر نہیں اور گنہگار کو عذاب نہ ہوگا، یہی تفصیل عقائد میں ملتی ہے، جس کا ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں، اور مزید شرح بخاری میں آئے گی، ان شاء اللہ۔

۳- قلت حفظ

امام دارقطنی کی طرف منسوب ہے کہ امام صاحب کو کسی الحفظ کہا اس کا مفصل جواب تو علامہ عینی وغیرہ نے دیا ہے، مختصر یہ ہے کہ اول تو امام دارقطنی خود بھی اپنی سنن میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں جو ان کے حافظہ پر اعتماد کی بڑی دلیل ہے، دوسرے یہ کہ امام صاحب کا حافظہ تو ضرب المثل تھا، ان کو کسی الحفظ کہا ”برعکس نہ ہند نام زنگی کا فور“ کا مصداق ہے، حافظہ ذہبی نے امام صاحب کا شمار حفاظ حدیث میں کیا ہے اور امام صاحب کی شرط روایت حدیث سب سے زیادہ سخت تھی کہ جس وقت سے حدیث سنی ہو وقت روایت تک کسی وقت میں بھی وہ ذہن سے نہ نکلی ہو، اتنی کڑی شرط امام بخاری وغیرہ کے یہاں بھی نہیں ہے، پھر امام صاحب کے حافظہ کی تعریف کرنے والے امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ جیسے ہیں جو اصحاب ستہ کے شیوخ کبار میں تھے، امام احمد ان کو رجال وحدیث کا امام بتلاتے تھے اور سفیان پر بھی ترجیح دیتے تھے، امام حماد بن زید فرمایا کرتے تھے کہ جب امام شعبہ میری موافقت میں ہوں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پروا نہیں، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ اگر شعبہ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کا فروغ نہ ہوتا، امام سفیان کو شعبہ کے انتقال کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ ان کے ساتھ علم حدیث رخصت ہوا۔

صالح جزرہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے رجال حدیث پر امام شعبہ نے کلام کیا پھر امام قحطان نے پھر امام احمد اور امام یحییٰ بن معین نے غرض یہ امام شعبہ امام صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔ ”واللہ! امام ابو حنیفہؒ اچھی سمجھ اور جید حفظ والے تھے، لوگوں نے ان پر تہمتیں لگائیں کہ خدایٰ ان کو خوب جانتا ہے، واللہ وہ لوگ اس کے نتائج خدا کے یہاں دیکھ لیں گے۔“

امام صاحب بڑے جید حافظ قرآن تھے، تیس سال تک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھا ہے، بیت اللہ میں ایک دفعہ داخل ہوئے تو ایک پیر پر دوسرا پیر رکھ کر کھڑے ہوئے اور نصف قرآن مجید ایک رکعت میں پڑھا پھر اسی طرح دوسرے پیر پر باقی نصف کو ختم کیا اور فرمایا کہ ”بارالہا! نہ میں تجھ کو پہچان سکا جیسا کہ پہچانا چاہئے، نہ تیری عبادت ہی کا حق ادا ہو سکا، بیت اللہ کے گوشہ سے جواب ملا کہ تم نے اچھی معرفت حاصل کی اور عبادت بھی اخلاص سے کی، ہم نے تمہیں بخش دیا اور ان کو بھی جو قیامت تک تمہارے مذہب پر چلیں گے۔ (کردری ص ۵۵ ج ۱)

جس جگہ آپ کی وفات ہوئی صرف اسی جگہ سات ہزار قرآن مجید ختم کئے، ہر روز ایک ختم کے عادی تھے اور ماہ رمضان میں عید کی رات اور عید کا دن ملا کر ۶۳ ختم کیا کرتے تھے۔ (مناقب کردری ص ۲۳۵ ج ۱) کیا کسی الحفظ ایسے ہی ہوتے ہیں؟

۴- استحسان

امام صاحب کی قدر و منزلت گھٹانے کی سعی کرنے والوں نے امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے ترک قیاس و اخذ استحسان کو بھی نشانہ لیا اس طعن کا مفصل و مدلل جواب انوار الباری ص ۹۸ تا ۱۰۸ ج ۸ میں قائل مطالعہ ہے، جس میں صاحب تحفۃ الاحوذی اور صاحب مرعاۃ کے پیدا کردہ مخالفون کو بھی رفع کر دیا گیا ہے۔

ملا مت بنایا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ امام صاحب اپنی بینظیر علمی و دینی بصیرت کی وجہ سے امتحان کی غیر معمولی صلاحیت و مہارت رکھتے تھے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے اصحاب جب تک قیاسوں میں بحث علمی چلتی تھی ان سے خوب جھگڑیتے تھے لیکن جوں ہی امام صاحب کہتے کہ اب میں امتحان سے یہ بات کہتا ہوں تو پھر سب دم بخود رہ جاتے کیونکہ اس درجہ تک ان میں سے کسی کی رسائی نہ تھی، جب امام محمد کا یہ اعتراف ہے جن کی کتابوں کے مطالعہ سے امام احمد جیسے مجتہد مسلم امام دقیق النظر بنے اور امام شافعی نے ان سے تفقہ حاصل کیا، تو اگر دوسرے لوگ یا امام شافعی بھی امام صاحب کے امتحان پر اعتراض کریں تو کیا تعجب ہے۔

امام مالک نہ صرف امتحان کے قائل تھے بلکہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے امتحان بتلاتے تھے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب سے براہ راست استفادہ کرنے والے امتحان کی حقیقت و حقیق سے واقف ہو گئے تھے اور بعد والے اس کے سمجھنے سے عاجز رہے، امام مالک بھی امام صاحب سے بہت مسفیہ ہوئے ہیں بلکہ علامہ ابن حجر مکی نے تو ان کو امام صاحب کے تلامذہ میں شمار کیا ہے اور علامہ کوثری نے روایت حدیث کا بھی ثبوت دیا ہے۔

امتحان در حقیقت قیاس خفی ہے اور کسی قوی وجہ سے قیاس جلی کو ترک کر کے اس کو اختیار کیا جاتا ہے اسی لئے امام صاحب نے امتحان کو ترجیح دی ہے اور جن لوگوں نے ایسے موقع پر بھی قیاس کو لیا انہوں نے رائج کی موجودگی میں مرجوح کو لیا ہے جو خالص فقہی نقطہ نظر سے غیر مستحسن ہے، ہم امتحان کی مفصل بحث کسی موقع پر آئندہ مع مثالوں کے لکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔

۵- حیلہ

امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی طرف غیر شرعی حیلوں کو بھی منسوب کیا گیا ہے مگر وہ نسبتیں سب غلط ہیں، حتیٰ کہ امام بخاری نے بھی کتاب الحیل میں احناف کے خلاف سخت جارحانہ پہلو اختیار کیا ہے، لیکن ہم ذکر کر آئے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ اس کو امام بخاری کی حنفی مذہب سے ناواقفیت کا نتیجہ قرار دیتے تھے وغیرہ، حافظ ذہبی نے بھی امام محمد کے تذکرہ میں ان اور دوسرے اصحاب امام کی طرف کتاب الحیل کی نسبت کو غلط کہا ہے۔

۶- قلت عربیت

عراق نخو کا مرکز رہا ہے بڑے بڑے سب نحوی وہیں ہوئے، ہزار ہا صحابہ وہاں پہنچے ہیں جو فصاحت و بلاغت کے امام تھے امام صاحب کی نشوونما تربیت و تعلیم سب اسی ماحول میں ہوئی، بڑے بڑے نحو و لغت کے امام خود امام صاحب کے تلامذہ میں تھے لیکن نہ معلوم کس طرح امام صاحب کی طرف قلت عربیت کو منسوب کر دیا گیا۔

در حقیقت امام صاحب عربیت کے بھی بڑے امام تھے، اسی لئے ابوسعید سیرانی، ابوعلی قاری اور ابن جنی جیسے ارکان عربیت نے باب الایمان میں امام صاحب کے الفاظ کی شرح کے لئے کتابیں تالیف کی ہیں اور آپ کی وسعت اطلاع لغت عربیہ پر متعجب ہوئے ہیں، البتہ مخالفین نے امام صاحب کی طرف ایک کلمہ لا ولور ماہ بابا قیس منسوب کیا ہے جو کسی کتاب میں معتمد سند سے نہیں ہے اور باغرض صحیح بھی ہو تو بعض قبائل عرب کی وجہ سے کوفیوں کی لغت میں اب کا استعمال جب غیر ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہو تو تمام احوال میں الف کے ساتھ ہی آیا ہے اور اسی سے یہ مشہور شعر ہے

ان ابابا و ابابا ما قد بلغا فی المجد غایتا ما

ظاہر ہے کہ امام صاحب بھی کوفی تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی لغت بھی یہی ہے، چنانچہ بخاری میں ہے کہ انہوں نے انت ابابا

جہل فرمایا، دوسرے اباقبیس اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر گوشت لٹکایا جاتا ہے، اور ابو سعید سیرانی نے کہا کہ امام صاحب کی مراد یہی ہو سکتی ہے نہ جبل ابی قیس جیسا کہ معترضین نے سمجھا ہے۔ (تانیب الخطیب ص ۲۳)

امام ابو بکر رازی نے لکھا ہے کہ امام اعظم کے اشعار زیادہ لطیف اور فصیح ہیں امام شافعی کے اشعار سے اور ظاہر ہے کہ جودۃ شعر بغیر کمال بلاغت ممکن نہیں۔ (مناقب کردرن ص ۵۹ ج ۱)

غرض اس قسم کے اعتراضات مخالفین و حاسدین کی طرف سے ہوئے ہیں اور ایسی باتیں امام صاحب کی طرف منسوب کی ہیں جن سے وہ بری ہیں، البتہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو کسی غلط فہمی سے خلاف کرتے تھے اور پھر صحیح حالات معلوم ہونے پر انہوں نے اظہار افسوس و ندامت کیا جیسے امام اوزاعی و سفیان ثوری وغیرہ۔

امام ابن عبد البر مالکی نے فرمایا کہ امام صاحب پر حسد کیا جاتا تھا، اس لئے ان کی طرف وہ چیزیں منسوب کی گئیں جو ان میں نہیں تھیں اور ایسی باتیں گھڑی گئیں جو ان کی شان کے لائق نہ تھیں۔

یہ بھی لکھا ہے کہ جن لوگوں نے امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے جنہوں نے ان کی توثیق کی ہے اور جنہوں نے ان کی مدح و ثنا کی ہے وہ ان سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے اعتراض کیا ہے اور اہل حدیث کی طرف سے زیادہ عیب رائے و قیاس کے استعمال کا لگایا گیا حالانکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ کوئی عیب نہیں ہے، اہل فقہ امام صاحب پر طعن کرنے والوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ ان برائیوں کی تصدیق کرتے ہیں۔ امام وکیع فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو رنجیدہ و افسردہ پایا، غالباً قاضی شریک کی طرف سے کچھ باتیں ان کو پہنچی تھیں۔

محدث عیسیٰ بن یونس (شیخ اصحاب صحاح ستہ) کا قول ہے کہ تم اس شخص کو ہرگز سچا مت سمجھنا جو امام صاحب کا ذکر برائی سے کرتا ہو کیونکہ واللہ! میں نے ان سے بڑھ کر افتد و افضل کسی کو نہیں دیکھا۔

امام اعلم شیخ اصحاب ستہ سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا فرمایا اس کا اچھا جواب تو نعمان ہی دے سکتے ہیں جن پر تم حسد کرتے ہو۔ محدث یحییٰ بن آدم شیخ اصحاب ستہ سے کہا گیا کہ آپ امام صاحب کی برائی کرنے والوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ وہ لوگ امام صاحب کی کچھ علمی باتیں سمجھ سکے اور کچھ نہ سمجھ سکے اس لئے حسد کرنے لگے اور فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کا کلام فقہ میں خدا کے لئے تھا اگر اس میں کچھ شائبہ بھی دنیوی غرض کا ہوتا تو ان کا کلام ایسے اثر و نفوذ کے ساتھ باوجود حاسدوں اور مشقودوں کی کثرت کے سارے آفاق میں نہ پھیل سکتا۔ اسد بن حکیم نے فرمایا کہ امام صاحب کی برائی کرنے والا یا تو جاہل ہے یا مبتدع ہے۔

ابو سلیمان نے فرمایا کہ امام صاحب کی شخصیت عجیب و غریب تھی اور ان کی باتوں سے اعراض کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ان کو نہیں سمجھ سکے، امام فن تنقید رجال کا قول ہے کہ ہمارے اصحاب (اہل حدیث) امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے بارے میں تفریط کا معاملہ کرتے ہیں، کسی نے کہا کیا وہ خلاف واقعہ کہتے تھے فرمایا وہ اس سے بہت بلند تھے۔

علامہ تاج سبکی نے طبقات میں لکھا کہ خبردار! کہیں ایسا نہ سمجھ لینا کہ اہل نقد و جرح نے جو قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر وہ علی الاطلاق ہر جگہ ہے کیونکہ صحیح یہ ہے کہ جس شخص کی عدالت و امامت ثابت ہو چکی ہو اور اس کے جرح کرنے والے بہ نسبت مدح کرنے والوں کے کم ہوں اور وہاں کوئی ایسا قرینہ بھی ہو جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرح کسی مذہبی تعصب وغیرہ کے باعث ہے تو اس جرح کا کوئی اعتبار نہ کریں گے۔

پھر طویل بحث کے بعد لکھا کہ ہم تمہیں بتلا چکے ہیں کہ جرح اگرچہ مفسر بھی ہو اس شخص کے حق میں قبول نہ ہوگی جس کی طاعات معصیت پر غالب ہوں اور مدح کرنے والوں مذمت کرنے والوں سے زیادہ ہوں، تزکیہ کرنے والے جارحین سے بیش ہوں، پھر جب کوئی قرینہ بھی اس

امر کا موجود ہو کہ وہ تنقید و جرح کسی مذہبی تعصب یا دنیوی منافقت کی وجہ سے ہوئی ہے جیسا کہ معاصرین و اقران میں باہم ہوتا ہے۔

عبدالرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ میں حدیثیں نقل کیا کرتا تھا میں نے ثوری کو امیر المؤمنین فی العلماء پایا، سفیان بن عیینہ کو میر العلماء، عبداللہ بن مبارک کو صراف الحدیث، یحییٰ بن سعید کو قاضی العلماء، امام ابو حنیفہ کو قاضی قضاء العلماء پایا اور جو شخص اس کے سوا کچھ کہے تو اس کو بنی سلیم کی کوڑی پر پھینک دو۔

یہاں جن اکابر کی تعریف کی گئی ہے ان میں ثوری امام صاحب کے خاص مداحین میں ہیں، ابن عیینہ امام صاحب کے شاگرد ہیں مسانید میں امام صاحب سے بہ کثرت روایت کرتے ہیں، ابن مبارک امام صاحب کے تلمیذ خاص اور بڑے مداحین میں ہیں، یحییٰ بن سعید امام صاحب کے تلمیذ اور حنفی ہیں امام صاحب کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور امام ابو یوسف سے جامع صغیر پڑھی ہے۔ (عقود الجواہر ص ۱۱ ج ۱) سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں لکھا کہ خطیب پر تو کوئی تعجب نہیں کیونکہ علماء کی ایک جماعت پر انہوں نے طعن کیا ہے، زیادہ تعجب تو نانا جان (ابن الجوزی) کی روش سے ہے کہ انہوں نے کیوں خطیب کا شیوہ اختیار کیا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ گئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب سے بھی بعض کتابوں میں کچھ ایسی باتیں آگئی تھیں جن سے تقلید و حقیقت کے خلاف لوگوں نے فائدہ اٹھایا مگر سخر میں ”فیوض الحرمین“ میں انہوں نے صاف نور سے فرمایا کہ ”مجھ کو آں حضور ﷺ نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ہی وہ طریقہ ایقہ ہے جو دوسرے سب طریقوں سے زیادہ اس سنت نبویہ معروفہ کے موافق ہے جو بخاری و دیگر اصحاب صحاح کے دور میں مرتب و منقح ہو کر مدون ہو گئی ہے۔ (فیوض الحرمین) حضرت شاہ صاحب کو جو شرح صدر ”مذہب حنفی“ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی توجہ خاص کے ذریعہ حاصل ہوا وہ بڑی اہم دستاویز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بخاری اور اس دور کی دوسری کتب صحاح مدونہ کے مجموعہ سے تقویت مذہب حنفی ہی کو ہوتی ہے ان اشارات سے احناف کو مستفید ہونا چاہئے۔

حضرت شاہ صاحب نے اپنی اس آخری تحقیق و شرح صدر ہی کی روشنی میں اپنے کو صاف طور سے ”حنفی“ لکھا ہے اور اس تحریر کی نقل راقم الحروف نے ”مقدمہ خیر کثیر“ میں درج کر دی تھی جو عرصہ ہوا مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہو چکی ہے۔

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۶۷ ج ۳ اور بنیادہ شرح ہدایہ میں دارقطنی کی جرح کا مفصل جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ (جن کی توثیق و مدح اکابر ائمہ محدثین نے کی ہے اور ان کے علوم سے دنیا کا ہر گوشہ آباد ہے) ایسے عالم جلیل کی تضعیف کا حق دارقطنی کو کیا ہے جس کو وہ خود تضعیف کے مستحق ہیں کہ اپنی سنن میں منکر، معلول، سقیم اور موضوع احادیث روایت کی ہیں اور جہر بسم اللہ کی احادیث روایت کر دیں پھر حلف دیا گیا کہ تو کہا کہ واقعی اس میں کوئی حدیث صحیح قوی نہیں ہے اور بنیادہ میں ابن القطن کی جرح پر کہا کہ یہ ابن قطن کی بے ادبی اور بے حیائی ہے کہ امام صاحب کی طرف ضعف کو منسوب کیا جن کی توثیق امام ثوری اور ابن مبارک جیسے حضرات نے کی ہے، ان اعلام کے مقابلہ میں ابن قطن وغیرہ کی کیا وقعت ہے۔

مولانا عبدالحی صاحب نے التعلیق الممجد میں فرمایا کہ بعض جروح متاخرین متعصبین سے صادر ہوئیں جیسے دارقطنی، ابن عدی وغیرہ، جن پر کھلے قرآن شاہد ہیں کہ انہوں نے تعصب و تعصب سے کام لیا ہے اور متعصب کی جرح مردود ہے بلکہ ایسی جرح خود ان کے حق میں موجب جرح ہے۔ علامہ شعرانی نے میزان کبریٰ میں فرمایا کہ ”امام ابو حنیفہ“ کے بارے میں بعض متعصبین کے کلام کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ان کے اس قول کی کوئی قیمت ہے کہ وہ اہل رائے میں سے تھے بلکہ جو لوگ امام صاحب پر طعن کرتے ہیں محققین کے نزدیک ان کے اقوال ہدیانات سے مشابہ سمجھے جاتے ہیں، نیز فرمایا کہ ”امام اعظم ابو حنیفہ“ کی کثرت علم و ورع و عبادت و وقت مدارک و استنباط پر سلف و خلف نے اجماع کیا ہے، یہ اجماع دوسرے مذاہب والے نقل کر رہے ہیں، کوئی حنفی نہیں کہ عقیدت پر محمول کر لیا جائے۔

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ بعض متعصبین نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بعض ائمہ میں سے حدیث میں کم پونجی والے تھے۔ حالانکہ ایسا خیال کبار ائمہ کے بارے میں کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ شریعت و فقہ کا مدار قرآن و حدیث پر ہے بغیر قرآن و حدیث کے کس طرح فقہ کی تدوین ہو سکتی تھی۔

باقی قلت روایت کی وجہ غایت ورع اور شروط تحمل روایت و نقل میں سختی ہے یہ نہیں کہ بے وجہ عمدہ روایت حدیث ترک کر دی ہو اور ان کے کبار مجتہدین و محدثین میں سے ہونے پر یہ دلیل ہے کہ علماء میں ان کا مذہب ہمیشہ معتد اور روا و قبولاً مذکور ہوتا رہا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے ریاض المرآض ص ۲۱ پر لکھا ہے کہ ”حضرت مجدد صاحبؒ سرہندی کے کشف کبھی بھی شریعت کے خلاف نہیں ہوئے بلکہ اکثر کی شریعت نے تائید کی ہے اس لئے ان کے کشف کے مراتب بہت بلند و برتر ہیں۔“ وہی مجدد صاحب امام اعظمؒ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ۔

بے شائبہ تکلف و تعصب کہا جاتا ہے کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت دریائے عظیم کی طرح معلوم ہوتی ہے اور دوسرے مذاہب چھوٹی چھوٹی نہروں اور حوضوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ظاہر نظر سے بھی دیکھا جائے تو سواد اعظم اہل اسلام امام اعظم کا قبیح ہے۔ (کتوبات جہدانی کتب ص ۵۵)

حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ نے حضرت زبدۃ العارفین خواجہ فرید گنج شکر قدس سرہ کا قول نقل فرمایا کہ۔

امام اعظم کی شان کا تو کہنا ہی کیا ہے، ان کے ایک شاگرد امام محمد کا وہ درجہ تھا کہ وہ جب سوار ہو کر کہیں جاتے تو امام شافعیؒ ان کے گھوڑے کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے (راحتہ القلوب) اور یہ بھی فرمایا کہ اسی سے دونوں مذاہب کا فرق بھی معلوم ہو سکتا ہے۔

مشہور امام حدیث اسحق بن راہویہ نے (جو حضرت عبداللہ بن مبارک (تلمیذ امام اعظم) کے خاص اور پہلے حنفی تھے پھر بعض دوسرے اساتذہ کے اثر سے ان میں ظاہریت آگئی تھی اور امام بخاری کے بڑے شیوخ میں تھے) امام اعظم کے بارے میں فرمایا کہ میں نے کسی کو ان سے زیادہ احکام و قضایا کا عالم نہیں پایا، قبول قضا کے لئے ان کو مجبور کیا گیا اور مارا بھی گیا مگر انہوں نے کسی طرح قبول نہ کیا اور تعلیم و ارشاد محض خدا کے لئے کرتے تھے۔ (کروری ص ۵۸ ج ۲)

امام اہل بلخ حضرت مقاتل بن حیان جلیل القدر عالم حدیث جنہوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری، نافع اور ایک جماعت کبار تابعین کا زمانہ پایا اور ان سے روایت حدیث بھی کی، امام اعظم کی خدمت میں پہنچے اور استفادہ کیا، فرماتے تھے کہ میں نے تابعین کے دور پایا لیکن امام ابوحنیفہ سے اجتہادی مائل میں بالغ نظر، جس کا ظاہر باطن سے مطابق و مشابہ اور باطن ظاہر سے مشابہ ہو کسی کو نہیں دیکھا، فتویٰ دیتے تو فرمادیتے کہ یہی قول کوفہ کے شیخ امام ابوحنیفہ کا ہے۔ (کروری ص ۵۹ ج ۲)

بعض کتب منزلہ سابقہ میں امت محمدیہ کے تین شخصوں کے اوصاف مذکور ہوئے ہیں جو اپنے زمانہ کے سب لوگوں پر فقہ و علم میں فائز ہوں گے، نعمان بن ثابت، مقاتل بن سلیمان، وہب بن منبہ اور بعض روایات میں وہب کی جگہ کعب احبار کا نام ہے۔ (موفق ص ۶۰ ج ۲)

حضرت مقاتل بن سلیمان علم تفسیر کے مشہور امام جو امام اعظم کے شریک درس بھی رہے اور تابعین حضرت عطاء، نافع، محمد بن منکدر، ابوالزبیر اور ابن سیرین وغیرہ سے دونوں نے ساتھ ہی سماع حدیث کیا ہے، وہ اکثر امام صاحب کی تعریف کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ۱۵ مقبضیں وہ ہیں جن میں ان کا کوئی ہم عصر شریک و ہم عصر نہیں ہوا۔ (موفق ص ۵۹ ج ۲)

حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں لکھا کہ اسی لئے جارحین کی جرح امام ابوحنیفہ کے بارے میں مقبول نہیں جنہوں نے امام صاحب کو کثرت قیاس، قلت عربیت، یا قلت روایت حدیث وغیرہ سے مطعون کیا کیونکہ یہ سب جروح ایسی ہیں کہ ان سے کسی راوی کو مجروح نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح علامہ داؤدی وغیرہ کی مدافعت ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں جنہوں نے امام بخاری کی روش سے بھی محترز رہنے کی

ہدایت کی ہے، اب کچھ میزان الاعتدال کی الحاقی جرح کے بارے میں لکھ کر اس بحث کو مختصر کرتا ہوں۔

امام صاحب کے مخالفوں کے کارنامے

کچھ لوگوں کو امام صاحب سے بغض و عداوت یا حسد ہے، کہتے ہیں کہ حافظ ذہبی نے میزان میں ان کی تضعیف کی ہے لیکن یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ بات نئے دشمنوں کا دھوکہ ہے اور پرانے دشمنوں کے خاص کارنامہ سے متعلق ہے کہ انہوں نے میزان میں ایسی عبارت داخل کر دی چنانچہ امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ اور تہذیب التہذیب شاہد ہے کہ ان کتابوں میں انہوں نے بجز تعریف کے ایک لفظ بھی جرح کا نہیں لکھا اور نہ نقل کیا، دوسرے اہل بات کے غلط و بے اصل ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ خود حافظ ذہبی نے میزان کے مقدمہ میں اس کی تصریح کر دی ہے کہ اس کتاب میں ائمہ متبوعین ابو حنیفہ، امام شافعی وغیرہ کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ ان حضرات کی جلالت قدر اسلام میں بڑائی و برتری لوگوں کے قلوب میں جاگزیں ہے (اور ذکر سے مستغنی ہے) (میزان ص ۱۲ ج ۱)

علامہ سخاوی شرح الفیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ذہبی نے ابن عدی کی ہر ایسے شخص کے ذکر کرنے میں تقلید کی ہے جس میں ثقہ ہونے کے باوجود بھی کچھ کلام کیا گیا ہے، لیکن پھر بھی اس امر کا التزام کیا ہے کہ نہ تو کسی صحابی کو ذکر کیا اور نہ ائمہ متبوعین کو۔

حافظ سیوطی تذریب الراوی میں بیان کرتے ہیں کہ امام ذہبی نے نہ تو کسی صحابی کا ذکر کیا اور نہ کسی امام کا ائمہ متبوعین میں سے۔ حافظ عراقی نے شرح الفیہ میں تصریح کی ہے کہ ابن عدی نے کتاب الکامل میں ہر ایسے شخص کو ذکر کیا ہے جس میں کلام کیا گیا ہے گو وہ ثقہ ہی کیوں نہ ہو اور ان ہی کی اتباع امام ذہبی نے میزان میں کی ہے لیکن انہوں نے کسی صحابی یا کسی امام کو ائمہ متبوعین میں سے ذکر نہیں کیا ہے۔

ان سب ائمہ کبار کی شہادتوں کے بعد یہ امر واضح ہے کہ امام صاحب کا ترجمہ میزان میں الحاقی ہے، دوسرے یہ کہ حافظ ذہبی نے میزان میں یہ بھی التزام کیا ہے جن لوگوں کا اسماء کے ساتھ ذکر کرتے ہیں ان کا ذکر کثرت سے باب الکنی میں بھی ضرور کرتے ہیں اور تذلیس و تلخیص کرنے والوں سے یہ چوک ہوگئی کہ باب الکنی میں یہ الحاق نہیں کیا، یہ بھی الحاقی ہونے کا بڑا ثبوت ہے۔

واضح ہو کہ کتابوں میں الحاق اور ضروری اجزاء کے حذف کا باقاعدہ منظم فن استعمال ہوتا رہا ہے جس کے حیرت انگیز کمالات شاطر دشمنوں اور حاسدوں نے بڑی بڑی جلیل القدر تالیفات کی کتابت و طباعت کے وقت دکھائے ہیں اور اسی کا ایک نمونہ اوپر پیش کیا گیا ہے اور دوسرے نمونے بھی پیش کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ فن پروپیگنڈہ کا ایک بڑا جزو ہے جس سے کسی سفید چیز کو سیاہ اور سیاہ کو سفید تک ثابت کر دینے کے جوہر دکھائے جاتے ہیں یورپ کے عقلاء نے اس فن کو بڑی ترقی دی ہے مگر اسلامی دور کی تاریخ میں بھی اس نوع کے کارنامے بڑی کثرت سے ملتے ہیں، کیونکہ مسلمانوں میں بد قسمتی سے ایک فرقہ ابتداء ہی سے ایسا پیدا ہو گیا تھا جو جھوٹ کو کار خیر و ثواب سمجھ کر پھیلاتا رہا اور ان کے اثرات دوسرے سادہ لوح مسلمانوں پر بھی پڑتے رہے، حالانکہ ایسے ہی جھوٹ کی روک تھام کے لئے صادق و مصدق سرور انبیاء علیہم السلام نے ارشاد فرمایا تھا کفی بالمرء کذباً ان یحدث بکل ماسمع یعنی ایک شخص کے بھوٹا ہونے کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بے تحقیق آگے چلتا کر دے۔

اس قسم کی بے سند باتوں کے ذکر سے پہلے زمانہ میں تو امام صاحب کے دشمنوں اور حاسدوں نے قائمہ اٹھایا تا کہ امام صاحب کی جلالت قدر کو کم کر کے دکھایا جائے یا خوبیوں کے ساتھ برائیاں بھی کہیں کہیں سے لے کر سامنے کی گئیں تا کہ ان کمالات و خوبیوں کا کوئی اثر نہ رہے یا لوگ شک و تردد میں پڑ جائیں یا ان کی فقہ کی عالمگیر مقبولیت کو کم کیا جائے، اکثر اسلامی حکومتوں کا مذہب بھی فقہ حنفی رہا اور عہدہ قضا وغیرہ حنفی علماء کے پاس رہے یہ بات محض حسد و عداوت کا بڑا سبب بنی رہی، پھر نئے دور میں غیر مقلدین رونما ہوئے اور انہوں نے تو امام

صاحبؒ کے ساتھ حسد و عداوت کا وہ معاملہ کیا کہ ریکارڈ ہی مات کر دیا، ان کی نظر میں ”ہنر پکشم عداوت بزرگ تر ہے ست“ والی بات پوری پوری صادق ہو گئی، اسی لئے ان حضرات نے تو امام صاحب قدس سرہ کی عوقدِ عظمت شان اور علمی رفعت کو گرانے اور چھپانے میں کوئی دقیقہ بھی فرو گذاشت نہیں کیا اور اس کا رثا اب میں دن رات ایک کر دیا۔

ان قدیم و جدید تالیفات کا پردہ چاک کرنے کے لئے خدا کا شکر ہے کہ ہمارے شیوخ و اکابر نے بروقت توجہ کی اور برابر اپنی تالیفات و درسی افادات میں احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا فریضہ ادا کیا۔

قریبی دور میں مصر میں علامہ کوثریؒ کی جلیل القدر شخصیت گزری ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں گرانقدر تالیفات کیں اور مصری رسائل میں لاتعداد تحقیقی مضامین شائع کئے جن کے مطالعہ سے اہل علم کبھی مستغنی نہیں ہو سکتے، ان کتابوں سے معاندین کے حوصلے پسند ہو گئے ہیں اور جب تک ان کی اشاعت ہوتی رہے گی ان کے مطالعہ و استفادہ کی وجہ سے علم، حق، معاندین مذہب حنفی پر غالب رہیں گے ان شاء اللہ۔

اسی طرح ہمارے اکابر حضرت گنگوہیؒ، حضرت نانوتویؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (صاحب بذل المجہود) حضرت علامہ کشمیری، حضرت علامہ عثمانی، حضرت مولانا مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی تالیفات و درسی افادات میں اس فتنہ قدیم و جدید کی طرف پوری توجہ فرما کر حنفی مسلک کی تائید اور معاندین کے اعتراضات و شبہات کے مدلل و مکمل جوابات دیے ہیں جو موقع بہ موقع اسی شرح بخاری میں پیش کئے جائیں گے۔

پھر اس دور میں اس فتنہ جدید کے خلاف قابل ذکر خدمات مخدوم و محترم حضرت مولانا علامہ مفتی سید مہدی حسن صاحب صدر المفتیین دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم و ہم فیضہم کی ہیں جنہوں نے غیر مقلدین کے رد میں بیشتر علمی مضامین لکھے، فیصلہ کن کتابیں تالیف کیں اور طبع کرا کر شائع کیں، جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

آپ جامعیتِ علوم و فنون، وسعتِ مطالعہ، کثرتِ معلومات اور خصوصیت سے فن حدیث و فقہ میں بلند پایہ عالم ربانی اور اپنے اکابر کا نمونہ ہیں، احقر کو ”مجلس علمی“ ڈا بھیل ہی کے زمانہ سے حضرت موصوف کے ساتھ تعلق ارادت و عقیدت رہا ہے اور مجلس و مجلسی افراد آپ کے علوم و فیوض سے مستفید ہوتے رہے اور اب بھی برابر آپ کے افادات علمی سے متمتع ہوتا رہتا ہوں۔

اس مختصر مقدمہ کی جمع و ترتیب میں بھی مستند کتب مناقب اور حضرت علامہ کشمیری قدس سرہ کے ارشادات کے علاوہ آپ کی تالیفات و خصوصی ارشادات سے استفادہ کیا ہے اور توقع ہے کہ شرح بخاری کے اثناء میں بھی حضرت موصوف دام ظلہم کی تحقیقات عالیہ پیش کر سکوں گا۔ ہمیں احساس ہے کہ امام اعظمؒ کا تذکرہ باوجود سعی اختصار جز و مقدمہ ہونے کی حیثیت سے طویل ہو گیا ہے لیکن چونکہ تمام محدثین کے مسلم امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک کا ارشاد ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے مت کہو بلکہ تفسیر حدیث کہو، پھر امام بخاری نے خاص طور سے ابن مبارک کو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم حدیث اور قابل تقلید فرمایا ہے۔

ان ظروف میں امام صاحب نے جو اپنے ۴۰ فقہاء و مجتہدین کے ساتھ تدوینِ فقہ کی جس کے ایک رکن رکن خود ابن مبارک بھی تھے اور ساڑھے بارے لاکھ مسائل کی تدوین اسی مجلس سے عمل میں آئی جو بمنزلہ احادیث موقوفہ ہیں، کہ قرآن و حدیث سے بہ صراحت یا بطریق استنباط ماخوذ ہیں، دوسری طرف امام بخاری کی جامع صحیح احادیث مجرہ مرفوعہ کا بہترین شاہکار مجموعہ، اس لئے امام اعظمؒ کی شخصیت کا جس قدر تعارف بھی کرایا جائے وہ کم ہے، پھر دوسرے درجہ پر بڑا تعارف خود امام بخاری کا کرایا گیا ہے، اگر بنظرِ تامل و تدقیق دیکھا جائے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ مقدمہ نہ صرف تذکرہ محدثین ہے بلکہ شرح حدیث کا ایک لازمی و ضروری اور اہم جزو بھی ہے۔

ان سب اکابر کی علمی شخصیات سے صحیح تعارف کے بعد ان کی حدیثی تشریحات، استنباطات، آراء و اقوال کی قدر و قیمت صحیح ترین اندازوں میں سامنے آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

تالیفات امام اعظمؒ

امام صاحب کی طرف بہت سی تصنیفات منسوب ہیں اور امام مالک وغیرہ کے حالات میں یہ سند صحیح منقول ہے کہ وہ امام صاحب کی کتابوں میں نظر کرتے تھے اور ان کی تلاش و جستجو رکھتے تھے، ایک مجموعہ فقہ بھی ضرور امام صاحب نے مرتب کر دیا تھا جس کا ذکر عقود الجمان میں جا بجا ملتا ہے، اسی طرح علامہ کوثری نے بلوغ الامانی کے حاشیہ میں ص ۱۸ پر تحریر فرمایا کہ مؤلفات اقدمین میں امام صاحب کی مندرجہ ذیل کتب کا ذکر ملتا ہے۔ ۱- کتاب الرائی (ذکرہ ابن العوام) ۲- کتاب اختلاف الصحابہ (ذکرہ ابو عاصم العامری و مسعود بن شمیم) ۳- کتاب الجامع (ذکرہ العباس بن مصعب فی تاریخ مرو) ۴- کتاب السیر ۵- الکتاب الاوسط ۶- الفقہ الاکبر ۷- الفقہ الاوسط ۸- کتاب العالم والمعلم ۹- کتاب الرد علی القدر یہ ۱۰- رسالۃ الامام الی عثمان البتی فی الار جاء ۱۱- چند مکاتیب بطور وصایا جو آپ نے اپنے چند احباب کو لکھے اور یہ سب کتب مشہور ہیں۔ لیکن اس وقت تک ہمارے سامنے صرف العالم والمعلم، الفقہ الاکبر اور مکاتیب وصایا آ سکے ہیں اور غالب یہ ہے کہ باقی کتب اس وقت کہیں موجود نہیں، اس زمانہ کی ہزاروں کتابوں کے نام کتب تراجم میں ملتے ہیں جو اس وقت کہیں موجود نہیں۔

امام صاحب کے معاصرین میں سے بھی امام اوزاعی، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، ہشیم، معمر، جریر بن عبد الحمید اور عبد اللہ بن مبارک وغیرہ نے حدیث و فقہ میں بڑی بڑی کتابیں لکھیں لیکن آج ان کا کہیں پتہ نہیں ملتا، اسی لئے امام رازی نے مناقب الشافعی میں لکھا کہ امام ابو نیفہ کی کوئی تصنیف باقی نہیں رہی، غالباً اس وقت فقہ اکبر وغیرہ بھی نمایاں نہ ہوئی ہوں گی اور ممکن ہے کہ کچھ غنی علمی خزانے امام صاحب وغیرہ کے اور بھی کسی وقت ظاہر ہوں۔

اس سلسلہ میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بعض ممتاز اہل علم نے امام محمد کی کتاب الآثار کو بھی امام اعظم کی تصنیف قرار دیا ہے اور شاید امام ابو یوسف کی کتاب الآثار کے بارے میں بھی یہی خیال ہو مگر ہمارے ناقص خیال میں ابھی تک اس کی صحیح توجیہ نہیں آئی کیونکہ اول تو فقہ مین علماء نے ان کو امام صاحب کی تصنیفات میں شمار نہیں کیا دوسرے یہ کہ ان میں روایت کرنے والے امام محمد اور امام ابو یوسف ہیں امام صاحب سے جس سے ظاہر ہے کہ مؤلف و مصنف بھی یہی ہیں۔ واللہ اعلم۔

البتہ امام صاحب کے تذکروں میں جہاں امام صاحب کی وسعت اطلاع حدیث زیر بحث آتی ہے تو آپ کے مسند کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے چنانچہ کوثری صاحب نے تانیب کے ص ۱۵۶ پر امام صاحب کی طرف منسوب مسند کی تعداد ۲۱ گنائی ہے اور چونکہ کتاب الآثار کے نام سے بھی امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر قتیوں نے کتابیں تالیف کی ہیں اور ان میں بھی بہ کثرت احادیث امام صاحب سے ہی مروی ہیں، ان کو ملا کر یہ سب ۲۲ مجموعے احادیث کے آپ کی ذات مبارک سے منسوب ہو جاتے ہیں جن میں ہزار ہا احادیث اور ہزار ہا آثار آپ سے سند صحیح مروی ہیں۔ و کفی بها مزیة و فخرا۔

کتب مناقب الامام اعظمؒ

آخر میں تکمیل تذکرہ امام کے لئے مناسب ہے کہ آپ کے مناقب میں جو مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں وہ بھی ذکر کر دی جائیں، ضمناً جن کتابوں میں امام صاحب کے مناقب ذکر ہوئے ہیں ان کو ہم بخوف مزید طوالت ترک کرتے ہیں۔

۱- عقود المرجان ۲- قلائد عقود الدرر والعقیان

۳- البستان فی مناقب العمان، علامہ محی الدین عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی (صاحب جواہر مصفی) کی تصنیف ہے۔

۴- شقائق النعمان فی مناقب النعمان، علامہ جارا اللہ زحشری کی تصنیف ہے۔

- ۵- کشف الاسرار، علامہ عبداللہ بن محمد حارثی نے لکھی۔
- ۶- الانصار لامام ائمۃ الامصار، علامہ یوسف سیط ابن الجوزی نے تالیف کی۔
- ۷- تمییز الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ، امام جلال الدین سیوطی شافعی نے لکھا۔
- ۸- تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان، علامہ ابن کاس نے تصنیف کیا۔
- ۹- عقود الجمان فی مناقب النعمان، علامہ محمد یوسف دمشقی شافعی نے تالیف کی۔
- ۱۰- الابانہ فی رد المحتصین علی ابی حنیفہ، علامہ احمد بن عبداللہ شیر آبادی نے لکھی۔
- ۱۱- تنویر الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ، علامہ یوسف بن عبدالبہادی کی تصنیف ہے۔
- ۱۲- الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، شارح مشکوٰۃ علامہ حافظ ابن حجر مکی شافعی کی تالیف لطیف ہے۔
- ۱۳- قلائد العقیان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان، یہ بھی علامہ موصوف ہی کی تصنیف ہے۔
- ۱۴- الفوائد المہمہ، علامہ عمر بن عبدالوہاب عرضی شافعی نے لکھی۔
- ۱۵- مرآۃ الجمان فی معرفۃ حوادث الزمانی، علامہ یافعی شافعی کی تاریخی کتاب ہے جس میں امام صاحب کا ذکر ضمناً ہوا ہے۔
- ۱۶- مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ ابی یوسف و محمد بن الحسن، حافظ ذہبی شافعی (صاحب تذکرۃ الحفاظ و میزان الاعتدال وغیرہ) کی تصنیف ہے۔
- ۱۷- جامع الانوار، علامہ محمد بن عبدالرحمن غزنوی کی تالیف ہے۔
- ۱۸- الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ النعمان، الامام الحافظ یوسف بن عبدالبر مالکی کی تصنیف ہے۔
- ۱۹- مناقب الامام الاعظم، علامہ صدر الائمہ موفی بن احمد مکی کی تالیف قیم ہے۔ ۲ جلد مطبوعہ حیدرآباد۔
- ۲۰- مناقب الامام اعظم، تالیف علامہ امام حافظ الدین محمد بن محمد شہاب کردری۔ ۲ جلد مطبوعہ حیدرآباد۔
- ۲۱- فتح المنان فی تائید مذہب النعمان، تالیف علامہ شیخ محدث دہلوی قدس سرہ۔
- ۲۲- اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ، تالیف ابی عبداللہ حسین بن علی صیری (متوفی ۴۰۴ھ)۔
- ۲۳- مناقب الامام اعظم، تالیف ابی القاسم عبداللہ بن محمد بن احمد السغدی معروف بابن العوام۔
- ۲۴- کشف الغمۃ عن سراج الائمہ (اردو)، تالیف علامہ مولانا السید مفتی محمد حسن شاہ جہانپوری دام فیضہم۔
- ۲۵- سیرۃ النعمان (اردو)، علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ۔

۲۶- ”ابو حنیفہ“، تالیف محمد ابو زہرہ مصری تقریباً ۵۵ صفحات کی جدید الطبع تحقیقی کتاب ہے۔

ان کے علاوہ جن کتابوں میں امام صاحب کا تذکرہ ہوا ہے وہ ۶۰ سے اوپر تو راقم الحروف کے پاس یادداشت میں درج ہیں اور مستقل کتابیں بھی دوسری بہت ہیں یہاں احصاء مقصود نہیں تھا۔ ولہ محل اخوان شاء اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

آخر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں دو باتیں ہمیں اور لکھنی ہیں ایک تو جرح و تعدیل میں ان کے اقوال کی حجیت جس کا ضمناً کچھ ذکر ہوا بھی ہے، دوسرے جامع المسانید کے بارے میں۔ واللہ المفوق والہادی الی الصواب۔

امام اعظمؒ اور فن جرح و تعدیل

امام صاحب کے اقوال جرح و تعدیل کی اس فن کے علماء نے اسی طرح تلقی بالقبول کی ہے جس طرح امام احمد، امام بخاری، ابن معین

اور ابن مدینی وغیرہ کے اقوال کی، یہ بھی آپ کی عظمت و سیادت اور وسعت علم پر بڑی شہادت ہے، اس سلسلہ کی چند نقول جواہر مضیہ ص ۳۰ و ص ۳۱ و ص ۳۲ ج ۱ سے پیش کی جاتی ہیں۔

- ۱- امام ترمذی نے کتاب العلل جامع ترمذی میں امام صاحب کا قول فضل عطاء بن ابی رباح اور جرح جابر جعفی میں پیش کیا۔
- ۲- مدخل لمعرفة دلائل النبوة للبیہقی میں ہے کہ ابوسعہ سفانی نے امام صاحب کی خدمت میں کھڑے ہو کر پوچھا کہ امام ثوری سے حدیث لینے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا ثقہ ہیں ان کی احادیث لکھو بجز احادیث ابی اسحاق عن الحارث اور احادیث جابر جعفی کے۔
- ۳- امام صاحب نے فرمایا کہ خلق بن حبیب قدری عقیدہ رکھتے تھے۔ ۴- فرمایا کہ زید بن عیاض ضعیف ہیں۔ ۵- امام سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میں کو فہ پہنچا تو امام صاحب نے میرا تعارف کرایا اور توثیق کی جس سے سب لوگوں نے میری حدیث سنی۔ ۶- حافظ حماد بن زیاد ایسے محدث جلیل نے فرمایا کہ حافظ عمرو بن دینار کی کنیت ابو محمد سب سے پہلے ہمیں امام صاحب ہی سے معلوم ہوئی ورنہ صرف ان کے نام سے جانتے تھے۔ ۷- امام صاحب نے فرمایا کہ خدا عمرو بن عبید پر لعنت کرے کہ اس نے کلامی مسائل سے فتنوں کے دروازے کھول دیے۔
- ۸- فرمایا خدا جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان کو ہلاک کرے ایک نے نفی میں افراط کی، دوسرا تشبیہ میں حد سے بڑھ گیا۔ ۹- فرمایا کہ حدیث کی روایت کسی سے اسی وقت درست ہے کہ جس وقت سے سنی روایت کے وقت تک برسر اس کو یاد رکھا ہو۔ (امام صاحب کی یہ شرط دوسرے محدثین کے مقابلے میں بہت سخت تھی اس لئے نیز دوسری احتیاطوں کے باعث ہی خود امام صاحب نے روایت کم کی ہے۔ ۱۰- امام صاحب سے جب سوال کیا گیا کہ خبر نا وغیرہ سے روایت کیسی ہے؟ تو فرمایا کہ کچھ حرج نہیں۔ ۱۱- محدث جلیل ابوقطن نے امام صاحب کا قول بطور سند پیش کیا کہ شیخ کو حدیث سنا کر بھی حدیثی سے روایت کر سکتے ہیں۔ ۱۲- امام صاحب نے فرمایا کہ میرے نزدیک رسول اکرم ﷺ سے سراویل پہننے کی روایت پائے ثبوت کو نہیں پہنچی۔

جامع المسانید للامام الاعظمؒ

محدث خوارزمی نے اپنے جمع کردہ پندرہ مسانید کے اصحاب مسانید کے حالات و مناقب بیان کئے ہیں اور اپنی سند ان تمام اصحاب مسانید تک بیان کی ہے، علامہ کثری نے تانیب میں مسانید کی تعداد ۲۱ لکھی ہے، ان سب مسانید کی اسانید متصل ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ”انسان العین فی مشائخ الحرمین“ میں اپنے استاذ الاساتذہ محدث عینی جعفری مغربی م ۱۸۷۵ھ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ”انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ کی ایک ایسی سند تالیف کی ہے جس میں اپنے سے امام صاحب تک اسناد کا سلسلہ متصل کیا ہے۔“ اور اس سے لوگوں کی یہ بات قطعاً غلط ہو جاتی ہے کہ حدیث کا سلسلہ آج تک متصل نہیں رہا ہے۔“ حضرت شاہ صاحب نے سلسلہ حدیث کی سند کو متصل ثابت کرنے کے لئے دلیل ہی امام صاحب کے سلسلہ سند کے اتصال کی دی ہے جس پر شاہ صاحب کو بڑا اعتماد تھا، امام ذہبی نے مناقب الامام الاعظم میں لکھا ہے کہ امام صاحب سے محدثین و فقہاء کی اتنی بڑی تعداد نے حدیث کی روایت کی ہے جن کا شمار نہیں ہو سکتا، حافظ مزنی نے تہذیب الکمال میں ایک سو کے قریب کبار محدثین کے نام گنائے ہیں، مطبوعہ جامع المسانید دو جلد میں سینکڑوں محدثین کی روایات امام صاحب سے موجود ہیں جن میں اکثر وہ ائمہ حدیث و جہال علم ہیں جو اصحاب صحاح ستہ اور دوسرے بعد کے کبار محدثین کے شیوخ و اساتذہ حدیث ہیں۔

مشہور حافظ حدیث محمد بن یوسف صاکی شافعی (صاحب سیرۃ شامیہ کبریٰ) نے ”عقود الجمان فی مناقب النعمان“ میں ۷۱ مسانید امام کی اسانید اپنے زمانہ سے جامعین مسانید تک بیان کی ہیں، علامہ شعرانی نے بڑے فخر و مسرت کے ساتھ بیان کیا کہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ کے صحیح نسخوں کی زیارت و مطالعہ سے مشرف ہوئے جن پر حفاظ حدیث کے توثیقی دستخط تھے، جن کی اسناد بہت عالی اور رجال سب ثقہ ہیں وغیرہ۔

غرض ان نقول سے ثابت ہوا کہ امام اعظم کی مسانید کی اہمیت تمام دوسری مسانید و تالیفات حدیث سے زیادہ رہی ہے اور ان کی اسناد کے اتصال و بیان اتصال کا بھی اکابر امت نے ہمیشہ اہتمام کیا ہے، حسب تصریح علامہ کوثریؒ امام صاحب کے مسانید کو محدثین سفرو حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ (تانیب) مسانید امام اعظم میں احادیث احکام کا بہترین ذخیرہ ہے جن کے روات ثقہ اور فقہاء محدثین ہیں، اس تفصیل کے بعد ناظرین حیرت کریں گے کہ علامہ شعی مرحوم نے ”سیرۃ النعمان“ میں محدث خوارزمی کی جامع المسانید کو امام صاحب کی طرف مجازاً منسوب کیا ہے حالانکہ عقود الجمان بھی ان کے مطالعہ میں رہی ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ہے، غالباً ان کو مغالطہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی حجتہ اللہ البالغہ سے ہوا جس میں طبقہ رابعہ کی کتابوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مسند خوارزمی بھی تقریباً اسی طبقہ میں داخل ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہ جملہ الحاتی ہے حضرت شاہ صاحبؒ نہیں ہے یا جامع المسانید کے مطالعہ کے بغیر لکھا ہوگا اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ بستان المحمد ثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز نے بھی اس کا کچھ ذکر نہیں کیا، اگر اس کتاب کا کچھ تعارف اس وقت ہوا بھی ہوگا تو سنا سنایا معمولی درجہ کا اور ناکافی یا غلط، علامہ شبلی نے اس پر یہ بھی اضافہ کر دیا کہ ”بعض مسانید کی نا اعتباری پر یہ بھی شہادت ہے کہ ان میں امام صاحب کی روایت براہ راست صحابہ سے درج ہوئی ہیں، حالانکہ امام صاحب کی روایت صحابہ پر اتفاق اور روایت میں اختلاف ہے اور علامہ ابن عبدالبر مالکی جیسے اکابر نے بھی امام صاحب کی روایت عن الصحابی اپنی کتاب ”جامع البیان العلم و فضلہ“ باب فضل العلم ص ۳۵ ج ۱ میں نقل کی ہے۔ جو اہل علم میں بہترین معتمد و مستند کتاب سمجھی جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۹۳ھ وفات ۱۷۹ھ عمر ۸۶ سال

نام و نسب

مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن غنم۔ (اصابہ)

حارث کا لقب ذوالصبح تھا اس لئے امام مالک کو صبحی بھی کہتے ہیں، آپ تبع تابعین کے طبقہ میں ہیں، امام اعظمؒ سے تقریباً ۲۳ سال چھوٹے تھے، کیونکہ امام صاحب کی ولادت صبح قول میں ۷۷ھ میں ہوئی ہے، کما حقہ الکوثریؒ۔
اس سے معلوم ہوا کہ صاحب مشکوٰۃ نے جو ”اکمال“ میں امام مالکؒ کو زمانہ اور قدراً مقدم کہا اور استاذ الائمہ قرار دیا وہ خلاف واقعہ ہے، امام اعظم ان سے عمر میں بڑے، قدر و مرتبہ میں زیادہ اور وہی استاذ الائمہ اور تابعی ہیں، امام مالک ان سے مستفید بلکہ حسب تحقیق علامہ ابن حجر مکی (شارح مشکوٰۃ) وغیرہ امام اعظم کے تلمیذ ہیں۔

مشائخ و اساتذہ

زرقانی نے لکھا کہ امام مالک نے نو سو سے زائد شیوخ سے اخذ علم کیا ہے اور ابتداء عمر ہی سے حضرت نافع کے پاس جانے لگے تھے اور حدیث سنتے تھے چنانچہ موطاً میں بھی بڑی کثرت سے روایات ان ہی سے ہیں، نیز اصح الاسانید میں سے مالک عن نافع عن ابن عمرؓ کو قرار دیا گیا ہے، بلکہ اس کو سلسلۃ الذہب بھی کہا گیا ہے۔

ہارون رشید نے امام مالک سے کہا کہ ہم نے آپ کی کتاب میں حضرت علی و عباس کا ذکر نہیں دیکھا؟ فرمایا کہ وہ میرے شہر میں نہیں

۱۔ بعینہ اسی طرح روایت امام ابو حنیفہ کی نافع عن ابن عمر موجود ہیں، ملاحظہ ہو عقود الجواہر المہدیہ جلد اول ص ۱۳۳ و ۲۱ وغیرہ اور ابو حنیفہ عن عطاء عن ابن عباس ص ۱۴۵ ج ۱ اور مقسم عن ابن عباس ص ۲۱۸ ج ۱ اور عبدالکریم عن انس ص ۱۴۷ اور عن جابر عن علی ص ۱۵۰ ج ۱ وغیرہ یہ کثرت روایات ہیں مگر امام صاحب کے ان سلسلوں کو سلسلۃ الذہب نہیں بتایا جاتا۔ واللہ المستعان والیہ العجل۔

تھے اور نہ میں ان کے اصحاب سے مل سکا (یہ فخر امام ابو حنیفہ کو حاصل ہے)

ابن فرحون نے کہا کہ امام مالک سلیمان بن یسار کا قول اختیار کیا کرتے تھے اور سلیمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول اختیار کرتے تھے تہذیب میں ابن معین سے مروی ہے کہ امام مالک جس سے بھی روایت کریں وہ ثقہ ہے سواء عبد اللہ بن عمر کے۔

اعلام الموقعین میں ہے کہ دین، فقہ اور علم امت میں اصحاب ابن مسعود، اصحاب زید بن ثابت، اصحاب عبد اللہ بن عمر اور اصحاب ابن عباس کے ذریعہ پھیلا ہے، لہذا اکثر لوگوں کا علم ان ہی چار اصحاب کے ماخوذ ہے، پھر اہل مدینہ کا علم اصحاب زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمر سے، اہل مکہ کا اصحاب ابن عباس سے اور اہل عراق کا اصحاب ابن مسعود سے۔

امام اعظم شیوخ امام مالک ہیں

بعض روایات غلطی سے اس طرح روایت ہوئیں کہ ان سے کچھ حضرات نے یہ سمجھا کہ امام صاحب نے امام مالک سے روایت کی ہے، مثلاً مسند ابن شاہین میں ایک روایت اسماعیل بن حماد عن ابی حنیفہ عن مالک روایت ہوئی جو درحقیقت حماد بن ابی حنیفہ عن مالک تھی، بلکہ حماد کو بھی اکابر میں سے شمار کیا گیا ہے اس خیال سے کہ ان کی وفات امام مالک سے تین سال قبل ہوئی ہے اور غالب یہ ہے کہ ان کی ولادت بھی امام مالک سے قبل ہوئی ہوگی (تانیب الخطیب میں کوثری صاحب نے اس پر بحث کی ہے) ایک روایت ابو حنیفہ عن تافع تھی جس کے درمیان میں مالک کا واسطہ نہیں ہے لیکن اسی کو ابو حنیفہ عن مالک عن تافع سمجھا اور نقل کیا گیا، اسی لئے حافظ ابن حجر شارح بخاری نے فیصلہ کیا کہ امام ابو حنیفہ کی روایت امام مالک سے ثابت نہیں ہے، اور دارقطنی و خطیب نے جو دو روایتیں نقل کی ہیں ان دونوں کی سند میں کلام ہے اس کے علاوہ ابن ابی حاتم نے تقدیر جرح و تعدیل میں جو لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ امام مالک کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے وہ بھی غلط ہے جس کو ہم آگے لکھیں گے، دوسرے یہ کہ امام مالک نے موطا سے پہلے کوئی تالیف نہیں کی اور یہ تالیف بھی انہوں نے اواخر عہد منصور عباسی میں امام اعظم کی وفات کے بعد کی ہے، پھر یہ کہ امام مالک کے عروج و ارتقاع شان کا دوران کے ابتداء ۱۳۱ھ کے بعد شروع ہوا ہے اور اس کے بعد ان کا اجتماع امام صاحب کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور امام صاحب و امام مالک کی وفات کے درمیان ۲۹ سال کا فاصلہ ہے۔ (اقوام المسالک علامہ کوثری)

یہ تو غلط و غیر ثابت روایات کا ذکر کرتے تھے، اس کے بعد صحیح واقعات پڑھئے۔

۱- امام شافعیؒ نے کتاب الامم ص ۳۳۸ ج ۷ میں فرمایا کہ میں نے دراوردی سے پوچھا کیا مدینہ میں کوئی اس کا قائل تھا کہ مہربان دینار سے کم نہ ہونا چاہئے؟ کہا نہیں (واللہ مجھے معلوم نہیں کہ امام مالک سے قبل کوئی اس کا قائل ہوا ہو اور میرا خیال ہے کہ امام مالک نے اس کو امام ابو حنیفہ سے لیا ہوگا۔

۲- علامہ مسعود بن شیبہ نے امام حمادی کی کتاب اخبار اصحاب الامم سے نقل کیا کہ دراوردی نے امام مالک سے سنا فرمایا کہ میرے پاس امام ابو حنیفہ کے فقہ سے ستر ہزار مسائل ہیں اور اسی کے مثل ایک روایت موقوف ص ۹۶ ج ۱ میں ہے۔

۳- قاضی عیاض نے اوائل مدارک میں نقل کیا کہ لیث بن سعد نے فرمایا میں امام مالک سے مدینہ میں ملا اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں؟ فرمایا ہاں! امام ابو حنیفہ کے ساتھ بحث کرنے میں پسینہ آ گیا، اے مصری! وہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔ ناقل کہتے ہیں کہ پھر میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ شخص (امام مالک) کیسی قدر منزلت کے ساتھ آپ کی باتوں کو قبول کرتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا میں نے ان سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا پوری پرکھ والا نہیں دیکھا، امام صاحب نے امام مالک کی سمجھ، تفقہ اور ذکاوت کے ساتھ نقد تمام یعنی حدیث کی پوری پرکھ اور پہچان کی بھی داد دی۔

اگر امام صاحب بقول حمیدی وغیرہ کے فن حدیث میں کامل نہیں تھے تو امام مالک جیسے مسلم امام حدیث کے علم حدیث کی داد کیونکر دے سکتے تھے اور امام مالک فقہی وحدیثی مسائل میں گھنٹوں بحث کر کے ان کے تفہم کی تعریف کیسے کرتے، کیا تفہم بغیر حدیث ہی کے صاحب کو حاصل ہو گیا تھا؟ اور اگر تفہم بغیر مطابقت حدیث کے تھا تو اس کی تعریف ایسا امام جلیل کیوں کرتا؟

۴- امام صمیری نے اپنی کتاب مناقب الامام میں ابن دراوردی سے نقل کیا کہ میں نے امام اعظم اور امام مالک کو مسجد رسول اللہ ﷺ میں دیکھا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے مدارسہ و مذاکرہ شروع کیا تو صبح کی نماز تک اس میں مشغول رہے، جب کسی مسئلہ میں ایک شخص ان میں سے دوسرے کے قول سے مطمئن ہو جاتا تھا تو بے تامل اس کو اختیار کر لیتا تھا کسی کو اپنی بات پر بے دلیل جمود نہیں ہوتا تھا نہ دوسرے کی حق بات کو قبول کرنے سے کوئی عار لاحق ہوتی تھی۔

۵- مناقب موفق ص ۳۳ ج ۳ میں بسند صحیح اسماعیل بن اسحق بن محمد سے نقل ہے کہ امام مالک بسا اوقات مسائل میں امام ابو حنیفہ کا قول معتبر سمجھتے تھے۔

۶- موفق ص ۲۳ ج ۲ میں محمد بن عمرو اقدی سے نقل کیا کہ امام مالک اکثر اوقات امام ابو حنیفہ کی رائے پر عمل کرتے تھے۔
۷- علامہ صمیری نے نقل کیا کہ ایک شخص نے امام مالک سے پوچھا جس کے پاس دو کپڑے ہوں جن میں ایک بغیر تعین کے پاک اور دوسرا ناپاک ہو تو نماز کس میں پڑھے، فرمایا کہ تحری کر کے ایک میں پڑھ لے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے کہا کہ امام ابو حنیفہ کی رائے تو یہ ہے کہ ہر ایک میں نماز پڑھے تو امام مالک نے فوراً اس سائل کو واپس بلایا اور پھر مسئلہ ہی بتلایا جو امام صاحب کی رائے تھی۔

۸- ابوالعباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن ابی العوام نے جو اضافات اپنے دادا کی کتاب اخبار ابی حنیفہ پر کئے ہیں، امام شافعی عن الدر اور دی نے نقل کیا کہ امام مالک امام ابو حنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے، یہ کتاب مع اضافات مذکور مکتبہ ظاہریہ دمشق میں نمبر ۶۳ میں موجود ہے۔ (اقوم المسالك للکوثری)

امام مالک کے تلامذہ واصحاب

بقول امام ذہبی وزرقانی بڑی کثرت امام مالک کے تلامذہ واصحاب کی ہے اور رواۃ احادیث بھی بہت بڑی مقدار میں ہیں، بلکہ امام مالک سے ان کے بعض شیوخ نے بھی روایت کی ہے، مثلاً زہری، ابوالاسود، ایوب انصاری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید انصاری، محمد بن ابی ذئب، ابن جریج، اعمش وغیرہ۔

امام احمد اور اصحاب صحاح نے امام مالک سے روایت کے لئے اپنی اپنی صوابدید سے الگ الگ رواۃ اختیار کئے ہیں، مشہور اہل علم و فضل تلامذہ میں سے امام محمد، امام شافعی، عبد اللہ بن مبارک اور لیث بن سعد، شعبہ، سفیان ثوری، ابن جریج، ابن عیینہ، یحییٰ القطان ابن مہدی وغیرہ ہیں۔ (مقدمہ اوجز ص ۱۸)

فضل و شرف، عادات و معمولات

امام مالک مدینہ منورہ میں جس مکان میں رہے وہ مکان حضرت عبد اللہ بن مسعود کا تھا، کرایہ پر لے کر ہمیشہ اسی میں رہے، اپنا ذاتی مکان نہیں بتا اور مسجد نبوی میں نشست اس جگہ۔ تھے جہاں امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نشست کرتے تھے اور وہ وہی جگہ تھی جہاں حضور اکرم ﷺ کا اعتکاف کے وقت بستر مبارک بچھایا جاتا تھا، امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ میں مدت العمر کبھی کسی بے وقوف یا کوتاہ عقل والے کی صحبت میں نہیں بیٹھا، امام محمدؓ نے فرمایا کہ یہ امام مالک کی ایسی فدیست ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی، علماء کے لئے یہ بہت بڑی نعمت ہے

کیونکہ کم عقل لوگوں کی محبت نور علم کو تاریک کر دیتی ہے اور تحقیق کی بلند چوٹی سے گرا کر تقلید کی پستی میں گرا دیتی ہے جس کی وجہ سے علم کی نفاست میں خرابی و نقصان آ جاتا ہے۔ (بستان المحمدین)

امام مالک میں طلب علم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے، ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھا، اس لئے مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ خریدتے تھے، اسکے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا اور کثرت سے مال و دولت خود بخود آنی شروع ہو گئی (غالباً یہ جدی مکان ہوگا) حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا، فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کر لیا اس کو پھر کبھی نہیں بھولا علامہ زرقانی نے لکھا کہ امام مالکؒ نے ۷۱ سال کی عمر میں درس دینا شروع کر دیا اور آپؒ نے اپنے دست مبارک سے ایک لاکھ احادیث لکھیں، جب آپؒ دفن ہوئے تو آپؒ کے گھر سے بہت سے صندوق احادیث کے برآمد ہوئے، جن میں سے سات صرف ابن شہاب کی حدیث کے تھے اور آپؒ کا حلقہ درس آپؒ کے مشائخ کے حلقوں سے بھی بڑا ہوا گیا تھا، لوگ ان کے دروازہ پر حدیث و فقہ حاصل کرنے کے واسطے اسی طرح جمع ہوتے تھے جیسے بادشاہوں کے محلات پر جمع ہوتے ہیں، آپؒ ایک دربان بھی رکھتے تھے جو پہلے خواص کو اندر جانے دیتا تھا پھر عوام کو۔

ایک روایت ہے کہ اندر سے ایک جاریہ (باندی) آ کر دریافت کرتی کہ آپؒ لوگ حدیث کے لئے آئے ہیں یا مسائل کے لئے؟ اگر کہتے کہ مسائل کے لئے تو فوراً باہر آتے اور فتویٰ دیتے تھے، اگر کہتے حدیث کے لئے تو کہلا دیتے کہ توقف کریں اور غسل کر کے نئے کپڑے پہنتے، عمامہ باندھتے، یا لمبی ٹوپی اوڑھتے، خوشبو لگاتے، پھر ادب سے بیٹھ کر حدیث سناتے اور تعظیم حدیث کے لئے پوری مجلس عود سے مہکتی رہتی تھی، تین دن میں ایک بار بیت الخلاء جاتے اور فرماتے کہ مجھے بار بار جاتے شرم آتی ہے، تمام عمر قضاء حاجت کے لئے مدینہ طیبہ کے حرم سے باہر تشریف لے جاتے تھے، بجز بیماری وغیرہ کے، سر پر بڑا رومال ڈالتے تھے کہ نہ کوئی ان کو دیکھے نہ وہ دوسروں کو دیکھیں (ہمارے حضرت شاہ صاحب کے بارے میں لوگوں نے بیان کیا کہ دہلی میں قیام مدرسہ امینیہ کے زمانہ میں جب بازار میں نکلتے تھے تو سر پر رومال ڈالتے تھے کہ چہرہ پر بھی اس کا کچھ حصہ بطور نقاب آ جاتا تھا، غالباً اسی مصلحت مذکورہ سے ہوگا)

امام مالکؒ ایسی جگہ کھانے پینے سے بھی احتراز کرتے تھے جہاں لوگوں کی نظریں پڑیں، کسی نے پوچھا، کیسی صبح آپؒ نے کی؟ فرمایا ایسی عمر میں جو کم ہو رہی ہے اور ایسے گناہوں میں جو زیادہ ہو رہے ہیں۔

باوجود ضعف و کبر سن بھی مدینہ طیبہ میں کبھی سوار ہو کر نہیں چلتے تھے کہ جس ارض مقدس کے اندر جسم مبارک رسول اللہ ﷺ ہو اس کے اوپر سوار ہو کر چلنا خلاف ادب جانتے تھے۔

مادحین امام مالک

ابن مہدی کا قول ہے کہ سفیان ثوری امام حدیث تھے، امام سنت نہ تھے، امام اوزاعی امام سنت تھے، امام حدیث نہ تھے، لیکن امام مالک دونوں کے امام ہیں، ابن صلاح نے اس کی وضاحت کی کہ سنت سے یہاں ضد بدعت مراد ہے کیونکہ بعد لوگ عالم بالحدیث تو ہوتے ہیں مگر عالم بالسنت نہیں ہوتے۔

امام اعظمؒ نے فرمایا کہ میں نے امام مالکؒ سے زیادہ جلد صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والا نہیں دیکھا، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ امام مالکؒ بعد تابعین کے خدا کی حجت تھے اس کی مخلوق پر۔ (تہذیب ص ۸ ج ۱۰)

امام بخاریؒ سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ صحیح سند کونسی ہے تو فرمایا مالک عن نافع عن ابن عمر (تہذیب ص ۶ ج ۱۰) پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ امام اعظمؒ سے بھی یہی صرح الاسانید مروی ہے اگرچہ امام بخاریؒ وغیرہ نے اس کو نہیں بتلایا۔

امام یحییٰ القطان اور امام یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ امام مالک امیر المومنین فی الحدیث ہیں، اسحق بن ابراہیم کہتے تھے کہ جب ثوری، مالک اور اوزاعی ایک امر پر متفق ہو جائیں تو وہی سنت ہے اگرچہ اس میں نص صریح نہ ہو، امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ امام مالک سے بغض رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ بدعتی ہے، مصعب الزہیری کا قول ہے کہ امام مالک ثقہ، مامون، ثبت، عالم فقیہ حجت ورع ہیں، ابن عیینہ اور عبدالرزاق کا قول ہے کہ حدیث ابو ہریرہ کے مصداق اپنے زمانہ میں امام مالک ہیں۔

تالیقات: امام مالک کی مشہور و مقبول ترین کتاب تو موطاعی ہے، لیکن اس کے سوا ان کے بہت سے رسائل ہیں جن کی تفصیل مقدمہ اوجز المسالک میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے کی ہے، ابن الہیاب نے ذکر کیا کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی تھیں، ان میں سے دس ہزار منتخب کر کے موطاً میں درج کیں پھر برادران کو کتاب و سنت اور آثار و اخبار صحابہ پر پیش کرتے رہے یہاں تک کہ وہ کم ہو کر پانچ سو ۵۰۰ رہ گئیں، علامہ کیا الہر اسی نے اپنی تعلق اصول میں کہا موطا مالک میں ۹ ہزار احادیث تھیں پھر کم ہوتے ہوتے سات سو ۷۰۰ رہ گئیں، علامہ ابوبکر ابہری نے کہا کہ موطا میں کل آثار نبی اکرم ﷺ اور صحابہ و تابعین کے ایک ہزار سات سو بیس ۱۷۲۰ ہیں جن میں مسند ۶ سو ہیں، محدث ابو نعیم نے حلیہ میں لکھا کہ ابوخلید نے کہا میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا، موطاً چار روز میں پڑھا امام مالک نے فرمایا وہ علم جس کو ایک شیخ نے ساٹھ سال میں جمع کیا تھا تم نے اس کو چار دن میں حاصل کر لیا، تم لوگ کبھی فقیہ نہ بن سکو گے امام مالک سے ان کے زمانہ میں ہی تقریباً ایک ہزار لوگوں نے موطا کو جمع کیا تھا اور فقہاء، محدثین، صوفیاء، امراء اور خلفاء نے تبرکاً بھی آپ سے موطا کی سند حاصل کی، موطاً کا سب سے مشہور نسخہ مصمودی اندلسی کا ہے اور فقہ و حدیث و آثار کی جمع و ترتیب کے اعتبار سے امام محمد کا موطا سب سے زیادہ اہم و اعظم ہے، موطاً امام مالک کی شروح بڑی کثرت سے لکھی گئیں، ان کی تفصیل شیخ الحدیث نے مقدمہ اوجز میں کی ہے۔

بعض اقوال و کلمات امام مالک

امام مالک اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے جو علم و حکمت سے پر اور ایک حدیث نبوی کا مضمون ادا کرتا ہے۔

(وخیر امور الدین ما کان سے وشر الامور المحدثات البدائع)

یعنی دین کا بہتر کام وہ ہے جو طریقہ رسول اکرم ﷺ کے مطابق ہو اور بدترین وہ ہے جو سنت کے خلاف اور نئی نئی بدعتیں تراش لی جائیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ علم کثرت روایت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں ڈال دیتا ہے، امام اعظم پر قلت روایت کا طعن کرنے والے ذرا اسی مقولہ امام مالک پر غور کریں۔

ایک دفعہ کسی نے طلب علم کے بارے میں کچھ پوچھا، فرمایا طلب علم اچھی چیز ہے مگر انسان کو زیادہ اس امر کا خیال کرنا چاہئے کہ صبح سے شام تک جو امور واجبہ ہیں، ان پر مضبوطی سے اور استقلال کے ساتھ عمل کرتا کیا ہے، ایک مرتبہ فرمایا کہ عالم کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ علمی مسائل کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کرے جو ان کو سمجھنے سے قاصر ہوں کیونکہ اس سے علم کی اہانت و ذلت ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص ۶ ماہ کی مسافت طے کر کے امام مالک کی خدمت میں پہنچا اور ایک مسئلہ دریافت کیا، آپ نے بے تکلف فرمادیا کہ مجھے اس کا جواب اچھی طرح معلوم نہیں وہ حیران ہو کر کہنے لگا کہ اچھا! میں اپنے شہر والوں سے کیا کہوں؟ فرمایا! کہہ دینا کہ مالک نے اپنی لاعلمی کا اقرار کیا ہے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ بے کار اور غلط باتوں کے پاس پھٹکنا بربادی ہے، غلط بات زبان پر لانا سچائی سے دوری کی بنیاد ہے، اگر انسان کا دین بگڑنے لگے تو دنیا کتنی بھی زیادہ ہو بیکار ہے، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ علم اسندہ اور گھٹے گا بڑھے گا نہیں اور ہمیشہ نزول کتب سماویہ اور بعثت انبیاء علیہم السلام کے بعد گھٹائی کرتا ہے

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید مدینہ طیبہ حاضر ہوا تو وزیر جعفر برکی کو آپ کے پاس بھیجا کہ سلام پہنچائے اور خواہش کی کہ موطا لا کر مجھے سنادیں آپ نے فرمایا کہ خلیفہ سے بعد سلام کہہ دینا کہ علم کسی کے پاس نہیں جاتا بلکہ لوگ اسی کے پاس آتے ہیں، جعفر نے پیغام پہنچا دیا پھر امام مالکؒ بھی خلیفہ سے ملے تو خلیفہ نے شکایت کی کہ آپ نے میرا حکم رد کر دیا، امام مالک نے اول تو سند کے ساتھ روایت سنائی کے زید فرماتے ہیں نزول وحی کے وقت سرکارِ دو عالم ﷺ کا زانوئے مبارک میرے زانو پر تھا، صرف کلمہ غیر اولی الضرر نازل ہوا تا کہ اس کے وزن سے میرا زانو چور چور ہو جانے کے قریب ہو گیا تھا، پھر فرمایا کہ علوم نبوت پچاس ہزار سال کی مسافت سے ہم تک پہنچے ہیں ہمیں بھی ان کی تعظیم و توقیر کرنی چاہئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت و بادشاہت دی ہے، اگر آپ ہی ان علوم کی قدر نہ کریں گے تو خطرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عزت برباد نہ کر دے، یہ سن کر خلیفہ اٹھا اور موطا سننے کے لئے امام کے ساتھ ہو گیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ اس موقع پر خلیفہ نے اپنے صاحبزادوں کو بھی ساتھ لیا تا کہ وہ بھی موطا سنیں، امام مالک نے اس کو اپنی سند پر بٹھایا لیکن جس وقت موطا پڑھنے کا وقت آیا تو خلیفہ نے کہا کہ آپ ہی مجھے پڑھ کر سنائیے، امام نے فرمایا کہ میں خود پڑھ کر سنانا چھوڑ چکا ہوں، دوسرے پڑھتے ہیں اور میں سنتا ہوں خلیفہ نے کہا اچھا! میں خود سنانا ہوں مگر اور سب لوگوں کو آپ باہر کر دیجئے! فرمایا کہ علم کی خاصیت یہ ہے کہ اگر خاص لوگوں کی رعایت سے عام لوگوں کو محروم کیا جائے تو پھر خواص کو بھی اس سے نفع نہیں ہوتا، اس کے بعد آپ نے معن بن عیسیٰ کو حکم دیا کہ وہ قرأت کریں اور جب قرأت شروع ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا کہ اے امیر المومنین! اس شہر میں اہل علم کا یہ دستور ہے کہ وہ علم کے لئے تواضع کرنا پسند کرتے ہیں، خلیفہ ہارون رشید یہ سن کر مسند سے اتر کر سامنے آ بیٹھا اور موطا سننے لگا۔

امام مالک کا ابتلاء ۱۴۶ھ

والی مدینہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کر دی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے تو اس پر جعفر کو سخت غصہ آیا اور امام مالک کو بلوا کر کوڑے لگوائے، ان کو کھینچا گیا اور دونوں ہاتھ کھنچوا کر موٹے اتر وادیئے، ان سب باتوں سے امام صاحب کی عزت و وقعت بہت بڑھ گئی اور شہرت دور دراز تک پہنچ گئی، بعض کہتے ہیں کہ تقدیم عثمان، علی پر وجہ ابتلاء ہوئی، بعض نے طلاق مکہ کا مسئلہ بیان کیا کہ امام صاحب اس کو درست نہ کہتے تھے۔

یہ ابتلاء غالباً ۱۴۶ھ کا ہے اس کے بعد جب خلیفہ منصور حج کے لئے حرمین حاضر ہوا تو امام مالک کا قصاص جعفر بن سلیمان سے لینا چاہا، یعنی سزا دینی چاہی مگر امام مالک نے روک دیا اور فرمایا خدا کی پناہ! ایسا نہیں ہو سکتا، واللہ! جب بھی مجھ پر کوڑا پڑتا تو میں اس کو اسی وقت حلال و جائز کر دیتا تھا بسبب جعفر کی قرابت رسول اکرم ﷺ کے، در اور دی کہتے ہیں کہ میں اس وقت موجود تھا جب کوڑے مارے جاتے تھے تو امام صاحب فرماتے تھے، اے اللہ! ان کو بخش دے وہ مجھے نہیں جانتے، یہ بھی نقل ہے کہ جب آپ کوڑوں کی ضرب سے بیہوش ہو گئے اور گھر پر لائے گئے تو ہوش میں آتے ہی فرمایا کہ تم سب گواہ رہو کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ الی الابد۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ

ولادت ۱۵۰ھ، وفات ۲۰۴ھ عمر ۵۴ سال

اسم و نسب

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع، قریشی، آں حضرت ﷺ کے جد اعلیٰ عبد مناف میں آپ کا نسب مل جاتا ہے، بیت المقدس سے دو مرحلہ پر ایک مقام غزہ یا عسقلان میں آپ کی ولادت ہوئی، دو سال کی عمر میں آپ کے والدین آپ کے ساتھ مکہ معظمہ

آگئے تھے نہایت تنگدستی میں آپ کی پرورش ہوئی یہاں تک کہ علمی یادداشتوں کے لئے کاغذ میسر نہ ہوتا تو ہڈیوں پر لکھ لیتے تھے۔

تحصیل علم

آپ کی ابتدائی عمر ادب، تاریخ و شعر و غیرہ کی تحصیل میں گذری، ایک مرتبہ منیٰ میں تھے کہ پشت کی طرف سے آواز سنی علیک بالفقہ یعنی فقہ سیکھو، اس کے علاوہ مسنم بن خالد زنجی نے بھی آپ کی فہم و ذکاوت اور حسن استعداد کا اندازہ کر کے ترغیب دی کہ علم فقہ حاصل کریں چنانچہ اولاً ان ہی کی شاگردی اختیار کی، پھر امام مالک کی خدمت میں پہنچے اس وقت موطاً حفظ کر چکے تھے اور عمر صرف ۱۳ سال تھی، امام مالک کے سامنے موطاً کی قرأت زبانی کی، امام مالک کو تعجب ہوا اور قرأت پسند کی اور فرمایا، تم تقویٰ کو اپنا شعار بنانا، ایک زمانہ آئیکا کہ تم بڑے شخص ہو گے، یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں ایک نور ودیعت کیا ہے، معصیت سے اس کو ضائع نہ کرنا، امام شافعی امام مالک کے پاس صرف آٹھ ماہ رہے جیسا کہ تانیب ص ۱۸۲ میں ہے۔

امام محمد و امام شافعی کا تلمذ امام مالک سے

امام محمد (استاد امام شافعی) امام مالک کی خدمت میں تین سال سے زیادہ رہے، اسی لئے قاضی ابو عامر محمد بن احمد عامری نے اپنی مہسوط میں (جو مہسوط سرخسی کی طرح، تیس جلدوں میں ہے، یہ عامری شیوخ سرخسی کے طبقہ میں تھے) لکھا ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی نے امام محمد سے سوال کیا کہ امام ابو حنیفہ اور ایام مالک میں سے آپ کے نزدیک کون زیادہ اعلم ہے؟ فرمایا امام محمد نے کہا کس اعتبار سے؟ کہا علم کتاب اللہ کے اعتبار سے فرمایا، ابو حنیفہ، پھر پوچھا علم سنت کے اعتبار سے؟ فرمایا امام ابو حنیفہ معانی حدیث کے زیادہ عالم تھے اور امام مالک الفاظ حدیث کی بصیرت زیادہ رکھتے تھے، پوچھا اقوال صحابہ کا علم کس کے پاس زیادہ تھا؟ تو اس پر امام محمد نے دکھلانے کے لئے امام اعظم کی کتاب ”اختلاف الصحابہ“ طلب کی اس (پورا واقعہ حسب روایت عامری)، واقعہ بظاہر صحیح یہی ہے کہ جس کو الٹ پلٹ کر اور مسخ و تحریف کر کے جھوٹے رواۃ کی روایت سے خطیب وغیرہ نے کچھ سے پوچھ کر دیا جو روایت و درایت کی رو سے مخالفاً امیزی کا اعلیٰ شاہکار ہے، علامہ کوثری نے تانیب، بلوغ الامانی اور احقاق الحق بابطال الباطل فی مہیث الخلق میں ان غلط روایات کی پوری طرح تردید کر دی ہے، امام محمد رحمہ اللہ کے حالات میں ہم بھی کچھ بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

امام شافعی کا پہلا سفر عراق

امام شافعی مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں محدث شہیر سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم فی الحدیث) سے حدیث حاصل کی، اس کے بعد یمن چلے گئے اور وہاں فکر معاش کی وجہ سے علمی مشاغل سے ہٹ کر بعض ولایہ و حکام کے یہاں کچھ کام انجام دے کر روزی حاصل کرتے رہے، علامہ ابن عماد ضلی حافظ ابن عبد البر سے امام شافعی کے تذکرہ میں نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی وہاں سے علوی خاندان کے نو اشخاص کے ساتھ گرفتار ہو کر بغداد آئے، ہارون رشید اس وقت رقبہ میں تھا، اس لئے یہ لوگ بغداد سے رقبہ آئے اور خلیفہ کے سامنے پیش ہوئے، وہاں رقبہ کے قاضی امام محمد موجود تھے جو امام شافعی کے محبت تھے، جب ان کو معلوم ہوا کہ امام شافعی ہارون رشید کی خلافت پر طعن کرنے کے الزام میں گرفتار ہو کر آئے ہیں تو وہ بہت بے چین ہوئے اور امام شافعی کو بچانے کی فکر میں لگے رہے، پیشی کے بعد اور لوگ تو قتل کر دیئے گئے ایک علوی نوجوان اور امام شافعی بچ گئے، اس نوجوان نے الزام سے برأت ظاہر کی مگر مسوع نہ ہوئی وہ بھی قتل کر دیا گیا، پھر خلیفہ نے امام شافعی سے سوالات کئے اور اس وقت امام محمد بھی دربار میں پہنچ گئے تھے، امام شافعی نے کہا میں تو علوی ہی نہیں ہوں زبردستی ان لوگوں کے

ساتھ گرفتار کر کے لایا گیا ہوں، میں بنی عبدالمطلب سے ہوں اور اسی کے ساتھ کچھ علم سے بھی تعلق ہے، آپ کے یہ قاضی صاحب بھی ان سب باتوں سے واقف ہیں، ہارون رشید نے کہا اچھا آپ محمد بن اور لیس ہیں؟ امام نے کہا جی ہاں؟ پھر خلیفہ نے امام محمد سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا واقعی اسی طرح ہے جس طرح یہ کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا بیشک ایسا ہی ہے اور علم میں ان کا پایہ بہت بلند ہے جو شکایت ان کی کی گئی ہے وہ ان کی شان سے بعید ہے، خلیفہ نے کہا اچھا تو آپ ان کو اپنے ساتھ لے جائیے! میں ان کے معاملہ میں غور کروں گا۔

”خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام محمد مجھ کو اپنے ساتھ لے گئے اور اس طرح وہی میری گلو خلاصی کا سبب ہوئے، گویا امام محمد کا یہ سب سے پہلا اور بڑا احسان نہ صرف امام شافعی پر بلکہ ان کے سارے متبعین الیٰ یوم القیامہ پر ہے کہ امام شافعی کی جان بچائی۔

رحلت مکذوبہ امام شافعی

مگر افسوس ہے کہ متبعین میں آبروی اور محدث بیہقی وغیرہ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اس احسان عظیم کی مکافات میں ایک رحلت مکذوبہ اپنی کتابوں میں نقل کی پھر امام رازی نے بھی مناقب شافعی میں اس کو نقل کر کے اور آگے چلا کیا اور آج تک اس کو نقل کرنے والے اور بہت سے غیر محقق مزاج ہو گئے ہیں۔

تحقیق حافظ ابن حجر

چنانچہ حافظ ابن حجر نے تو الیٰ التامیس بمحالی ابن اور لیس ص ۱۷ میں لکھا کہ اس رحلت مکذوبہ کو آبروی اور بیہقی وغیرہ نے مطول و مختصر نقل کیا اور امام رازی نے بھی اسی کو چلتا کر دیا، حالانکہ اس کی کوئی معتمد سند نہیں ہے اور وہ جھوٹی ہے اکثر حصہ اس کا موضوع اور کچھ حصے دوسری روایات کے ٹکڑے جمع کر کے جوڑ دیئے گئے ہیں، اور سب سے زیادہ واضح جھوٹ اس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے ہارون رشید کو امام شافعی کے قتل پر آمادہ کیا اور اس کا بظلال دو وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ امام شافعی جس وقت بغداد آئے تو اس وقت امام ابو یوسف موجود ہی نہ تھے کیونکہ ان کا انتقال ۱۸۲ھ میں ہو چکا تھا، اور امام شافعی پہلی بار ۱۸۳ھ میں اس سے دو سال بعد وہاں پہنچے ہیں، دوسرے یہ کہ وہ دونوں اس امر سے بہت برگزیدہ تھے کہ کسی بے گناہ مسلمان کے قتل کے لئے سعی کریں، ان کا منصب عالی اور جلالت قدر اور جو کچھ ان کے دین و تقویٰ کے بارے میں مشہور ہے وہ ایسے امور کے قطعاً منافی ہے۔

امام شافعی کا امام محمد سے تعلق و تلمذ

امام شافعی کی ملاقات اس پہلو پر امام محمد سے ضرور ہوئی ہے اور وہ ان کو پہلے سے بھی حجاز سے جانتے تھے اور انہوں نے امام محمد سے علم حاصل کیا بلکہ ان کی خدمت میں رہ پڑے تھے، نیز حافظ ابن حجر نے ساجی کی ایک دوسری روایت کی بھی تردید کی اور کہا کہ یہ بھی بے سند بات ہے کیونکہ امام محمد نے امام شافعی کے ساتھ ہمیشہ لطف و محبت اور مساعدت کا معاملہ کیا ہے اور اسی لئے امام شافعی سے بھی ائمہ میں سے کسی امام کے حق میں اتنی ثناء و مدح منقول نہیں ہے جس قدر امام محمد کے بارے میں ہے (واقعی وہ ایسی تعریف کے مستحق بھی تھے) اور یہ خود بڑی تکذیب جھوٹ گھڑنے والوں کیلئے ہے جس تردید نہیں کی جاسکتی۔

معذرت

راقم الحروف معذرت خواہ ہے کہ ایسے امور کے بیان میں خاص طور سے اطناب و طویل کو ترجیح دی ہے جس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اردو میں ان بزرگوں کے حالات لکھنے والے ہمارے خفی علماء نے بھی ضرورت سے زیادہ اختصار سے کام لیا ہے اور ایسے اہم واقعات کا

ذکر تک نہیں کیا، ان کی تصحیح و غیرہ تو کیا کرتے اسی لئے ہمارے اکابر کا صحیح اور کامل تعارف بہت کم سامنے آیا اور دوسری طرف حاسدین و معاندین برابر ایسی ہی بے سند جھوٹی باتوں کا پردہ پیگنڈا کر کے عوام و خواص کو اکابر احناف سے بدظن کرتے رہے، ہمارا صحیح نظریہ ہے کہ صحیح واقعات و حالات کے تمام گوشے یک جا ہو کر ضرور سامنے ہو جائیں، ویدہ التوفیق۔ خدا تعالیٰ جزائے خیر دے، علامہ کوثری کو کہ ان کی وجہ سے ہمیں ایسے تاریخی حقائق کے بیان میں بڑی مدد مل جاتی ہے۔

حاسدین و معاندین کے کارنامے

رحلۃ مکذوبہ مذکورہ بالا کے ساتھ دونوں مذہب کے بدخواہوں نے اختلاف و تعصب کو ہوا دینے کے لئے دوسری حاشیہ آرائیاں بھی کیں، مثلاً کہا گیا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد امام شافعی پر حسد کرتے تھے حالانکہ امام شافعی اس زمانہ میں طالب علم کی حیثیت میں تھے اس وقت ان میں کوئی خاص فضل و امتیاز قابل حسد نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ امام شافعی نے جو موطا امام مالک سے روایت کیا تھا اس کا مدلول بھی اور موطاؤں کی طرح نہ ہوا، کیونکہ وہ ان کی ابتدائی دور کی چیز تھی اور وہ مدینہ سے مکہ ہو کر یمن چلے گئے تھے، جہاں عرصہ تک وہ علمی زندگی سے الگ رہے۔

دوسرے اگر امام شافعی اس وقت بھی محسود ہو گئے تھے تو وہ اپنے حاسد امام محمد بن کا کیوں دامن پکڑتے ان سے ہی علم حاصل کرتے باقاعدہ تلمیذ بنتے اور اپنی کتابوں میں بھی ان سے روایت کرتے اور ہمیشہ بقول حافظ ابن حجر کی ان کی تعریف بھی سب سے زیادہ کرتے، امام محمد کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں امام شافعی اس طرح رہتے تھے کہ راحۃ القلوب میں حضرت سلطان المشرق نظام الدین اولیاء نے حضرت زبدۃ العارفین خواجہ فرید الدین گنج کا قول ذکر کیا ہے کہ امام اعظم کی توشان ہی بہت بلند ہے ان کے شاگرد امام محمد کا وہ درجہ تھا کہ جب وہ سوار ہو کر کہیں جاتے تھے تو امام شافعی ان کی رکاب کے ساتھ پیدل چلتے تھے اور فرمایا کہ اسی سے دونوں مذاہب میں فرق کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے، اتھلی ملخصاً۔ (حدائق المحفۃ ص ۱۰۴)

پھر یہ بھی ہر دوست و دشمن امام محمد کے حالات پڑھ کر جانتا ہے کہ اہل علم میں سے وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والے تھے چنانچہ طالبی کے ان کے مشہور واقعہ اس کے لئے کافی ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کے وفور جذبات غیظ و غضب کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے امام محمد نے اس کے امان کی آخر تک تائید کی جب کہ دوسرے علماء نے مداخلت کی، یہ واقعہ امام محمد کے حالات میں لکھا جائے گا، علامہ کوثری نے اس موقع پر لکھا ہے کہ محدث بیہقی کا تعصب تو معرفۃ السنن سے بھی معلوم تھا کہ امام طحاوی پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے بلکہ اپنے معائب ان کی طرف منسوب کئے مگر یہ خیال نہ تھا کہ وہ جھوٹے واقعات بلوی ایسے کذاب راویوں سے امام ابو یوسف و امام محمد ایسے جلیل القدر ائمہ پر بھی نقل کر دیئے، اور اس امر کی بھی پرواہ نہ کریں گے کہ صحیح تاریخ کی روشنی میں اس قسم کا جھوٹ پیروں پر نہ چل سکے گا تو کتنی فضیلت ہوگی، چنانچہ بیہقی پر اعتماد کر کے امام الحرمین جوینی، ابو حامد طوسی اور فخر الدین رازی جیسے حضرات بھی دھوکہ میں پڑ گئے جو خود تصحیح و تحقیق روایات نہ کر سکتے تھے اور ان واقعات کو صحیح سمجھ کر نہ صرف ان حضرات نے ان کو نقل کیا بلکہ دوسرے معاملات میں بھی جذبات غضب سے مجبور ہو کر بے انصافی پر اتر آئے جو ان کی شان کے مناسب نہ تھی، ملاحظہ ہو امام الحرمین کی مشہور کتاب ”مغیث المخلوق“ جس کا جواب علامہ کوثری نے ”احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث المخلوق“ لکھا اور سبط ابن الجوزی نے الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح“ لکھی۔ ارادہ ہے کہ ان مفید و نادر کتابوں کے تراجم ”ادارہ ناشر العلوم“ سے شائع کئے جائیں گے۔ وما تولى قنا الا بالله العلی العظیم۔

غرض امام شافعی کی طرف منسوب ایک رحلۃ مکذوبہ تو یہ تھی جس کی تردید حافظ ابن حجر سے آپ پڑھ چکے ہیں اور ان سے پہلے علامہ ابن تیمیہ نے منہاج میں اور ان سے پہلے مسعود بن شیبہ نے کتاب التعلیم میں بھی تردید کی تھی کیونکہ بلوی مشہور کذاب تھا۔

دوسری رحلت مکذوبہ

دوسری رحلت مکذوبہ ہندو مصر میں حاسدین و معاندین احناف کی سعی سے مسند شافعی کے ساتھ شائع کی گئی بلکہ اس کو دلچسپ قصہ کے طور پر مرتب کر کے الگ بھی خوب شائع کیا گیا اور بلاوجہ علامہ سیوطی و شعرانی کی طرف بھی اس کو منسوب کر دیا گیا تاکہ زیادہ رواج ہو اور طبع مصر میں تو یہ بھی کہ دیا گیا کہ امام شافعی کے اپنے قلم سے لکھی ہوئی یہ رحلت دستیاب ہوئی ہے، بعض لوگوں نے یہ بھی دعویٰ کر دیا کہ امام شافعی ۱۶۴ھ میں مدینہ سے عراق چلے گئے تھے تاکہ امام ابو یوسف و امام محمد دونوں سے ملاقات ثابت ہو جائے اور پہلی سب اکذوبات صحیح سمجھی جائیں، یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس رت امام شافعی نے ان دونوں سے مناظرے کئے اور امام محمد کی چوری سے ان کے خاص کتب خانہ سے امام اعظم کی کتاب الاوسط لے کر ایک رات میں ساری حفظ کر لی اور پھر امام محمد اس سے کوئی چیز نقل کرتے تو اس کی تعلیل بھی کرنے لگے اور امام محمد اپنی کتابیں امام شافعی کو دینے میں بھی بخل کرنے لگے، پھر امام شافعی بلادقارس گئے، بعض لوگوں نے لکھا کہ امام شافعی ۱۷۱ھ میں وہاں سے واپس ہو کر پھر بغداد آئے اور کتاب الزعفرانی تالیف کی، حالانکہ اس وقت زعفرانی کی ولادت بھی نہ ہوئی تھی، چہ جائیکہ اس کے نام پر امام شافعی کتاب لکھتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ سب واقعات بے بنیاد اور خود حافظ ابن حجر کی تصریح سے کہ امام شافعی ۱۸۴ھ سے پہلے بغداد پہنچے ہی نہیں، یہ سارے اکذوبات حرف غلط کی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ (بلوغ الامانی ص ۲۸ تا ص ۳۵)

افسوس ہے کہ ہمارے بعض محترم معاصرین نے بھی امام شافعی کے تذکرہ میں مدینہ طیبہ کے بعد عراق کے سفر کا ذکر بے تحقیق کر دیا ہے اور پھر اس چیز کا بھی ذکر تک نہیں کیا کہ عراق پہنچ کر امام شافعی نے امام محمد کے پاس برسوں رہ کر وہ علوم حاصل کئے جن سے وہ امام مجتہد بنے کیونکہ ان کی ساری ممتاز علمی زندگی کا دور امام محمد کی خدمت میں رہنے کے بعد ہی سے شروع ہوتا ہے ۱۸۴ھ سے قبل کی زندگی علمی اعتبار سے قابل ذکر نہیں ہے۔

امام شافعی امام محمد کی خدمت میں

غرض امام شافعی اس الزام سے بری ہو کر جس میں گرفتار ہو کر یمن سے بغداد آئے تھے، امام محمد ہی کی خدمت میں رہ کر علم فقہ وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے، تقریباً ساٹھ دینار صرف کر کے امام محمد کی تعینقات نقل کرائیں اور خود بھی نقل کی ہوں گی، امام محمد سے ایک بختی اونٹ کی بوجھ کے برابر کتابوں کا علم حاصل کیا جو امام شافعی نے ان سے تنہا پڑھیں یعنی دوسرے تلامذہ کے ساتھ جو کچھ علم حاصل کیا وہ اس کے سوا ہے اور اس کے بعد ان کی قدر و منزلت بڑھنی شروع ہو گئی۔

امام محمد کی خصوصی توجہات

امام شافعی نے ابتداء میں جب کتابیں نقل کر رہے تھے اور ایک دفعہ کتابیں دینے میں امام محمد صاحب نے کچھ دیر کی تو امام محمد کو چار شعر لکھ کر بھیجے، جن کا مفہوم یہ تھا کہ اس شخص کو جس کو دیکھنے والوں نے اس کا مثل نہیں دیکھا اور جس نے اس کو دیکھا اس نے گویا اس سے پہلے کے (استاذ و امام) کو بھی دیکھ لیا، میرا پیغام پہنچاؤ کہ علم اہل علم کو اس امر سے روکا جائے کہ وہ مستحقین علم سے روکا جائے کیونکہ امید یہی ہے کہ وہ مستحق علم بھی آگے کے مستحق علم ہی کو مستفید کرے گا۔

ابن جوزی نے منتظم میں نقل کیا کہ امام محمد ان اشعار کو پڑھ کر اتنے مسرور و متاثر ہوئے کہ مطلوبہ کتابیں عاریتاً نہیں بلکہ فوراً ہی بطور ہدیہ امام شافعی کے پاس بھیج دیں، اس واقعہ کو مع ایبات کے ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں اور صیری وغیرہ نے بھی مع سند کے نقل کیا ہے اس سے اندازہ کیا جائے کہ امام شافعی جیسے جلیل القدر امام بطور خوشامد جھوٹی تعریف تو نہیں کر سکتے تھے اور وہ امام محمد سے پہلے امام مالک، امام کعب،

سفیان بن عیینہ جیسے جبال علم حدیث و فقہ کو دیکھ چکے تھے پھر بھی اعتراف کیا کہ انہوں نے امام محمد جیسا نہیں دیکھا اور امام محمد ہی کے علم و فضل سے امام اعظم ابو حنیفہ کے فضل و امتیاز کا بھی اندازہ لگالیا اور بر ملا اس کا اعتراف بھی کر لیا، یہ خود ان کی بڑائی و برتری کی بھی بڑی شہادت ہے وہ کہدا

یکون شان اهل العلم والتقى، یرحمهم الله جميعا و جعلنا معهم يوم لا ینفع مال ولا بنون الا من الى الله بقلب سلیم۔

یہ امام شافعی کا قلب سلیم ہی تھا جس کی ہم نوائی ان کی زبان و قلم نے بھی کی پھر ان کے ہی قبعین میں وہ لوگ ہوئے جنہوں نے اپنے امام کے اساتذہ و اماموں کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ جائز رکھا، یوں بھی امام شافعی کی عملی زندگی اس کی گواہ ہے کہ ان کے دل میں امام اعظم کی بے حد قدر و منزلت تھی خود فرمایا کرتے تھے کہ میں امام ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر پر روزانہ حاضر ہوتا ہوں اور جب کبھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو نفل پڑھ کر امام صاحب کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں اور وہاں خدا سے اپنی حاجت مانگتا ہوں جس سے بہت جلد میری ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ (موفق ص ۱۹۹ ج ۲)

مالی امداد

حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمدؒ نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے اور دے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہیں تو میرے ساتھ رہیے؟ یہ بھی فرمایا کہ اس رقم کو لینے میں آپ کو کوئی تکلف و تامل نہ کریں جس پر امام شافعی نے کہا اگر آپ میرے نزدیک ان لوگوں میں سے ہوتے جن سے مجھے تکلف برتنا چاہیے تو یقیناً آپ کی امداد قبول نہ کرتا، اس سے امام شافعی نے اپنے خاص تعلق و یگانگت کا بھی اظہار فرمادیا۔

امام شافعی کا حسن اعتراف

امام شافعی نے یہ بھی فرمایا کہ علم اور اسباب دنیوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں ہے جس قدر امام محمدؒ کا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ امام محمدؒ اکثر اوقات ان کا خیال رکھتے تھے، ابن ساعد کا بیان ہے کہ امام محمدؒ نے امام شافعی کے لئے کئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کر دیئے۔

امام مزنی سے منقول ہے کہ امام شافعی فرماتے تھے، ایک دفعہ عراق میں قرصہ کی وجہ سے میں محبوس ہو گیا امام محمدؒ کو معلوم ہوا تو مجھے چھڑا لیا، اسی لئے میں ان کا سب سے زیادہ شکر گزار ہوں۔ (کردری ص ۱۵۰ ج ۲)

امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے امام محمدؒ سے زیادہ کسی کو کتاب اللہ کا عالم نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان پر ہی اتاری ہے ایک دفعہ فرمایا کہ امام محمدؒ کی کتابیں نقل کرانے پر میں نے ساٹھ اشرفیاں صرف کیں پھر غور و تدبر کیا تو ان کے لکھے ہوئے ہر مسئلہ کے ساتھ ایک ایک حدیث رکھی یعنی اقوال و مسائل کو مطابق احادیث نبویہ پایا۔

امام محمدؒ کی مزید توجہات

ابن ابی حاتم نے یہ بھی نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا کہ میں امام محمدؒ کی خدمت میں رہ پڑا ان کی کتابیں نقل کیں اور ان حضرات کے اقوال و نظریات پر مطلع ہوا اور جب امام محمدؒ مجلس سے چلے جاتے تھے تو میں ان کے اصحاب سے بحث و مباحثہ بھی کرتا تھا۔ امام محمدؒ نے ایک روز فرمایا کہ میں نے سنا تم میرے اصحاب سے بحث مباحثہ کرتے ہو آؤ آج میرے ساتھ بھی شاید یحییٰ بن کے مسئلہ پر بحث کرو، مجھے ادب مانع ہوا، انکار کیا تو بڑے اصرار سے مجھے مجبور کیا اور میری بحث سن کر اس کو پسند کیا، مجھے داد دی اور اس کا ذکر ہارون رشید سے بھی کیا

خلیفہ نے بھی اس کو پسند کیا اور مجھے اپنے پاس آنے جانے کا موقعہ دیا۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد شافعی پر کس قدر شفقت فرماتے تھے اور مناظرہ و مباحثہ میں بھی ان کی رہنمائی و حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور خلیفہ کے یہاں بھی ان کی قدر افزائی کی سعی فرمائی، ادھر امام شافعی کا فرط ادب سے بحث سے رکنا وغیرہ امور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو قہر دوسرے طرز کے گھڑے گئے وہ درایت و روایت کے اعتبار سے کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتے، واللہ المستعان۔

علامہ صیری نے ربیع سے یہ بھی روایت کی کہ امام شافعی نے فرمایا کہ بجز امام محمد کے جس سے بھی میں نے مسائل پوچھے اس نے جواب میں کچھ نہ کچھ ناگواری کے آثار ظاہر کئے، صرف امام محمد کو ہر موقعہ پر پوری طرح ہشاش بشاش پایا (انتقاء میں بھی اسی طرح ہے ص ۶۹) خطیب نے امام شافعی کے ترجمہ میں (ص ۶۱ ج ۲) ایک روایت امام محمد و امام شافعی کے مناظرہ اور امام محمد کو سکت کر دینا اور ہارون رشید کی طرف سے بھی تائید امام شافعی کی ابن جارود سے نقل کی ہے حالانکہ خود خطیب نے بھی ابن جارود کو ص ۳۴ ج ۲ میں کذاب کہا ہے۔

خطیب و حافظ کا ذکر خیر

لیکن خطیب کی عادت ہے کہ جب کوئی بات ان کے زعم کے موافق ہو تو اس کے جھوٹ ہونے پر تنبیہ کئے بغیر نقل کر دیا کرتے ہیں اس سے کچھ تعجب نہیں، تعجب تو قاضی ابوالطیب طبری سے ہے کہ انہوں نے بھی امام شافعی کی جلالت قدر بتلانے کے لئے خطیب جیسی روش اپنائی اور ان سے بھی زیادہ حیرت حافظ ابن حجر پر ہے کہ انہوں نے بھی مناقب شافعی میں اس حکایت مذبذبہ کو نقل کیا حالانکہ وہ یقیناً جانتے ہوں گے کہ یہ حکایت جھوٹی ہے اور بیہقی میں بھی خطیب کی طرح اپنی تائید کے لئے رولہ اکاذیب سے احتراز نہیں کرتے، اس لئے یہ عذر بھی نہیں ہو سکتا کہ حافظ نے بیہقی کا اس موامد میں اتباع کیا ہو۔ (بلوغ الامانی ص ۲۶)

امام شافعی اور اصول فقہ

امام شافعی نے ابن مہدی کی فرمائش پر اصول فقہ ”الرسالہ“ کے نام سے تصنیف کی جس کی وجہ سے ان کو اصول فقہ کا موسس و بانی بھی کہا جاتا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ ان سے پہلے امام ابو یوسف اصول فقہ پر تصنیف کر چکے تھے اس لئے اصل موسس و بانی تو وہ تھے البتہ امام شافعی نے اصول فقہ شافعی پر سب سے پہلی تصنیف کی ہے۔

فقہ شافعی

فقہ میں امام شافعی کا خاص طریقہ یہ تھا کہ آپ صحیح احادیث کو لیتے اور حجت سمجھتے تھے ضعیف احادیث کو ترک کر دیتے تھے کسی اور مذہب و فقہ میں ایسا نہیں ہے چنانچہ فقہ حنفی میں بھی حدیث ضعیف قیاس کے مقابلہ میں حجت ہے لیکن دنیا کو پروپیگنڈے کے زور سے باور یہی کرایا گیا کہ احناف اہل رائے و قیاس ہیں حدیث مرسل بھی فقہ حنفی میں قیاس کے مقابلہ میں رائج و مقبول ہے جبکہ بعض دوسرے محدثین اس کو حجت نہیں مانتے، غرض احناف کی مظلومیت کی داستان اس قدر طویل ہے کہ شاید بخاری شریف کے آخری پارہ تک ہم اس پر کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہیں گے۔ (واللہ الموفق)

دوسرا سفر بغداد

امام شافعی دوسری بار امام محمد کی وفات سے ۶ سال بعد ۱۹۵ھ میں بھی بغداد آئے اور دو سال رہ کر پھر مکہ معظمہ واپس گئے، پھر تیسری بار ۱۹۸ھ میں بغداد آئے اور صرف ایک ماہ قیام کر کے معر تشریف لے گئے اور وہیں ۲۰۴ھ میں وفات پائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ الی ابد الآباد۔

صاحب مشکوٰۃ کا تعصب

صاحب مشکوٰۃ نے امام شافعی کے اساتذہ میں امام محمد کا کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ پہلی مرتبہ ۱۸۴ھ میں ان کے بغداد آنے کا کوئی تذکرہ کیا شاید اس لئے کہ اس کے ساتھ امام محمد کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم کے زمانہ کے حالات کا تذکرہ کرنا پڑتا حالانکہ حافظ ابن حجر وغیرہ سب ہی نے ان باتوں کو پوری فراخ دلی کے ساتھ تسلیم کیا ہے، دوسری طرف وہ لوگ ہیں کہ امام ابو یوسف و امام محمد سے مناظرے اور عناد و عداوت ثابت کرنے کے لئے انہوں نے ۱۶۴ھ میں پھر ۱۸۴ھ میں بھی امام شافعی کا بغداد پہنچنا ثابت کرنے کی سعی کی ہمارے بعض معاصرین نے بھی غالباً صاحب مشکوٰۃ وغیرہ کی اتباع میں صرف ۱۹۵ھ اور ۱۹۸ھ کے سفر بغداد کا ذکر کر کے اپنا فرض سوانح نگاری پورا کر دیا اور صحیح حالات کی تحقیق و جستجو کی تکلیف نہ فرمائی۔

من از بیگانگان ہرگز نہ تالم کہ با من آنچه کرد آں آشنا کرد

صاحب مشکوٰۃ نے امام شافعی کی منقبت میں ایک جملہ یہ بھی فرمایا کہ ان کے علوم و مفاخر اس قدر جمع ہو گئے تھے جو نہ ان سے پہلے کسی امام کے لئے جمع ہوئے نہ ان کے بعد ہوئے اور ان کا ذکر بھی اتنا پھیلا کہ کسی کا نہیں پھیلا تھا، عام طور سے تعریف کے موقع پر کچھ افراط ہو جاتی ہے لیکن بڑے لوگوں کی شان یہ نہیں کہ وہ بھی افراط و تفریط کے راستہ پر چل پڑیں، ان کی شان کے مناسب تو زیادہ سے زیادہ احتیاط ہے۔

امام شافعی کا امام محمد سے خصوصی استفادہ

خفش بن حرب کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار امام شافعی کو امام محمد کی مجلس میں دو بیٹھے ہوئے دیکھا کہ غور سے امام محمد کی باتیں سن رہے تھے، یحییٰ بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد سے بعض مسائل دقیقہ کی شرح کرنے کے لئے عاجزانہ التماس کرتے تھے، اخلق بن ابراہیم نے کہا امام شافعی پہلے اصحاب حدیث کے مذہب پر تھے پھر جب امام محمد اور ان کے اصحاب کی صحبت میں آئے تو ان سے فقہی مذہب اختیار کیا۔ علی بن حسن رازی کا بیان ہے کہ ایک تقریب نکاح پر چند اصحاب اہل علم جمع ہوئے ان میں امام شافعی بھی تھے فقہ کے کچھ دقیق مسائل میں بحث ہونے لگی، سفیان بن عجمان نے امام شافعی کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نہ سمجھ سکے تو اور زیادہ اذوق مسائل میں مذاکرہ شروع کر دیا جس سے وہ اور زیادہ متحیر و پریشان ہوئے، امام محمد کو اس کی خبر ہوئی تو اپنے اصحاب سے فرمایا۔ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرو اور آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا کہ وہ پریشان ہوں وہ ہمارے شریک مجلس و مصاحب ہیں، پھر یحییٰ سفیان کہا کرتے تھے کہ اگر امام محمد امام شافعی سے خوش عقیدہ نہ ہوتے تو ہم ان سے اچھی طرح بحث و مباحثہ کرتے، یہ سفیان امام محمد کے اصحاب میں سے بہت ذکی، ذہین اور طباع تھے اور مزاج میں غالباً شوخی بھی تھی اس لئے امام شافعی کو معاصرانہ چشمک کے باعث ستاتے ہوں گے جس سے امام محمد نے روکا۔

محمد بن شجاع نے کہا کہ ایک دن امام شافعی نے ایک مسئلہ کی تقریر بہت ہی اچھے دلنشیں انداز میں کی، پھر فرمایا کہ یہی طرز ہمارے شیخ و استاذ امام محمد کا ہے۔ (کردری ص ۱۵۱ ج ۲)

امام شافعی فرماتے تھے کہ میں نے امام محمد سے ایک بار شتر کی برابر کتابیں لکھیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو مجھے علم سے کوئی مناسبت پیدا نہ ہوتی سب لوگ علم میں اہل عراق کے دست نگر ہیں اہل عراق اہل کوفہ کے دست نگر ہیں اور اہل کوفہ امام ابو حنیفہ کے۔ (کردری ص ۱۵۲)

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے دس سال امام محمد کی مجالست کی اور ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ان کے افادات علمیہ لکھے وہ اگر اپنی عقل و فہم کے اندازہ سے ہمیں افادہ کرتے تو ہم ان کے علوم کو سمجھ بھی نہ سکتے تھے لیکن چونکہ وہ ہماری عقول و افہام کی رعایت سے سمجھاتے تھے اسی لئے ہم نے فائدہ اٹھایا۔ (کردری ص ۱۵۵ ج ۲)

ایک دفعہ فرمایا کہ حلال و حرام کے مسائل اور تاریخ و منسوخ احادیث کا سب سے بڑا عالم میں نے امام محمد کو پایا۔ (کردری ص ۵۵۷ ج ۲) اسی قسم کے کلمات امام اعظم و استاد امام محمد کے بارے میں امام صاحب کو دیکھنے جاننے والے کبار محدثین نے بھی فرمائے ہیں۔ ایک دفعہ امام محمد اور امام شافعی نے ایک ہی مکان میں رات گزاری، امام شافعی تو رات بھر نفل پڑھتے رہے لیکن امام محمد ساری رات لیٹے رہے، امام شافعی کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی، صبح کی نماز کے لئے اپنے استاذ کے وضو کے واسطے پانی رکھا، امام محمد نے بغیر جدید وضو کے صبح کی نماز پڑھی تو اور بھی تعجب ہوا، پوچھا تو امام محمد نے فرمایا کہ تم نے تو اپنی ذات کے قاعدے کے لئے ساری رات تھلیل پڑھیں مگر میں نے امت محمدیہ کے لئے ساری رات جاگ کر کتاب اللہ سے ایک ہزار سے زیادہ مسائل نکالے ہیں، امام شافعی نے فرمایا یہ سن کر میں اپنی ساری رات کی عبادت و بیداری کو بھول گیا کیونکہ عبادت کرتے ہوئے جاگنا آسان ہے اور امام محمد کے لیٹ کر جاگنے پر تعجب کرنے لگا۔ (کردری ص ۱۵۹ ج ۲)

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ساری رات لیٹتے ہوئے جاگتے رہنا بہت مشکل ہے اور وہ بھی امام محمد جیسے محکم شجیم کے لئے مگر ان حضرات کی زندگیوں کے سارے حالات عجیب ہی ہیں، اسی لئے امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی مولے آدی کو ذہین و ذکی نہیں پایا، سواء امام محمد کے ایک شخص نے امام شافعی سے کوئی مسئلہ پوچھا، جواب سن کر وہ کہنے لگا کہ اس کے خلاف تو دوسرے فقہاء کہتے ہیں، امام شافعی نے فرمایا کیا تم نے بھی کبھی کسی فقیہ کو دیکھا ہے؟ ہاں۔ امام محمد کو دیکھا ہو تو وہ تو واقعی فقیہ تھے اور ایسے فقیہ کو ان کو دیکھ کر بھی اور باتیں سن کر بھی آنکھیں سیر ہوتی تھیں اور دل نورانیت سے معمور ہو جاتا تھا۔ (کردری ص ۱۵۷ ج ۲)

حمیدی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ امام شافعی اور امام محمد مکہ معظمہ میں تھے اور شدت گرمی کے وقت عادت تھی کہ دونوں ایک ساتھ انج کی طرف چلے جایا کرتے تھے، ایک روز ایک شخص سامنے سے گذرا تو دونوں نے ذکاوت سے معلوم کیا کہ یہ شخص کیا پیشہ کرتا ہے، امام محمد نے تین بار تاکید سے کہا کہ یہ درزی ہے، امام شافعی نے کہا بڑھئی ہے، میں نے جا کر اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں پہلے درزی تھا مگر اب بڑھئی بن گیا ہوں۔ (کردری ص ۱۵۷ ج ۲)

محدث محمد بن عبدالسلام کا بیان ہے کہ میں نے امام ابو یوسف سے ایک مسئلہ پوچھا، جواب دیا، پھر امام محمد سے وہی مسئلہ پوچھا تو دوسرا جواب دیا اور دلائل سے سمجھایا، میں نے کہا امام ابو یوسف نے تو آپ کے خلاف جواب دیا ہے اگر آپ دونوں مل کر فیصلہ کر دیں تو اچھا ہے وہ مسجد میں جمع ہوئے اور دونوں میں بحث ہونے لگی ابتداء میں میں نے کچھ باتیں سمجھیں مگر پھر ایسی باتیں ہونے لگیں کہ میں کچھ نہ سمجھ سکا (کردری ص ۱۵۷ ج ۲) یہاں سے چند باتیں معلوم ہوئیں امام صاحب یہ امام ابو یوسف و امام محمد کے مدارک اجتہاد و استنباط بہت بلند تھے ان کو پوری طرح سمجھنا بڑوں بڑوں کے لئے بھی آسان نہ تھا، بقول علامہ کوثری رحمہ اللہ ان کے باہم تعلقات نہایت خوشگوار تھے جس طرح ایک کنبہ کے افراد آپس میں ہوتے ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شافعی کا تعلق کمند امام محمد سے دس سال تک رہا ہے جس کی ابتداء مکہ معظمہ سے ہوئی اور پھر ۱۷۷ھ میں امام شافعی بغداد پہنچے تو غالباً امام محمد کی آخر عمر تک انہی کی خدمت میں رہے، امام حرنی امام شافعی کے تلمیذ خاص بھی امام محمد کی بہت زیادہ تعریف کیا کرتے تھے اور اگر کوئی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میں تو کم بیان کرتا ہوں امام شافعی کو تو میں نے اس سے بہت زیادہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ (ملاحظہ ہو کردری ص ۱۵۴ ج ۲)

یہ اس لئے لکھا گیا کہ بعد کو امام حرنی میں بھی دوسروں کے اثر سے کچھ فرق ہو گیا تھا جس طرح نصر بن شمیل، اسحاق بن راہویہ اور نعیم بن حماد خزاعی وغیرہ چند حضرات میں بھی کچھ فرق پڑ گیا تھا، واللہ اعلم و علمہ اتم و اعلم۔

بعد وفات امام شافعی گورنر بیچ بن سلیمان مرادی نے خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ فرمایا، فرمایا ”مجھے ایک سنہری کرسی پر بٹھا کر میرے اوپر تازہ تازہ موتیوں کی بھیر کی“۔ (رحمہ اللہ رحمة واسعة الى ابد الابد)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۶۲ھ، وفات ۲۴۱ھ، عمر ۷۷ سال

اسم و نسب

الامام الحافظ ابو عبد اللہ احمد بن حنبل الشیبانی الروزی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی، اول بغداد کے علماء و شیوخ سے علم حاصل کیا، پھر کوفہ، بصرہ، یمن، شام وغیرہ اور حرمین شریفین کا بھی سفر کیا، شیخ تاج الدین سبکی نے امام ابو یوسف، امام شافعی، امام وکیع، یحییٰ بن ابی زائدہ وغیرہم کو آپ کے ساتھ میں اور امام بخاری و مسلم و ابو داؤد وغیرہ کو تلامذہ میں شمار کیا ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے اکمال میں اساتذہ یزید بن ہارون، یحییٰ القطان، سفیان بن عیینہ، امام شافعی، عبدالرزاق بن الہمام کے نام لکھ کر وخلق کثیر سواہم لکھ دیا اور امام ابو یوسف کا نام ذکر نہیں کیا، امام بخاری کو تلامذہ میں لکھنے کے بعد یہ بھی لکھا کہ انہوں نے اپنی صحیح میں امام احمد سے بجز ایک حدیث کے کوئی روایت نہیں کی جو آخری کتاب الصحوبات میں تعلیقاً ہے۔

امام ابو یوسف سے تلمذ

امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ سب سے پہلے مجھے حدیث کا علم امام ابو یوسف ہی کی خدمت میں رہ کر حاصل ہوا پھر اسی میں ترقی کی، ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے سوال کیا کہ یہ دقیق مسائل آپ نے کہاں سے حاصل کئے؟ تو فرمایا امام محمد کی کتابوں سے۔ (موفق ۱۶۰ ج ۲) حافظ ابن سید الناس نے شرح السیرۃ وغیرہ میں لکھا ہے کہ امام احمد نے ابتدا میں امام ابو یوسف کے پاس فقہ و حدیث کا علم حاصل کیا، تین سال تک ان سے پڑھتے رہے اور ان سے بقدر تین الماریوں کے کتابیں لکھیں اور امام محمد کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا، حضرت مولانا عبدالحی صاحب نے التعلیق المحمدیہ میں انساب سماعی سے یہ بھی نقل کیا کہ امام احمد فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی مسئلہ میں تین حضرات کی رائے جمع ہو جائے تو پھر کسی کی بھی مخالفت کی پرواہ نہ کی جائے، پوچھا گیا وہ کون ہیں؟ تو فرمایا۔ ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد بن الحسن، کیونکہ ابو حنیفہ قیاس کی بصیرت میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں، ابو یوسف کا علم آثار سے متعلق بہت وسیع ہے اور محمد عربیت کے امام ہیں۔

اسی طرح وکیع، یحییٰ بن ابی زائدہ، یحییٰ القطان، سفیان بن عیینہ، عبدالرزاق اور یزید بن ہارون بھی امام اعظم کے فن حدیث کے تلامذہ میں سے تھے، لیکن تحریر حالات کے وقت بڑے بڑے حضرات بھی حقائق سے چشم پوشی کر جاتے ہیں۔

امام یحییٰ القطان امام اعظم سے خاص مستفیدین میں تھے اور امام صاحب ہی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، ان کی خدمت میں امام احمد، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین تینوں ایک ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے ان کے درس کا وقت عصر سے مغرب تک تھا اور یہ تینوں ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑے ہو کر احادیث سنتے تھے اور رجال کا علم حاصل کرتے تھے، ان کے رعب و جلال کا یہ عالم تھا کہ نہ ان کو خود بیٹھنے کی جرأت تھی نہ وہ فرماتے تھے، یہ تینوں بھی اپنے وقت کے حدیث و رجال کے بلند پایہ عالم ہوئے ہیں، اور تینوں حضرات کی شاگردی کا فخر امام بخاری کو حاصل ہے بلکہ علی بن مدینی اور ابن معین کے بارے میں تو فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے آپ کو صرف ان ہی کی سامنے علمی اعتبار سے حقیر و کمتر پایا ہے یزید بن ہارون کو علامہ مذہبی نے امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں شمار کیا ہے، یہ ایک مدت تک امام صاحب کی خدمت میں رہے اور امام صاحب سے روایت حدیث بھی کرتے ہیں سفیان بن عیینہ بھی فن حدیث میں امام صاحب کے شاگرد ہیں اور جامع مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت حدیث بھی کرتے ہیں اسی طرح دوسرے مذکورہ حضرات ہیں۔

امام شافعی سے بھی امام احمد کو خوصہ و صی تلمذ کا فخر حاصل تھا اور جب تک امام شافعی بغداد میں رہے وہ ان سے جدا نہیں ہوئے۔

امام شافعی بھی امام احمد سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور ان کے ورع و تقویٰ کی تعریف فرمایا کرتے تھے، امام شافعی نے قیام مصر کے زمانہ میں خواب دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ نے امام احمد کو سلام کہلایا اور خلق قرآن کے مسئلہ میں امتحان پر ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی امام شافعی نے اس خواب کو لکھ کر امام احمد کے پاس بھیج دیا، امام احمد اس کو پڑھ کر بے حد مسرور ہوئے اور اپنے بیٹے کا کرتہ اتار کر قاصد کو بطور انعام بخشا وہ شخص واپس مصر پہنچا تو امام شافعی نے فرمایا کہ یہ تکلیف تو میں تمہیں نہیں دیتا کہ وہ کرتا ہی مجھے دے دو، البتہ یہ چاہتا ہوں کہ اس کو پانی میں بھگو کر نچوڑ کر اس کا پانی مجھے دید دتا کہ میں اس کو بطور تبرک اپنے پاس رکھ لوں۔ (طبقات)

اس واقعہ ابتلا کی تفصیل طبقات شافعیہ وغیرہ میں مذکور ہے جس کو بطور اختصار یہاں ذکر کیا جاتا ہے، خلق قرآن کے مسئلہ کی وجہ سے لوگوں پر ظلم و ستم کا آغاز خلیفہ مامون کے عہد میں ہوا پھر معتصم باللہ اور واثق باللہ کے عہد میں مامون کی وصیت کے باعث اس کی تکمیل ہوئی سب سے پہلے جس شخص نے یہ کہا کہ ”قرآن مخلوق ہے“ وہ جعد بن درہم تھا جو عہد اموی کا ایک فرد تھا جس کو خالد بن عبد اللہ القسری نے قتل کر دیا تھا، پھر جهم بن صفوان نے بھی صفت کلام کی خدا سے کھلم کھلا نفی کا اظہار کیا اور ”قرآن قدیم نہیں مخلوق ہے“ کا نعرہ لگایا، پھر معتزلہ کا دور شروع ہوا جنہوں نے پہلے صفات باری کا انکار کیا پھر خدا کے کلام سے انکار کیا و کلم اللہ موسیٰ تکلیما کی تاویل کی کہ خدا نے صفت کلام پیدا کی اور کہا کہ خدا نے جس طرح اور تمام چیزیں پیدا کی ہیں اسی طرح صفت کلام بھی پیدا کی ہے لہذا قرآن مخلوق ہے معتزلہ نے مامون پر اس سلسلہ میں کافی اثر ڈال دیا تھا اور اس کے دماغ میں یہ بات بھی اتار دی تھی کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح کو کھتہ اللہ کہہ کر ہی خدا کا شریک قرار دیا تھا لہذا قرآن کو کلام اللہ غیر مخلوق کہنے سے بھی لوگ خدائی میں شریک کرنے لگیں گے، مصری علماء میں سے بشر بن غیاث بھی ان کی طرف مائل ہو گئے تھے جو امام ابو یوسف کے شاگرد تھے اور امام ابو یوسف نے ان کو سمجھانے کی سعی کی جب وہ نہ مانے تو اپنی مجلس سے نکلوا دیا تھا۔

معتزلہ کی تحریک اگرچہ ہارون رشید علی کے زمانہ میں شروع ہو گئی تھی مگر وہ ان سے متاثر نہ ہوا تھا بلکہ بشر کے بارے میں شکایت پہنچی تو اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ اس کے دور میں وہ روپوش ہو گیا تھا۔

علماء میں سے احمد بن ابی داؤد معتزلی پر بھی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس نے ہی مامون کو خلق قرآن کے مسئلہ میں زیادہ تشدد پسند بنادیا تھا اور کہا جاتا ہے کہ سب احکام بھی اسی کے اشارے پر دیئے جاتے تھے اسی کو مامون نے اپنا وزیر و مشیر بھی بنالیا تھا، مامون نے تمام علماء و محدثین پر دار و گیر کا سلسلہ اپنے نائب ائحق بن ابراہیم کے ذریعہ قائم کیا تھا جو بغداد میں رہتا تھا، اس نے امام احمد کو بلا کر پوچھا کہ قرآن کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام احمد نے کہا قرآن کلام الہی ہے، ائحق نے کہا کیا وہ مخلوق ہے؟ امام احمد نے کہا وہ کلام الہی ہے اور میں اس سے زیادہ کچھ کہنے کو تیار نہیں ہوں، ائحق نے کہا کہ خدا کے مشابہ تو کوئی نہیں ہو سکتا، امام احمد نے کہا کہ میں بھی ایسے کمال شے، وہو السميع البصیر مانتا ہوں، ائحق نے کہا کہ خدا کے مسج و بصیر ہونے کے کیا معنی ہیں امام احمد نے کہا اس نے جیسا اپنا وصف بیان کیا ہے ویسا ہی ہے، ائحق نے کہا اس کے کیا معنی ہوئے؟ امام احمد نے کہا میں نہیں جانتا بس وہ ویسا ہی ہے جیسا اس نے اپنا وصف بیان کیا۔

ائحق نے اور لوگوں کے جوابات کے ساتھ امام احمد کا بیان بھی قلمبند کر کے مامون کے پاس بھیج دیا جس کے جواب میں مامون نے لکھا کہ احمد کو بتادو کہ امیر المومنین اس کے مفہوم و فضاء سے پوری طرح واقف ہیں، اس مسئلہ میں وہ اس کے جاہلانہ عقیدہ سے مطلع ہوئے اس کا خمیازہ بہر حال اسے اٹھانا پڑے گا اور اسی طرح دوسرے علماء و بھی تخویف و تہدید کی جنہوں نے خلق قرآن کا عقیدہ تسلیم نہیں کیا تھا، ان کے لئے تعذیب کا حکم بھیج دیا چنانچہ ایسے سب حضرات پر خوب ظلم و ستم کئے اور جو لوگ ضعیف جسم کے تھے وہ ان کی مظالم کی تاب نہ لا کر شہید ہو گئے، امام احمد باقی رہے جو برابر کوڑے کھاتے رہے اور محبوس رہے، مامون کے بعد معتصم باللہ کا دور آیا جو علم سے بھی کور تھا اس نے تمام اختیارات احمد بن ابی داؤد کے سپرد کر دیئے، معتصم نے دربار میں بلا کر امام احمد کو سمجھانے کی سعی کی مگر لا حاصل سختیاں بھی کیں، جب دیکھا کہ امام احمد کسی

طرح نہیں مانتے تو جیل سے رہا کر کے بھیج دیا گیا، مقتسم کے بعد واثق باللہ کا دور آیا تو امام احمد کے پاس لوگوں کے آنے جانے کی ممانعت کر دی گئی اور وہ گھر میں ہی بطور نظر بند رہنے لگے، حتیٰ کے نماز وغیرہ کے لئے بھی گھر سے باہر نہیں نکلتے تھے۔

واثق کا بعد امام احمد کا ابتدائی دور ختم ہو گیا جو تقریباً پانچ سال یعنی ۲۳۲ھ تک جاری تھا اور وہ درس و تدریس کی مسند پر رونق افروز ہوئے، پہلے بھی اشارہ ہوا کہ اس ابتلاء میں نہ صرف امام احمد ہی ماخوذ تھے، بلکہ دوسرے علماء حق بھی تھے، متعدد شہروں سے فقہاء و محدثین گرفتار ہو کر آتے اور سختیاں جھیلتے تھے، چنانچہ فقیہ مصر یحییٰ بن عیسیٰ امام شافعی بھی انکار خلق قرآن کے باعث قید ہوئے اور حالت قید ہی میں وفات پائی، نعیم بن حماد بھی قید ہوئے اور جیل خانہ میں وفات پائی اور بہت سے ابتدائی دور میں امام احمد کے ساتھ ہی جو گرفتار ہوئے تھے مظالم کی تاب نہ لا کر شہید ہو چکے تھے، بہر حال امام احمد نے بھی صبر و استعلا و عزیمت کا جو کردار ادا کیا وہ قابل تقلید شاہکار ہے۔

تصانیف

امام احمد کی مشہور و مقبول ترین تالیف آپ کی مسند ہے جس میں کچھ زیادات آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے اور کچھ راوی مسند مذکور ابوبکر قطیبی نے کئے ہیں، مسند مذکور ۱۸ مندوں پر مشتمل ہے، مسند مذکور کو امام صاحب نے بطور بیاض جمع کیا تھا، ترتیب نہیں دی تھی، یہ خدمت شیخ عبداللہ مذکور نے انجام دی جس میں بہت سی اغلاط بھی ہو گئیں، اصنافان کے بعد محدثین نے اس کو ترتیب ابواب پر بھی مرتب کیا تھا مگر وہ شائع نہ ہو سکا، البتہ اب مصر سے ”الفتح الربانی“ کے نام سے فقہی ابواب کی ترتیب سے مع حواشی کے تقریباً ۲۳-۲۴ سال سے زیر طبع ہے ۲۳ حصے طبع ہو چکے ہیں اور ۲-۳ حصے حرید طبع ہو کر کتاب مکمل ہو جائیگی ان شاء اللہ، امام احمد نے اس مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث سے منتخب کر کے تالیف کیا ہے جس میں مکررات کے ساتھ چالیس ہزار ورنہ تیس ہزار احادیث ہیں، امام محمد نے یہ بھی فرمایا کہ اس کتاب کو معیار و مرجع بنایا جائے کہ جو حدیث اس میں نہ ہو اس کو غیر معتبر سمجھا جائے گا مگر شاہ عبدالعزیز نے بستان میں فرمایا کہ اس سے مراد وہی احادیث ہو سکتی ہیں جو درجہ شہرت یا تو اثر معنی کو نہیں پہنچیں ورنہ ایسی احادیث مشہورہ صحیحہ بہت ہیں جو مسند میں نہیں ہیں، ابوزرعہ کا بیان ہے کہ امام احمد کو دس لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں، امام احمد کی دوسری تصانیف یہ ہیں۔

ایک مبسوط تفسیر، کتاب الزہد، کتاب النسخ والنسخ، کتاب المسک الکبیر، کتاب المسک الصغیر، کتاب حدیث شعبہ، کتاب فضائل صحابہ، کتاب مناقب صدیق اکبر و حسنین رضی اللہ عنہم، ایک کتاب تاریخ میں، کتاب الاثریہ۔

ہنا امثال

اسحق بن راہویہ کا قول ہے کہ امام احمد اس زمین پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان بطور حجت ہیں، امام شافعی نیز فرمایا کہ میں بغداد سے نکلا تو اس میں امام احمد سے زیادہ اور ع، اتقی، افتقہ واعلم نہیں چھوڑا، ابوداؤد دہخانی نے فرمایا کہ امام احمد کی مجلس آخرت کی مجلس تھی اس میں کوئی بات دنیا کی نہیں ہوتی تھی۔

حسن بن العزیز کے پاس ورثہ میں ایک لاکھ اثرفی مصر سے آئیں، انہوں نے تین تھیلیاں ایک ایک ہزار کی امام احمد کی خدمت میں بھیجیں اور کہا کہ یہ حلال و طیب مال ہے اس سے اپنی ضرورتوں میں مدد لیجئے، امام احمد نے ان کو واپس کر دیا کہ میرے پاس بقدر ضرورت کافی ہے، عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میں اپنے والد کو اکثر یہ دعا کرتے ہوئے سنتا تھا کہ یا اللہ! جس طرح آپ نے میری پیشانی کو اپنے غیر کے سجدہ سے بچایا، اسی طرح اپنے غیر کے سوال سے بھی اس کو بچائیے۔

فقہ حنبلی کے پانچ اصول

۱۔ کسی مسئلہ کے متعلق نص صریح موجود ہو تو کسی کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر اس نص پر عمل کرنا، چنانچہ متبوتہ کے لئے امام احمد کے نزدیک فاطمہ بنت قیس کی حدیث کی وجہ سے نفقہ و سکنی دونوں واجب نہیں امام مالک و امام شافعی کے نزدیک سکنی ہے، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ نفقہ و سکنی دونوں واجب ہیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ کی مرویہ حدیث کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی مخالفت کی وجہ سے رد کر دیا تھا، معلوم ہوا کہ ایسی جگہ خبر واحد پر عمل درست نہ ہوگا، جہاں اس کی وجہ سے کتاب اللہ و سنت مشہورہ کا ترک لازم آئے اور یہی اصول حنفیہ کا ہے جس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول مذکور سے بھی ہو رہی ہے۔

۲۔ فتاویٰ صحابہ کی حجیت حتیٰ کے حافظ ابن قیم نے تصریح کی کہ امام احمد کے نزدیک فتاویٰ صحابہ کی اہمیت حدیث مرسل سے بھی زیادہ تھی اسحاق بن ابراہیم نے امام احمد سے دریافت کیا کہ آپ کو صحیح مرسل حدیث زیادہ محبوب ہے یا صحابی کا اثر؟ فرمایا صحابی کا صحیح اثر۔

۳۔ جس مسئلہ میں صحابہ کو اختلاف ہو اس میں جس کا قول کتاب و سنت سے قریب ہو اسی کو اختیار کرنا، یہی مسلک امام ابو حنیفہ کا ہے۔

۴۔ ضعیف و مرسل حدیث کو قیاس پر مقدم رکھنا، یہی اصول احناف کا بھی ہے۔

۵۔ قیاس کا استعمال صرف اس وقت کرنا جب کسی مسئلہ میں کوئی منصوص حکم نہ ملے، یہی اصول احناف کا بھی ہے۔

امام احمد اور ائمہ احناف

جیسا کہ ابتداء میں ذکر ہوا امام احمد ائمہ احناف کی طرف میلان رکھتے تھے اور ان کی شاگردی کی ہے مگر پھر جب وہ فقہ و استنباط احکام سے کچھ زیادہ خوش نہ رہے اور اپنے مسائل سے بھی رجوع کیا بلکہ روایت حدیث سے بھی توریع اختیار کر لیا تھا، نیز ابتلاء کے دور میں حنفی قضاء کے رویہ کی وجہ سے بددلی پیدا ہوئی ہوئی اس لئے اس دور میں ائمہ احناف کے بارے میں بھی کچھ باتیں ایسی فرمائیں جو ابتدائی دور کے اقوال سے مختلف تھیں مگر پھر آخر میں بھی امام ابو حنیفہ وغیرہ کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار فرماتے تھے، جیسا کہ ائمہ حنابلہ میں سے ابوالورد نے اپنی کتاب اصول الدین میں ذکر کیا اور اسی کو علامہ سلیمان بن عبد القوی الطوفی حنبلی نے بھی شرح مختصر الروضہ میں نقل کیا یہ کتاب مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ (بلوغ الامانی ص ۵۲)

ترجمہ کتاب استاد محمد ابو زہرہ "امام احمد بن حنبل" (شائع کردہ مکتبہ سلفیہ لاہور) پر جو یہ لکھا گیا ہے کہ "امام احمد باوجود غیر معمولی فقیہی شغف کے فقہاء عراق مثلاً امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے نتائج فکر سے متفق نہیں تھے" اس سے ہمیں اتفاق نہیں کیونکہ امام احمد فرماتے تھے کہ جس قول پر امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف و امام محمد متفق ہو جائیں تو پھر کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کرنی چاہیے۔

اسی طرح کتاب مذکور میں امام محمد کے اساتذہ میں امام ابو یوسف کو کوئی خاص مقام نہیں دیا گیا حالانکہ سب سے پہلے امام احمد ان ہی کی خدمت میں رہ کر تین سال حدیث و فقہ حاصل کرتے رہے اور بقدر تین الماریوں کے ان کے پاس سے کتابیں لکھیں اور امام ابو یوسف کو آثار و حدیث کا سب سے بڑا عالم بھی کہتے تھے، ص ۳۲۸ میں امام حنیفہ کی طرف خبر واحد پر قیاس کو ترجیح دینے کی نسبت بھی صحیح نہیں ہے، اسی طرح اور بھی قابل تنقید امور ہیں۔ واللہ کرہا مل آخر ان شاء اللہ۔

فقہ حنبلی کے تفردات

بطور نمونہ بعض تفردات بھی ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو بصیرت ہو۔

۱۔ جس برتن میں کتا منہ ڈالے اس کو سات مرتبہ دھو کر آٹھویں مرتبہ مٹی سے مانجھا جائے، دوسرے ائمہ اس کے قائل ہیں ۲۔ دوسری نجاستوں کو پاک کرنے میں بھی امام احمد کا راجح قول یہی ہے کہ سات مرتبہ دھونا ضروری ہے، دوسرے ائمہ تین بار کافی سمجھتے ہیں ۳۔ اگر کسی شخص کے پاس ایک برتن میں پاک پانی ہو اور دوسرے میں نجس پھر اس میں شک ہو جائے کہ کون سا پاک ہے تو دونوں پانی پھینک کر تیمم کرنا چاہئے، امام ابو حنیفہ و شافعی تحریر کرتے ہیں، مالکی کہتے ہیں کہ دونوں سے وضو کر کے نماز پڑھے ۴۔ مشرکوں کے برتن نجس ہیں بغیر پاک کئے ان کا استعمال جائز نہیں، دوسرے ائمہ نجس نہیں سمجھتے ۵۔ نیند سے اٹھ کر ہاتھ دھونا واجب ہے دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں ۶۔ وضو میں مضمضہ و استسقاء فرض ہے، دوسرے ائمہ مستحب کہتے ہیں ۷۔ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، خواہ کچا کھائے یا پکا ہوا، دوسرے ائمہ اس کو کسی حال میں بھی ناقص وضو نہیں کہتے۔

ائمہ اربعہ کے ابتلاؤں پر ایک نظر

امام اعظم ابو حنیفہ نے سب سے پہلے ابتلائی میدان میں قدم رکھا اور ہم ان کے حالات بتلا چکے ہیں کہ جو کچھ سختیاں اور مصائب ان پر عباسی حکومت نے نازل کئے وہ سیاسی نظریہ کے اختلاف ہی کا نتیجہ تھا اول امام صاحب کا فطری میلان حضرت علی اور آل بیت رسول اکرم ﷺ کی طرف تھا، پھر عباسی دور حکومت کی بعض غلط کاریوں کے باعث آل بیت کی درپردہ امداد و اعانت وغیرہ اسباب تھے کہ امام صاحب ان کی نظروں میں کھٹکتے تھے، لیکن امام صاحب کا بلند علمی و دینی منصب اور علماء و عوام میں غیر معمولی مقبولیت بھی ایسی نہ تھی کہ آسانی سے ان پر ہاتھ ڈالا جاسکتا، اس لئے قضاء کے مسئلہ کو بہانہ بنایا گیا، امام صاحب نے کوڑے کھائے، قید و بند کی مصیبت سہی، تکالیف اٹھائیں مگر اس دنیوی منصب کو اختیار نہ کیا۔

موفق ص ۲۱۵ ج ۱ میں ہے کہ منصور نے قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا اور کہا کہ قاضیوں کو آپ کے علم کی ضرورت ہے، امام صاحب نے فرمایا اس عہدہ کے لئے وہ شخص موزوں ہو سکتا ہے جس کا اتنا بڑا قلب و حوصلہ ہو کہ آپ پر، شہزادوں پر اور فوج کے سرداروں پر بھی بے تامل شرعی احکام نافذ کر سکے اور میں ایسا نہیں کر سکتا، خلیفہ نے کہا کہ اگر یہی بات ہے تو آپ میرے عطایا کیوں قبول نہیں کرتے؟ مطلب یہ تھا کہ اس بات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے زیادہ جری اور با حوصلہ کوئی بھی نہیں، کیونکہ کوئی دوسرا ایسا نہیں کر سکتا تو امام صاحب نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بیت المال سے دیتے ہیں جس کا میں کسی اعتبار سے بھی مستحق نہیں ہوں، اس پر خلیفہ لا جواب ہو کر غضبناک ہو گیا اور امام صاحب کے کپڑے اتار کر سردر بار کوڑے لگوائے گئے جس کی وجہ سے آپ کے بدن سے خون بہا اور پیروں کی ایڑیوں تک پہنچا لیکن امام صاحب نے پھر یہی فرمایا کہ میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں، خلیفہ کو اور غصہ آیا کہنے لگا کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں، امام صاحب نے فرمایا کہ اب تو آپ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ میں اہل نہیں ہوں کیونکہ جھوٹے کو ایسا اہم شرعی منصب سپرد کر دینا جائز نہیں، اس پر خلیفہ نے حلف اٹھایا کہ آپ کو یہ عہدہ ضرور قبول کرنا پڑے گا، امام صاحب نے فوراً ہی جوابی حلف اٹھایا کہ میں ہرگز قبول نہیں کروں گا، وزیر دربار نے امام صاحب کو توجہ دلائی کہ آپ امیر المومنین کے مقابلہ میں ان کے حلف پر حلف اٹھا رہے ہیں، ایسا تو نہ کیجئے، امام صاحب نے بڑے اطمینان قلب کے ساتھ فرمایا کہ میں نے غلطی نہیں کی، اگر امیر المومنین چاہیں تو وہ مجھ سے زیادہ سہولت سے کفارہ حلف ادا کرنے پر قادر ہیں، گویا سردر بار ہی یہ بھی کہہ ڈالا کہ اگر خلیفہ چاہے تو حلف کے خلاف کرے، میں اپنے حلف کے خلاف کرنے والا نہیں ہوں۔

اللہ اکبر! یہ تھی جرأت ایمان اور قوت قلب جس کی نظیر مشکل سے ملے گی، کتب تاریخ میں ہے کہ امام صاحب کی اس جرأت و بیباکی پر تمام درباری حیرت زدہ تھے، چنانچہ اسی مجلس میں اسی وقت خلیفہ کے چچا عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خلیفہ کو آگے قدم بڑھانے سے

روکا اور کہا کہ یہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں؟ ابھی آپ کے مقابلہ پر ایک لاکھ تلواریں میانوں سے نکل کر آجائیں گی، یہ معمولی شخص نہیں ہے، یہ فقیہ عراق ہے یہ تمام اہل مشرق کا پیشوا ہے، اس پر خلیفہ نے بھی معاملہ کی نزاکت کا احساس کیا، اس کی تلافی کے لئے ہر کوڑے کے مقابلہ میں ایک ہزار درہم کا حساب کر کے تیس ہزار درہم امام صاحب کی خدمت میں بطور معذرت و اظہار افسوس پیش کئے، عبدالعزیز کہتے ہیں کہ اس وقت روپیہ بہت کم تھا اور گویا اس وقت کا ایک روپیہ آج کے ایک سو روپیہ کے برابر تھا یعنی تیس ہزار تیس لاکھ کے برابر تھے مگر جس وقت یہ عظیم القدر رقم امام صاحب کے سامنے لائی گئی تو اس کو ٹنکرا دیا، کسی نے عرض کیا کہ لیکر صدقہ کر دیجئے گا تو ناراض ہو کر فرمایا کیا ان لوگوں کے پاس حلال کی کمائی ہے، کیا ان کے پاس کچھ حلال طیب مال ہے کہ میں اس کو لیکر فقراء کو دیدوں یعنی ایسے مال کا صدقہ بھی درست نہیں۔

ملوک و امراء کے ہدایا و تحائف ہمیشہ اسی جرأت سے رد کر دیتے تھے اور اسی طرح عہدہ قضاء کو بھی بار بار ٹھکرایا ہے اور بالآخر قید و بند کو بھی گوارا کیا جیل میں حکم تھا کہ ہر روز دس کوڑے آپ کے مارے جائیں مگر آپ نے انکار کیا، پھر ایک سو کوڑوں کا حکم ہوا، اس پر بھی وہی انکار رہا، دس روز تک کھانے پینے سے روکا گیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ نہ ہر کا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے پہچان کر پینے سے انکار کیا کہ خود کشی کا مشابہ ارتکاب نہ ہو مگر اس کے پینے پر مجبور کیا گیا اور منہ میں ڈال دیا گیا، جب وفات کا وقت قریب ہوا تو سجدہ میں گر گئے اور تقریباً تین سال کی قید کے بعد اسی جیل کی چار دیواری میں واصل بحق ہوئے۔

قاضی حسن بن عمارہ نے (جو آپ کے عاشق و محب صادق تھے، آپ کو غسل دیا اور انہوں نے ہی نماز جنازہ پڑھائی، خطیب نے نقل کیا ہے کہ لوگ بیس روز تک آتے اور نماز پڑھتے رہے، خلیفہ بھی نماز جنازہ میں حاضر ہوا اور اپنے کئے پر سخت افسوس کرنے لگا، پہلی بار نمازیوں کی تعداد پچاس ہزار تھی، لیکن لوگ آتے رہے، یہاں تک کہ چھ بار نماز ہوئی۔

در حقیقت انہوں نے حکومت سے باہر رہ کر بادشاہوں سے زیادہ بادشاہی کی، پھر ان کی آنکھیں دیکھنے والے تربیت یافتہ حضرات نے بھی اسی طرح بادشاہی کی جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے واقعات اس پر شاہد ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ وہ دور تھا کہ منصب قضا و غیرہ کے لئے بہت سے لوگ دل و جان سے آرزو کرتے تھے ایک تھا امام صاحب ہیں جو بار بار مناصب خلافت کو ٹھکرا کر مصیبتوں کا پہاڑ سر پر اٹھاتے ہیں، امراء و ملوک کے ہدایا و تحائف کو کبھی قبول نہیں کرتے تھے اور اگر کبھی کسی مصلحت یا اصحاب کے زور دینے پر قبول کیا تو بدستور امانت رکھوا دیئے کہ مرنے کے بعد واپس کر دیئے جائیں، اور واپس کئے گئے۔

کہا گیا ہے کہ امام صاحب مال دار تھے اس لئے ان کے ہدایا قبول نہ کرتے تھے اور امام احمد نادر ہونے کے باوجود قبول نہ کرتے تھے لیکن اس طرح موازنہ کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا کہ امام صاحب نے قید و بند کے زمانہ میں بھی اپنی خورد و نوش کے لئے ایک پیسہ حکومت یا کسی مالدار سے نہیں لیا بلکہ اس ناداری کے وقت بھی کوئٹہ سے خرچ کے لئے اپنے گھر سے منگواتے تھے حتیٰ کہ ایک دفعہ روپیہ پہنچنے میں دیر ہوئی تو اپنے صاحبزادہ کو شکایت کہلائی کہ میرا خرچ معمولی ستو و غیرہ کا ہے اور اس کے بھیجنے میں بھی تم بخل کرتے ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام صاحب بہت کم خوراک اور معمولی خوراک کے عادی تھے۔

غرض امام صاحب نے گھر کی راحت و عیش اور عزت کی زندگی چھوڑ کر مناصب حکومت کو ٹھکرایا اور مصائب و ذلتیں برداشت کیں، مال و دولت کو چھوڑ کر اولاد کے چند دراہم بھیجنے پر زندگی بسر کی جس پر امام احمد خود فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے وہ مقام حاصل کیا جس کو حاصل کرنے کی دوسرے ہوس نہیں کر سکتے، امام احمد کا اہتمام عیناً بہت بڑا ہے اور ان کی ثابت قدمی بھی بے نظیر ہیں مگر ان کے ساتھ اور بہت سے علماء و مشائخ شریک ابتلا تھے اور نہ صرف امام احمد اس وقت مصائب کا شکار ہوئے تھے بلکہ دوسرے بعض وہ بھی تھے جو کہ مصائب کی تاب نہ لا کر شہید ہوئے اور کچھ جیل میں فوت ہوئے۔

دوسرے خلق قرآن کا مسئلہ تھا بھی اسی قدر اہم کے معزلہ کے غلط نظریہ کے مقابلہ پر تمام اہل حق کو ایک صف میں کھڑا ہونا ہی چاہئے تھا، اس لئے امام احمد اور دوسرے حضرات نے جو کچھ قربانیاں دیں وہ وقت کے اہم فریضہ کی ادائیگی کے مترادف ہیں، البتہ امام صاحب نے جن نظریات کے ماتحت ایک جائز امر سے قبول اہاء کر کے بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں اور پھر جیل ہی کی زندگی میں وفات پائی اور تنہا میدان میں آئے اس لئے ان کی قربانی نمبر اول پر آ جاتی ہے دوسرے درجہ میں امام احمد اور ان کے ساتھ دوسرے شریک ابتلاء ہیں تیسرے نمبر پر امام مالک ہیں کہ انہوں نے بھی حکومت وقت کی ناراضی کی پرواہ کئے بغیر کلمہ حق کہا اور تکالیف برداشت کیں، چوتھے نمبر پر امام شافعی کا ابتلاء ہے کہ یمن سے گرفتار ہو کر بغداد لائے گئے مگر امام محمد وغیرہ کی سچی سے بری ہو گئے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

امام احمد کے واقعہ ابتلاء کو بعض اہل قلم نے بہت بڑھا چڑھا کر اور وقائع نگاری کا مرقع بنا کر نہایت دلکش و موثر انداز میں پیش کیا ہے، اس طرز سے امام صاحب کے واقعہ ابتلاء کو آج تک کسی نے پیش کرنے کا حوصلہ نہیں کیا اور ہم نے بھی یہی بات زیادہ پسند کی کہ سادے و مختصر انداز میں دونوں بزرگوں کے حالات لکھنے پر اکتفا کریں، موازنہ محاکمہ کی ذمہ داریاں ناظرین کی طہائج سنبھالیں گی تو زیادہ اچھا ہے۔ واللہ المستعان

تدوین فقہ حنفی

امام اعمش سے اگر کوئی مسئلہ پوچھتا تو فرماتے کہ ابو حنیفہ کے حلقہ میں جاؤ، وہاں جو مسئلہ پیش ہوتا ہے اس پر وہ لوگ یہاں تک غور کرتے ہیں کہ وہ روشن ہو جاتا ہے، اس موقع پر اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ جتنی حدیثیں ممالک اسلامیہ میں پہنچی تھیں وہ سب امام صاحب کے اجتہاد کے وقت موجود تھیں تو بے موقع نہیں بلکہ بعض محدثین نے تو صاف کہہ دیا کہ صحابہ کاکل علم امام صاحب اور ان کے اصحاب میں موجود تھا جس سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی سے کوئی حدیث خارج نہیں رہی۔

حضرت شاہ صاحب کی رائے گرامی

حضرت علامہ کشمیریؒ فرمایا کرتے تھے کہ ”حنفی کی اکثر جزئیات احادیث کے ماتحت نکلیں گی بخلاف دیگر مذاہب کے کہ ان کے یہاں تخصیصات زیادہ ہیں اسی لئے حنفیہ کا مذہب زیادہ اسفر ہے۔“ اسی وجہ سے اکابر محدثین نے ان کے اقوال پر فتاویٰ دیئے ہیں اور ان کے فقہ کی توثیق کی، علامہ کردری نے مناقب میں ابن جریج کا قول نقل کیا ہے کہ ما ائسی الامام الامن اصل محکم امام صاحب کا ہر فتویٰ ایک اصل محکم پر مبنی ہے یعنی قرآن و حدیث پر۔

امام صاحب کے شیوخ

امام اعظم نے چار ہزار شیوخ سے احادیث حاصل کیں اور عبد اللہ بن مبارک نے بھی چار ہزار شیوخ سے حاصل کیں جو امام صاحب کی مجلس کے بڑے رکن تھے اور آخر تک امام صاحب ہی کے پاس حاضر باش رہے، پھر اصحاب امام میں سے جو حضرات تدوین فقہ کی مجلس کے ارکان خصوصی تھے، ان میں سے بقول امام کعب، حفص بن غیاث، یحییٰ بن ابی زائدہ، حبان بن علی، اور مسندل تو خاص طور پر حدیث میں ممتاز تھے، پھر صد ہا محدثین ہر ملک سے حدیث کے ذخائر حاصل کر کے آتے تھے اور امام صاحب کی خدمت میں حدیث و فقہ وغیرہ کی تحصیل کے لئے موجود رہتے تھے۔

امام صاحب کے دور میں حدیث

اس طرح خیال کیجئے کہ امام صاحب کے پاس تدوین فقہ کے طویل زمانہ میں لاکھوں احادیث رسول و آثار صحابہ و تابعین کا ذخیرہ بہترین اسناد سے ہر وقت موجود رہتا تھا، یہ بھی واضح ہو کہ جتنا زمانہ گزرتا گیا اور عہد رسالت سے بعد ہوتا گیا علم میں کمی آگئی، صحابہ کے زمانہ

میں جس قدر علم تھا وہ تابعین کے عہد میں نہ رہا اور اسی طرح انحطاط ہوا۔

امام صاحب کے زمانہ کا علم

امام صاحب کے زمانہ میں جس درجہ کا علم تھا اور جیسے جیسے جلیل القدر محدثین و فقہاء تھے وہ بعد کو نہیں ہوئے دیکھئے! امام احمد کو محدثین نے آٹھویں طبقہ میں لکھا ہے ان کو ساڑھے دس لاکھ احادیث پہنچی تھیں، امام بخاری نویں طبقے میں ہیں اور ان کو صرف چھ لاکھ پہنچیں صرف ایک طبقہ کی ہے تقدیم و تاخر سے اتنا فرق ہو گیا ہو کہ چار لاکھ احادیث کم ہو گئیں، یہ اس کے باوجود ہے کہ امام بخاری امام احمد کے شاگرد ہیں جنہوں نے ساڑھے سات لاکھ احادیث سے مسند احمد کو مرتب کیا ہے اور امام احمد کے علاوہ ایک ہزار شیوخ امام بخاری کے اور تھے تو گویا ان سب سے حاصل شدہ احادیث امام بخاری کے پاس صرف چھ لاکھ تھیں، اس سے قیاس کر لیجئے کہ امام صاحب پانچویں طبقہ میں تھے ان کو خود کتنی احادیث چار ہزار اساتذہ سے پہنچی ہوں گی، جبکہ امام بخاری کو ایک ہزار اسی اساتذہ سے ۶ لاکھ پہنچیں۔

تعصب سے قطع نظر

اب تعصب سے دور ہو کر امام صاحب اور امام بخاری کے علم کا موازنہ کیا جائے تو صاف واضح ہوگا کہ خود امام صاحب کے پاس اپنی ذاتی سعی سے احادیث کا ذخیرہ اور وہ بھی بدرجہا زیادہ صحت و قوت کے ساتھ امام احمد اور امام بخاری وغیرہ سے بہت زیادہ تھا اور جو ان کے پاس محدثین کبار کے اجتماع عظیم کے باعث جمع ہو گیا تھا اس کو بھی ملا لیا جائے تو کتنی عظیم القدر چیز بن جاتی ہے پھر جب کہ یہ بھی دیکھا جائے کہ وہ حضرات جو امام صاحب کے گرد جمع ہوئے تھے وہ مابعد کے تمام محدثین، امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابو بکر بن ابی شیبہ وغیرہ وغیرہ کے شیوخ حدیث بھی تھے۔

حضرت ابن مبارک

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے جن کو سب ہی محدثین نے بالاتفاق امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب دیا امام صاحب کو امام اعظم کا لقب حدیث دانی کی وجہ سے دیا تھا۔

امام صاحب کے مناظرے

امام صاحب نے اپنے وقت کے بڑے بڑے محدثین سے مناظرے کئے اور غالب آئے یہ بھی ان کی غیر معمولی طور پر حدیث دانی پر دلیل ہے، اسی طرح دور، دور سے بڑی بڑی تعداد میں محدثین کرام آ کر امام صاحب کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے اس سے بھی ان کا محدث اعظم ہونا عیاں ہے، اس زمانہ میں بڑی اہمیت علم حدیث کی تھی اور جو اس میں ناقص ہوتا وہ محدثین کا مرجع نہیں بن سکتا تھا۔

مجلس تدوین فقہ کا طریقہ کار

تدوین فقہ کی مجلس میں جب مسائل پر بحث ہوتی تھی تو سب شرکاء حصہ لیتے تھے جن میں بڑے بڑے محدثین بھی تھے اور سب سے آخر میں امام صاحب ہی محاکمہ کر کے قول فیصل ارشاد فرماتے تھے یہ بات بھی آپ کے ہر علم میں اور خصوصاً حدیث میں امتیاز خاص بتلاتی ہے۔ پھر امام صاحب اپنے وقت کے مفتی اعظم تھے اور مشکلات نوازل میں ان ہی کا قول آخر تھا، بغیر عظیم الشان سرمایہ حدیث کے فتویٰ دینا اور وہ بھی اس دور میں کہ قدم قدم پر بنیل القدر محدثین بیٹھے ہوئے تھے، ناممکن تھا۔

افتاء کا حق

امام احمد سے کسی نے سوال کیا تھا کہ فتویٰ دینے کے لئے ایک ایک لاکھ حدیثیں کافی ہیں؟ فرمایا نہیں! وہ شخص بڑھاتا گیا، یہاں تک کہ اس نے پانچ لاکھ کہا تو فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اتنی حدیثیں کافی ہو جائیں گی، اس اعتبار سے امام صاحب کے فتویٰ کیلئے بھی کم سے کم پانچ لاکھ احادیث تو بقول امام احمد ضرور ہوں گی جبکہ ان کے اقوال و فتاویٰ اس بہترین زمانہ کے محدثین میں بھی مقبول و متداول تھے۔

اہم نقطہ فکر

ایک بہت ضروری و اہم بات یہاں یہ بھی کہنی ہے کہ یہ پانچ لاکھ یا سات لاکھ کی تعداد امام احمد کے وقت میں حدیث کے تعدد و طرق و کثرت اسناد کے باعث ہو گئی تھی کہ حسب تصریح حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ان کے وقت میں ایک ایک حدیث کے سو سو طریقے متن و سند کے اختلاف سے ہو گئے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ چیز امام صاحب وغیرہ کے سابق ادوار میں نہ تھی جتنا زمانہ بڑھتا گیا طرق حدیث بھی بڑھتے گئے یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت صدیق اکبر کا دور چونکہ عہد رسالت سے قریب تھا وہ جمع حدیث کو پسند نہ کرتے تھے کہ مبادا پہلی امتوں کی طرح اصل کتاب کی اہمیت کم ہو جائے، پھر حضرت عمر کا دور آیا اور اسلام دور، دور تک پھیلا تو ضرورت قانون اسلام کی بڑی شدت کے ساتھ سامنے آنی شروع ہوئی اور اس کی تکمیل بغیر احادیث و آثار ناممکن تھی اس لئے حضرت عمر نے ضرورت حدیث کا احساس کیا تاہم اس خیال سے کہ لوگ روایت میں بے احتیاطی نہ کریں اس پر سختی کی کہ کوئی شخص بغیر پورے مطمئنان و یقین کے کوئی روایت بیان نہ کرے، اسی لئے بعض اوقات گواہ تک طلب کرتے تھے۔

اس روک تھام کے ساتھ اور اس لئے بھی کہ وہ دور اختیار و اتقواء کا تھا، روایات کا سلسلہ محتاط اور کم رہا، پھر تابعین کا دور آیا اور اسلامی فقہ کی ضرورت کا احساس بڑھا تو روایات میں اور اضافہ ہوا اور لوگوں میں اخذ و نقل روایات کا رجحان ترقی پذیر ہوا تاہم یہ دور بھی خیر القرون میں تھا اور لوگ صدق و دیانت کے شیدائی تھے اس لئے روایات کا دائرہ عدول و ثقات تک ہی رہا۔

لہذا امام احمد کے زمانہ کی پانچ لاکھ احادیث کو امام صاحب کے زمانہ کی پانچ ہزار کے برابر سمجھنا چاہئے اس سے اس زمانہ کے بعض جاہل عالموں کی اس بات کا جواب ہو گیا جو کہا کرتے ہیں کہ متاخرین کو لاکھوں احادیث پہنچی ہیں جو مجتہدین کو نصیب نہیں ہوئیں اس لئے کہ لاکھوں حدیثیں پہنچنا تو مسلم ہے مگر وہ حدیثیں وہی تھیں جو مجتہدین کے پاس بھی تھیں، وہی اسنادوں کی کثرت اور متون کے اختلاف سے لاکھوں ہٹکیں ورنہ ان کو موضوعات کہنا پڑے گا کہ پہلوں کے پاس نہ تھیں اور بعد کو وضع کر لی گئیں۔

اصح ترین متون حدیث

بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ جس قدر صحیح متون احادیث کے قدام کو ملے تھے وہ سب متاخرین کو قوی و صحیح طریقوں سے نہ پہنچ سکے اور برابر ان میں کمی ہوتی گئی اور کمی ہوتی رہے گی، اندازہ کیجئے کہ امام احمد کو ساڑھے سات لاکھ حدیثیں پہنچیں مگر ان کے ارشد تلامذہ امام بخاری کو صرف ۶ لاکھ پہنچیں جب کہ ان کا حافظہ بے نظیر اور سعی حصول حدیث بھی غیر معمولی تھی، اسی طرح پانچویں طبقہ سے نویں طبقہ تک سوچئے!

اسی سے یہ بھی کہنا سچا ہے کہ جو ذخیرہ صحیح حدیثوں کا امام صاحب کے پاس تھا وہ امام بخاری تک نہیں پہنچا۔

اور جو ذخیرہ امام بخاری وغیرہ محدثین مابعد کے پاس پہنچا ہے اس سے کہیں زیادہ امام صاحب کے پاس تھا۔

تدوین فقہ کے شرکاء کی تعداد

اسی دور میں امام اعظم کے گرد نبائے اسلام کے بہترین محدثین جمع ہو گئے اور امام صاحب نے اپنی غیر معمولی قابلیت و صلاحیت سے کام لے کر تدوین فقہ کی مجلس ترتیب دی جس کے متعین اراکین تو چالیس ہی تھے مگر دوسرے صدابا محدثین بھی اس سلسلہ میں برابر اعانت کرتے رہتے تھے جس کو میں نے دوسری جگہ نقل کیا ہے اس کے بعد حسب تصریح حدیث صحیح وہ دور آیا جس میں جموٹ کو فروغ ہونا شروع ہوا لوگوں نے احادیث تک وضع کرنی شروع کر دیں اور اسی لئے جرح و تعدیل کے فن کی ضرورت ہوئی، صحیح روایات بیان کرنے والوں میں بھی کثرت روایات کا رجحان بڑھا اور یہی چیز رفتہ رفتہ ترقی کر کے اس حد تک پہنچی کہ بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب امام احمد کے وقت میں ایک ایک حدیث کی روایت سو سو طریقوں سے ہونے لگی اور محدثین کی اصطلاح میں ایک ہی حدیث الفاظ حدیث کے اختلاف اور روایت کرنے والوں کی کثرت سے بڑھ جاتی ہے..... مثلاً ایک حدیث کے ایک سو راوی ہوں تو ان کو ایک سو احادیث گنا جائے گا اور اسی طرح ایک حدیث کا متن والفاظ دس راوی الگ الگ بیان کریں تو وہ ایک نہیں دس حدیث گنی جائیں گی، اسی سے بعد کے محدثین کے پاس یہ کہا جانے لگا کہ مثلاً امام احمد کے پاس دس لاکھ احادیث تھیں امام بخاری کے پاس چھ لاکھ احادیث تھیں حالانکہ یہ تعداد حدیث کے ابتدائی طبقات کے لحاظ سے بہت کم تھی کیونکہ وہاں نہ تو اتنے زیادہ ایک ایک حدیث کے روایت کرنے والے تھے اور نہ متون کا اس قدر اختلاف تھا۔

اسی لئے جو احادیث مجتہدین امت کو پہنچی تھیں وہ بہ نسبت دور مابعد کے زیادہ قوی اور باوثوق تھیں اور کیا عجب ہے کہ اسی لئے حق تعالیٰ نے تقدم و قوت ہی کے لحاظ سے مذاہب اربعہ کو رواج و قبول بخشا ہو اور ان کے بعد کے جو مذاہب ہوئے وہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی ختم ہو گئے، یہاں سے مذہب حنفی کی برتری بھی مفہوم ہوتی ہے کہ حسب اعتراف امام سیوطی شافعی وغیرہ امت محمدیہ کا نصف یا دو تہائی حصہ ہر دور میں اسی کا تابع رہا ہے، اس کے بعد درجہ بدرجہ باقی تینوں مذاہب حق کا رواج و قبول ہوا۔

امام اعظم کی جامع المسانید اثر المعارف حیدر آباد سے دو ضخیم جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اس کے روادے بیشتر وہ کبار محدثین ہیں جو اصحاب صحاح ستہ کے بھی شیوخ ہیں، جامع مسانید میں علامہ خوانساری نے آخر میں رجال کے تذکرہ میں جا بجا اس پر تنبیہ کی ہے۔

امام اعظم اور رجال حدیث

پھر امام اعظم نہ صرف محدث اعظم تھے بلکہ ان کے اقوال رجال حدیث کی جرح و تعدیل میں بھی بطور سند مانے جاتے تھے چنانچہ امام ترمذی و حافظ ابن حجر وغیرہ نے کتب حدیث و رجال میں ان کے اقوال پیش کئے ہیں۔

غرض تدوین فقہ کے بانی اعظم امام صاحب کا خود بھی علم حدیث میں نہایت بلند مرتبہ تھا اور فقہی مسائل کے استنباط میں بھی انہوں نے حدیث کی رعایت سب سے زیادہ کی ہے، چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے لکھا ہے کہ ”امام صاحب اور آپ کے اصحاب (شرکاء تدوین فقہ) حدیث سے بھی بہت زیادہ قریب ہیں کیونکہ انہوں نے اولاً نسخ کتاب سنت سے جائز رکھا، ثانیاً مراسیل پر عمل کیا اور ان کو رائے و قیاس پر مقدم کیا، ثالثاً روایت مجہول کو بھی قیاس پر مقدم کیا، رابعاً قول صحابی کو بھی قیاس پر مقدم کیا (یہ سمجھ کر قول صحابی بھی غیر مدرك بالقیاس میں حدیث ہی کے قریب درج رکھتا ہے)

امام محمد نے کتاب ادب القاضی میں فرمایا کہ ”حدیث بغیر استعمال رائے کے مستقیم نہیں ہو سکتی اور نہ رائے بغیر حدیث کی مطابقت کے مستقیم ہو سکتی ہے اسی لئے امام محمدؒ نے اپنی کتابوں کو احادیث و آثار سے بھر دیا ہے، ہاں جن لوگوں نے سہولت اور راحت پسندی سے کام لیا اور صرف ظاہر احادیث پر کفایت کی معافی کا کھوج نہ لگایا ترتیب فروع علی الاصول اور استنباط وغیرہ کی تکلیف برداشت نہ کی وہ ظاہر حدیث کی

طرف منسوب ہو گئے اور احباب اصحاب رائے کہلائے کیونکہ وہ حلال و حرام کی معرفت میں حاذق اور متعن تھے، استخراج مسائل نصوص سے کرنے میں اور وقت نظر و کثرت تفریع میں ممتاز تھے اور ان سب امور سے اکثر اہل زمانہ عاجز تھے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۷۲)

اجتہاد کی اجازت شارع علیہ السلام سے

واضح ہو کہ اجتہاد کرنے کا حکم خود شارع علیہ السلام نے دیا ہے اور خود بھی اس پر عمل کیا چنانچہ ترمذی، ابو داؤد اور دارمی میں حدیث موجود ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ کو قاضی مین بنا کر بھیجا تو ان سے پوچھا کہ جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ آئے گا تو کس طرح فیصلہ کرو گے انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا کہ اگر کتاب اللہ میں اس کا حکم نہ ملے تو کیا کرو گے؟ کہا سنت رسول خدا کی روشنی میں اس کا حکم دیکھوں گا فرمایا کہ اگر اس میں بھی نہ ملے تو کیا کرو گے، کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس حکم کو نکالنے کی پوری سعی کروں گا، حضرت معاذ ہی کا بیان ہے کہ اس کو سن کر رسول اکرم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مار کر فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے رسول کے رسول کو اس امر کی توفیق دی جس سے خدا کا رسول راضی ہوا۔

اسی طرح کی دوسری احادیث بھی کتب حدیث میں موجود ہیں امام اعظم اور آپ کے شرکاء تدوین فقہ نے تدوین فقہ کی ضرورت محسوس کر کے وہ کارنامہ انجام دیا جس کا شل دوسرے مذاہب پیش نہیں کر سکتے۔

نقشہ تدوین فقہ

شامی میں لکھا ہے کہ فقہائے نے فقہ کی تدوین کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ فقہ کا کھیت حضرت عبداللہ ابن مسعود نے بویا، علقمہ نے اس کو سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا، حماد نے اس کو ماٹا یعنی اناج کو بھوسی سے الگ کیا، ابو حنیفہ نے اس کو پیسا، ابو یوسف نے اس کو گوندھا، محمد بن الحسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

تشریح: یعنی اجتہاد و استنباط کا طریقہ حضرت ابن مسعود سے شروع ہوا، سراج الامۃ امام الامام اعظم نے اس کو کمال پر پہنچا کر تدوین فقہ کی مہم سرکرائی، تقریباً ساڑھے بارہ لاکھ مسائل و جزئیات کو جمع کر کر ان کو ابواب پر مرتب کرایا جن سے کتاب الفرائض، کتاب الشرط وغیرہ تصنیف ہوئیں، پھر آپ ہی کے نقش قدم پر چل کر امام مالک، امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کبار ائمہ مجتہدین نے اصول فقہ و تفریع وغیرہ مرتب کرے ترقیات کیں اور فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث و رجال وغیرہ پر بہترین کتابیں وجود میں آئیں۔

بانی علم اصول فقہ

موفق ص ۲۲۵ ج ۲ میں تصریح ہے کہ سب سے پہلے علم اصول فقہ میں امام ابو یوسف نے امام اعظم کے مذہب پر کتابیں لکھیں اس لئے امام شافعی کے بارے میں جو کسی نے لکھا ہے کہ اصول فقہ پر سب سے پہلے کتاب لکھی وہ خود امام شافعی کے اصول فقہ سے متعلق سمجھنا چاہئے۔

سب سے پہلے تدوین شریعت

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا کیونکہ صحابہ و تابعین نے علم شریعت میں ابواب فقہیہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں کی، ان کو اپنی یاد پر اطمینان تھا لیکن امام صاحب نے صحابہ و تابعین کے بلاد اسلامیہ میں منتشر ہونے کی وجہ سے علم شریعت کو منتشر پایا اور متاخرین کے سوا حفظ کا خیال کر کے تدوین شریعت کی ضرورت محسوس کی روایت ہے کہ آپ کے مذہب کو چار ہزار شخصوں نے نقل کیا ہے اور پھر ہر ایک کے اصحاب و تلامذہ کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے، ملا علی قاری نے اپنے رسالہ میں جو مقال مروزی کے جواب میں

یہ بھی انہوں نے بیان کیا کہ جب امام صاحب کے اصحاب آپ کی خدمت میں جمع ہوتے تھے تو پوری طرح مستعد ہو کر شاگردوں کے طریق پر بیٹھتے تھے اور جب امام صاحب تفریر فرماتے تھے تو ان کی تقریر صرف قوی استعداد کے لوگ سمجھ سکتے تھے۔ (مناقب کردری ص ۱۰۳ ج ۱)

مجلس وضع قوانین کی تاسیس

حرمین شریفین میں تقریباً ۶ سال گزارنے کے بعد جب امام صاحب کو فہ واپس آئے تو مجلس مذکورہ قائم کرنے کا منصوبہ ذہن میں تھا اور یہ ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ تھا جس کی نظیر اسلام تو اسلام، غیر اسلامی تاریخوں میں بھی نظر نہیں آتی، امام صاحب جن کی دو خصوصیتیں اس وقت زیادہ نمایاں ہو چکی تھیں، ایک نواحدیث و آثار کی تاریخی جستجو کی اہمیت ان کے ناسخ و منسوخ، تقدم و تاخر کی معلومات میں غیر معمولی امتیاز حاصل کر لیا تھا اور ان کے حالات میں بڑے بڑے لوگوں نے امام صاحب کے اس امتیاز کو نمایاں کیا ہے کہ ناسخ و منسوخ احادیث و آثار کے آپ بہت بڑے عالم تھے، دوسری خصوصیت مسائل و فوازل کے وقوع سے پہلے ان کے احکام کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی غیر موجودگی میں قیاس و رائے سے متعین کرنا، ان دونوں وصف کے وہ شہرت یافتہ امام تھے۔

قیس بن ربیع حفاظ حدیث میں تھان سے جب کوئی امام صاحب کی خصوصیت دریافت کرتا تو جواب میں فرماتے ”اعلم الناس بعالم یکن“ یعنی جو حوادث ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے، ان کے متعلق احکام کے وہ سب سے بڑے عالم تھے۔ (مناقب موفق ص ۴۰ ج ۲)

تدوین فقہ کا طرز خاص

امام صاحب نے جس طرز پر تدوین فقہ کا کام کیا اور حقیقت وہ رسول اکرم ﷺ کے فرمان کی تعمیل تھیں جو طبرانی نے اوسط میں حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ قال قلت یا رسول اللہ ان یبذل بنا امر لیس فیہ بیان امر ولا نہی فما تامرنی؟ قال تشاور و الفقہاء و العابدین ولا تمضوا فیہ رای خاصۃ اسی لئے یہ مذہب حنفی جو دراصل ایک جماعت شوری کا مذہب تھا اور حضور اکرم ﷺ کے ارشاد ید اللہ علی الجماعۃ سے مؤید تھا ہر زمانہ میں مقبول و خواص و عوام رہا اور اسی لئے امام مالک جیسے امام و مجتہدان کی جماعت کے تدوین کردہ مذہب سے مستفید ہوتے تھے، موفق میں ہے کہ امام مالک اکثر امام ابوحنیفہ کے قول کے مطابق حکم دیتے تھے اور ان کے فیصلوں کو تلاش کرتے تھے خواہ ظاہر نہ کریں۔ (موفق ص ۳۳ ج ۲) یہ روایت اسحاق بن ابی اسرائیل سے جو شیوخ ابوداؤد و نسائی میں ہیں اور محمد بن عمر واقدی سے ہے جو امام مالک کے شاگرد تھے۔

فقہ حنفی اور امام شافعی

امام اعظم کے بعد ائمہ متبوعین میں سے فقہی نقطہ نظر سے امام شافعی کا درجہ مانا گیا ہے، اس لئے ان کی رائے فقہ حنفی میں یہاں خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اس فرمایا کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں میں نے کوئی شخص بھی ابوحنیفہ سے افتخار نہیں دیکھا۔ (خیرات حسان ص ۳۱)

۲۔ جس شخص نے ابوحنیفہ کی کتابوں میں نظر نہیں کیا وہ علم و فقہ میں تبحر حاصل نہیں کر سکتا۔ (خیرات ص ۳۱)

۳۔ جو شخص فقہ میں تبحر ہونا چاہے وہ امام ابوحنیفہ کا نمک خوار بنے کیونکہ وہ ان میں سے تھے جن کو فقہ میں کامل توفیق ملی ہے۔ (ایضاً)

۴۔ دیلمی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ میں امام محمد کی خدمت میں دس سال رہا اور ان کی تصانیف اس قدر پڑھیں جس کو ایک اونٹ اٹھا سکے، اگر امام محمد اپنی عقل و فہم کے مطابق ہم سے کلام کرتے تو ہم ان کا کلام کبھی نہ سمجھ سکتے لیکن وہ ہم سے ہماری عقل و فہم کے مطابق کلام لے لے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر کوئی ایسا سر پیش آئے جس میں امر و نہی منصوص نہ ملے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ فرمایا ”فقہاء و عابدین سے معلوم کرو اور کسی ایک کی رائے پر مت چلو“۔

کرتے تھے (کردری ص ۱۵۵ ج ۲)

۵- فرمایا مجھے خدا نے علم میں دو شخصوں سے امدادی حدیث میں ابن عیینہ سے اور فقہ میں امام محمد سے (کردری ص ۱۵۰ ج ۲)

۶- جو فقہ حاصل کرنا چاہے وہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب و تلامذہ کی محبت کو لازم سمجھے کیونکہ معافی ان کو ہی میسر ہوئے ہیں، بخدا میں امام احمد کی کتابیں ہی پڑھ کر فقیہ بنا ہوں۔ (در مختار ص ۳۵)

خصوصیات فقہ حنفی

بے شمار خصوصیات میں سے چند بطور مثال ملاحظہ کیجئے۔

۱- باقی فقہ حنفی کا نظریہ یہ تھا کہ نہ صرف اپنے وقت کے موجودہ مسائل کو طے کیا جائے بلکہ جو حوادث و فوازل آئندہ بھی تا قیام قیامت پیش آسکتے ہیں، ان سب کا فیصلہ کیا جائے، برخلاف اس کے اس زمانہ کے دوسرے محدثین و اکابرین حتیٰ کے امام مالک وغیرہ کا بھی نظریہ یہ تھا کہ صرف ان مسائل کی تحقیق کی جائے جو پیش آچکے ہیں، وہ فرضی مسائل کے جوابات بھی نہیں دیتے تھے اس لئے یہ فقہ حنفی کی بڑی خصوصیت و فضیلت ہے جو مذکور ہوئی اور اسی سے امام اعظم کی بھی عظیم منقبت نکلتی ہے کیونکہ بنی آدم کے استحقاق خلافت کا بڑا سبب علم ہے اور علمی کمالات کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کو سردار اولین و آخرین کہتے ہیں پھر وہ علم جو معاملات متعلقہ بالغیر کے انصرام سے متعلق ہو سب سے زیادہ نافع قرار دیا گیا ہے اور حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد جن لوگوں کے علم سے امت کو زیادہ فائدہ پہنچا وہ بہ نسبت دوسروں کے افضل ہوں گے، چنانچہ حامل علوم صحابہ و تابعین میں سے امام اعظم کے علم اور علمی خدمات سے جو نفع دوسری صدی سے چودھویں صدی تک پہنچا ہے وہ دوسروں کے علمی افادات سے ہزاروں حصہ زیادہ ہے اور ان شاء اللہ اسی شان سے اس کی افادیت آخر زمانہ تک رہے گی۔ وما ذلک علی اللہ العزیز۔

۲- فقہ حنفی کی تدوین کسی ایک دوفرد نے نہیں کی بلکہ ایک بڑی جماعت نے کی ہے جس کی ابتدائی تشکیل ہی میں کم سے کم چالیس افراد کے نام آتے ہیں جو اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہد اور بعد کے اجلہ محدثین امام احمد، امام بخاری، امام مسلم وغیرہ کے شیوخ اور استادوں کے استاد تھے اور اسی لئے بعض مصنفین نے تصریح کی ہے کہ اگر صحاح ستہ اور دوسری مشہور کتب حدیث میں سے امام اعظم کے تلامذہ کے سلسلہ کی احادیث و آثار کو الگ کر لیا جائے تو ان میں باقی حصہ بمثل صفر رہ جائے گا۔

پھر اس دور کے بعد سے اب تک فقہ حنفی کی خدمت ہر زمانہ میں بڑے بڑے فقہاء و محدثین کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ سب بھی امام صاحب ہی کا مذکورہ نظریہ رکھتے ہوں گے اور ہر دور میں لاکھوں لاکھ مسائل کا فیصلہ قرآن و حدیث، آثار صحابہ و تابعین، اجماع و قیاس سے ہوتا رہا تو اب تک کتنی تعداد ہوئی ہوگی، دوسرے فقہ میں نہ اتنی وسعت تھی اور نہ کام کرنے والوں نے اس وسعت حوصلہ سے کام کیا تو ظاہر ہے کہ فقہ حنفی کے مقابلہ میں ان کی پوزیشن کیا ہے۔

۳- عامر بن الضرات نسائی امام اعظم کے خاص تلامذہ اہل نساء میں سے تھے، محمد بن یزید کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں آتا جاتا تھا، ایک روز فرمانے لگے تم نے امام صاحب کی کتابیں بھی دیکھی ہیں؟ میں نے عرض کیا میں تو حدیث کا طالب ہوں، ان کی کتابوں کا مطالعہ کر کے میں کیا کروں گا؟ فرمایا کہ میں ستر سال سے برابر آثار کا علم حاصل کر رہا ہوں لیکن امام صاحب کی کتابوں کے مطالعہ سے پہلے میں اچھی طرح استنباط بھی نہیں جانتا تھا۔ (کردری ص ۲۳۷ ج ۲)

۴- فقہ حنفی سے دوسرے فقہوں نے بھی مدد کی جس کی تفصیل بلوغ الامانی میں ملاحظہ کی جائے اور امام شافعی وغیرہ کے اقوال اس پر گواہ ہیں۔

۵- فقہ حنفی جس طرح خواص اہل علم و فضل اور سلاطین اسلام کی نظروں میں بوجہ اپنی جامعیت و معقولیت کے مقبول و محبوب ہوا، عوام

میں بھی بوجہ سہولت عمل و تشریح جزئیات میں فروغ کثیرہ پسند کیا گیا، نیز مذہب حنفی میں ہر زمانہ کی ضروریات اور جدید سے جدید ترقیات کے ساتھ چلنے کی پوری صلاحیت موجود ہے، اسی لئے ابتداء ہی سے اس کا نفوذ و شیوع دور، دراز بلاد و ممالک میں ہو گیا تھا، چنانچہ ذیل کا ایک واقعہ بطور مثال پڑھ لیجئے۔

خیر القرون میں اسلام اور حنفی مذہب کا چین تک پہنچنا

نواب صدیق حسن خان نے کتاب ریاض المرتاض و غیاض الاریاض میں ص ۳۱۶ پر سد سکندری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔
 ”کتاب مسالک الممالک میں لکھا ہے کہ واثق باللہ (خلیفہ عباسی) نے چاہا کہ سد سکندری کا حال معلوم کرے چنانچہ اس نے اس کے شخص کے لئے ۲۲۸ھ میں سلام نامی کو جو چند زبانوں کا واقف تھا پچاس آدمیوں کے ساتھ سامان رسد و کیر روانہ کیا، یہ لوگ بلاد آرمینیا، سامرہ، ترخان وغیرہ سے گذر کر ایسی سرزمین پر پہنچے جہاں سے سخت بدبو نکلتی تھی، پھر دو روز حرید چل کر ایسی سرزمین پر پہنچے جہاں ان کو ایک پہاڑ نظر آیا وہاں ایک قلعہ بھی تھا اور کچھ لوگ اس میں تھے مگر اس پاس آباد کاری کے نشانات نہ تھے ۲۷ منزل وہاں سے آگے اور طے کیں اور ایک قلعہ پر پہنچے جہاں سے ایک پہاڑ قریب تھا اور اس کی گھاٹیوں میں سد یا جوج ماجوج تھی اگرچہ اس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحرا اور متفرق مکانات بہت تھے، سد مذکور کے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے اور ان کا مذہب حنفی تھا زبان عربی و فارسی بولتے تھے۔“

وجہ اختلاف

امام صاحب کی بلند شخصیت اور وسیع حلقہ درس استنباط احکام کے نئے مستحکم اسالیب کی شہرت دور، دور تک پہنچ گئی تھی اور دور سے لوگ صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے تھے، اس لئے خلاف کرتے تھے اور آپ کے وسیع علم، غیر معمولی ورع و تقویٰ اور جلالت قدر کا اندازہ نہ کر کے نئی بات سن کر منکر سمجھتے تھے چنانچہ جو لوگ واقف ہو جاتے تھے وہ تعظیم کرتے تھے اور موافقت کرتے تھے مثلاً امام اوزاعی نے جو فقہ شام اور آپ کے معاصر تھے، عبد اللہ بن مبارک سے کہا کہ یہ کون مبتدع کوفہ میں پیدا ہوا ہے ابو حنیفہ؟ انہوں نے جواب نہ دیا بلکہ مشکل مشکل مسائل بیان کئے اور ان کے جوابات فتاویٰ امام صاحب کے بتائے ہوئے، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ جوابات و فتاویٰ کس کے ہیں؟ کہا کہ ایک شخص کے ہیں جن سے میں عراق میں ملا تھا، اوزاعی نے کہا کہ یہ تو مشائخ میں بڑی قابل قدر شخصیت معلوم ہوتے ہیں، تم جاؤ اور ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو، اس پر انہوں نے کہا کہ وہی تو ابو حنیفہ ہیں، پھر امام اوزاعی اور امام صاحب مکہ میں جمع بھی ہوئے اور مسائل کا مذاکرہ کیا جن کو حل کیا (ابن المبارک ذکر کرتے ہیں کہ) جب جدا ہوئے تو امام اوزاعی نے ان سے فرمایا ”مجھے تو اس شخص کے کثرت علم اور ذور عقل پر غبطہ ہوا اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں کہ ان کے بارے میں جو کچھ کہا میں تو کمالی غلطی پر تھا، جاؤ ان کی صحبت کو لازم کر لو کسی طرح ساتھ نہ چھوڑو کیونکہ ان کے بارے میں جو چیزیں مجھ کو پہنچی تھیں میں نے ان کو ان کے بالکل خلاف پایا (الخیرات الحسان ص ۳۳)

امام صاحب کی بلند ترین شخصیت علمی کے گہرے اثرات نئے طریق فکر، افتاء و تخریج مسائل کے نئے اسلوب، فہم معانی حدیث و استنباط احکام کے گرانقدر اصول، شہرانی طرز کی فقہی مجالس کی دھاک دور دور تک بٹھیں ہوئی تھی اور یہ دنیا کی بے نظیر علمی مہم دو چار دس سال تک بھی نہیں تقریباً تیس سال بلکہ زیادہ تک پورے شہرہ و مد سے جاری رہی، اتنے بڑے عظیم الشان کام کو انجام دینے والی عظیم شخصیت کے ایسے غیر معمولی کارنامہ کو دیکھ کر دنیا کے علم و حیرت و تماشہ تھی، قریب سے دیکھنے والوں نے اچھے اثرات لئے دور سے اندازہ کرنے والوں میں سچ و غلط دونوں ہوئے، کچھ رشک و حسد کا شکار ہوئے کچھ اور آگے بڑھے اور مخالفانہ پروپیگنڈے شروع کئے جیسے نعیم بن حماد کہ امام ذہبی میزان جلد سوم ص ۲۳۹ پر از دی سے نقل کرتے ہیں کہ نعیم تقویت سنت کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے اور امام ابو حنیفہ کے معائب میں جھوٹی

حکایتیں گھڑا کرتے تھے جو سب کی سب بھوت ہوتی تھیں۔

افسوس ہے کہ امام بخاری نے ان نعیم کی بھی ایک غلط روایت اپنی تاریخ صغیر میں نقل کر دی ہے جو امام اعظم کے بارے میں حضرت سفیان ثوری کی طرف منسوب کی گئی ہے اور وہ حضرت سفیان پر بھی افتراء ہے کیونکہ شیخ ابن حجر کی شافعی نے خیرات حسان میں حضرت سے امام اعظم کی توثیق نقل کی ہے۔

امام صاحب اور سفیان ثوری

امام سفیان ثوری ان لوگوں میں سے تھے جن کو امام صاحب سے ہمسری کا دعویٰ تھا پھر بھی وہ امام صاحب کے علوم سے بے نیاز نہ تھے، انہوں نے بڑے لطائف الحیل سے کتاب الرہن کی نقل حاصل کی اور اس کو اکثر پیش نظر رکھتے تھے، زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان کے سر ہانے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے ان سے اجازت لے کر میں اس کو دیکھنے لگا تو امام ابو حنیفہ کی کتاب الرہن نکلی، میں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ ابو حنیفہ کی کتابیں دیکھتے ہیں؟ بولے، کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں۔ (عقود الجمان باب عاشر)

حسن بن مالک کا قول ہے کہ امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے، سفیان ثوری مجھ سے زیادہ امام ابو حنیفہ کا اتباع کرنے والے ہیں، حضرت علامہ عثمانی نے لکھا کہ اس امر کا ثبوت جامع ترمذی کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ (مقدمہ فتح الملہم ص ۶۹)

اس کے علاوہ حضرت ابو نعیم اصبہانی نے بھی کچھ روایات امام اعظم کی شان کے خلاف نقل فرمادی ہیں جن کے راوی درجہ اعتبار سے ساقط ہیں، کیا اچھا ہوتا کہ ایسے بڑے لوگ جو روایت حدیث کے وقت بال کی کھال نکالتے ہیں اور کسی طرح شک و شبہ کے پاس بھی نہیں پھٹکتے ایک ایک لفظ کو جانچ تول کر اور کسوٹی پر کس کر نقل کرتے ہیں امام اعظم ایسی عظیم و جلیل شخصیتوں کے بارے میں بھی اپنی محتاط روش کو بے داغ رکھتے تاکہ جواب دینے والے بضرورت جواب بھی اپنے محبوب و محترم امام بخاری یا محدث ابو نعیم کے متعلق کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شکوہ بے احتیاطی وغیرہ پر بھی مجبور نہ ہوتے، یہ ظاہر ہے کہ امام اعظم کی جلالت قدر کو وہ حضرات ہم سے بھی زیادہ جانتے پہنچاتے تھے اور ہم سے زیادہ ان کے دلوں میں ان کی قدر و منزلت تھی یہی وجہ ہے کہ محدث ابو نعیم اصبہانی نے امام اعظم کی مسانید کے ۷۱ یا ۲۱ روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں، اور امام بخاری امام اعظم کے شاگردوں کے شاگرد ہیں (اس کی تفصیل امام بخاری کے تذکرہ میں آئے گی اور پھر اس شان سے کہ امام بخاری حضرت علی بن المدینی کے شاگرد ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے علمی اعتبار سے اپنے آپ کو کسی سے حقیر و کمتر نہیں سمجھا بجز علی بن مدینی کے۔ (تہذیب الجہذیب جلد ۷)

اور یہ علی بن مدینی حضرت یحییٰ بن سعید القطان کے شاگرد ہیں اس طرح کے جواہر مضیہ میں ہے، حضرت یحییٰ نماز عصر کے بعد مینارۃ مسجد سے ٹیک لگا کر بیٹھ جاتے تھے، امام احمد، یحییٰ بن معین اور علی بن مدینی ان کے سامنے کھڑے ہو کر حدیثی سوالات کیا کرتے تھے اور نماز مغرب تک اسی طرح کھڑے کھڑے جوابات سنتے تھے نہ وہ ان سے بیٹھنے کے لئے فرماتے تھے اور نہ یہ ان کی عظمت و ہیبت کی وجہ سے بیٹھتے تھے، یہ حضرت یحییٰ القطان باوجود اس فضل و کمال کے امام اعظم کے حلقہ درس میں اکثر شریک ہوتے تھے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے اور اکثر مسائل میں امام صاحب کی ہی تقلید کی ہے خود کہتے ہیں قد اخذنا ہا کثر اقوالہ (تہذیب الجہذیب ترجمہ امام ابو حنیفہ) تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے وکیع بن الجراح کے ذکر میں لکھا ہے کہ وہ اور یحییٰ القطان دونوں امام ابو حنیفہ کے اقوال پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور یحییٰ بن معین نے بھی اسی طرح لکھا ہے پھر امام اعظم کے بعد بواسطہ ابن مبارک بھی امام اعظم کے شاگرد رہے ہیں، نیز علی بن المدینی معلیٰ بن منصور کے بھی شاگرد ہیں اور وہ امام اعظم کے شاگرد ہیں اسی طرح اور بہت سے اساتذہ و شیوخ ہیں کہ ان کے واسطوں سے امام بخاری کو امام اعظم

کے علمی فیوض و برکات پہنچے ہیں اور امام بخاری نے بیسیوں مسائل میں امام اعظم کی موافقت بھی فرمائی ہے۔

اس کے بعد تیسرے نمبر پر خطیب بغدادی کا ذکر بھی مناسب ہے کہ انہوں نے تاریخ بغداد میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر امام اعظم کی شان رفیع کے خلاف بے سرو پا روایات کا ایک ڈھیر لگا دیا ہے جن کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سو تک پہنچا دی ہے، اس کے جواب میں ملک معظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی نے السہم المصیب فی کبد الخطیب لکھا، اور ہمارے استاد محترم حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کو بڑی تمنا تھی کہ وہ چھپ جائے لیکن جب طبع ہو کر آیا تو اس کو جیسا خیال تھا نہ پایا، اس کے علاوہ سبط ابن الجوزی نے الانتصار لام ائمة الامصار دو جلدوں میں تالیف کی اور خطیب کا پورا رد کیا اور ابوالموید الخوارزمی نے مقدمہ جامع المسانید میں بھی اچھا رد کیا ہے لیکن آخر میں حضرت الاستاذ المحترم شیخ محمد زاہد الکوثری قدس سرہ نے جو کافی و شافی رد لکھا وہ یقیناً سب پر فائق ہے اس کا نام تانیب الخطیب علی ما ساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفۃ من الاکاذیب ہے یہ لا جواب کتاب قابل دید ہے جس میں ایک ایک چیز کا روایت و درایت سے جواب لکھا ہے اور تحقیق و تدقیق کی پوری پوری داد دی ہے اور الحمد للہ امت پر جو خطیب کے جواب کا قرض تھا اس کو انہوں نے پورا پورا ادا کر دیا ہے۔ جزاھم اللہ عن سائر الامة خیر الجزاء۔

ضروری و اہم گزارش

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات کے ساتھ ہی موزوں ہونا کہ ان کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ کے حالات بھی موصول آ جاتے لیکن ائمہ متبوعین کو ایک جگہ کرنے اور ائمہ ثلاثہ کی جلالت قدر و اہمیت شان کے پیش نظر امام صاحب کے بعد ان تینوں اکابر ائمہ مجتہدین، امام مالک، امام شافعی، امام احمد کے حالات پیش کر دیئے گئے، دوسرے اس لئے بھی یہ ترتیب غیر موزوں نہیں رہی کہ یہ تینوں حضرات بھی امام صاحب کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہیں۔

اب ان چالیس حضرات اکابر مجتہدین محدثین و فقہاء عظام کے حالات پیش کئے جاتے ہیں جو امام صاحب کے ساتھ تدوین فقہ کی تاریخی مہم میں شریک تھے ان کی تعیین و تلاش اور حالات جمع کرنے میں مجھے کافی صعوبت اس لئے ہوئی کہ اب تک کسی تصنیف میں یکجا ان کے حالات تعیین و تشخیص کے ساتھ نہیں ملے، کتابوں میں بھی تلاش بلیغ کی گئی اور موجودہ اکابر اہل علم سے بھی رجوع کیا گیا مگر کہیں سے رونمائی نہ ہوئی، علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے سیرۃ العمان میں لکھا ہے کہ مجھے بڑی تمنا تھی کہ ان چالیس شرکاء تدوین فقہ کے حالات جمع کروں مگر نہ مل سکے اس لئے انہوں نے بھی صرف ۱۲-۱۳ حضرات کی تعیین کی۔

چونکہ اوپر سے ہی برابر نقول میں یہ چیز ملتی ہے کہ امام صاحب نے اپنے بے شمار تلامذہ اصحاب میں سے ۴۰ افراد منتخب کر کے ان کو تدوین فقہ کے کام پر لگا دیا تھا اور وہ تب مجتہدین کے درجہ کے تھے اس کے بعد تفصیل ندارد ہو جاتی تھی، اس لئے راقم الحروف کو بھی بڑی تمنا تھی کہ ان سب کی تعیین ہو کر حالات بھی یک جا ہو جائیں خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس میں کامیابی ہوئی۔

پھر جمع حالات کے سلسلے میں یہ بھی وقت ہوئی کہ رجال حدیث کے حالات لکھنے والے قلم غیروں کے ہاتھ میں تھے انہوں نے شروع سے ہی کاٹ چھانٹ اور اپنے پرانے کی تفریق کے نظریہ سے کام لیا تھا، حافظ ابن حجر کا تو کہنا ہی کیا کہ بقول حضرت شاہ صاحب "ان سے زیادہ رجال حنفیہ کو کسی اور سے نقصان نہیں پہنچا انہوں تو امام اعظم کے تلامذہ کا ذکر کرتے وقت ہی سب کچھ آئندہ کا نقشہ سوچ لیا ہوگا کہ حافظ مزنی نے تہذیب الکمال میں اگر ایک سو تلامذہ کبار کا ذکر کیا تھا تو انہوں نے تہذیب العہد یب میں ان کو گھنا کر صرف ۲۳ ذکر کئے اور حضرت عبداللہ بن مبارک، امام حسن بن زیادہ، حضرت ولف و طائی، شیخ الاسلام یزید بن ہارون، امام حدیث سعد بن الصلت، محدث کبیر عبید اللہ بن موسیٰ، محدث و فقیہ جلیل ابو مطیع بلخی جیسے حضرات تلامذہ و اصحاب امام اعظم کا ذکر ہی نہیں کیا، حالانکہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بھی ان

حضرات کو امام صاحب کے تلامذہ میں گنایا ہے۔

پھر حافظ ذہبی نے ان چالیس حضرات میں سے اکثر کو حفاظ میں شامل نہیں کیا کیونکہ تعصب وہاں بھی کم نہیں ہے اگرچہ دوسرے طرز کا اور حافظ سے نسبتاً کم ہے اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ امام محمد کو حفاظ میں ذکر نہیں کیا جبکہ علامہ ابن عبد البر اور ان سے پہلے محدث دارقطنی نے بھی امام محمد کو کبار حفاظ و ثقات میں تسلیم کیا ہے جس کا ذکر ہم امام محمد کے حالات میں کریں گے۔

غرض حافظ ذہبی نے بھی زیادہ تو یوں نکال دیئے اس کے بعد حافظ کبیر عبد الرزاق (صاحب مصنف) شیخ الاسلام حافظ ابو عاصم ضحاک بن مخلد الامام الحافظ مکی بن ابراہیم، الحافظ الامام فضل بن موسیٰ سینانی، الامام الحافظ حفص بن غیاث، سید الحفاظ یحییٰ القطان، الامام الحافظ الثبت محدث العراق احد الائمة الاعلام وکیع بن الجراح، الامام الحافظ احمد الاعلام مسعر بن کدام، الاعلام الحافظ ابراہیم بن طہمان، الامام العلام قاضی الکوفہ احد الاعلام قاسم بن معن، الامام القدوة شیخ الاسلام شیخ الحرم فضیل بن عیاض، الحافظ الحجہ محدث البصرہ یزید بن زریج، الامام الحافظ العلام شیخ الاسلام فخر الجاہدین قدوة الزاہدین عبد اللہ بن مبارک، الامام القدوة الحجہ عبد اللہ بن ادریس، الامام الحافظ علی بن مسہر، ان سب کو مذکورہ بالا القاب و آداب کے ساتھ بڑی عظمت سے ذکر کیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ ان کا کچھ تعلق امام اعظم سے بھی تھا یا نہیں صرف امام ابو یوسف کو الامام العلامہ فقیہ العراقیین لکھ کر صاحب ابی حنیفہ اور یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو الحافظ المستقر الفقیہ لکھ کر صاحب ابی حنیفہ لکھا۔

یہاں اس تفصیل سے مجھے یہ بھی دکھانا تھا کہ امام صاحب کے تلامذہ و اصحاب کتنے بڑے پایہ کے ائمہ و حفاظ تھے جن کے لئے حافظ ذہبی نے مذکورہ بالا القاب لکھے ہیں۔

غرض اپنے سلسلہ کے اکابر کی تصانیف نا پود ہیں نہ حافظ یعنی کی تاریخ ہے نہ سبط ابن الجوزی کی مرآة الزمان نہ امام طحاوی کی تاریخ کبیرہ کفوی کی طبقات الحنفیہ ملتی ہے نہ قاسم بن قطلوبغا کی تاریخات، فوائد یہ دیکھئے تو وہاں بھی نقول غیروں سے ہی ہیں اپنی بہت کم اور بہت سے علمائے کبار حنفیہ کے تذکرہ سے خالی، بستان الحمد شین وغیرہ کا مطالعہ کیجئے تو اس میں بھی اپنے حضرات کا تذکرہ بہت کم اور کسی کا ہے تو وہ بھی بغایت اختصار، حد ہے کہ حافظ کا ذکر فتح الباری شرح بخاری کی وجہ سے ہے مگر حافظ یعنی کا ذکر باوجود عمدة القاری شرح بخاری کے نہ آسکا، اسی طرح علامہ یعنی نے معانی الآثار امام طحاوی کی دو شرحیں لکھیں ایک نخب الافکار فی شرح معانی الآثار ۸ ضخیم جلدوں میں دوسری مبانی الاخبار ۶ ضخیم جلدوں میں جس کے ساتھ دو جلدوں میں رجال معانی الآثار کی تاریخ لکھی معانی الاخبار، باوجود ان سب حدیثی خدمات کے بھی چونکہ وہ حنفی تھے ان کے ذکر کو غیروں نے نظر انداز کیا تو ہم نے بھی ان کی ہی تقلید کر لی۔

امام طحاوی کا ذکر معانی الآثار کی وجہ سے ہوا مگر ان کی مشکل الآثار، سنن الشافعی اور شرح المغنی وغیرہ کا نام تک بھی نہیں آ پایا، امام طحاوی کے حالات میں ہم نے ان سب کو لیا ہے، بستان الحمد شین میں تاریخ بغداد کے ذکر کے لئے بھی کئی صفحات ہیں مگر ان میں کہیں ایک کلمہ اس بارے میں نہیں کہ اکابر امت کے خلاف اس میں کیا کچھ زہر موجود ہے، حافظ حدیث جمال الدین زلیحی حنفی کی نصب الراية جیسی عظیم و جلیل کتاب کا کہیں ذکر نہیں جب کہ دوسری چھوٹی چھوٹی کتابوں کا بھی ذکر موجود ہے۔

مختصر یہ کہ دوسروں نے اگر تعصب و عناد کی وجہ سے ہمارے اکابر کا ذکر مٹایا تھا تو ہم اپنی سادگی یا بے اعتنائی سے اسی راہ پر چل پڑے حتیٰ کے آج نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ کچھ اہل حدیث یہ کہنے کو بھی تیار ہو گئے کہ حنفیہ کے پاس نہ حدیث ہے نہ محدثین، اور بعض حضرات نے تو حضرت سفیان بن عیینہ کے بارے میں یہ بھی کہہ دیا کہ وہ امام اعظم کے فن حدیث میں شاگرد نہ تھے، جس پر علامہ کوثری کو تانیب الخطیب میں لکھنا پڑا کہ جامع المسانید امام اعظم کی مراجعت کی جائے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ سفیان بن عیینہ نے کس قدر کثرت سے امام اعظم سے احادیث کی روایت کی ہیں، اسی وجہ سے راقم الحروف نے بھی تلامذہ و اصحاب امام اعظم کے تذکروں میں جا بجا اس تصریح

کی ہے کہ یہ حضرات نہ صرف فقہ میں امام صاحب کے شاگرد تھے بلکہ حدیث میں بھی شاگرد ہیں اور جامع مسانید میں ان کی روایات موجود ہیں ان کی مراجعت کی جاسکتی ہے کیا یہ انصاف ہے کہ جب تک ایک شخص کا ذکر شیوخ بخاری و مسلم میں ہے تو وہ خود محدث ہیں اور اس کے شیوخ و تلامذہ بھی محدثین لیکن اگر وہ شخص امام اعظم یا ان کے اصحاب سے روایت کرے تو نہ اس کے شیوخ محدث کہلائیں نہ اس کے تلامذہ، غرض اس قسم کی تمام نا انصافیوں اور تعصباتی نظریات کی ہم ہر موقع پر نشاندہی کریں گے اور ان کی تردید احقاق حق و ابطال باطل کے لئے اپنا فریضہ سمجھیں گے۔ واللہ الموفق ومنہ الہدایہ۔

اسم و نسب

۲۱- امام زفر رضی اللہ عنہ (ولادت ۱۱۵ھ وفات ۱۵۸ھ عمر ۴۸ سال)

امام العصر مجتہد مطلق ابو الہدیٰ یزید بن زفر عنبری بصری ابن الہدیٰ یزید بن (زفر الہدیٰ یزید بن) قیس بن سلیم بن مکمل بن قیس بن عدنان رحمہم اللہ تعالیٰ۔ (وفیات الاعیان لابن خلکان غیرہ) آپ کا ترجمہ ابوالشیخ کی ”طبقات المحمدین یاصہبان میں ہے جس کا قلمی نسخہ ظاہریہ دمشق میں ہے اور ابو نعیم کی تاریخ اصہبان میں بھی ہے جو لیدن سے طبع ہوئی ہے۔

ولادت و تعلیم

۱۱۵ھ میں بمقام اصہبان پیدا ہوئے جہاں ان کے والد حاکم تھے اور شعبان ۱۵۸ھ میں وفات ہوئی، صیری نے لکھا کہ پہلے امام زفر نے حدیث میں زیادہ اشتغال رکھا پھر رائے کی طرف متوجہ ہوئے۔

محمد بن وہب کا بیان ہے کہ امام زفر اصحاب حدیث میں سے تھے، ایک دفعہ ایک مسئلہ پیش آیا کہ اس کے حل کرنے سے وہ خود اور ان کے دوسرے اصحاب حدیث عاجز ہوئے تو امام زفر امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پہنچے امام صاحب نے جواب دیا، پوچھا آپ نے یہ جواب کہاں سے دیا؟ فرمایا فلاں حدیث اور فلاں قیاس و استنباط کی وجہ سے، پھر امام صاحب نے مسئلہ کی نوعیت بدل کر فرمایا کہ تم بتاؤ! اس میں کیا جواب ہوگا؟ امام زفر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو اس کے جواب سے پہلے سے بھی زیادہ عاجز پایا، امام صاحب نے ایک اور مسئلہ بیان کیا اور اس کا جواب مع دلیل بتایا، میں ان کے پاس سے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے بھی وہ مسائل پوچھے تو وہ بھی جواب سے عاجز ہوئے میں نے جوابات دیئے اور دلائل سنائے وہ سب کہنے لگے کہ یہ جوابات و دلائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے؟ میں نے کہا امام ابو حنیفہ سے پھر تو میں ان ہی تین مسائل کی بدولت اپنے حلقہ اصحاب کا سردار بن گیا۔

اس کے بعد امام زفر مستقل طور سے امام ابو حنیفہ سے وابستہ ہو گئے اور ان دس اکابر میں سے ہو گئے جنہوں نے امام صاحب کے ساتھ تدوین کتب کی ہے، یہی واقعہ مسالک الابصار میں بھی امام طحاوی کے ذریعہ سے نقل ہوا ہے (لمحات النکری فی سیرۃ الامام زفر الکوثری)

صیری کی روایت ہے کہ محمد بن عثمان بن ابی شیبہ نے کہا میں نے اپنے والد عثمان بن ابی شیبہ اور چچا ابو بکر ابن ابی شیبہ (صاحب مصنف مادحین امام زفر مشہور) سے امام زفر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام زفر اپنے زمانہ کے اکابر فقہاء میں سے تھے اور والد صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ابو نعیم (مغل بن دکیمن شیخ اصحاب ستہ) امام زفر کو فقیہ نبیل کہتے تھے اور ان کی بڑائیاں بیان کرتے تھے، عمرو بن سلیمان عطار کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں تھا اور امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا، امام زفر کی تقریب نکاح منعقد ہوئی تو امام صاحب بھی شریک ہوئے انہوں نے امام صاحب سے عرض کیا کہ آپ نکاح پڑھائیں؟ امام صاحب نے خطبہ نکاح پڑھا اور اسی میں فرمایا کہ یہ زفر بن ہذیل ائمۃ المسلمین میں سے بڑے امام ہیں اور دین کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں، اپنے حسب و شرف و علم کے اعتبار سے ممتاز ہیں،

امام زفر کی قوم کے کچھ لوگوں نے تو امام صاحب کے ان مدحیہ کلمات پر اظہار مسرت کیا اور کہا کہ امام صاحب کے سوا کوئی دوسرا خطبہ پڑھتا تو ہمیں اتنی خوشی نہ ہوتی مگر کچھ لوگوں نے اپنی خاندانی تعصب کا اظہار کرتے ہوئے امام زفر سے کہا کہ آپ کے بنوعم اور شرفاء قوم یہاں جمع تھے ایسے موقع پر کیا مناسب تھا کہ (غیر خاندان کے شخص) ابوحنیفہ سے خطبہ نکاح پڑھنے کو آپ نے کہا؟ امام زفر نے جواب میں فرمایا کہ یہ آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں (امام صاحب کی موجودگی میں) تو اگر میرے والد ماجد بھی موجود ہوتے تو ان پر بھی میں امام صاحب کو مقدم کرتا۔

امام صاحب نے جو اہم نفعی کلمات اہم مقرر کے لئے ارشاد فرمائے وہ ان کے فضل و تقدیم کے لئے بہت بڑی شہادت ہیں اور امام زفر جو پہلے اصحاب حدیث میں سے تھے اور جن کے مداح ابو بکر ابن ابی شیبہ جیسے محدثین بھی تھے جو امام صاحب پر معترضین میں سے تھے ان کا امام صاحب کی اہمیت کی تائید و توثیق کرنا اور تلمذ اختیار کرنا بھی کچھ کم اہم نہیں ہے۔

امام حسن بن زیادہ فرماتے ہیں کہ امام زفر اور امام دلف دطائی میں حقیقی بھائیوں جیسا تعلق تھا پھر دلف دطائی نے توفیق کو چھوڑ کر عبادت گزاری اختیار کی اور امام زفر نے فتنہ کے ساتھ عبادت کو جمع کیا اور امام زفر دلف دطائی سے ملاقات کے لئے بصرہ جایا کرتے تھے (لمحات النظر ص ۶۷) امام وسیع کا قول ہے کہ امام زفر بڑے متورع، اچھا قیاس کرنے والا، کم لکھنے والے تھے اور جو کچھ لکھتے تھے وہ ان کو یاد رہتا تھا، امام یحییٰ بن محسن نے فرمایا کہ امام زفر صاحب رائے، شہد اور مامون تھے، میں نے فضل بن دینار کو دیکھا کہ جب ان کے سامنے امام زفر کا ذکر ہوتا تو ان کی عظمت و جلال قدر کے حالات بیان کرتے اور ثقہ، مامون بتلاتے کبھی ان کو خیارناس میں سے فرماتے تھے، یحییٰ بن اسلم کا بیان ہے کہ میں نے امام دکیع (شیخ اصحاب ستہ) کو آخر عمر میں دیکھا کہ وہ صبح کو اسرار اور شام کو امام ابو یوسف کے پاس آتے تھے، مگر پھر انہوں نے دونوں وقت امام زفر کے پاس آنا شروع کر دیا۔

امام باج سے کسی نے بطور اعتراض کہا کہ آپ زفر کے پاس آتے جاتے ہیں "فرمایا تم لوگوں نے مغالطہ آمیزیاں کر کے ہمیں امام ابو حنیفہ سے چھڑانا یہ باقی کے وہ دنیا سے رزمت ہوئے اب تم اسی طرح امام زفر سے چھڑانے کی سعی کرتے ہو تا کہ ہم ابو اسید اور ان کے اصحاب کے حقائق ہو جائیں۔

یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امام کبیرؒ کے آخروقت تک وابستہ رہے اور کسی مخالفت آمیزی سے بھی متاثر نہ ہونے، امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے جیسا کہ اقتداء میں علامہ ابن عبدالبر نے تصریح کی ہے اور خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ کے ص ۱۳۷ ج ۱۴ میں ذکر کیا کہ کسی نے وکیل سے کہا ”امام ابوحنیفہؒ نے دنیا کی“ تو فرمایا کہ وہ کیسے خطا کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے ساتھ ابوبوسف و زفر جیسے قیاس کرنے والے مجتہدین ابی زائدہ جنسہ بن علی، حبان، متدل ایسے حفاظ حدیث تھیں بن معن لغت و عربیہ کے ماہر، ولاد طائی، فضیل بن عیاض جیسے اہل تدوین و تصانیف ہیں اور جس کے ہر مجلس ایسے لوگ ہوں وہ خطا نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر خطا کرے تب بھی اس کو صواب کی طرف لوٹا دیں گے۔

ایک مشہور روایت ترمذی شریف باب انشاء عار میں ہے کہ کعب کے سامنے امام صاحب کا قول ذکر کیا گیا تو ان کی نجات فرمائی۔ اس کی نسبت بھی از روئے روایت امام کعب کی طرف سے معلوم نہیں ہوتی کیونکہ کعب امام صاحب کے اشد تائید میں سے اور امام صاحب کے بہت بڑے مددگار تھے اور اس واقعہ کی روایت ابوالسائب سلم بن جنادہ سے ہے جو امام صاحب سے منحرف و دور تھے اور وہی کعب کی طرف بہت سی غیبت و نکات کی طرف نسبت کرتے ہیں جو تاریخ بغداد وغیرہ میں منقول ہیں اور روایات حدیث میں بھی وہ متفق نہیں تھے ابو احمد حاکم کبیر نے کہا کہ وہ بعض احادیث میں مخالفت کرتے تھے، غرض کعب سے کوئی ایسی کلمہ امام صاحب کے بارے میں سن کر نہ ہند سے مروی نہیں ہے۔ (حاشیہ رسالہ شریف ص ۷۰)

محدث ابو نعیم فضیل بن وکیع نے فرمایا کہ مجھ سے امام زفر نے کہا ”میرے پاس اپنی حدیثیں لاؤ تاکہ تمہارے لئے ان کی چھان بچھوڑ کر دوں، حافظ ذہبی نے کہا کہ امام زفر فقہاء و زیاد میں سے تھے، صدوق تھے بہت لوگوں نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن معین نے بنی

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ابن حبان نے امام زفر کو ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ متقن حافظ حدیث تھے، اپنے صاحبین کے طریقہ سے نہیں چلے اور اپنے اصحاب میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے اور حق کی طرف رجوع کرنے والے تھے، حافظ ابن عبد البر نے انتقاء میں لکھا کہ امام زفر صاحب عقل و دین دورغ تھے اور روایت حدیث میں ثقہ تھے۔

موازنہ امام ابو یوسف و زفرؒ

حدیث و فقہ و استنباط میں یہ دونوں امام تقریباً یکساں درجہ کے تھے دونوں کے باہم علمی مناظرے مشہور ہیں خود امام صاحب کی موجودگی میں ہوتے تھے اور امام صاحب فیصلہ فرمایا کرتے تھے اور بعض مرتبہ امام صاحب نے امام ابو یوسف کو ترجیح بھی دی ہے یہ بھی روایت ہے کہ امام ابویوسف کثرت روایت میں غالب ہو جاتے تھے اور امام زفر میدان قیاس میں آگے بڑھ جاتے تھے۔

محدث خالد بن مہج کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے سفر کیا تو راستہ میں ہی امام صاحب کے انتقال کی خبر ملی، جب مسجد کوفہ میں پہنچا تو دیکھا کہ سب لوگ امام زفر کے گرد جمع ہیں اور امام ابو یوسف کے پاس صرف دو چار آدمی ہیں خیال ہے کہ یہ ابتداء زمانہ کی بات ہے ورنہ پھر تو امام ابو یوسف سے حدیث و فقہ حاصل کرنے والے کثرت سے ہو گئے تھے کہ کوئی ان کے مقابل نہ تھا اور درس کے کسی وقت نہ اکٹنا اور کمال وسعت صدر تو ان کا بڑا امتیاز شمار ہوا ہے، غرض امام زفر بھی امام ابو یوسف کی طرح مجتہد مطلق کے درجہ میں تھے ایک دفعہ امام صاحب نے فرمایا کہ ۳۶ آدمی ہیں ان میں سے ۲۸ قاضی و جج بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور ۶ فتویٰ دینے کے کمال ہیں دو ایسے ہیں جو اباب قضا و اصحاب فتویٰ کی تربیت دہر پرستی کر سکتے ہیں اور امام ابو یوسف و امام زفر کی طرف اشارہ فرمایا۔

خدا کی شان کے امام ابو یوسف امام صاحب کے اشارہ کے موافق قاضی القضاۃ اور چیف جسٹس ہوئے اور امام زفر کو حکومت نے قضاء کے لئے مجبور کیا مگر انہوں نے امام صاحب کی طرح صاف انکار کر دیا کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے، پھر چھپ گئے اور آپ کا مکان گرا دیا گیا آپ نے آکر مکان بنایا اور پھر قضاء کے لئے مجبور کئے گئے اور آپ چھپ گئے دوبارہ مکان گرایا گیا، حتیٰ کہ آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا اور سمجھ لیا گیا کہ کسی طرح راضی نہ ہوں گے۔

کسی نے حسن بن زیاد سے پوچھا کہ آپ نے امام ابو یوسف اور امام زفر کو امام صاحب کی خدمت میں کیسا دیکھا ہے؟ فرمایا کہ جیسے دو چڑیاں باز کے مقابلہ میں، غرض جاننے والے یہی جانتے تھے کہ یہ دونوں ایک درجہ کے تھے، اگرچہ امام صاحب کے مقابلہ میں کچھ نہ تھے اور نہ کچھ اپنے کو سمجھتے تھے، امام زفر جب بصرہ پہنچے اور علماء نے ملاقاتیں کیں، ان سے مشکل مشکل سوالات کئے اور جوابات سن کر متحیر ہوئے ان کو بصرہ کے قیام پر مجبور کیا اور ہر طرف تعریفیں ہونے لگیں لوگوں نے کہا کہ ہم نے فقہ میں زفر جیسا نہیں دیکھا، وہ سب سے بڑے عالم ہیں وغیرہ! امام زفر کو خبر ہوئی کہ تعریف ہو رہی ہے تو بے لایا، تم میری تعریف کرتے ہو اگر ابو یوسف کو دیکھتے تو کیا کہتے! ایک دفعہ فرمایا کہ ابو یوسف سب سے بڑے فقیہ ہیں، باہم معاصرین کی اس قدر بے نفسی اور اقران کے ساتھ ایسی وسعت حوصلہ کے ساتھ مدح و ثناء کی مثالیں خیر القرون کی خبریت کا بڑا ثبوت و امتیاز ہیں اور خصوصیت سے امام صاحب کے اصحاب تلامذہ میں یہ بات خاص طور سے دیکھی گئی کہ ان میں تحاسد و تباغض نہیں تھا اور جو بعض قصایے نقل ہوئے ہیں وہ مخالفین کے چلائے ہوئے بے ثبوت ہیں علامہ کوثری نے جابجا ایسی چیزوں کی تردید کی ہے، جزا اللہ خیراً۔

امام زفر کے اساتذہ

علم فقہ میں امام صاحب کے شاگرد ہیں خود فرماتے ہیں کہ میں بیس سال سے زیادہ امام صاحب کی خدمت میں رہا میں نے کسی کو ان سے زیادہ خیر خواہ، ناصح و مشفق نہیں دیکھا وہ محض اللہ کے لئے اپنی جان کو صرف کرتے تھے، سارا دن تو مسائل کے حل و تعلیم اور نئے حوادث

کے جوابات دینے میں صرف کرتے، جس وقت مجلس سے اٹھتے تو کسی مریض کی عیادت کے لئے جاتے، جنازہ کی تشییع کرتے، کسی ضرورت مند کی حاجت روائی کرتے، کسی فقیر کی امداد کرتے یا کسی چھڑے ہوئے سے رشتہ اخوت تازہ کرتے تھے، رات ہوتی تو خلوت میں تلاوت، عبادت و نماز کا شغل رہتا، وقت وقات تک یہی معمول رہا، عقد کے ساتھ ہی امام صاحب سے روایت حدیث بھی بکثرت کرتے ہیں، امام سمعانی وغیرہ نے امام زفر کی کتاب الآثار کا ذکر کیا ہے جس میں امام صاحب کے واسطے سے احادیث کی روایات ہیں۔

امام صاب کے علاوہ دوسرے شیوخ امام زفر کے یہ ہیں، اعمش، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) زکریا بن ابی زائدہ، سعید بن ابی عروبہ، ایوب سختیانی وغیرہ۔

امام زفر کے تلامذہ

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک (شیخ اصحاب ستہ) شفیق بن ابراہیم، محمد بن الحسن، وکیع ابن الجراح (شیخ اصحاب ستہ) سفیان بن عیینہ (شیخ اصحاب ستہ) ابو عامر النہیل (شیخ اصحاب ستہ) ابونعیم فضل بن دکین (شیخ اصحاب ستہ وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ امام زفر فرمایا کرتے تھے ”ہم رائے کا استعمال اس وقت تک نہیں کرتے جب تک کہ اثر موجود ہو، اسی طرح جب اثر مل گیا رائے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ (کردی)

امام وکیع امام زفر کو خطاب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے آپ کو امام صاحب کا جانشین کیا لیکن امام صاحب کے دنیا سے تشریف لے جانے کا صدمہ دل سے نہیں نکلتا، فضل بن دکین کہتے ہیں کہ جب امام صاحب کی وفات ہوئی تو میں امام زفر کا ہو گیا کیونکہ امام صاحب کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ فقیہ اور متورع وہی تھے۔

امام زفر اور نثر مذہب حنفی

حسین بن ولید کہتے تھے کہ امام صاحب کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ مصلوب اور دقیق النظر امام زفر تھے، صبری نے روایت کی کہ یوسف بن خالد سستی بصرہ سے کوفہ گئے اور امام صاحب سے عقد کیا فارغ ہوئے تو بصرہ کا ارادہ کیا امام صاحب نے فرمایا کہ اب تم بصرہ جاؤ گے تو ایسے لوگوں سے واسطہ ہوگا جو تم سے پہلے مسند علم پر متمکن ہو چکے ہوں گے، لہذا تم مسند درس سنبھالنے کی جلدی نہ کرنا کہ بیٹھ کر کہنے لگو، ابو حنیفہ نے ایسا کیا اور یہ کہا، اگر ایسا کرو گے تو تم وہاں جم نہ سکو گے بلکہ نکال دیئے جاؤ گے، یوسف گئے اور چونکہ علم وافر لے کر پہنچے تھے صبر نہ ہو سکا، مسند سنبھال کر لگے کہنے کے امام ابو حنیفہ نے یہ کہا اور وہ کہا، عثمان بن بصرہ کے امام اور مشہور فقیہ و محدث تھے، یوسف نے ان کے اصحاب و تلامذہ سے مسائل میں بحثیں کیں اور امام صاحب کے دلائل سے مغلوب کرنا چاہا جس پر وہ لوگ خلاف و عناد پر اتر آئے، ان کو برداشت نہ کر سکے حتیٰ کہ ان کو مسجد سے اٹھا دیا، یہ خاموش ہو گئے اور پھر امام زفر تک کسی اور کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ امام صاحب کا ذکر وہاں کر سکتا۔

جب امام زفر وہاں پہنچے تو چونکہ یہی سیما داغ رکھتے تھے دوسرا طریقہ اختیار کیا، وہاں کے شیوخ کی مجلس میں جاتے تھے، ان کے مسائل سنتے اور ان کی اصل کے خلاف کچھ فروغی مسائل نکال کر سوال کرتے کہ آپ نے ان مسائل میں اپنی اصل کو کیوں چھوڑ دیا، عثمان بنی اور ان کے اصحاب و تلامذہ جواب سے عاجز ہوتے تو کہتے کہ اس باب میں دوسری اصل اس اصل سے بہتر ہے اور دلائل سے اس کی برتری و جامعیت وغیرہ ان ہی سے منوالیتے جب وہ پوری طرح تسلیم کر لیتے تو کہتے یہ اصل امام ابو حنیفہ کی قائم کی ہوئی ہے۔

کبھی ایسا کرتے کہ ان ہی مشارخ بصرہ کے اقوال کے اثبات میں ایسے دلائل پیش کرتے جو ان کے دلائل سے زیادہ قوی ہوتے وہ بہت خوش ہوتے پھر کہتے کہ یہاں ایک دوسرا قول بھی ہے جو تمہارے اقوال کے علاوہ ہے اور اس کو بیان کر کے اسکے لئے اور بھی اعلیٰ قوی

دلائل دیتے جب وہ تسلیم کر لیتے تو بتلاتے کہ یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہے، وہ کہتے کہ یہ قول واقعی بہت ہی اچھا ہے خواہ وہ کسی کا بھی ہو، اسی طرح امام زفر کرتے رہے اور امام صاحب کے اقوال سے مانوس بناتے رہے، کچھ ہی روز میں شیخ عثمان بنی جیسے شیخ وقت تک کے اصحاب بھی ان کو چھوڑ کر امام زفر کے حلقہ درس میں آشنائی ہوئے اور شیخ عثمان بنی تنہا رہ گئے۔

معلوم ہوا کہ عالم کی سیاست و تدبیری سے اس کے علوم کی نشر و اشاعت پر بھی برا اثر پڑتا ہے، اگر یوسف امام صاحب کی نصیحت پر عمل کرتے تو وہ بھی ضرور کامیاب ہوتے بہت بڑے جلیل القدر عالم تھے، امام شافعی کے شیوخ میں سے ہیں، ابن ماجہ میں ان سے احادیث مروی ہیں اور تاریخ اصحابان لابی نعیم میں بھی ان سے بہ کثرت احادیث روایت کی گئی ہیں کوئی عیب ان میں نہیں تھا مگر لوگوں نے تنافس و تحاسد کی وجہ سے ان کو بری طرح مطعون کیا طرح طرح کے الزامات لگائے یہاں تک کہ ان کے متعلق مشہور کیا کہ وہ قیامت و میزان کے منکر ہیں، دیکھئے تہذیب التہذیب۔

پہلے امام زفر کی توثیق اور وسعت علم حدیث و فقہ کے بارے میں علماء کے اقوال نقل ہو چکے ہیں لیکن کوئی قول ان کے خلاف بھی نقل ہوا ہے اگرچہ اس کی تاویل ہو سکتی ہے مثلاً ابن سعد کا قول کے امام زفر حدیث میں کچھ نہیں تھے، اول تو بقول علامہ زماں مولانا عبدالحی صاحب لکھنؤی کے یہ ریمارک فقہ ابن سعد کے علم کے اعتبار سے ہے ورنہ ان کو بڑے بڑے علماء نے مجتہد اور حافظ حدیث تسلیم کیا ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اتفاق کی بھی شہادت دینے ہے۔ (الرفع والکمال)

دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ابن سعد نے بطور مبالغہ فرمایا ہو کہ جیسے بڑے امام و مجتہد و فقیہ تھے اس کی نسبت سے حدیث میں بہت کم تھے اور یہ کوئی تنقیص نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے مجتہدین ائمہ متبوعین سب ہی استنباط و تخریج مسائل وغیرہ میں زیادہ مشغول رہے اور روایت حدیث کی طرف متوجہ نہ ہو سکے اور چونکہ روایت حدیث کرنے والوں کی بڑی کثرت تھی، اس لئے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی ہوگی تعلقہ کی کمی تھی اس لئے پوری توجہ ادھر ہی صرف کی۔ واللہ اعلم۔

یہ پہلے لکھا گیا کہ امام زفر نے قضا قبول نہیں کی اور بصرہ میں ان کا قیام بسلسلہ درس و افادہ تھا کیونکہ بصرہ والوں نے ان کو اصرار کر کے روک لیا تھا علامہ ابن عبد البر نے انتقاء میں جو لکھا ہے کہ بصرہ کے قاضی بھی رہے یہ ان کو مغالطہ ہوا ہے وہ مغرب میں تھے اور مشرق کے بعض حالات بیان کرنے میں ان سے تسامحات ہو گئے ہیں، انہوں نے اس طرح لکھا ہے۔

امام زفر امام ابو حنیفہ کے کبار اصحاب و فقہاء میں سے تھے، علامہ کوثری نے لمحات النظم فی سیر الامام زفر میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ امام زفر مجتہد مطلق کے درجہ میں تھے اگرچہ ان کا انتساب انہوں نے امام اعظم کے برابر قائم رکھا ہے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام ابو حنیفہ کی کسی مسئلہ میں مخالفت نہیں کی جس میں ان کا کوئی نہ کوئی قول اس کے موافق موجود نہ ہو، یہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ جرأت نہیں کی امام صاحب کی مخالفت کسی مسئلہ میں ان کی وفات کے بعد بھی کروں کیونکہ اگر میں ان کی زندگی میں مخالفت کرتا اور دلیل اس پر قائم کرتا تو وہ بھی مجھے اسی وقت اپنے حق بات کی طرف دلائل کی قوت سے مجبور کر کے لوٹا دیتے لہذا بعد وفات بھی مخالفت میرے لئے موزوں نہیں ہوئی یہ بات امام زفر کے کمال ادب کی تھی ورنہ کچھ اصول و فروع میں جزدی خلاف بھی ضرور ملتا ہے، جس سے ان کا مجتہد مطلق ہونا ثابت ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان میں سب سے اچھے قیاس کرنے والے تھے، بصرہ کے قاضی ہو کر جب امام صاحب سے رخصت ہو کر جانے لگے تو امام صاحب نے ان سے فرمایا ”تم جانتے ہو جو کچھ ہمارے متعلق اہل بصرہ کے دلوں میں جذبات عداوت، حسد و منافست ہیں مجھے امید نہیں کہ تم بھی ان سے بچ سکو گے“ بصرہ پہنچے تو اہل علم ان کے پاس جمع ہوئے مناظرے کئے وغیرہ تفصیل ادھر گزر چکی۔

امام زفر کا زہد و ورع

ابراہیم بن سلیمان کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب امام زفر کی مجلس میں ہوتے تھے تو ہم میں سے کوئی بھی ان کے سامنے دنیا کی باتیں نہ

کر سکتا تھا، اور اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو وہ مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے اور ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ ان کی موت اسی لئے جلدی ہوئی کہ خدا کا خوف ان پر سخت غالب تھا، بصرہ ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة۔

۲۲- امام مالک بن مغول السجلی الحنفی (م ۱۵۹ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب و شرکاء مدینہ فتنہ حنفی میں سے اور ان حضرات اکابر میں سے تھے جن کو امام صاحب نے خطاب فرما کر ارشاد کیا تھا کہ ”تم لوگ میرے قلوب کا سرور اور میرے غم کو مٹانے والے ہو“ محدث ابو اسحق سبعی، امام اعظم، معن بن ابی حنیفہ، مالک ابن حرب اور نافع مولیٰ ابن عمرو وغیرہ ان کے ساتھ شیوخ میں ہیں، حافظ نے تہذیب میں امام صاحب کے تعلق و تملذ وغیرہ کا ذکر خیر حذف کر دیا، امام حدیث و حجت تھے حضرت شعب، ابوالعین، قبیصہ، امام محمد، حضرت ابن مبارک، مسعر، ثوری، زائدہ، ابن عیینہ، اسماعیل بن زکریا، یحییٰ بن سعید القطان، وکیع، عبدالرحمن بن مہدی اور یحییٰ بن آدم وغیرہ ان کے شاگردوں میں ہیں، بخاری و مسلم اور اصحاب سنن کے شیخ ہیں اور سب نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔ (جواہر مہینہ ص ۱۵۰ ج ۲)

امام احمد نے ان کو ثقہ، ثبت فی المرثہ کہا، امام یحییٰ بن معین، ابوحاتم اور نسائی نے ثقہ کہا، ابوالعین نے کہا کہ ہم سے مالک بن مغول نے حدیث بیان کی اور وہ ثقہ تھے عجل نے رجل صالح، علم و فضل میں نمایاں مقام و مرتبہ رکھنے والا بتلایا، طبرانی نے خیار مسلمین سے کہا، ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے مالک بن مغول سے کہا کہ خدا تو ذکر تو مالک نے فوراً اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا ابن سعد نے کہا کہ مالک ثقہ، مامون، یثیٰ الحدیث، صاحب خیر و فضل تھے، امام بخاری نے فرمایا کہ عبداللہ بن سعید نے کہا کہ میں نے ابن مہدی سے سنا فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی کوئی کو دیکھو کہ وہ ایسے کوئی کا ذکر کرتا ہے جس کو مالک بن مغول بھلائی سے یاد کرتے ہیں تو تم ضرور اس کا اطمینان کر لو، ابن حبان نے ”ثقات“ میں لکھا کہ مالک اہل کوفہ کی بڑے عبادت گذاروں اور نقل مثبت اور متقن تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة (تہذیب المستند ص ۲۲ ج ۱)

۲۳- امام داؤد طائنی حنفی (م ۱۶۰ھ)

امام ربانی امام حدیث ابوسلیمان داؤد بن نصیر الطائنی الکوفی، محدث ثقہ، زائدہ، علم، افضل و ادورع زمانہ تھا، ضروری علوم حاصل کرنے کے بعد امام اعظم اور ابن ابی لیلیٰ سے حدیث پڑھی پھر امام اعظم کی خدمت میں باریاب ہوئے، بیس برس تک ان سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے کبار اصحاب و شرکاء مدینہ فتنہ میں سے ایک یہ بھی ہیں۔

بعض اوقات صاحبین کے اختلاف کو اپنی رائے صائب سے فیصلہ کر کے ختم کر دیتے تھے، امام ابو یوسف سے بوجہ قبول قضا اپنی غایت زہد و استغناء کے باعث کچھ متعصب رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے اساتذہ امام اعظم نے تازیانے کھا کھا کر اپنے آپ کو ہلاک کر لیا مگر قضا کو قبول نہ کیا اس لئے ہمیں کسی ان کا اتباع کرنا چاہئے، حضرت سفیان بن عیینہ اور ابن علیہ وغیرہ آپ کے حدیث میں شاگرد ہیں، امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے آپ کی توثیق کی اور انہی میں آپ سے روایت کی گئی ہے۔

محدث محارب بن دثار فرماتے تھے کہ اگر داؤد طائنی پہلی امتوں میں ہوتے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا، محدث ابن حبان نے لکھا کہ داؤد فقہاء میں سے تھے اور امام ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے پھر رات دن عبادت میں صرف کرنے لگے تھے، آپ وراثت میں بیس اشرفیاں ملیں تھیں جن سے بیس سال گذر کی اور وفات پائی، کبھی کسی بھائی، دوست یا بادشاہ کا عطیہ قبول نہیں کیا، حضرت عبداللہ ابن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ بس دنیا سے اتنا ہی سروکار رکھنا چاہئے جتنا داؤد طائنی نے رکھا، روٹی کو پانی میں بھگو دیتے تھے جب وہ ٹھنک جاتی تو اس کو شربت کی طرح پی لیتے اور فرماتے کہ جب تک میں روٹی کو ایک ایک لقمہ کر کے کھاؤں اتنے عرصہ میں پچاس آیات قرآن

مجید کی پڑھ سکتا ہوں لہذا روٹی کھانے میں عمر کو کیوں ضائع کرو؟

نقل ہے کہ ایک روز قبرستان سے گزرے تو ایک عورت رو رو کر ایک صاحب قبر کو یہ شعر پڑھ کر خطاب کر رہی تھی کہ اے یحییٰ، کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تیرے دونوں گلگوں رخساروں میں پہلے کون سا رخسار پوسیدہ ہوا اور کون سی آنکھ پہلے مٹی کی نذر ہوئی؟ اس کو سن کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ان کے دل پر ایسا گہرا ہوا کہ یہ قرار ہو کر امام اعظم کی خدمت میں دوڑے ہوئے پہنچے امام صاحب نے وجہ پوچھی آپ نے سب حال بتلایا امام صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں سے منہ پھیر لیں چنانچہ آپ دنیا سے الگ ایک گوشہ میں جا بیٹھے، کچھ مدت کے بعد امام صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا ”یہ کام کی بات نہیں ہے جو آپ نے کی ہے بلکہ مناسب یہ ہے کہ آپ ائمہ کے درمیان بیٹھیں اور انکی گفتگو سنیں اور منہ سے کچھ نہ کہیں، چنانچہ آپ نے اپنے استاد اعظم کے ارشاد پر ایک برس تک عمل کیا اور فرمایا کہ اس ایک سال کے صبر نے تین برس کا کام کیا ہے۔ امام محمد کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں گھر حاضر ہو کر کسی مسئلہ میں رجوع کرتا تھا تو اگر ان کے دل میں انشراح ہوا کہ اس مسئلہ کی مجھے اپنے دین کی اصلاح کے لئے ضرورت ہے تو جواب دیتے ورنہ قسیم فرما کر مجھے ٹال دیتے تھے کہ ہمیں کام ہے، ہمیں کام ہے (جو اہر معینہ و حدائق حنفیہ) رحمہ اللہ رحمة واسعة کما یحب ربنا ویرضی۔

۲۴- امام مندن بن علی عزیزی کو فی حنفی ولادت ۱۰۲ھ، وفات ۱۶۸ھ

محدث، صدوق، فقیہ فاضل طبقہ کبار تبع تابعین میں سے ہیں، امام اعظم کے اصحاب و شرکاء، تدوین فقہ میں سے ایک ہیں محدث معاذ ابن معاذ غنیری کا قول ہے کہ میں کو فہ پہنچا تو کسی کو آپ سے زیادہ اور غنی نہیں پایا، محدث عثمان داری نے امام یحییٰ بن معین سے ان کے بارے میں لایا اس پر نقل کیا، لایا اس پر لفظ ثقہ کے قائم مقام ہے، امام اعظم، ہشام بن عروہ، لیث، حاتم احول اور ابن ابی یعلیٰ وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں اور آپ سے یحییٰ بن آدم، ابوالولید طالیسی، فضل بن دکین، یحییٰ النعمانی اور ابو داؤد و ابن ماجہ نے حدیث روایت کی، سمعانی نے ذکر کیا کہ مندل اور ان کے بھائی حبان دونوں سب لوگوں سے زیادہ امام اعظم کی مجلس میں حاضر رہا کرتے تھے (کردری ص ۲۱۵ ج ۲) اور علامہ کردری نے ہی یہ بھی نقل کیا کہ مندل نے امام اعظم کی خدمت میں رہ کر فقہ کی تکمیل کی اور امام صاحب دونوں کے ساتھ نہایت تعلق اور محبت و تقرب کا معاملہ فرماتے تھے۔ علامہ صیری نے بھی دونوں بھائیوں کو امام صاحب کے علائکہ و اصحاب میں لکھا ہے۔

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام و کج سے کسی نے کہا امام صاحب نے فلاں مسئلہ میں خطا کی ہے، فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کیسے خطا کر سکتے تھے حالانکہ ان کے پاس قیاس و اجتہاد میں امام ابو یوسف امام محمد، امام زفر جیسے معرفت و حفظ حدیث میں یحییٰ بن زکریا، جعفر بن غیاث، حبان و مندل جیسے لغت و عربیت میں قاسم بن معین جیسے اور زہد و ورع میں داؤد طائی و فضیل جیسے تھے جس کے اصحاب و شاگرد اس قسم کے ہوں وہ ہرگز خطا نہیں کر سکتا جو شخص امام صاحب کے چارے میں ایسی بات کہتا ہے وہ چوپایہ بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ ہے اور جو یہ گمان کرے کہ حق بات امام صاحب کی مخالفت میں ہے اس نے تنہا ایک مذہب اور نکالا اور میں اس کے حق میں وہ شعر کہتا ہوں جو فرزدق نے جریر سے کہا تھا۔

اولئک ابائی فجنتی بمثلہم اذا جمعنا یا جریر المجامع (حدائق)

جامع المسانید میں امام اعظم صاحب سے ان کی روایات موجود ہیں، (جامع ص ۵۵۶ ج ۲) لیکن حافظ نے حسب عادت تہذیب میں امام صاحب سے کلمہ وغیرہ کا ذکر حذف کر دیا، رحمۃ اللہ علیہ

۲۵- امام نصر بن عبد الکریم (وفات ۱۶۹ھ)

محدث، فقیہ تھے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ پڑھی اور ان کی مجلس تدوین فقہ کے شریک تھے امام صاحب سے احادیث و احکام

بکثرت روایت کئے، امام صاحب کے ہمدام ابو یوسف کی خدمت میں رہے اور ان ہی کے پاس وفات ہوئی، ان سے سفیان ثوری اور موسیٰ بن عبید وغیرہ نے روایت کی (جواہر مصیہ) رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جواہر و حدائق)

۲۶- امام عمرو بن میمون بلخی حنفی (م ۱۷۱ھ)

محدث فقیہ، صاحب علم و فہم و ورع تھے، بغداد آ کر امام اعظم کی خدمت میں رہے، فقہ و حدیث ان سے حاصل کی، امام یحییٰ بن معین نے توثیق کی، بیس سال تک بلخ کے قاضی رہے، آپ سے آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرو قاضی نیشاپور نے روایت حدیث کی، امام ترمذی کے شیوخ میں ہیں، جامع ترمذی میں روایت موجود ہے، علامہ حزی نے تہذیب الکمال میں آپ کا ذکر کیا، شریک مجلس تدوین تھے، رحمہ اللہ

۲۷- امام حبان بن علی (م ۱۷۲ھ)

اپنے بڑے بھائی مسند کی طرح محدث، فقیہ فاضل تھے امام اعظم سے فقہ و حدیث میں تلمذ کیا اور تدوین فقہ کے شرکاء مجتہدین میں سے، امام اعظم سے بھی روایت حدیث کی، حجر بن عبد الجبار کا قول ہے کہ میں نے کوفہ میں حبان سے بہتر فقیہ نہیں دیکھا، ابن معین نے فرمایا کہ حدیث میں مسند سے زیادہ قوی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ دونوں بھائیوں کی روایت حدیث میں کوئی مضائقہ نہیں، حبان کا قول ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی دین یا دنیا کے معاملہ میں امام ابو حنیفہ کی طرف رجوع کیا گیا ہو اور ان سے بہتری کی بات نہ ملی ہو حفاظ ذہبی نے میزان، الاعتدال میں حبان کا ذکر کیا اور مدح و تضعیف کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں فیصلہ کیا کہ وہ متروک الحدیث نہیں تھے، ابن ماجہ میں ان سے روایت کی گئی خطیب نے صالح متدین کہا، تہذیب الکمال اور تہذیب الفقہاء میں امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جواہر مصیہ)

۲۸- امام ابو عصمہ نوح بن ابی مریم "جامع" حنفی (م ۱۷۳ھ)

مشہور محدث و فقیہ تھے امام اعظم، ابن ابی لیلیٰ، حجاج بن ارطاة، زہری، محمد بن اسحق وغیرہ کے شاگرد تھے جامع علوم تھے اسی لئے جامع کے لقب سے مشہور ہوئے، امام اعظم کی مجلس تدوین فقہ کے خاص رکن تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے امام صاحب کی فقہ کو جمع کرنا شروع کیا تھا اس لئے جامع کہلائے درس کے زمانہ میں چار مجلس منعقد کرتے تھے ایک میں احادیث و آثار بیان کرتے، دوسرے میں امام اعظم کے اقوال نقل کرتے تیسری میں نحو کے اہم مسائل اور چوتھی میں شعروادب کے متعلق بیان کرتے تھے، جب مرد کے قاضی ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصائح و شروط قضاء لکھیں، پھر مدت تک خراسان کے قاضی القضاۃ رہے، اہل مرو اور عراقیوں نے آپ سے استفادہ کیا، ابن ماجہ نے باب تفسیر میں آپ سے تخریج کی ہے، اور نعیم بن حماد (شیخ امام بخاری) نے بھی آپ سے روایت کی ہے امام احمد نے فرمایا کہ فرقہ جہمیہ کے سنت مخالف تھے۔

نوح فرماتے ہیں کہ ایک دن میں امام صاحب کی مجلس میں تھا کہ کسی نے آ کر سوال کیا کہ اے ابو حنیفہ! آپ کیا فرماتے ہیں ایک شخص نے صاف سقرے لطیف پانی سے وضو کیا، کیا دوسرا بھی اس پانی سے وضو کر سکتا ہے؟ فرمایا نہیں! میں نے عرض کیا کیوں جائز نہیں؟ فرمایا اس لئے کہ مستعمل پانی ہے کہتے ہیں پھر میں امام سفیان ثوری کے پاس گیا اور ان سے یہی مسئلہ پوچھا انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو کرنا جائز ہے، میں نے کہا امام صاحب نے تو ناجائز بتلایا تھا انہوں نے پوچھا کہ ایسا کیوں بتلایا میں نے کہا کہ ماہ مستعمل کی وجہ سے نوح کا بیان ہے کہ ایک جمعہ نہ گذرا تھا کہ میں پھر امام سفیان کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک شخص نے یہی مسئلہ ان سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز نہیں کیونکہ ماہ مستعمل ہے۔ (جواہر مصیہ)

۲۹- امام زہیر بن معاویہ (ولادت ۱۰۰ھ، م ۱۷۳ھ)

امام اعظم کے اصحاب میں سے مشہور محدث، ثقہ، فقیہ فاضل اور تدوین فقہ کے شریک ہیں امام اعظم وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور یحییٰ القطان وغیرہ کے شیخ ہیں، حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ آپ کے زمانہ میں آپ جیسا کوئی اور کوفہ میں نہیں تھا، امام یحییٰ بن معین وغیرہ محدثین نے آپ کی توثیق کی، اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور سب نے آپ سے تخریج کی، محدث علی بن الجعد کا بیان ہے کہ ایک شخص زہیر کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے آتا جاتا تھا، چند روز نہ آیا تو انہوں نے پوچھا کہاں رہے؟ کہا امام ابو حنیفہ کی خدمت میں چلا گیا تھا، فرمایا کہ تم نے اچھا کیا میرے پاس ایک ماہ رہ کر جو تم حاصل کرتے اس سے یہ بہتر ہے کہ امام صاحب کی صرف ایک مجلس کی شرکت ہی تم کر لو۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ (جواہر معیہ و ہدایا لائق الحفیہ)

۳۰- امام قاسم بن معن (متوفی ۱۷۵ھ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد میں سے ہیں محدث ثقہ، فقیہ فاضل، عربیت و لغت کے امام، قضاء و مروت اور زہد و ورع میں بینظیر تھے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ان اصحاب و شرکاء و تدوین فقہ میں سے ہیں جن کے بارے میں امام صاحب مسار قلب و جلاء حزن فرمایا کرتے تھے ابو حاتم نے ثقہ صدوق اور کثیر الروایت کہا، حدیث و فقہ میں امام اعظم، اعظم، عاصم بن احوں، ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن سعید وغیرہ کے شاگرد اور ابن مہدی، علی بن نصر اور نعیم بن دکن اور اصحاب سنن وغیرہ کے استاذ ہیں، شریک کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے لیکن غایت تورع و تقویٰ کے باعث بغیر تنخواہ کے قضاء کا کام انجام دیا، لغت میں کتاب النوادر اور غریب المصنف لکھیں (حدائق و جواہر معیہ) حافظ ذہبی نے حفاظ حدیث کے طبقات میں شمار کیا ہے۔

۳۱- امام حماد بن الامام الاعظم (متوفی ۱۷۶ھ)

محدث، فقیہ اور بڑے زاہد و عابد سے حدیث و فقہ میں آپ کے بڑے استاذ خود امام اعظم ہیں اور امام صاحب کی زندگی ہی میں بوجہ کمال مہارت فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا، امام ابو یوسف، احمد محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد وغیرہ کے طبقہ میں تھے اور تدوین فقہ میں شریک رہے، امام صاحب کی وفات پر ان کی ساری امانیں (جن لوگوں کی بھی تھیں جو مفقود تھے) قاضی شہر کو سپرد کر دیں، قاضی صاحب نے بہت اصرار کیا کہ آپ بڑے امین ہیں خود اپنے پاس رہنے دیں مگر آپ نے اس بار کو پسند نہ کیا، آپ سے آپ کے بیٹے اسعیل نے بھی حدیث و فقہ حاصل کی اور وہ بھی بڑے عالم ہوئے، حضرت قاسم بن معن کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے (حدائق) پھر سارے بغداد کے پھر بصرہ کے قاضی ہوئے، مرض فالج سے معذور ہو کر استعفیٰ دیدیا تھا، علامہ صیری نے ذکر کیا کہ امام حماد پر دین، فقہ اور ورع غالب تھا اور اکثر مشغلہ کتابت حدیث تھا، حسن بن خطیب نے امام اعظم کے پاس ایک ہزار روپے امانت رکھے کسی نے امام صاحب سے کہا کہ آپ امانتیں کیوں رکھتے ہیں، ان کو رکھنا خطرہ سے خالی نہیں، فرمایا جس کا بیٹا حماد جیسا ہو اس کو امانت رکھنے میں کوئی حرج نہیں امام صاحب کی وفات کے بعد حسن آئے اور امانت طلب کی، حماد نے خزانہ کی کوٹھڑی کھول کر علامات سے متعین کر کے کہا کہ اپنی امانت اٹھا لو، حسن نے کہا کہ آپ اب اپنے پاس رہنے دیں، حماد نے انکار کیا وہ کہنے لگے کہ آپ کے والد تو امانتیں قبول کر لیتے تھے آپ کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا ابا جان کو اپنے بیٹے پر اعتماد تھا، مجھے اپنے بیٹے پر نہیں ہے۔

شریک بن الولید کا بیان ہے کہ حماد اہل ہواء و بدعت کے مقابلہ میں بہت تشدد تھے، ان کے دلائل توڑنے اور حق کی حمایت میں ایسے

پختہ دلائل قائم کرتے تھے جو بڑے بڑے حارق اہل کلام کو بھی نہ سوجھتے تھے۔ (کردری ص ۲۱۳ ج ۲)

۳۲- امام ہیاج بن بسطام (متوفی ۱۷۱ھ)

محدث، فقیہ امام اعظم کے اصحاب و تلامذہ میں سے ہیں، امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں، (جامع المسانید ۵۶۹ ج ۱) ابو حاتم نے کہا کہ ان کی حدیث نفی جاتی ہے، سعید بن ہناد کا قول ہے کہ میں نے ہیاج سے زیادہ فصیح نہیں دیکھا، بغداد میں آئے حدیث کا درس شروع کیا تو ایک لاکھ آدمی بیٹھ گئے جو آپ سے حدیث لکھتے اور آپ کی فصاحت سے متعجب ہوتے تھے، مالک بن سلیمان سے مروی ہے کہ ہیاج بن بسطام علم الناس، اعلم الناس، بافتح الناس، باخی الناس اور رحم الناس تھے (میزان الاعتدال علی بن ابراہیم کا قول ہے کہ ہمارے علم میں ہیاج ثقہ، صادق و عالم ہیں، حاکم نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ ابو حاتم محمد بن سعید بن ہناد نے کہا کہ میں نے محمد بن یحییٰ ذہبی سے ان کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا کہ ہیاج ہمارے نزدیک ثقہ ہیں اور یحییٰ بن احمد بن زیاد بروی نے کہا کہ جس نے بھی ہیاج پر کچھ نکیر کی ہے وہ یوجان کے صاحبزادے خالد کے کہے ہیں اور نہ ہیاج فی ذاتہ ثقہ ہیں، خالد سے روایت میں بے احتیاطی ہوئی ہے۔ (تہذیب ص ۸۸ ج ۱۱)

۳۳- امام شریک بن عبد اللہ الکوفی (م ۱۷۸ھ)

محدث، فقیہ، امام اعظم کی خدمت میں بہت رہے، ان سے روایت حدیث بھی کی، آپ کے مخصوص اصحاب اور شرکاء متودین فقہ میں تھے، امام صاحب آپ کو کثیر العقل فرمایا کرتے تھے، آپ نے اعمش اور ابن شیبہ سے بھی حدیث پڑھی ہے اور آپ سے حضرت عبد اللہ بن مبارک اور یحییٰ بن سعید نے روایت کی امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ نے بھی آپ سے تخریج کی پہلے شہر واسطہ کے پھر کوفہ کے قاضی ہوئے، بڑے عابد، عادل، صدوق اور اہل بدعت و ہوا پر سخت گیر تھے (حدائق) باوجودیکہ امام بخاری و مسلم کے شیوخ کی ایک جماعت کے فن حدیث میں شیخ ہیں امام اعظم سے مسانید میں روایت کرتے ہیں (جامع المسانید ص ۸۷ ج ۲)

۳۴- امام عافیہ بن یزید القاضی (متوفی ۱۸۰ھ)

بڑے پایہ کے محدث صدوق اور فقیہ فاضل تھے امام اعظم کے اصحاب و شرکاء متودین فقہ میں سے خاص امتیازی مقام پر فائز ہوئے، امام صاحب ان کے علم و فضل پر بڑا اعتماد کرتے اور فرماتے تھے کہ جب تک کافیہ کسی مسئلہ پر اپنی رائے ظاہر نہ کر دیں اس وقت تک اس کو فیصلہ شدہ سمجھ کر قلمبند کرنے میں جلدی مت کیا کر آپ نے امام اعمش اور ہشام بن عروہ وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، نسائی نے آپ سے روایت کی تخریج کی ہے، مدت تک کوفہ میں قاضی رہے، حافظ ذہبی نے ان کو بہترین کردار کے قضاۃ میں شمار کیا ہے۔ (حدائق)

۳۵- امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ)

صحاب ستہ کے ائمہ روادۃ واجلہ شیوخ میں جلیل القدر امام حدیث ہیں، ابن مہدی (شیخ امام بخاری) نے چار کبار ائمہ حدیث میں سے ایک ان کو قرار دیا، ایک دفعہ ان سے ابن مبارک اور سفیان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو کہا کہ اگر سفیان پوری کوشش کر لیں کہ ان کا ایک دن ابن مبارک جیسا ہو جائے تو یہ بھی نہیں کر سکتے، یہ بھی فرمایا کہ جس حدیث کو ابن مبارک نہ جانتے ہوں اس کو ہم بھی نہیں پہچانتے، امام احمد نے فرمایا کہ اپنے زمانہ میں ان سے زیادہ علم کو جمع کرنے والا کوئی نہیں ہوا، بہت بڑا ذخیرہ علم کا جمع کیا، کوئی بات ان سے کم رہی ہوگی وہ صاحب حدیث حافظ تھے، ان کی کتابوں میں بیس ہزار احادیث موجود ہیں اور ابن مہدی ان کو امام ثوری پر ترجیح دیتے تھے، امام صاحب کے اخص اصحاب سے تھے، بعض روادۃ نے ان کی طرف امام صاحب کے بارے میں وہ اقوال منسوب کئے ہیں جو انہوں نے ہرگز نہیں کہے

جیسا کہ بہت سے دوسرے حضرات کی طرف بھی ایسی نسبتیں کی گئی ہیں (تقدم نصب الرایہ) حضرت سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ میں نے صحابہ کے حالات میں غور کیا اگر صحابہ کو حضور اکرم ﷺ کی محبت مبارکہ اور آپ کے ساتھ غزوات میں شرکت کی فضیلت حاصل نہ ہوتی تو ابن مبارک ان کے برابر ہی ہوتے، یہ بھی فرمایا کہ ابن مبارک فقیہ، عالم، عابد، زاہد، شیخ، شجاع اور ادیب و شاعر تھے، فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا مثل نہیں چھوڑا، ابن معین نے فرمایا ابن مبارک بہت سمجھدار، پختہ کار، ثقہ، عالم، صحیح الحدیث تھے، چھوٹی بڑی سب کتابوں کی تعداد جو انہوں نے جمع کی تھیں میں اکیس ہزار تک بیان کی جاتی ہے، یحییٰ اندلسی کا بیان ہے کہ امام مالکؒ کو ہم نے کسی کے لئے اپنی جگہ سے تعظیماً اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن ابن مبارک کے لئے انہوں نے ایسا کیا اور بالکل اپنے قریب ملا کر بٹھلایا، قاری امام مالکؒ کو پڑھ کر سناتا رہا، بعض جگہ امام مالکؒ روک کر پوچھتے کیا تم لوگوں کے پاس بھی اس بارے میں کچھ ہے؟ تو ابن مبارکؒ ہی جواب دیتے تھے اور بڑے ادب و آہستگی سے بولتے تھے، جب مجلس ختم ہوئی تو امام مالکؒ ان کے حسن ادب سے بھی بہت متاثر تھے اور ہم سے فرمایا کہ ”یہ ابن مبارک فقیہ خراسان ہیں“ ظلیل کا قول ہے کہ ابن مبارکؒ کی امامت پر سب کا اتفاق ہے اور ان کی کرامات شمار سے باہر ہیں، اسود بن سالم نے فرمایا کہ جو شخص ابن مبارکؒ کو مطعون کرے اس کے اسلام میں شک ہے، امام نسائی کا قول ہے کہ ابن مبارکؒ کے زمانہ میں ان سے زیادہ ظلیل القدر، بلند مرتبہ اور تمام بہتر خصائل کا جامع ہمارے علم میں نہیں ہوا، حسن بن عیسیٰ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ اصحاب ابن مبارکؒ نے جمع ہو کر ان کے فضائل شمار کئے تو سب نے طے کیا کہ ان میں حسب ذیل کمالات مجتمع تھے علم، ۲، فقہ، ۳، ادب، ۴، نحو، ۵، لغت، ۶، شعر، ۷، فصاحت، ۸، زہد، ۹، ورع، ۱۰، انصاف، ۱۱، قیام لیل، ۱۲، عبادت، ۱۳، حج، ۱۴، غزوہ و جہاد، ۱۵، شہسواری، ۱۶، شجاعت، ۱۷، جسمانی قوت، ۱۸، ترک لالیعی، ۱۹، کی اختلاف اپنے اصحاب سے، عباس نے یہ امور بھی اضافہ کئے ۲۰ سخاوت، ۲۱ تجارت، ۲۲ محبت باوجود مفارقت ان کے علاوہ بھی آپ کے مناقب و فضائل بہت زیادہ ہیں، ایک جہاد سے واپسی ہے، ۱۸۱ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور باوجود ان مناقب جلیلہ کے وہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب و تلامذہ میں سے تھے اور حسب تصریح تاریخ خطیب وستان الحمد شین وغیرہ امام صاحب کی وفات تک ان کی خدمت سے جدا نہ ہوئے، امام صاحب کے تلمذ پر فخر کرتے ان کی مدح فرماتے مخالفین کو امام صاحب کی طرف سے جواب دیتے تھے، وغیرہ ذلک ابن مبارک سے کہا گیا کہ آخر کب تک حدیثیں لکھتے رہیں گے؟ فرمایا ”جس کلمہ سے مجھے نفع پہنچا شاید وہ اب تک نہ لکھا“ اکثر اوقات اپنے گھر میں تنہا بیٹھے رہتے، کسی نے کہا آپ کو وحشت نہیں ہوتی؟ فرمایا وحشت کیسی؟ جب کہ میں حضرت اقدس ﷺ کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی آپ کی حدیث میں مشغول ہوتا ہوں، علوم نبوت سے انتہائی شغف رکھتے تھے اور اشعار ذیل کا بہترین مصداق تھے۔

حدیث و حدیث عنہ صحیحی ہذا اذا غاب او ہذا اذا حضر کلاما حسن عندی امر یہ لیکن احلا ہما وفق النظر

امام اعظم سے مسانید امام میں بہ کثرت روایات کی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (مناقب کردری جلد دوم و جامع المسانید)

۳۶- الامام الحجة حافظ الحديث ابو يوسف

ولادت ۹۳ھ، وفات ۱۸۲ھ عمر، ۸۹ سال

نام ونسب

۱۱ امام الخوافی المتقن المجتهد المطلق ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب سعد بن حکیم بن معاویہ بن خاف بن ثعلبہ الانصاری البکلی رضی اللہ عنہ

سنتِ سعد (والد حبیب) صحابی تھے، غزوہ احد میں شرکت کے متمنی تھے، مگر چھوٹے تھے، حضرت رافع بن خدیج اور ابن عمر کے ساتھ

ساتھ حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو حضور ﷺ نے ان کو چھوٹا بتلایا اس لئے شریک نہ ہو سکے، پھر غزوہ خندق اور بعد کے

غزوات میں شرکت فرمائی پھر کوفہ میں سکونت کی اور وہیں وفات ہوئی، حضرت زید بن ارقم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے غزوہ خندق میں ملاحظہ فرمایا کہ میدان قتال میں سعد، بڑی بے جگری سے جاں بازی و جاں سپاری میں منہمک ہیں، حالانکہ بہت ہی کم عمر تھے، یہ ادا حضور ﷺ کو بے انتہا پسند ہوئی، محبت سے اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ اے عزیز نوجوان تو کون ہے؟ کہا سعد بن حبیب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا خدا تجھ کو نیک بخت کرے، مجھ سے اور قریب ہو جا، وہ قریب ہوئے تو آپ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے کہ دادا جان کے سر پر حضور ﷺ کے ہاتھ پھیرنے کی برکات میں برابر محسوس کرتا ہوں، اس سے زیادہ تفصیل نسب و تحقیق دس ولادت وغیرہ محدث کبیر علامہ کوثریؒ کی کتاب ”حسن التقاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

صحیح سنہ ولادت

کوثری صاحب نے تاریخی دلائل سے امام موصوف کا سنہ ولادت ۹۳ھ ہی قرار دیا ہے، نہ وہ جو عام طور سے مشہور ہے، یعنی ۱۱۳ھ، وہ ان لوگوں نے ظن و تخمین سے ۹۳ھ سے تعین کر کے سمجھا اور لکھا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام مالکؒ سے دو سال بڑے تھے، چنانچہ امام ابو یوسفؒ امام مالکؒ سے معاملہ بھی اقران ہی کا سا کرتے تھے اور امام اعظم کے شرکاء تدوین فقہ میں بھی ان کو سب ”عشرہ متقدمین“ میں ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اول سے آخر تک شریک رہے ہیں اور تصفیہ شدہ مسائل و احکام کو قاتر میں لکھنے کی خدمت بھی ان سے متعلق رہی ہے، وغیرہ۔

تحصیل علم

امام ابو یوسفؒ خود فرماتے ہیں کہ میں پہلے ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں آیا جایا کرتا تھا اور وہ میری بڑی قدر کرتے تھے، جب کوئی علمی اشکال ان کو پیش آتا تھا تو امام ابو حنیفہ کے ذریعہ اس کو حل کرتے تھے، اسی لئے میرے دل میں خواہش تھی کہ میں بھی امام صاحب کے پاس آنے جانے لگوں، مگر مجھے خیال ہوتا کہ ابن ابی لیلیٰ کو ناگوار ہوگا، اس لئے رکتا تھا۔

ایک دفعہ ایک مسئلہ کی بحث کے دوران ان کو گرانی ہوئی (اس کی تفصیل بھی کوثری صاحب نے لکھی ہے) اور میں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر امام صاحب کی خدمت میں حاضری کا سلسلہ شروع کر دیا۔

مالی امداد

والد صاحب کو اس کا علم ہوا تو کہا کہ ”امام صاحب، مالدار مستغنی آدمی ہیں، تو محتاج مفلس ہے۔ تیرا ان سے کیا جوڑ؟ تجھے فکر معاش کرنی چاہئے“ والد کی اطاعت بھی ضروری تھی، میں فکر معاش میں لگ گیا، امام صاحب نے میری غیر حاضری محسوس کی اور بلایا، سبب پوچھا، میں نے پوری بات عرض کی، درس میں شرکت کی، جب سب چلے گئے تو امام صاحب نے مجھے ایک تھیلی دی کہ اس سے اپنے گھر کی ضرورتیں پوری کرو اور جب ختم ہو جائے، مجھے بتلانا، اس تھیلی میں ایک سو درہم تھے، میں التزام کے ساتھ درس میں شریک رہنے لگا، چند ہی دن گزرے کہ امام صاحب نے خود ہی مجھے دوسری تھیلی دی، اور پھر اسی طرح میری امداد فرماتے رہے جیسے ان کو پہلے روپوں کے ختم ہونے کی اطلاع خود بخود ہو جاتی تھی کیونکہ مجھے ایک دفعہ کے بعد پھر کبھی عرض کرنے کا موقع نہیں ہوا۔

امام صاحب کی توجہ سے نہ صرف میرے گھر والے فکر معاش سے بے نیاز ہو گئے، بلکہ ہمیں ایک قسم کا تمول حاصل ہو گیا اور امام صاحب کی خدمت میں رہ کر مجھ پر علوم کے دروازے بھی کھل گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ والد نے کچھ کہا تو ان کی والدہ درس سے اٹھا کر لیجاتی تھیں، امام صاحب نے ایک دن کہا! نیک بخت! جا! یہ

علم پڑھ کر فالودہ اور روغن پستہ کے ساتھ کھائے گا، یہ سن کر وہ بڑا بڑا ہوا تو چلی گئیں۔

جب قاضی القضاۃ ہوئے تو ایک بار خلیفہ ہارون رشید کے دسترخوان پر فالودہ مذکور پیش ہوا، خلیفہ نے کہا کہ یہ کھا یہ روز روز نہیں تیار ہوتا، پوچھا کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا فالودہ اور روغن پستہ، اس پر امام ابو یوسف مسکرائے، خلیفہ نے با اصرار سبب دریافت کیا تو امام صاحب کا واقعہ بالا سنایا، خلیفہ کو سن کر حیرت ہوئی اور کہا۔ ”علم دین و دنیا میں عزت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے، وہ عقل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔“

سترہ برس تک امام صاحب کی خدمت میں رہے، ایک بار سخت بیمار ہو گئے، امام صاحب نے آ کر دیکھا تو واپسی میں ان کے دروازہ پر متفکر کھڑے ہو گئے، کسی نے پوچھا تو کہا ”یہ جوان مر گیا تو زمین کا سب سے بڑا عالم اٹھ جائے گا۔“

امام ابو یوسف کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز مجھ کو ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس سے زیادہ محبوب نہ تھی، امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور ابن ابی لیلیٰ سے اچھا قاضی میں نے نہیں دیکھا۔

امام ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کا علم زمین کے گوشہ گوشہ تک پہنچایا، اصول فقہ کی کتابیں لکھیں۔ ۲ مسائل کا نشر املاء کے ذریعہ کیا، سترہ برس تک قاضی القضاۃ رہے، ابن عبد البر کا قول ہے کہ میرے علم میں کوئی قاضی سواء ابو یوسف کے نہیں، جس کا حکم مشرق سے مغرب تک سارے آفاق میں رواں ہوا ہو۔ (شذرات الذہب)

قاضی ہونے کے زمانہ میں ایک بار خلیفہ وقت حادی کے ایک باغ پر کسی نے ان کی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا، بظاہر بادشاہ وقت کا پہلو زبردست تھا مگر واقعہ اس کے خلاف تھا، خلیفہ نے کسی موقع پر ان سے پوچھا کہ تم نے فلاں باغ کے معاملہ میں کیا کیا؟ جواب دیا مدعی کی درخواست ہے کہ امیر المؤمنین کی حلفیہ شہادت اس امر پر لیجائے کہ ان کے گواہوں کا بیان سچا ہے، ہادی نے پوچھا کیا ان کو اس مطالبہ کا حق ہے؟ جواب دیا کہ ابن ابی لیلیٰ کے فیصلہ کے مطابق صحیح ہے، خلیفہ نے کہا اس صورت میں باغ مدعی کو دلا دو یہ امام ابو یوسف کی ایک تدبیر تھی۔ ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابو یوسف، تفسیر، مغازی اور ایام عرب کے حافظ تھے، فقہ ان کے علوم میں اقل العلوم تھی، ایک بار امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں کی بابت کہا۔

”یہ چھتیس مرد ہیں، ان میں سے اٹھارہ عہدہ قضا کی اہلیت رکھتے ہیں، چند فتویٰ دینے کی دو ایسے ہیں جو قاضیوں کو پڑھا سکتے ہیں، یہ کہہ کر امام ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ کیا۔

ایک بار امام ابو حنیفہ نے دلاؤ دلائی سے کہا کہ تم عبادت کے لئے پیدا ہوئے، ابو یوسف سے کہا تم دنیا کی طرف مائل ہو گئے، اسی طرح زفر وغیرہ کی نسبت رائے ظاہر کی، جو کہا تھا، واقعات نے وہی ثابت کیا۔

وفات سے پہلے کہتے تھے کہ سترہ برس دنیا کے کام میں رہ چکا، میرا گمان ہے کہ اب میری موت قریب ہے، اس قول کے چھ ماہ بعد وفات پائی۔

غیر معمولی علمی شغف اور امام صاحب سے خصوصی استفادہ

امام ابو یوسف امام صاحب کے علوم کے اس قدر گرویدہ تھے کہ خود ہی بیان کیا کہ ایک دفعہ میرے بیٹے کا انتقال ہوا تو میں نے اس وقت بھی امام صاحب کی مجلس سے غیر حاضری پسند نہیں کی، بلکہ اپنے احباب اعزہ اور پڑوسیوں ہی کو تجہیز و تدفین کی خدمت پر مامور کر دیا، اس ڈر سے کہ امام صاحب کے علمی ارشادات و فیوض سے محروم نہ ہو جاؤں اور اس کی حسرت و افسوس میرے دل میں ہمیشہ رہے۔

امام ابو یوسف کا یہ ارشاد مبالغہ نہیں ہے، کیونکہ امام صاحب کے انتقال کے بعد بعض اوقات بڑی حسرت سے فرمایا کرتے تھے کہ

”کاش امام صاحب کی ایک علمی محبت مجھے بھرل جاتی اور میں ان سے اپنے علمی اشکال حل کر لیتا، خواہ مجھے اس ایک مجلس پر اپنی آدمی دولت قربان کرنی پڑتی“ لکھا ہے کہ اس وقت امام صاحب میں لاکھ روپے کے مالک تھے، گو یادس لاکھ روپے صرف کر کے ایک مجلس کی تمنا کرتے تھے درحقیقت علم اور صحیح علم کی قدر و قیمت ایسی ہی ہے۔ من لم ینق لم یدر۔“

نقل ہے کہ امام ابو یوسف اپنے دونوں شیخ ابن ابی لیلیٰ اور امام صاحب دونوں کی انتہائی تعظیم کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو علمی برکات سے حظ وافر حاصل ہوا۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ

قاضی ابن ابی لیلیٰ عہد اموی و عباسی میں کافی مدت تک قاضی رہے، جن کو حضرت قاضی شریح کے قضایا سے پوری واقفیت تھی جو حضرت عمرؓ کے زمانہ سے حجاج کے زمانہ تک قاضی رہے اور حضرت علیؓ کے قضایا بھی ان کے معمول بہار ہے تھے۔

اسی طرح امام ابو یوسف نے امام صاحب کے علم فقہ حدیث کے ساتھ قضایا سے صحابہ و تابعین کا پورا علم جمع کر لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف نے سب سے پہلے قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہو کر پوری اسلامی دنیا کے قاضیوں پر وہ علمی اثرات ڈالے کہ ان کی نظیر بول و آخر میں نہیں ملتی۔

بے نظیر حافظ

علامہ ابن الجوزی نے باوجود اپنی شدت و مصیبت خاصہ کے امام ابو یوسف کو قوت حفظ کے اعتبار سے ان سو ۱۰۰ افراد میں شمار کیا ہے جو اس امت کے مخصوص و بے نظیر صاحب حفظ ہوئے ہیں (اخبار النقاء، قلمی نسخہ غامریہ دمشق)

علامہ ابن عبد البر نے اتقاء میں لکھا کہ امام ابو یوسف بڑے حافظ حدیث تھے ملکہ حفظ ایسا تھا کہ کسی محدث کی ملاقات کو جاتے دوران گفتگو میں ۶۰، ۵۰ حدیثیں سننے باہر آ کر ان سب کو پورے حفظ و ضبط کے ساتھ بے کم و کاست بیان کر دیتے تھے۔

امام ابو یوسف کے حج کا واقعہ

امام حدیث حسن بن زیاد نے بیان کیا کہ ایک دفعہ امام ابو یوسف کے ساتھ حج کو گئے، راستے میں وہ غلیل ہو گئے، ہم بیڑ میمون پر اتر گئے، حضرت سفیان بن عیینہ عیادت کو آئے، امام ابو یوسف نے (جو عاشق حدیث تھے) ہم سے فرمایا، ابو محمد سے حدیثیں سن لو، انہوں نے اشارہ پا کر چالیس حدیثیں سنائیں، جب سفیان چلے گئے تو فرمایا۔ لو مجھ سے پھر بن کر ان حدیثوں کو محفوظ کر لو اور باوجود اپنی کبر سن، ضعف، حالت سرفرازی و بیماری کے وہ سب حدیثیں اپنی یاد سے ہمارے سامنے دہرا دیں۔

اس واقعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف کی وفات کبر سن میں ہوئی ہے، کیونکہ بچپن سال کے آدمی کو کبر سن نہیں کہا جاتا۔

ذکر محدث ابو معاویہ

موفق میں حسن بن ابی مالک سے نقل کیا کہ ہم لوگ محدث ابو معاویہ کے پاس آتے جاتے تھے تاکہ ان سے حجاج بن ارطاة کی احادیث میں سے احادیث احکام فقہ حاصل کریں تو وہ ہم سے فرماتے تھے ”کیا تمہارے پاس قاضی ابو یوسف نہیں ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ہیں، فرماتے۔ تم لوگ بھی عجیب ہو تم ابو یوسف کو چھوڑ کر میرے پاس آتے ہو، ہم لوگ جب حجاج بن ارطاة کے پاس جاتے تھے تو جس وقت وہ املاء حدیث کرتے تھے تو ابو یوسف سب حدیثیں یاد رکھتے تھے، پھر جب ان کی مجلس سے نکل آتے تھے تو ابو یوسف کے حافظ سے ہی وہ سب احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔

علامہ موفق نے اپنی سند سے یحییٰ بن آدم سے نقل کیا کہ ہارون رشید سے، جو خود بھی بڑے فقیہ عالم تھے کہا گیا کہ آپ نے ابو یوسف کو ان کے علم و مرتبہ سے زیادہ بلند کر دیا، اور بہت اونچے مقام پر قاز کر دیا، اس کی وجہ کیا ہے؟ خلیفہ ہارون رشید نے جواب دیا ”میں ان کو خوب جانتا ہوں اور کافی تجربہ کے بعد ایسا کیا ہے، واللہ! میں نے جس علمی مسئلہ میں بھی ان کی جانچ کی، اس میں ان کو کامل ہی پایا، ہمارے ان کے حدیثی مذاکرات بھی طویل طویل ہوتے تھے، اور ہم لکھتے تھے، وہ بغیر لکھے یاد رکھتے تھے، پھر جب مجلس سے اٹھتے تھے تو ان کے پاس محدثین دروافتہ جمع ہو جاتے تھے، اور وہ اپنے پاس کی لکھی ہوئی احادیث ان کی یادداشت سے صحیح کر لیا کرتے تھے اور فقہ میں تو وہ ایسے درجہ پر پہنچے ہیں کہ اس تک کوئی دوسرا ان کے طبقہ کا پہنچا ہی نہیں۔

بڑے بڑے عالم علم ان کے سامنے چھوٹے ہیں، اور بڑے بڑے فقیہ ان کے مقابلہ میں کم حیثیت ہیں لوگوں کو درس دیں تو بغیر کتاب اور یادداشت کے، دن کو ہمارے کاموں میں شغولی (یعنی قضا کی خدمات) کے ساتھ رات کو درس کے لئے تیار، آنے والوں لوگوں سے پوچھتے ہیں، کیا چاہتے ہو؟ وہ کہتے کہ فلاں فلاں فقہی ابواب و احکام میں افادہ کیجئے! پس فوراً بالبداهت ایسے جوابات بتاتے ہیں، جن سے علماء، زمانہ عاجز ہیں اور ان سب کمالات علمی کے ساتھ عملی طور سے مذہبی استقامت اور دینی پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ ہیں، اب ان جیسا کوئی لا کر مجھے دکھاؤ!“

خلیفہ ہارون رشید نے واقعی امام ابو یوسفؒ کے خاص خاص کمالات بہت موزوں پیرایہ میں جمع کر دیئے، مولود بن رشید کا قول ہے کہ۔ ”اگر امام اعظم کا کوئی شاگرد بھی امام ابو یوسفؒ کے سوانہ ہوتا تو یہی ان کے فخر کے لئے کافی تھے، میں جب کبھی ان کو کسی علمی موضوع پر بحث کرتے ہوئے دیکھتا تو ایسا معلوم ہوتا جیسے، کسی بڑے سمندر میں سے نکال نکال کر علم کے دریا بہا رہے ہیں، علم حدیث، علم فقہ اور علم کلام سب ان کے درمرو تھے، ان علوم کی تمام مشکلات ان کے لئے آسان ہو چکی تھیں“

ہلال بن یحییٰ بصری کا قول ہے کہ امام ابو یوسفؒ، تفسیر، مغازی، ایام العرب کے حافظ تھے اور ان کے علوم متعارفہ میں سے ایک فقہ بھی تھا، بروایت ذہبی یحییٰ بن خالد کا قول ہے کہ ”ہمارے یہاں امام ابو یوسف تشریف لائے، جب کہ یہ نسبت دوسرے علم کے ان کا فقہی امتیاز نمایاں نہ تھا، حالانکہ اس وقت بھی ان کا، فقہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ چکی تھی۔“

ابن ابی العوام نے بواسطہ امام شاہی امام یحییٰ بن معین کا قول نقل کیا کہ ”اصحاب البری میں امام ابو یوسف سے زیادہ اثبت فی الحدیث اور ان سے بڑا حافظ حدیث اور زیادہ محنت کے ساتھ حدیث کی روایت کرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔“

امام ابو یوسف کے ذکاوت و وقت نظر کے واقعات بہت ہیں، علامہ کوثریؒ ”حسن القاضی فی سیرۃ الامام ابی یوسف القاضی“ میں امام موصوف کے علمی و عملی کمالات و واقعات کا بہترین مرقع پیش کیا ہے جو ہر خفی عالم کو حرز جان بنانا چاہئے، کوثری صاحب کی تمام تصانیف اعلیٰ علمی جواہر و نوادر کا ذخیرہ اور حقائق و دوافع کا بے مثل خزانہ ہیں۔

شیوخ فقہ وحدیث

امام ابو یوسف نے احکام قضا میں زیادہ تر قاضی ابن ابی لیلیٰ سے استفادہ کیا اور فقہ وحدیث میں امام اعظم سے کلی استفادہ کیا، رات دن امام صاحب ہی کی خدمت میں گزارتے تھے، خود فرماتے ہیں کہ میں اسی سال برابر امام صاحب کی خدمت میں رہا کہ صبح کی نماز ہمیشہ ان کے ساتھ ہی پڑھی۔ (معیہ و تاریخ کبیر)

دوسری روایت صبری کی ہے کہ ۷۱ سال امام صاحب کے ساتھ اس طرح گزارے کے بجز حالت مرض کے عید فطر اور عید الفطر میں بھی ان ہی کے پاس حاضر رہا، فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیا کی کوئی مجلس امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس علمی سے زیادہ محبوب نہ تھی، دوسرے چند شیوخ یہ ہیں۔

ابان بن ابی عیاش، احوص بن حکیم، ابواسحاق شیبانی، اسماعیل بن امیہ، اسماعیل بن علیہ، اسماعیل بن مسلم (وغیرہ رجال ترمذی میں سے) ابن جریج عبد الملک، حجاج بن ارطاة، حسن بن دینار، اعمش، عبدالرحمن بن ثابت، عطاء بن السائب، عطاء بن یحییٰ، عمرو بن دینار، عمرو بن میمون، عمر بن نافع، قیس بن الربیع، لیث بن سعد، مالک بن انس، مالک بن مغول، مجالد بن سعید، محمد بن اسحاق (صاحب مغازی) مسعر بن کدام، نافع مولیٰ ابن عمر، یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ حجاز، عراق و دیگر شہروں کے مشاہیر اہل فضل و کمال، علامہ کوثری نے زیادہ نام تحریر کئے ہیں، اور یہ بھی تنبیہ کی ہے کہ کُلُّ شَيْءٍ اَقْدَرُ رَاوِدَةَ حَدِيثَہُ نے اپنی قلت علم اور کمی درک مدارج اجتہاد یا تعصب وغیرہ سے اور بعض نے کسی غلط فہمی سے ان میں سے بعض اکابر شیوخ پر نقد و جرح بھی کی ہے جو جو مذکورہ قابل اعتناء نہیں۔

امام ابو یوسف کا تعلیمی و تدریسی شغف

امام صاحب باوجود یکہ علم و فضل کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے، دنیوی وجاہت کا بھی طرہ امتیاز اوج پر تھا، خلفاء عباسیہ کا جاہ و جلال، عظمت و رعب دنیا پر چھایا ہوا تھا، لیکن دربار خلافت کے وزراء کی تو امام ابو یوسف کے سامنے ہی کیا تھی، خود خلیفہ ہارون رشید امام صاحب موصوف کا انتہائی ادب و احترام کرتا تھا۔

امام صاحب قصر شاہی میں نہ صرف یہ کہ بے روک ٹوک ہر وقت جاسکتے تھے، بلکہ اپنے گھوڑے پر سوار ہی خلیفہ کے دربار خاص تک جایا کرتے تھے اور خلیفہ دربار خاص کا پردہ ہٹا کر خود کھڑے ہو کر مسکراتے ہوئے امام موصوف کا استقبال کرتا، اور پہلے خود سلام کرتا اور اسی طرح ہمیشہ ہوتا تھا، کتب تاریخ میں ایک عربی کا شعر بھی آتا ہے جو ہارون رشید امام موصوف کی آمد پر بعد اظہار مسرت و اعزاز پڑھا کرتا تھا، آج کے حالات میں کون یقین کرے گا کہ ہمارے دین کے پیشواؤں کی ایسی آن بان بھی رہی ہے، پھر کتب تاریخ میں کچھ ایسے غلط و بے اصل جھوٹے راویوں کے چلائے ہوئے قصے بھی لکھے گئے، جن کی وجہ سے بڑوں بڑوں کی صحیح پوزیشن نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

امام ابو یوسف کے قبول عہدہ قضا کو ان کی دنیا طلبی سے تعبیر کیا گیا اور ایسے قصے بھی گھڑے گئے کہ امام صاحب نے خدا نخواستہ خلفاء کی رضا جوئی اور انعامات کی خاطر شرعی مسائل بتائے، ہمارے اہل مناقب نے بھی بے تحقیق ایسے چند واقعات نقل کر دیئے جن سے امام موصوف کی ذہانت و ذکاوت و وسعت غنی ثابت ہو۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے علامہ کوثری صاحب کو کہ حسن انتظامی میں ایسے واقعات کی بھی تاریخی دلائل سے تغلیط کر دی، اگرچہ امام صاحب کے مجموعی حالات سے بھی ایسے قصے مشکوک معلوم ہوتے تھے، یہاں عرض کرنا یہ تھا کہ امام موصوف اتنی مشغولیتوں کے ساتھ بھی آخر وقت تک درس و تعلیم کا کام کرتے رہے، وراس سے کبھی سیر نہ ہوتے تھے، نہ کسی وقت پڑھانے، سمجھانے اور علمی مذاکرہ سے اکتاتے تھے۔

حسن بن زیاد کا بیان ہے کہ میں نے مسلسل علم کے زمانہ میں امام زفر کے پاس بھی جاتا تھا اور امام ابو یوسف کے پاس بھی، لیکن میں نے امام ابو یوسف کو زیادہ با حوصلہ پایا، اکثر یہاں ہوتا کہ میں پہلے امام زفر کے پاس پہنچتا اور مشکل مسائل پوچھتا وہ مجھے سمجھاتے میں نہ سمجھتا اور بار بار سوال کر کے ان کو عاجز کر دیتا وہ کہتے۔ کم بخت جا! تجھے کیا علم آئے گا؟ کوئی پیشہ دیکھ، کھیتی وغیرہ کر، ان کے اس طرح فرمانے سے مجھے بڑا

سہ ابن خلکان نے امام ابو یوسف کے تذکرہ میں ان کے ہارون رشید کے دربار میں عروج کا سبب بھی ایک جموں واقعہ نقل کر دیا ہے، اسی طرح عیسیٰ بن جعفر کے لوثی ند سینے اور امام ابو یوسف کا شرعی طریقہ مذاکرہ انعام پانے کا قصہ بھی مستند نہیں ہے، جس کو ہمارے علامہ شامی وغیرہ نے بھی ذہانت کی تعریف کے خیال سے نقل کر دیا اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہی قصہ نقل کر دیا ہے اور سنی سے طوہرات میں ابن مبارک کی طرف منسوب کر کے ایک بے سرو پا قصہ نقل کر دیا، امام ابو یوسف و امام محمد کے باہمی تعلقات میں خرابی اور اس کے بھی ایک دو قصے یوں ہی بے سند نقل ہوئے اور ہمارے علامہ سرخسی وغیرہ نے بھی بے تحقیق ان کی روایت کر دی ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم و احکم

غم ہوتا اور بڑی مایوسی ہوتی (کیونکہ مجھے بغیر لم کے کسی چیز کی پیاس نہ تھی) امام ابو یوسف کے پاس جاتا اور وہی مسائل مشکلہ پیش کرتا وہ ان کے جوابات فرماتے اور سمجھانے کی کوشش فرماتے، پھر بھی میری پوری طرح تشفی نہ ہوتی تو فرماتے - اچھا ٹھہرو! ذرا صبر کرو، پھر فرماتے تم کچھ تھوڑا بہت سمجھ بھی یا ابھی ابتدائی حالت ہی ہے؟ میں کہتا کہ کچھ فائدہ تو مجھے ہوا ہے مگر جس طرح میں چاہتا ہوں تسلی نہیں ہوئی، فرماتے، کچھ حرج نہیں، ہر ناقص چیز کامل ہو سکتی ہے ٹھہرو! ان شاء اللہ تعالیٰ تم سمجھ لو گے۔

حسن فرماتے ہیں کہ میں ان بزرگوار قدر صبر و تحمل پر بڑی حیرت کرتا تھا، وہ اپنے تلامذہ و اصحاب سے فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ قدرت ہوتی کہ اپنے دل کی ساری باتیں تمہارے دلوں میں اتار دوں تو مجھے ایسا کرنے میں بڑی خوشی ہوتی۔

یہ واقعہ میں نے اس لئے بھی ذکر کیا کہ آجکل کے طلبہ و اساتذہ دونوں اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کے رخ کو بدلیں تاکہ ان کو بھی علم و حکمت کے وہی سابقہ انوار و برکات حاصل ہوں پہلے ہارون رشید کے قول سے بھی معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف عہدہ قاضی القضاۃ کی غیر معمولی مصروفیتوں کے باوجود دروس میں درس و تعلیم دیا کرتے تھے اور تاریخ نے ہی یہ بھی بتایا کہ آخری وقت وصال میں بھی علمی مسائل کی تحقیق ہی فرماتے رہے۔

ابراہیم بن الجراح کا بیان ہے کہ مرض موت میں عیادت کے لئے حاضر تھا، اس وقت بھی علمی گفتگو تھی، کچھ دیر غشی رہی، افاقہ ہوا تو مجھ سے کہنے لگے ابراہیم! رمی جمار سوار کر کرنا افضل ہے یا پیدل! میں کہا پیدل! فرمایا غلط، میں نے کہا سوار! فرمایا غلط، پھر خود فرمانے لگے کہ جس حجرہ کے پاس دعا کرے گا وہاں پیدل انصل ہے اور جہاں نہیں وہاں سوار ہو کر، ابراہیم کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر دروازہ تک ہی آیا تھا کہ ان کی وفات کی خبر سن لی۔ (کتاب ابن ابی عمیر)

مناقب صیری میں اتنا اضافہ اور بھی ہے کہ میں نے عرض کیا آپ اس حالت میں بھی مسائل بیان کر رہے ہیں؟ فرمایا کیا حرج ہے؟ کیا عجب ہے خدا اسی درس مسائل کے صدقہ میں نجات بخش دے پھر دونوں جگہ کے فرق کی بھی توجیہ فرمائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ورضی عنہ وارضاه۔

امام ابو یوسف کے تلامذہ

علامہ کوثری نے بہت لوگوں - کہنا تحریر فرمائے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں امام احمد بن حنبل (صاحب مذهب) احمد بن منیع (شیخ امام بخاری) اسد بن فرات (مدون مذهب امام مالک) اسماعیل بن حماد (ابن الامام الاعظم) بشر بن غیاث، جعفر بن یحییٰ البرکی حسن بن زیاد لولوی حماد بن دہیل، خالد بن صبیح، خلف بن ایوب بلخی، شجاع بن مخلد، شفیق بن ابراہیم بلخی، علی بن الجعد (صاحب الجعديات) علی بن حرطہ، علی بن المدینی (شیخ بخاری) فضیل بن عیاض، امام محمد، محمد بن سہاء، معقل بن منصور، وکیع بن الجراح، ہشام ابن عبد الملک الوالیدی الطیالسی، ہلال بن یحییٰ الرائی (صاحب احکام الوقف) یحییٰ بن آدم، یحییٰ بن معین (شیخ البخاری) امام شافعی بواسطہ امام محمد، امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں اور

امام احمد فرماتے ہیں کہ میرے سب سے پہلے استاد حدیث امام ابو یوسف ہیں اور ان سے میں نے تین سال ان کے پاس رہ کر تین قماطر (الماریاں) علم کی نگھی ہیں اس مشہور فقیہ تھے، نقض الداری سے ان کے علوم مرتب علمی کا پتہ چلتا ہے، ان کی بہت سی علمی تصانیف اور امام ابو یوسف سے روایات کثیرہ ہیں، اہل زہد و ورع سے تھے، مسئلہ خلق قرآن میں معتزلہ کی طرف میلان ہو گیا تھا، اگرچہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی مراد ما بین الدین تھی، علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ص ۲۵۶ ج ۱ میں ان کو مرجئی کہا ہے، اور بھی کچھ چیزیں ان کی طرف منسوب ہوئیں، واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہیں، خلق قرآن کے مسئلہ میں امام ابو یوسف نے ان کو تنبیہ کی تھی، شاید اس سے کچھ اصلاح بھی ہوئی، کیونکہ امام احمد نے فرمایا میں اس مجلس میں موجود تھا جب بشر مرسی کو امام ابو یوسف کے حکم سے پاؤں کھینچ کر نکالا گیا، پھر میں نے اگلے روز دیکھا کہ آئے میں نے کہا کہ آپ کو اس طریقہ کو اپنا پھر بھی آپ آگئے؟ کہا کہ اس بات کی وجہ سے میں علم سے محرومی کو گوارا نہیں کر سکتا۔

یہ بھی امام ابو یوسف نے ان سے فرمایا تھا کہ ”تم بہت قابل قدر آدمی ہو، اگر تمہارے اندر وہ بری رائے نہ ہو“ لیکن امام صاحب موصوف نے پھر ان کو مجلس میں آنے دیا اس سے خیال ہوتا ہے کہ ان کی کچھ اصلاح ضرور ہو گئی ہوگی۔

کتاب الامام اور اپنی سند میں امام ابو یوسف سے بواسطہ امام محمد روایت بھی کی ہے، جیسے حدیث صحیح الولا میں۔

امام ابو یوسف اور امام شافعی کا اجتماع ایک جگہ نہیں ہوا، جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر اور حافظ سخاوی نے بھی تصریح کی ہے، باقی بعض مسانید امام اعظم میں جو امام شافعی کی روایات امام ابو یوسف سے منقول ہے وہ غلط ہے کہ یوسف کی جگہ ابو یوسف تحریر ہو گیا ہے اور وہ یوسف بن خالد سستی ہیں، واللہ اعلم (حسن التقاضی)

امام ابو یوسف نے اگرچہ اپنا انساب اپنے استاد محترم امام اعظم کے ساتھ ہمیشہ باقی رکھا، مگر ان کے علمی کمالات اور قوت اجتہاد و استنباط و جمع شروط اجتہاد کے پیش نظر ان کو مجتہد مطلق ماننا ضروری ہے، وہ امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کے رکن رکین اور فرد اعظم تھے اور امام صاحب کی وفات تک تقریباً ۲۹ سال تدوین کے کام میں مشغول رہے۔

چنانچہ امام اعظم نے خود بھی (ابن ابی) ان کے طبقہ کے علم اہل الارض فرمایا تھا جیسا کہ تاریخ خلیفہ میں بواسطہ امام طحاوی اسد بن فرات سے منقول ہے اور ابن ابی عمران شیخ لہام طحاوی نے فرمایا کہ حافظ فقیہ علی بن الجعد (صاحب الجعديات المشہور) ایک روز درس حدیث دے رہے تھے اور مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی، آپ نے خبرنا ابو یوسف ہی کہا تھا کہ ایک شخص بولا کیا آپ ابو یوسف کا ذکر فرما رہے ہیں؟ حضرت الاستاذ نے اس طرح کے سوال سے امام کی تحقیر محسوس کی اور بارعب و جلال لہجہ میں فرمایا کہ جب تم امام ابو یوسف کا ذکر مبارک کرنا چاہو تو پہلے اپنے منہ کو اشان اور گرم پانی سے اچھی طرح پاک و صاف کر لینا، پھر فرمایا کہ واللہ میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔ جبکہ وہ امام ثوری، امام مالک، حسن صالح، ابن ابی ذئب، لیث بن سعد، اور شعبہ بن الحجاج جیسے اکابر ائمہ و مجتہدین کو دیکھ چکے تھے، لہذا وہ امام صاحب موصوف کو ان سب پر فضیلت دیتے تھے اور امام اعظم نے امام ابو یوسف کی شرح معانی حدیث بریہ پر "انتم الاطباء و نحن الصیادلة" فرمایا تھا۔ (حسن التقاضی) علامہ کوثری نے اس موقع پر مجتہدین کی اس تقسیم کو رائج ثابت کیا ہے جو ابن حجر کی نے "شن الخارہ" میں درج کی ہے جس کو مولانا عبدالحی مرحوم لکھنوی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی نقل و اختیار کیا ہے اور ابن کمال الوزیری کی تسمیہ کو غیر صحیح و مرجوح قرار دیا ہے، یہ بحث اہم و قابل مطالعہ ہے اور ابو یوسف کی شرح میں علاوہ مذکورہ بالا اقوال کے چند اقوال اور بھی ملاحظہ کیجئے! یحییٰ بن معین نے یہ بھی فرمایا کہ امام ابو یوسف صاحب حدیث تھے، صاحب سنت تھے، باوجود حاتم نے کہا کہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے (الجرح التحذیل ص ۲۰۱ ج ۴)

عبداللہ بن دلاؤذ خرمی کا قول ہے کہ امام ابو یوسف تمام فقہی مسائل پر ایسا عبور کامل رکھتے تھے کہ وہ سب ان کے سامنے کف دست تھے عمرو بن محمد ناقد (جو اہل رائے محدثین سے تعصب رکھتے تھے) فرماتے کہ میں اصحاب رائے میں سے کسی سے روایت حدیث پسند نہیں کرتا، مگر ابو یوسف سے، کیونکہ وہ صاحب سنت تھے۔

محمد بن ساعد کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف قاضی القضاۃ ہو جانے پر بھی ہر روز دو سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے، علی بن المدینی نے فرمایا کہ ۱۸۰ھ میں امام ابو یوسف بصرہ آئے تو ہم ان کی خدمت میں جای کرتے تھے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ دس احادیث روایت کرتے، پھر دس فقہی آراء ساتھ بیان کرتے، اس عرصہ میں مجھے صرف ایک حدیث میں وہ منفرد معلوم ہوئے جو ہشام بن عروہ سے حجر میں روایت کی اور وہ صدوق تھے۔ علامہ کوثری نے اس مقام پر تحریر فرمایا کہ جو شخص "الخصائص الخیر" ص ۲۳۹ اور سنن بیہقی ص ۶۱ ج ۲ مطالعہ کرے گا وہ معلوم کرے گا کہ اس حدیث میں بھی امام ابو یوسف منفرد تھے کیونکہ متابع موجود ہے۔

یہ تمام اقوال علامہ ذہبی کی کتاب مناقب الامام ابی یوسف سے "حسن التقاضی" میں لکھے گئے ہیں، حارثی نے اپنی سند سے حسین بن ولید سے یہ نقل کیا کہ امام ابو یوسف جب کسی مسئلہ پر کلام کرتے تھے تو سننے والے ان کی وقت کلام سے متحیر ہو جاتے تھے اور ایک روز میں نے ایسا بھی دیکھا کہ وہ کسی غامض مسئلہ پر تقریر کرنے لگے تو تیر کی طرح تیزی سے اس مسئلہ کے تمام متعلقات بیان کر گئے جس کی وجہ سے اور بھی زیادہ حاضرین کو اس

مسئلہ کی باریکیاں مفہوم نہ ہو سکیں اور سب متحیر ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کو کس قدر قدرت کلام اور فہم معانی دقیقہ کا ملکہ عطا فرمایا ہے۔ چونکہ امام ابو یوسف کو یہ سارے مناقب و محامد اور کمالات امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے وسیلہ سے حاصل ہوئے تھے، اسی لئے یہ بھی ”فلانہ عقود العقیان“ میں امام ابو یوسف سے ہی منقول ہوا ہے کہ میں نے کبھی کوئی نماز ایسی نہیں پڑھی جس کے بعد امام اعظم کے حق میں دعا اور استغفار نہ کی ہو۔ حضرت علی بن صالح جب کبھی امام ابو یوسف سے روایت کرتے تو اس طرح کہتے ”میں نے یہ حدیث افتخار الفقہاء قاضی القضاۃ سید العلماء امام ابو یوسف سے سنی ہے“ محدث بشر بن الولید کے سامنے ایک شاگرد نے امام ابو یوسف کا نام بغیر القاب کے لیا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ تم ان کی تعظیم نہیں کرتے، ان کی توقیر نہیں کرتے، میں نے تو ان کا مثل اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا (حالانکہ انہوں نے ابن ابی ذئب اور شعبہ وغیرہ کا برمہد شین کو دیکھا تھا۔

امام نسائی نے بھی جو نقد رجال میں بہت قصود تھے، امام ابو یوسف کی توثیق کی ہے اور احمد بن کامل شجری (مؤلف اخبار القضاۃ اور صاحب ابن جریر) نے کہا کہ امام یحییٰ بن معین، امام احمد اور علی بن مدینی تینوں نے بالاتفاق امام ابو یوسف کو ثقہ قرار دیا ہے، یہ تینوں امام بخاری کے کبار شیوخ میں تھے۔

اسی طرح شیخ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کو شیخ متقن کہا پھر کہا کہ ہم کسی کے فضل و شرف کو چھپانا نہیں چاہتے، ہمارے نزدیک امام ابو یوسف اور امام زفر کی عدالت و ثقاہت ثابت ہو چکی ہے، ملاحظہ کیجئے یہ ابن حبان وہ ہیں جو بہت سے محدثین احناف بلکہ اکابر ائمہ احناف کے خلاف بھی بہت کچھ لکھتے۔ کے عادی ہیں، مگر امام ابو یوسف و زفر کی یہ بھی بدع کر گئے اور بقول خود حق انصار ادا کر گئے مگر اس کے باوجود بھی حیرت اس پر بالکل نہ پہنچے کہ امام بخاری اپنے اساتذہ الامام اب یوسف کے بھی متروک فرما گئے، آپ نے دیکھا کہ امام بخاری جن بزرگوں کے اقوال سے جا بجا اپنی کتاب الضعفاء وغیرہ میں استدلال کرتے ہیں وہ سب تو امام موصوف کو ثقہ فرما گئے، ثقہ وہ ہے جس کی حدیث لینی چاہئے، مگر امام بخاری کا فیصلہ ہے وہ متروک الحدیث تھے جس کی احادیث لوگوں نے ترک کیں، معلوم نہیں اس بارے میں وہ کن بزرگوں سے متاثر ہو، شائد وہ شیخ حمیدی وغیرہ ہوں جن کی وجہ سے انہوں نے امام اعظم سے بھی سوء ظن اختیار کر لیا تھا، مگر شیخ حمیدی کا قول تو وہ ساری کتاب الضعفاء میں کہتے بغور سند ذکر بھی نہیں کرتے، غرض یہ معہ ہمارے لئے تو ابھی تک ”کس نکلود و کشاید“ ہی کے مرحلہ میں ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

مولفات امام ابو یوسف

امام صاحب کی تالیفات کتب: پنج و مناقب میں بہت بڑی تعداد میں مذکور ہیں، مگر ہم تک ان میں سے بہت کم پہنچی ہیں مثلاً۔
۱- ”کتاب الآثار“ اوزہ نقد میں نہایت قیمتی ذخیرہ ہے جس کا اکثر حصہ امام اعظم سے مروی ہے، حضرت مولانا الطام ابو الوفاء صاحب نعمانی و امت آثار ہم کے حواشی قیمرہ نے اس کو بہت زیادہ مفید بنا دیا ہے، یہ کتاب مدارس عربیہ کے درس حدیث کا جزو ہونی چاہئے، ورنہ کم سے کم زائد مطالعہ میں لازمی ہونی چاہئے ”ادارہ احیاء المعارف العثمانیہ“ حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے، اس کے علاوہ امام صاحب موصوف کا ایک مسند بھی ہے مگر وہ ہم تک نہیں پہنچا، ضخامت ۲۶۸ صفحات مطبوعہ مصر۔

۲- ”اختلاف ابی حنیہ“ د ابن ابی لیلیٰ۔ یہ کتاب بھی اداہ مذکور سے شائع ہو گئی ہے، اس میں امام ابو یوسف نے اپنے دونوں اساتذہ کے مختلف فیہ مسائل کو جمع کر دیا ہے اور دلائل سے اپنے اجتہاد کی روشنی میں کسی ایک قول کو ترجیح دی ہے، حاشیہ میں تحقیق رجال تخریج احادیث و حل لغات وغیرہ کی گئی ہے، ضخامت ۲۳۰ صفحات مطبوعہ مصر۔

۳- "الرد علی سیر الاوزاعی" - امام اوزاعی نے اپنی کتاب مسائل جہاد میں امام اعظم کی کتاب الجہاد کے بعض مسائل پر اعتراض کیا تھا ان مسائل پر امام ابو یوسف نے دونوں کے اقوال جمع کر کے ہر ایک کی دلیل بیان کی ہے اور پھر محاکمہ کیا ہے، یعنی کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی بصیرت کے موافق کسی ایک قول کو ترجیح دی ہے اور مذکور ہی سے ۱۳۵ھ میں مفید حواشی کے ساتھ مصر میں طبع ہو کر شائع ہوئی، صفحہ ۱۲۸۔

۴- "کتاب الخراج" - خلیفہ ہارون رشید کی طلب پر احکام اموال میں رسالہ تصنیف فرمایا تھا، اس کے مقدمہ میں یہ بات چھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابو یوسف حق بات کہنے میں کسی سے نہیں لپختے تھے، ان کے طبقہ میں کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی، بلکہ یہ کہنے میں بھی مبالغہ نہیں کہ ایسی کتاب لکھی ہی نہیں گئی، اس باب میں جو کتابیں دوسروں نے لکھی ہیں ان کے ساتھ موازنہ کرنے پر یہ بات بالکل واضح ہوگی، اس کتاب کی شروع بھی لکھی گئیں جن سے ان کی خوبیاں اور بھی نمایاں ہو گئیں۔

۵- کتاب المحارج والحیل - یہ بھی امام ابو یوسف کی طرف منسوب ہے، اس کا قلمی نسخہ دارالکتب المصریہ میں اور المکتبہ علی پاشا آستانہ میں موجود ہے اور اس کو جوزف شحت مستشرق المانی نے امام محمد کے نام سے طبع کر دیا ہے۔

ابن ندیم نے لکھا کہ امام ابو یوسف کی کتاب اصول دامالی میں سے حسب ذیل ہیں۔

۶- کتاب الصلوٰۃ ۷- کتاب الزکوٰۃ ۸- کتاب الصیام ۹- کتاب الفرائض ۱۰- کتاب البیوع ۱۱- کتاب الحدود ۱۲- کتاب وکالت

۱۳- کتاب الوصایہ ۱۴- کتاب الصيد والذباہ ۱۵- کتاب الفصص ۱۶- کتاب الاستبراء ۱۷- مجموعہ امالی، مرتبہ و مرویہ قاضی بشر بن الولید جو

۳۶ کتابوں پر مشتمل ہے جو سب امام ابو یوسف کی اپنی تفریع کردہ ہیں۔

۵۳- کتاب اختلاف علماء الامصار ۵۴- کتاب الرد علی مالک بن انس ۵۵- کتاب الجوامع جو آپ نے یحییٰ بن خالد کے لئے لکھی تھی

جو چالیس کتابوں پر مشتمل تھی ان میں آپ نے لوگوں کے اختلاف کی تفصیل اور رائے مختار کی نشاندہی کی ہے علی بن محمد بن جعفر الشہد نے کہا

کہ امام ابو یوسف کے حالات مشہور ہیں، ان کا فضل و برتری ظاہر ہے، وہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے تھے اور اپنے زمانہ کے لوگوں میں

سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے آگے کوئی نہ ہو۔ کا، علم و حلم، ریاست اور قدرو منزلت کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچے تھے امام ابو حنیفہ کے مذہب و

اصول فقہ کو سب سے پہلے تصنیف کیا، مسائل احکام کا املاء کرایا اور امام صاحب کے علوم اجتہاد یہ کوزمین کے تمام حصوں میں پھیل دیا اور شریعا

جیسا کہ خطیب نے بھی توخی سے اسی کی تصریح نقل کی ہے۔

لہذا امام ابو یوسف کی اولیت تصنیف اصول فقہ حنفی، امام شافعی کی اولیت تصنیف اصول فقہ شافعی کے منافی نہیں، بلکہ امام شافعی کا جو

طریقہ منقذ سابقہ مسائل اصول پر ہے، وہ خود اس امر کی بہت بڑی دلیل ہے کہ ان کی اولیت صرف ان کے اپنے مذہب کے اعتبار سے ہے،

حافظ ذہبی نے ابو یعلیٰ موسلی کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ - ابو علی کا قول ہے کہ اگر ابو یعلیٰ بشر بن ولید کے پاس ٹھہر کر امام ابو یوسف کی کتابوں کو

نقل کرنے میں مصروف نہ ہوتے تو بصرہ پہنچ کر سلیمان بن حرب اور ابو ولید عباسی کو ضرور پالیتے، (جس سے ان کی سند عالی ہو جاتی) اس سے

معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف کی تصانیف بہت ہی زیادہ تھیں کہ ان کو لکھنے میں کافی وقت صرف ہو گیا اور ان کو بشر تمیز امام موصوف کے پاس

رکن پڑا، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف کے علوم کی اس وقت بڑی شہرت تھی ورنہ علوسند کو ہر زمانہ میں بڑی اہمیت رہی ہے اور لوگ

اس کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، مگر ابو یعلیٰ جیسے مشہور محدث کبیر نے نقل کتب امام موصوف میں وقت صرف کر کے بتصریح

ذہبی حوسند کی فضیلت کو نظر انداز کر دیا۔

و. صبح ہو کہ ابو یعلیٰ کی مسند و معجم مشہور ہیں، وہ جزیرہ کے بڑے پایہ کے محدث تھے، محدث علی بن الجعد اور امام یحییٰ بن معین کے واسطہ

سے امام ابو یوسف کے شاگرد ہیں، محدث ابن حبان اور امام علی جیسے محدث ان کے شاگرد ہیں، اس زمانہ میں محدثین تیز لکھنے کے بڑے

مشاق ہوتے تھے، اسی طرح تلقی کتب اور سماع میں سرعت کے واقعات بہ ثروت منقول ہیں، چنانچہ بہت سے محدثین ایسے نزرے ہیں جنہوں نے صرف تین روز میں بخاری شریف پوری کر لی ہے ایسے حالات میں محدث ابو جلی کا زیادہ وقت صرف اس لئے صرف ہوا ہوگا کہ امام کی تصانیف بہت زیادہ تھیں اور امام احمد کا قول پہلے گزر چکا ہے کہ میں نے تین سال میں امام ابو یوسف کے پاس رہ کر بقدر تین الماریوں کے کتابیں نقل کیں، قماطر کا ترجمہ ستوں سے ٹھیک نہیں، قاموس وغیرہ میں ہے کہ قطر وہ ہے جس میں کتابیں محفوظ کی جائیں پھر یوں بھی امام احمد ایسے مشہور و معروف محدث نے تین سال کی مدت میں بڑی مقدار نقل کی ہوگی۔

صاحب کشف الظنون نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے امالی تین سو مجلد میں تھے۔

علامہ ابو القاسم شرف الدین بن عبد العظیم القزلبی (بالتاء) موافق "قلائد العقیان فی مناقب ابی حنفیہ النعمان" نے دوسری فصل کتاب مذکور میں (جو امام ابو یوسف کے مناقب میں ہے) فرمایا۔ امام ابو یوسف کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے بڑی بڑی مبسوط کتابیں تصنیف کیں جن میں سے املاء امالی، ادب القاضی (جو بشر بن الوسید کو املاء کرائی تھی) المناسک وغیرہ تھیں، علامہ شیخ یحییٰ غزنی نے ۸-۹ھ میں زبید پہنچ کر بیان کیا تھا کہ انہوں نے امام ابو یوسف کی امالی کو خود دیکھا ہے جو تین سو مجلد میں تھیں اور شام کے شہر غزہ کے مدرسہ میں ایک مستقل الماری میں محفوظ تھیں، افسوس ہے کہ اب اس عظیم و جلیل کتاب کا کہیں وجود نہیں اور غالباً دو سو صدی کی مشہور جنگ میں ضائع ہوئی ہے (حسن القاضی)

اس وقت کے متنازعہ فیہ مسائل کلامیہ میں امام ابو یوسف کی آراء بہت ہی چچی تلی، متوازن اور معتدل تھیں اور اس زمانہ کے فرق باطلہ کے زلیخ والحاد کا امام موصوف نے بڑی حکمت و دانائی سے مقابلاً کیا، امام اعظم کے مناظرے اہل زلیخ کے ساتھ مشہور ہیں۔

امام ابو یوسف چونکہ برسر اقتدار بھی تھے اور حکومت کے سب سے بڑے مذہبی مجدد و قاضی القضاۃ پر فائز تھے، پھر اپنی جلالت علمی و امتیازات خاصہ کے باعث خفا، وقت کے بھی مرعوب و متاثر ہونے والے نہ تھے، اس لئے ان کی خدمات اور بھی زیادہ نمایاں ہوئیں۔

خليفة ہارون رشید پر ان کے اثرات کا چھ ذکر ہو چکا ہے اور امام اعظم کے تذکرہ میں قضاۃ کے سلسلہ میں بھی ان کے بے جھجک فیصلوں اور اہم اقدامات کا تذکرہ آچکا ہے، یہاں اہل زلیخ کے بارے میں ان کے طرز فکر و طریق عمل کے ایک دوسرے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ برسر اقتدار حضرات میں سے کسی کے صاحبزادے جمعی خیال کے ہو گئے تھے، امام موصوف نے بلوا کر ۳۵ کوڑے لگوائے تاکہ اس کو تنبیہ ہو اور دوسروں کو حوصلہ نہ ہو۔

۲۔ خلیفہ ہارون رشید کے سامنے ایک زندیق پیش ہوا، خلیفہ نے امام یوسف کو بلوایا تاکہ دلائل سے قائل مقول کریں، امام صاحب پہنچے تو خلیفہ نے کہا کہ اس سے بات کیجئے اور منظرہ کر کے اس کی اصلاح کیجئے، امام صاحب نے فرمایا، امیر المؤمنین! ابھی ابھی تلوار اور چڑا منگوائے اور اس پر اسلام پیش کیجئے! اگر اسلام کو صحیح طور سے مانے تو خیر، ورنہ اس کا قصہ ختم کیجئے، ایسے محدث زندیق منظروں سے درست ہونے والے نہیں (تاریخ خطیب و مناقب موفق)

ایک دفعہ دشمنوں اور حاسدوں نے مشہور کر دیا کہ امام ابو یوسف خود ہی "القرآن الحق" کے قائل ہیں، امام صاحب کے خاص تعلق والے پہنچے اور عرض کیا کہ آپ ہمیں تو اس چیز سے روکتے ہیں اور دوسروں کو اس طرح بتلاتے ہیں، پھر سارا قصہ ذکر کیا کہ اس طرح شہرت ہے، امام صاحب نے فرمایا، آپ لوگ بھی بڑے سادہ لوح ہیں کہ ان کی باتوں میں آگئے وہ پاگل دیوانے تو خدا پر جھوٹ بولتے ہیں، مجھ پر جھوٹ لگانا ان کے لئے یہ مشکل ہے؟ پھر فرمایا کہ اہل بدعت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی باتیں دوسروں پر رکھ کر چلاتے ہیں، حالانکہ وہ لوگ ان کے جھوٹ سے بری ہوتے ہیں، ایک دفعہ لوگوں نے آکر عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ایسے شخص کی شہادت بھی قبول کر لیتے ہیں جو کہے کہ خدا کو واقعات کے ظہور پذیر ہونے سے قبل تک ان کا علم نہیں ہوتا، (اس زمانہ کے بعد اہل زلیخ فلسفی مزاج لوگوں کی طرف اشارہ

تھا) امام نے فرمایا، بالکل غلط ہے ایسا میں میرے سامنے آجائے تو اس سے فوراً توبہ کراؤں، اگر توبہ نہ کرے تو حکم قتل کروں۔ ایک بار امام صاحب کے کسمپیشوں نے کہا کہ آپ کے بارے میں عام لوگ یہ شہرت کر رہے ہیں کہ آپ ایسے شخص کی شہادت قبول کر لیتے ہیں جو کسی تاویل کے ساتھ صحابہ کو سب و شتم کرتا ہو، فرمایا، افسوس لوگ ایسی بات کہتے ہیں میں تو ایسے شخص کو قید کردوں اور تازیانوں کی سزا مقرر کروں، یہاں تک کہ توبہ کرے۔ (حسن النفاضی)

سینکڑوں واقعات میں سے یہ چند واقعات ذکر ہوئے ہیں، ان حضرات کے اس قسم کے واقعات روح ایمان کو تازہ کرنے والے ہیں، جی چاہتا ہے کہ لکھے جائے! مگر یہاں مختصر نم ہے، اس لئے معذرت کی جاتی ہے مگر اتنا ضرور یاد رکھئے کہ یہ امام ابو یوسف اسی ذات مکرم تربیت یافتہ اور تلمیذ خاص ہیں جو حسب تحقیق امام بخاری بری السیف فی الامۃ کا نظریہ رکھتے تھے، آپ نے دیکھا کہ برسر اقتدار ہو کر بھی اگر سیف کا استعمال کرنا چاہا تو صرف ان اعضاء فاسدہ پر جن کی اصلاح ناممکن کے درجہ میں پہنچی ہو اور جن سے دوسروں کو گمراہی کا ظن غالب ہوا۔

ایک طرف اگر امام اعظم ایسے علم والے جن کے علم سے جہول بن ندیم، مشرق سے مغرب تک ساری فضا معمور منور ہو گئی اور جن کی ایک عقل سارے عقلاء روزگار کے ہم پلہ سمجھی گئی، اگر وہ پاہنچے تو اپنے علم و عقل کے زور سے دوسروں کو کس کس طرح مجروح نہ کر جاتے اور ابن حزم وغیرہ کی طرح قلمی سیف و سنان کا استعمال دل کھوں کر کرتے، مگر وہ خوب جانتے تھے کہ بڑے اور اہل علم و تقویٰ تو ایک طرف معمولی کم از کم درجہ کے مومن کی عزت بھی لائق صدا احترام ہے، اسی لئے ان کی اور ان کے تمام صحابہ و تلامذہ کی غیر معمولی احتیاط و زہمت لسان قابل تقلید ہے، دوسری طرف امام ابو یوسف اگر اپنے اقتدار سے ناجائز فائدہ اٹھاتے تو اپنے مخالفین سے کیا کچھ منتقل نہ لے سکتے تھے، جو مدت دن ان کو بدنام کرتے تھے۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ سب صحابہ تک تو بھی وہ کسی تاویل کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار نہ تھے، جب کہ دوسری طرف یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ حافظ ابن حجر مروان بن الحکم کے ”رجالی بخاری“ میں سے ہونے کی وجہ سے اس کے حضرت طلحہؓ کو قتل کرنے کو بھی تاویل کے ساتھ وجہ جواز دینے کو تیار ہیں جو نہ صرف بلند پایہ صحابی تھے، بلکہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور الزام پھر بھی بری السیف کا ہم غریبوں کے سر۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

یہ تو امام ابو یوسف کی رائے تھی اور جو کلمات انہوں نے عقائد حقہ اور عقائد زائفہ کے سلسلہ میں ارشاد فرمائے ہیں وہ تو آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں، علاوہ ازیں نے حسن النفاضی میں وہ بھی کچھ نقل کئے ہیں، ان کا یہاں ترجمہ ہم خوف طوالت سے ترک کرتے ہیں درحقیقت پوری کتاب ایک مصنف کی علمی جواہر پاروں کا مجموعہ ہے، خدا نے توفیق دی تو کسی وقت اس کا مکمل اردو ترجمہ شائع کیا جائے گا۔

امام صاحب اور ان کے اصحاب کے حالات زندگی پڑھنے سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان ابتدائی حالات میں جب کہ نئے نئے علمی و مذہبی فتنے سر اٹھا رہے تھے، ان حضرات نے کن کن تدابیر سے ان کی روک تھام کی ہے، علمی مناظرے، مباہلے بھی کئے، حکومت کے اثرات سے بھی کام لیا، اور تدوین فقہ کی مہم پائشاں مہم سر کر کے مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کے واسطے اسلامی قوانین پر چلنے کا میدان بھی ہموار کیا۔

امام ابو یوسف نے جہاں طحوت، زندیقوں پر سخت گرفت کی، وہاں ان کو بے گناہ عام مسلمانوں کی حفاظت جان و مال کی فکر بھی ہمہ وقت اپنے استاذ معظم امام اعظم کی طرح رہتی تھی، اس کا بھی ایک واقعہ پیش ہے۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص نے کہا واللہ! نہ تم نے تقسیم میں انصاف کیا اور نہ رعیت کے ساتھ عدل کیا اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ سے سخت تنقید کی، خلیفہ کو غصہ آیا، اس شخص کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، نماز کے بعد اس کو پیش کیا گیا تو خلیفہ نے امام ابو یوسف کو بلوایا، آگے خود امام ابو یوسف کے ہی الفاظ میں قصہ سنیے! فرمایا میں گیا تو دیکھا کہ خلیفہ بیٹھے ہیں، سامنے ایک شخص بطور مجرم جلا دوں اور سزا دینے والوں کے درمیان کھڑا ہے، خلیفہ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس شخص نے مجھے ایسی سخت باتیں کہیں جو آج

تک کسی نے نہیں کہی تھیں، میں نے کہا میرے بھائی! نبی کریم ﷺ کو ایسے ہی ایک موقع پر کہ آپ نے خود تقسیم فرمائی تھی کہا گیا تھا کہ اس تقسیم سے خدا کی رضا جوئی کا ارادہ نہیں کیا کہ، لیکن حضور ﷺ نے یہ سن کر بھی اس کو معاف فرمادیا اور کوئی سزا نہیں دی، ایک دوسرے موقع پر آپ نے تقسیم فرمائی تو کہا گیا کہ آپ نے عدل نہیں کیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں بھی عدل نہ کروں تو کون کرے گا؟ اس کو بھی حضور اکرم ﷺ نے معاف فرمادیا اور درگزر کیا، اور اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ حضور ﷺ کو اس وقت کہے گئے کہ حضرت زبیر اور ایک شخص انصاری کا جھگڑا آپ کے سامنے پیش ہوا، غلطی چونکہ اس کی تھی، اس لئے حضور اکرم ﷺ نے زبیر کے حق میں فیصلہ کیا، انصاری نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ فیصلہ ان کے حق میں اس لئے ہوا کہ وہ آپ کے پھوپھی کے لڑکے ہیں؟ ان کو بھی حضور اکرم نے کچھ نہ فرمایا اور معاف کر دیا، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اتنا سننے کے بعد خلیفہ کا غصہ ختم ہو گیا اور شخص کو چھوڑنے کا حکم دیدیا۔ (ابن ابی العوام سندہ)

امام ابو یوسف اور امام مالک کا اجتماع ہوا ہے اور بعض مسائل میں مذاکرہ بھی ہوا ہے مگر جو واقعہ بھی سے نماز نفل نہ پڑھنے پر حلف کا منقول ہے اور ایسی ہی سلمی سے اشتراء پر یہ کے حلف والا قصہ قابل اعتبار ہے کیونکہ سنی و سلمی اور کابلی و عبدالعزیز غیر ثقہ تھے (حسن اتقاضی) امام ابو یوسف نے مغازی و سیرمجہد بن اسحاق سے بھی حاصل کئے مگر جہاں تک خیال ہے ان کا بڑا اور اہم حصہ امام اعظم سے ہی حاصل کیا ہوگا کیونکہ امام صاحب نے مغازی کا علم امام شافعی سے حاصل کیا جن کی وسعت علم مغازی و سیر کا اعتراف حضرت عمرو وغیرہ اکابر اصحاب نے بھی کیا تھا۔ اس سلسلہ میں مورخ ابن خلکان نے ”الجلیس الصالح“ معافی جزیری سے بغیر نقل سند کے ایک قصہ نقل کر دیا ہے جو قطعاً جھوٹ ہے اس میں اس طرح ہے کہ امام ابو یوسف مجہد بن اسحاق سے مغازی و سیر کا علم حاصل کرنے کے لئے کچھ دن امام صاحب کی مجلس سے غیر حاضر رہے، واپسی پر امام صاحب نے گویا بڑا غصہ و جھیل کے کہا کہ ابو یوسف! ذرا بتاؤ تو کہ جالوت کے لشکر میں جھنڈا کس کے ہاتھ میں تھا؟ امام ابو یوسف نے کہا، آپ امام ہیں (اس لئے لحاظ ہے) لیکن اگر آپ اس (ظن) سے نہ رکیں گے تو میں بڑے مجمع میں آپ سے پوچھوں گا کہ بدر کی لڑائی پہلے تھی یا بعد کی؟ اور آپ نے بتلا سکیں گے، کہ کون سی اول تھی، اس پر امام صاحب خاموش ہو گئے۔

سلسلہ یہاں یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ اسی سلسلہ کی ایک صورت واقعہ دوسری بھی ہے جو علامہ موفق نے روایت کی ہے وہ اگر صحیح ہے تب بھی دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اس میں یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا بیان ہے، میں تعلیم کے زمانہ میں (جو غالباً ابتدائی دور کا واقعہ ہے ورنہ پھر تو وہ امام صاحب کے پاس ہمہ وقت رہے ہیں) میں امام صاحب کے علاوہ دوسرے محدثین وغیرہ کی خدمت میں جایا کرتا تھا (اور اس چیز سے امام خود بھی نہیں روکتے تھے بلکہ خود بھیجا کرتے تھے کہ کسی محدث کے پاس سے کسی نئی حدیث کا پتہ لگے) مجہد بن اسحاق کوفہ میں آئے تو ان کے پاس میں بھی گیا، اور چند ماہ جم کر رہاں یہاں تک کہ ان کی پوری کتاب سن لی اور اس عرصہ میں امام صاحب کے پاس نہ جاسکا، فارغ ہو کر امام صاحب کی خدمت میں پہنچا تو مجھ سے فرمایا کہ یعقوب! یہ کیسی بے مروتی (کہ اتنے دن تک صورت نہ دکھائی) میں نے عرض کیا کہ حضرت ایسا نہیں ہے بلکہ مجہد بن اسحاق مدنی یہاں آ گئے تھے، میں نے ان سے کتاب المغازی سنی ہے، امام صاحب نے فرمایا، اب اگر پھر جانا ہو تو اتنا سوال کر لینا کہ جالوت کے مقدمہ لشکر پر کون تھا؟ اور جالوت کے لشکر کا جھنڈا کس کے ہاتھ میں تھا؟ میں نے کہا حضرت! اس بات کو جانے دیجئے، واللہ! مجھے تو خود حیرت ہے کہ ایک شخص علم (مغازی) کا دعویٰ کرتا ہے اور جب اس سے ”کہ کیا جاتا ہے کہ بدر کی لڑائی پہلے تھی یا بعد کی؟ تو اس کو نہیں بتلا سکتا“ واللہ! علم اس واقعہ میں بھی کچھ صحیح غلط ہو کر کسی قدر قرین قیاس ضرور ہے، کیونکہ امام ابو یوسف میں یہ بیان خاص طور سے تھی کہ سب محدثین و علماء زمانہ سے استفادہ کرتے تھے اور معلومات کی کھوج کرتے رہتے تھے، خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ایک شام کو پروگرام طے ہوا کہ کل آثار نبوی کی زیارت کریں گے تو امام ابو یوسف نے وہاں کے ایک عالم باہر آثار کو ساتھ لے کر اسی رات میں سب جگہ جا کر ان آثار کی معلومات کر لی، صبح کو خلیفہ کے ساتھ نکلے، تو وہ عالم بھی ساتھ تھے، ان کا ہی بیان ہے کہ امام ابو یوسف خلیفہ کو ہر اثر کا اس طرح تعارف کراتے تھے کہ جیسے مدت سے اس کی پوری معلومات ان کے ذہن نشین ہو، تو یہاں بھی مجہد بن اسحاق کے مبلغ علم سے گواہی پہلے سے بھی ہوں مگر پورا وقت دے کر پوری کتاب سنی اور اس کا بھی خیال نہیں کیا کہ نام صاحب مجہد بن اسحاق کے بارے میں خوش عقیدہ نہیں ہیں ان کو ناگوار ہوگی، اب امام صاحب کے سوال کرنے کے لئے ارشاد فرماتا ممکن ہے کہ اس وجہ سے ناگوار کی وجہ سے مطمئن نہ تھے، یا ممکن ہے یوں ہی بطور مزاح فرمایا ہو اور امام ابو یوسف نے جواب بھی ممکن ہے بطور مبالغہ بدر واحد سے دیا ہو کہ بعض چھوٹی موٹی باتیں بھی ان کے پاس صحیح نہیں، ورنہ ظاہر ہے کہ بدر واحد کے تقدیر تاخر سے تو اس زمانے کا پچھلے واقف ہوگا، اب اگر اسی واقعہ کو توڑ موڑ کر اس طرح بتایا جو ابن خلکان وغیرہ نے کذاب راویوں سے نقل کر دیا تو یہ اور بھی زیادہ تکلیف دہ ہے۔ واللہ اعلم

اس روایت کو نقل کرنے والا محمد بن الحسن بن زیادہ المقری جھوٹ گھڑنے میں مشہور تھا، تاریخ خطیب میزان الاعتدال، لسان المیزان وغیرہ میں اس کا ترجمہ مذکور ہے، کسی نے کذاب کہا، کسی نے منکر الاحادیث، اس کے علاوہ یہ قصہ درایت کے بھی خلاف ہے، کیونکہ امام ابو حنیفہ کے مسانید میں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ و ضریرؓ یونان میں شرکاء غزوہ بدر کو دوسرے صحابہ پر ترجیح دیتے تھے جو بعد کے غزوات میں شریک ہوئے اور امام صاحب روزانہ ختم قرآن مجید میں استولقد نصرکم اللہ بیدرو انتم اذلة بھی ضرور پڑھتے تھے، جس کا نزول غزوہ احد کے بارے میں مشہور و معروف ہے، ادنیٰ لوگ بھی واقف تھے، کہ کونسا غزوہ پہلے تھا اور کون بعد، تو کیا امام الائمہ شیخ فقہاء الامۃ اس کو بھی نہ جانتے تھے۔

پھر امام صاحب نے اپنے اصحاب کو کتاب "السیر الصغیر" لکھائی جس پر امام اوزاعی نے رد لکھا اور آپ کے تلامذہ میں سے امام ابو یوسف ہی نے اس کے رد میں الرد علی یہ اوزاعی مشہور عالم کتاب لکھی، ایسی حالت میں کوئی مجتہد ارادی یہ تصور کر سکتا ہے کہ امام ابو یوسف ہی کی نظر میں امام صاحب اس بحرے بھی جاہل تھے کہ بدر پہلے ہے یا احد؟ وہ امام ابو یوسف جو اپنے محسن اعظم اور مربی اکرم استاد کا بے نظیر ادب کرتے تھے اور جو زندگی بھر امام صاحب کی علمی مجالس میں حاضر رہ کر علوم امام کے لاتعداد روحانی ساغر نوش فرما کر بھی ایسے بے نظیر عاشق امام نکلے کہ جب کبھی وصال امام کے بعد کسی علمی مشکل میں مبتلا ہوئے تنہا یہی کی کہ کاش امام کی ایک مجلس مجھے پھر نصیب ہو جائے کہ اپنی علمی پیاس کو ایک بار پھر بجھالوں، بعض اوقات اس کے لئے آدمی دولت بھی بن کر رہے، جس کا اندازہ دس لاکھ روپیہ کیا گیا ہے، یہاں اس قصہ کو پوری تفصیل سے بیان صرف اس لئے کیا گیا کہ ابن خلکان جیسے بلند پایہ مورخ کی مثال سامنے رکھ کر آپ اندازہ کر سکیں گے کہ بعد اوقات کسی کدو عصبيت کی وجہ سے بڑے بڑے لوگ بہک جاتے ہیں ورنہ موصوف کی کتاب وفيات الاعیان کا ہم سب پر بڑا احسان ہے اور ان کی اس علمی تاریخی تصنیف کی بڑی قدر ہے، نہ ایسے چند واقعات کی وجہ سے کتاب کو درجہ اعتبار سے ساقط کہہ سکتے ہیں، البتہ خطا و غلطی سے انبیاء علیہم السلام نے ہوا کوئی معصوم نہیں، اس لئے جو بات بھی جس کی غلط ہو خواہ وہ کتنا ہی بڑا امام اور علامہ بھی ہو، اس کی چند غلطیوں کو الگ کر کے ہمیں چاہئے کہ اس کا باقی پوری خدمت کو بنظر استحسان دیکھیں، قدر کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

علامہ ابن خلکان بھی دوسرے بعض اکابر کی طرح امام صاحب کے بارے میں تعصب کی روش پر چل گئے، صلوٰۃ قتال کو بھی وہ اسی زعم سے نقل کر گئے، حالانکہ وہ بھی اس طرح کذب محض ہے، یہاں ایسے واقعات کا ذکر اس لئے بھی ضروری ہوا کہ بہت سے اپنے حضرات بھی ان کتابوں کی عظمت و قدر سے متاثر ہو جاتے ہیں، چنانچہ ہمارے ایک بزرگ علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان میں امام صاحب کے بارے میں ص ۱۳۲ (مطبوعہ مجتہبی) میں تحریر کیا۔

”اس قدر ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مغازی، قصص، سیر وغیرہ میں ان کی (امام صاحب کی) نظر چنداں وسیع نہ تھی، امام مالک و امام شافعی کا بھی یہی حال تھا لیکن احکام و عقائد کے متعلق امام ابو حنیفہ کو واقفیت اور تحقیق حاصل تھی اس سے انکار کرنا صرف کم نظری و ظاہر بینی کا نتیجہ ہے ان کی تصنیفات یا ہدایتوں کا مدون نہ ہونا قلت نظر کی دلیل نہیں ہو سکتا۔

بڑے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ علامہ شبلی مرحوم کا مطالعہ امام صاحب کے بارے میں بہت ناقص تھا، خیال فرمائیے! جس نے مغازی و سیر کا علم امام شعبی ایسے اہل نظر سے حاصل کیا ہو جن کے بارے میں صحابہ کرام کو اعتراف تھا کہ صحابہ سے زیادہ وہ مغازی و سیر کے عالم تھے، اس کو مغازی و سیر میں کم نظر کہنا کتنا بڑا ظلم ہے اور پھر وغیرہ کا اضافہ بھی ساتھ رکھئے تو بات کچھ بھی نہ رہی، امام صاحب تو خیر امام تھے جن کے بارے میں ہمیں پورا یقین ہے کہ مغازی، سیر اور قصص دور نبوت و صحابہ میں سے شاید ہی کوئی چیز ان سے مخفی رہی ہو اور ان شاء اللہ کسی موقع پر ہم اس کو دلائل و واقعات سے ثابت بھی کریں گے، مگر ہمیں تو امام مالک و امام شافعی کے بارے میں بھی ان علوم میں کم نظری کا تصور کرنے سے وحشت ہو رہی ہے، درحقیقت ابن خلکان اور صاحب مجلس جیسے صالح لوگوں کی کتابیں پڑھنے سے علامہ شبلی کو خیال ہو گیا ہوگا کہ

جس طرح انہوں نے غیروں کے برو بٹڈے سے متاثر ہو کر امام صاحب کی تصنیفات یا روایتوں کا مدون نہ ہونا بھی تسلیم کر لیا حالانکہ تحقیق سے یہ امر بھی کسی طرح قابل تسلیم نہیں چنانچہ امام صاحب کے حالات میں آپ پڑھ چکے کہ علاوہ مسانید کثیرہ امام کے امام ابو یوسف اور امام محمد کی کتاب الآثار میں کس قدر روایات ان سے ثابت ہیں اور وہ کتنے زمانہ سے مدون ہیں۔

امام شافعیؒ کی ملاقات امام ابو یوسفؒ سے اگرچہ معاشرت کی وجہ سے ممکن تھی مگر واقعات سے ثابت نہیں ہوتی اور جامع المسانید خوارزمی میں جو امام شافعی کے امام موصوف سے بیڈ کے بارے میں سوال کا ذکر ہے وہ سند سے خالی ہے دوسرے حسن بن ابی مالک (جو اس روایت کے لئے بطور راوی ہیں) ان کے کتب مناقب امام شافعی میں ان کے تلامذہ میں نہیں ہے اور امام شافعی کے شیوخ روایت بھی ان دونوں کے عدم اجتماع پر یقین کا اظہار کرتے ہیں، کوئی سند بھی قابل اعتماد اگر واقعہ مذکور کی ہوتی، تو ہم امکان لقاء کو دوسرے مواقع میں بھی تسلیم کر لیتے، اس لئے بظاہر سوال مذکور امام ابو یوسف سے نہیں بلکہ یوسف سے ہوگا، غلطی سے ابو کا اضافہ ہو گیا اور یوسف سے مراد یوسف بن خالد سستی ہوں گے، جو بالاتفاق شیوخ شافعی میں سے ہیں۔

باقی امام الحرمین ابن جونیہ، کا یہ دعویٰ کرنا کہ امام شافعی کا مناظرہ امام ابو یوسف سے خلیفہ ہارون رشید کی موجودگی میں چند مسائل میں مدینہ منورہ کے قیام میں اور ایک مسئلہ پر مکہ معظمہ میں ہوا، جس کا ذکر انہوں نے مغیث الخلق اور مستظہری دونوں کتابوں میں کیا ہے وہ دونوں مناظرے اور اجتماع بے اصل اور جھوٹ ہیں جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی اور امام ابو یوسف کا اجتماع ثابت نہیں ہے، دوسرے یہ کہ امام شافعی کا ۱۸۴ھ میں زمانہ طلب و تحصیل کا تھا ۱۹۵ھ تک انہوں نے فقہ عراق اور فقہ حجاز کے موازنہ و ممارست سے اپنے مذہب قدیم کا آغاز کیا جو پانچ سال تک ان کا معمول رہا، اس کے بعد وہ مصر کے قیام میں مذہب جدید پر عامل ہوئے اور پانچ سال اس پر قائم رہ کر ۲۰۴ھ میں راہی دار البقاء ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ، لہذا ہر دو مناظروں مذکورہ کے افسانے من گھڑت ہیں۔

اس کے علاوہ ایک رحلہ مکذوبہ عبداللہ بن محمد بلوی اور احمد بن موسیٰ التجاری کی روایت سے کتابوں میں گھوم رہی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی ۱۸۴ھ میں عراق آئے تو خلیفہ ہارون رشید کی مجلس میں امام ابو یوسف اور ان کا اجتماع ہوا اور بعض نے یہ ہڈیاں بھی چلتا کر دیا کہ امام ابو یوسف کو دربار سے نکلوا یا گیا اور توہین کی گئی، حالانکہ امام ابو یوسف کی وفات ۱۸۲ھ میں امام شافعی کے عراق آنے سے بھی دو سال قبل ہو چکی تھی۔

اسی سفر کے سلسلہ میں ایک قصہ یہ بھی گھڑا گیا کہ امام محمد اور امام ابو یوسف نے مل کر سازش کی کہ امام شافعی کو قتل کرایا جائے، حالانکہ ۱۸۴ھ میں امام محمد بھی بغداد میں نہ تھے، بلکہ رقبہ کے قاضی تھے اور امام شافعی اس وقت مہتمم ہو کر لائے گئے تھے، امام محمد ہی نے ان کو خلیفہ سے سفارش کر کے بری کرایا، اس کے مقابلہ میں یہ الٹی بات گھڑی گئی اس کے علاوہ امام شافعی نے امام محمد کے پاس رہ کر خود اپنے اعتراف سے بقدر ایک اونٹ کے بوجھ کتابیں پڑھیں، چنانچہ امام شافعی نے امام محمد کے احسانات کا ہمیشہ اعتراف کیا ہے اور نہایت تعظیم کی ہے یہ زمانہ امام شافعی کے طلب علم کا تھا امامت و سیادت کا نہ تھا کہ ان پر حسد کر کے کوئی سازش ان کے خلاف کی جاتی، بلکہ امام شافعی کے اجتہاد و امامت کا دور امام محمد کی وفات سے بھی چھ سال کے بعد شروع ہوا ہے جب کہ وہ ۱۹۵ھ میں دوبارہ عراق آئے ہیں، غرض یہ روایت اول درایت کے بالکل خلاف، پھر راویوں کا یہ حال کہ حافظ ذہبی نے لکھا کہ دارقطنی نے عبداللہ بن محمد بلوی کو واضح حدیث کہا ہے اور ابو عوانہ نے اس کے واسطے سے اپنی صحیح میں استقواء کے بارے میں موضوع حدیث نقل کر دی ہے، حافظ ابن حجر نے لسان میں کہا کہ وہ رحلہ شافعی کا مصنف ہے جس کا اکثر حصہ جھوٹ ہے، توالی التامیس میں کہا کہ جو رحلہ امام شافعی کی طرف منسوب کر کے عبداللہ بن محمد بلوی نے بیان کی ہے اور اس کو آبروی دہنی وغیرہ نے بھی نقل کر دیا ہے کسی نے مفصل کسی نے مختصر اور ابن الدین رازی نے بھی پہلوں پر اعتماد کر کے بغیر ذکر سند ہی مناقب امام شافعی میں ذکر دیا وہ جھوٹ

ہے اس کا اکثر حصہ تو گھڑا ہوا ہے اور بعض حصے دوسری روایات کے ٹکڑے جوڑ کر بنائے گئے ہیں، حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں (ص ۱۸۶ ج ۱۰) میں فرمایا کہ جس نے یہ دعویٰ کیا کہ امام شافعی امام ابو یوسف کے ساتھ مجتمع ہوئے وہ جھوٹ ہے، البتہ امام محمد کے پاس پہنچے ہیں اور انہوں نے امام شافعی پر بڑی توجہ کی اور احسانات کئے اور ان دونوں میں کبھی کوئی رنجش بھی پیش نہیں آئی ایسا کہنے والے بے خبر ہیں۔

افسوس ہے کہ اس رحلہ مکذوبہ کو بے تحقیق اول تو آبری بیعتی اور ابو نعیم اصفہانی نے پھر، امام الحرمین عبد الملک بن الجونی شافعی اور ابو حادہ طوسی اور فخر رازی وغیرہ نے بھی نقل کر دیا اور اسی سے ترجیح مذہب شافعی پر استدلال کو قوی کرنے کی سعی کی ہے اور غالباً یہ حضرات اکابر یہی سمجھے بھی ہوں گے کہ یہ واقعات صحیح ہیں ورنہ کیوں نقل کرتے اور یہ ان کی غلطی احوال رجال سے کم واقعی اور جدلی و عقلی مباحث میں زیادہ مشغول رہنے کے باعث ہوئی یا بوجہ شدت عصیت اعتدال سے ہٹ گئے۔

اسی طرح بڑی حیرت ہے کہ امام نووی نے بھی المجموع میں اس رحلہ کو ذکر کر دیا (ص ۸ ج ۱) اور تہذیب الاسماء واللغات میں یہ بھی نقل کر دیا کہ جب امام شافعی ہارون رشید کی مجلس سے نکلے تو امام ابو یوسف نے ان کے پاس سلام و پیام بھیجا کہ آپ تصنیف کریں کیونکہ آپ اس زمانہ میں سب سے بہتر تصنیف کر سکتے ہیں (ص ۵۹ ج ۱)

امام سخاوی نے بھی مقاصد حسنہ ص ۲۲۲ میں کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام ابو یوسف و شافعی کا مجلس رشید میں اجتماع نقل کیا ہے، غلطی کی کیونکہ امام شافعی رشید کے پاس امام ابو یوسف کی وفات کے بعد پہنچے اور ایسے ہی وہ رحلت بھی جھوٹ ہے جس میں امام محمد کی طرف سے رشید کو قتل امام شافعی پر ترغیب دینے کی نیت کی گئی ہے۔

بظاہر جن اکابر نے ان روایات کا ذبہ کو بے تحقیق نقل کر دیا ان کا مقصد امام شافعی کی تنویر شان ہے، حالانکہ امام شافعی کی شان اپنے علم و فضل جلالت قدر اور امامت کے باعث ایسی بے بنیاد باتوں سے بالکل بے نیاز تھی اور ہے، دوسرا مقصد خفیہ شافعیہ و جماعتوں کے رجال میں عداوت و بغض کے جراثیم پیدا کرنا ہو سکتا ہے جو ممکن ہے جھوٹے روایات کا مقصد ہو اور دوسرے حضرات نے لاطعی یا سادگی سے ان کو نقل کر دیا ہو۔

امام ابو یوسف جب قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے دربار خلیفہ کے مصاحبین خاص میں شامل ہوئے تو دربار کے وزیر خاص یحییٰ بن خالد نے معلوم کرنا چاہا کہ امام کو دینی معلومات کی مہارت و حذاقت کے ساتھ دنیوی تاریخ و علوم سے بھی واقفیت ہے یا نہیں، جو شاہی درباریوں کے لئے ضروری ہیں، مثلاً علم سیر ملوک ماضیہ، پہلی امتوں کے انباء الملوک کے حالات، ایام عرب اور سابقین کے احوال وغیرہ۔

ظاہر تھا کہ امام ابو یوسف اگر ان علوم و معارف سے بے خبر ہوتے تو شاہی درباریوں میں ان کی وقعت صحیح نہ ہوتی، اور گو آپ کے دینی وقار و عظمت سے مرعوب رہتے مگر دل میں عزت و وقار کم ہوتا۔

امام ابو یوسف نے اس ضرورت کو فوراً ہی محسوس کر کے ابتداء میں چند روز درباری آمد و رفت کم سے کم رکھ کر زیادہ سے زیادہ وقت مطالعہ کتب پر صرف کیا اور اس خصوصی مطالعہ سے بھی اپنی خدا داد ذہانت اور بے نظیر قوت حافظہ کے ذریعے ان خاص علوم مذکورہ میں بھی وزیراء دربار کی اعلیٰ سطح پر پہنچ گئے چنانچہ یحییٰ بن خالد سے کسی موضوع پر بات ہوئی تو وہ آپ کی وسعت معلومات سے بہت حیران و متاثر ہوا، یہی وجہ ہے کہ امام ابو یوسف جب دربار شاہی میں ایملوں کی سماعت کے لئے بیٹھتے تو خلیفہ اور سب وزیراء ان کے مدد و جلال سے متاثر ہوتے تھے۔

محدث ابن کبیر اسد بن فرات کا بیان ہے کہ ایک روز امام ابو یوسف ہارون رشید کی موجودگی میں کوئی ایمل من رہے تھے خلیفہ وقت نے جس وقت دیکھا کہ امام کسی ایک فریق پر آخری حکم کرنے کو تیار ہیں تو امام ابو یوسف کے پاس آ کر دو زانو باادب ہو کر ان کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر بیٹھ گئے یہاں تک کہ امام نے بحیثیت چیف جسٹس اپنا فیصلہ دیدیا اور خلیفہ نے سب کو سنا کر کہا کہ جس طرح میں نے کیا اسی طرح میرے سب ساتھیوں (وزراء و ارکان دربار) کو بھی کرنا چاہئے تاکہ امام صاحب کا فیصلہ پوری قوت کے ساتھ نافذ ہو۔

یہ واقعہ بظاہر معمولی ہے مگر ذرا اس سے اندازہ یہ کیجئے کہ اس وقت اسلامی قانون کی عزت و شوکت عام مسلمانوں کے قلوب سے گذر کر خود بادشاہوں شہنشاہوں اور وزراء و دارکان دولت کے دلوں میں کیا تھی، پھر کیا عدل و انصاف کو اتنا اونچا مقام عطا کرنے کا تصور آج اس دور تنور میں بھی کسی متنور کے دماغ میں آ سکتا ہے؟ علامہ کوثری نے اس سلسلہ کے کچھ واقعات اور بھی لکھے ہیں جو ہم بخوف طوالت ترک کرتے ہیں ہم نے بھی بعض واقعات امام اعظم کے تذکرہ میں لکھے ہیں۔

امام ابو یوسف کا زہد و ورع، تقویٰ اور کثرت عبادت تمام کتب مناقب میں مذکور ہیں، حتیٰ کہ حافظ ذہبی نے مستقل رسالہ میں بھی امام موصوف کے ان اوصاف اور دوسرے کمالات کی دل کھول کر مدح کی ہے حالانکہ وہ کسی کی تعریف میں بہت محتاط ہیں بلکہ باعتراف ان کے تلمیذ خاص شیخ تاج سکی کے بہت سے ائمہ حنفیہ و شافعیہ کے خلاف دراز لسانی بھی کر گئے ہیں۔ (طبقات کبریٰ ص ۱۹۷ ج ۱)

امام ابو یوسف کی وفات کا واقعہ پہلے ضمناً گذر چکا کہ آخر وقت میں بھی مناسک حج پر ہدایات دیتے ہوئے رخصت ہوئے علامہ ابن عبد البر، خطیب صیری اور ابن ابی العوام وغیرہ سب نے ابن رجاء کا خواب بھی نقل کیا ہے کہ امام محمد کو دیکھا پوچھا کیسی گذری؟ فرمایا بخشد یا پوچھا امام ابو یوسف کا کیا حال ہے؟ فرمایا وہ مجھ سے درجہ میں اونچے ہیں، پوچھا امام اعظم؟ فرمایا ان کا کیا کہنا وہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

علامہ کوثری نے امام ابو یوسف کے حالات تحریر فرمانے کے بعد اس طویل وصیت کو بھی درج کیا ہے جو آپ کو امام اعظم نے کی تھی جو گر انقدر معلومات و ہدایات کا مجموعہ ہے اس کا ترجمہ بخوف طوالت ترک کیا جاتا ہے ہم نے امام ابو یوسف کی زندگی کے اہم واقعات حسن التقاضی اور دوسری کتابوں کی مدد سے کوشش کر کے زیادہ سے زیادہ جمع کئے لیکن خلاصہ کر کے کم سے کم لکھے ہیں، خدا کرے کسی وقت مفصل مکمل سوانح لکھنے کی بھی توفیق ملے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

وفات کے وقت کہا کاش میں اس فقر کی حالت میں مرتنا جو شروع میں تھی اور قضا کے کام میں نہ پھنستا، خدا کا شکر ہے اور اس کی یہ نعمت ہے کہ میں نے قصداً کسی پر ظلم نہیں کیا اور نہ ایک فریق کی رعایت کی خواہ وہ بادشاہ تھا یا بازاری، بارالہا! تو خوب جانتا ہے کہ میں نے فیصلوں میں خود رائی سے کام نہیں لیا، ہمیشہ تیری کتاب اور تیرے رسول کی سنت کو مقدم رکھا، جہاں مجھے اشکال پیش آیا، ابو حنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان میں واسطہ کیا، واللہ! وہ میرے نزدیک تیرے احکام کو پہچاننے والے تھے اور کبھی حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے، یہ بھی فرمایا، بارالہا! تو جانتا ہے کہ میں نے جان کر حرام نہیں کیا اور نہ جان کر کوئی درہم حرام کا کھایا۔

ان کی آخری ملاقات کے دوران معروف کرخی نے ایک رفیق سے کہا کہ ابو یوسف زیادہ علیل ہیں تم مجھ کو وفات کی خبر دینا، راوی کا بیان ہے کہ میں واپس آیا تو دیکھا کہ جنازہ نکل رہا تھا، سوچا کہ نماز جاتی رہے گی اور نماز پڑھ کر اطلاع کی، معروف کرخی نے سنا تو ان کو سخت صدمہ ہوا بار بار اللہ پڑھتے تھے میں نے کہا نماز میں عدم شرکت کا اس قدر رنج کیوں ہے؟ کہا میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ جنت میں داخل ہوا دیکھا کہ ایک محل تیار ہے اس کا بالائی حصہ مکمل ہو چکا ہے پردے آویزاں کئے گئے اور بالکل مکمل ہو گیا میں نے پوچھا کس کے لئے تیار ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ابو یوسف کے واسطے میں نے کہا یہ مرتبہ انہوں نے کیوں پایا! جواب ملا اچھی تعلیم دینے اور اس کے شوق کے صلہ میں اور لوگوں نے جوازیت پہنچائی اس کے صلہ میں شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم ابو یوسف کے جنازہ میں شریک تھے عباد بن العوام بھی ساتھ تھے، میں نے ان کو یہ کہتے سنا کہ اہل اسلام کو چاہئے کہ ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کریں، خلیفہ ہارون رشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے، نماز خود اس نے پڑھائی، مقابر قریش میں دفن کرایا۔

ابن کامل کا قول ہے کہ یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل اور علی بن المدینی ان کے ثقہ فی التحل ہونے پر متفق ہیں، یحییٰ بن معین نے کہا کہ ابو یوسف اصحاب حدیث کی طرف مائل تھے اور ان کو دوست رکھتے تھے، اور میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں، امام احمد کا قول ہے کہ حدیث میں

میرے پہلے استاد ابو یوسف ہیں ان کے بعد میں نے اوروں سے حدیث لکھیں، علی بن مدینی کا قول ہے کہ ابو یوسف صدوق تھے۔ خطیب نے حسب عادت امام ابو یوسف پر بھی جرح نقل کی ہے لیکن اثناء جرح میں جواب دیا ہے، جرحیں سب غیر مفسر ہیں، مواد جرح وہی ہے جو امام صاحب اور امام محمد کی نسبت ہے یعنی مرجئی ہونا وغیرہ، متاخرین احمد و رجال نے امام ابو یوسف کے متعلق بھی جرح متروک کر دی ہے، صرف مناقب و تعدیل لکھی ہے۔

محققین میں سے امام ابن قتیبہ نے معارف میں نہ امام اعظم پر جرح کی ہے اور نہ ابو یوسف پر حالانکہ دوسرے رجال پر جرح کرتے ہیں۔

۳۷- امام ابو محمد نوح بن دراج نخعی کوئی (م ۱۸۲ھ)

محدث، فقیہ، امام اعظم، امام زفر، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، امام اعظم اور سعید بن منصور کے تلمیذ اور مدینہ فقہ حنفی کے شریک کار تھے، امام ابن ماجہ نے باب التفسیر میں آپ سے تخریج کی۔ کوفہ اور بغداد کے قاضی رہے، فقہ امام صاحب سے متخصّص ہوئے۔ (حدائق) جامع المسانید میں امام صاحب سے روایت بھی کرتے ہیں۔ (ص ۴۶۳ ج ۲)

۳۸- امام ہشیم بن بشیر السلمی الواسطی (متوفی ۱۸۳ھ)

رجال صحاح ستہ میں سے محدث و فقیہ، نیز امام اعظم کے اصحاب و شرکاء مدینہ فقہ میں سے تھے، امام مالک نے فرمایا کہ اہل عراق میں سے ہشیم حدیث کے بہت اچھے جاننے والے ہیں، حماد بن زید نے فرمایا کہ محدثین میں ان سے اونچے مرتبہ کا میں نے نہیں دیکھا، عبدالرحمن ابن مہدی کا قول ہے کہ ہشیم سفیان ثوری سے زیادہ حافظ حدیث ہیں، ابو حاتم کہتے ہیں کہ ہشیم کی نماز، صدق و امانت کا پوچھتا ہی کیا؟ امام احمد نے فرمایا کہ ہشیم کثیر التبیح تھے، میں چار پانچ سال ان کی خدمت میں رہا، ان کے رعب و ہیبت کی وجہ سے صرف دو مرتبہ سوال کر سکا (امانی الاخبار) (ص ۴۸ ج ۱)

۳۹- امام ابو سعید یحییٰ بن زکریا ابن ابی زائدہ ہمدانی کوئی (م ۱۸۴ھ)

حافظ حدیث، فقیہ، ثقہ متدین، متورع اور ان اکابر اہل علم و فضل سے تھے جنہوں نے فقہ و حدیث کو بہت نمایاں طور پر جمع کیا امام طحاوی نے فرمایا کہ وہ امام اعظم کے ان چالیس اصحاب میں سے تھے جو مدینہ کتب فقہ میں مشغول تھے اور تیس سال تک مسلسل وہ ہی مسائل مدونہ کو لکھتے رہے، بلکہ ان میں سے بھی عشرہ محققین میں ان کا شمار کیا گیا ہے، حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں ابن مدینی کا قول نقل کیا ہے کہ امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) کے بعد کوفہ میں آپ سے زیادہ کوئی اثبت نہ تھا، نسائی نے بھی آپ کو ثقہ، محبت کہا ہے، خطیب نے نقل کیا ہے کہ آپ نے بیس سال تک روزانہ ایک قرآن مجید ختم کیا، بغداد میں رہ کر ایک مدت تک درس حدیث دیتے رہے آپ کے تلامذہ حدیث میں امام احمد، ابن معین، قتیبہ، حسن بن عرفہ اور ابو بکر بن ابی شیبہ (صاحب مصنف) وغیرہ ہیں، خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا تھا، علاوہ دوسری تصانیف کے ایک ایک مسند بھی آپ نے جمع کی تھی ۹۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (حدائق)

فقہ میں امام صاحب سے درجہ تخصّص پایا، یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ کوفہ میں یحییٰ بن زکریا سے زیادہ کسی کی مخالفت مجھ پر بھاری نہیں ہے (بوجہ ان کے کمال تفقہ اور علم حدیث کے) امام وکیع نے اپنی کتابیں ان ہی کے طرز و طریق پر لکھیں، صالح بن سہل کا قول ہے کہ یحییٰ بن زکریا اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ حدیث اور فقیہ تھے جن کو امام اعظم کی مجالس میں بہ کثرت حاضری کا شرف اور دین و ورع کا امتیاز بھی حاصل تھا، امام اعظم کے پوتے اسماعیل نے فرمایا کہ یحییٰ بن زکریا حدیث میں ایسے تھے جیسے عطر میں بسی ہوئی دو لہن۔

حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں ابن مبارک اور یحییٰ بن زکریا بہت بڑے مرتبہ کے تھے کوئی ان کے مشابہ

نہیں ہوا (منقب کردی جلد ۲) حافظ ذہبی نے ان کو الحافظ، المتقن الفقیہ صاحب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہما لکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۴۰۔ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ (م ۱۸۱ھ)

عالم ربانی، فقیہ و محدث، زاہد، عابد صاحب کرامات باہرہ تھے، مدت تک کوفہ میں رہ کر امام اعظم سے فقہ و حدیث میں تلمذ کیا، آپ کے تلامذہ میں امام شافعی، یحییٰ القطان اور ابن مہدی وغیرہ ہیں پہلے قطاع الطريق تھے پھر ہادی الطريق و مقتدائے ابنے اور ایسے باخدا ہوئے کہ ابوعلی رازی نے فرمایا کہ میں تیس سال آپ کی صحبت میں رہا مگر اس عرصہ میں کبھی ہتے نہیں دیکھا البتہ اس روز کہ آپ کے صاحبزادے علی فوت ہوئے میں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ خدا نے ایک بات پسند کی لہذا میں نے بھی اسی کو پسند کیا، اصحاب صحاح ستہ کے شیخ ہیں، سب نے آپ سے تخریج کی، ابن جوزی نے مستقل کتاب آپ کے مناقب میں تصنیف کی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۴۱۔ امام اسد بن عمرو بن عامر البجلی الکوفی (متوفی ۱۸۸ھ، ۱۹۰ھ)

مشہور محدث و فقیہ اور امام صاحب کے ان چالیس فقہاء و اصحاب میں سے تھے جو کتب و قواعد فقہ کی تدوین میں مشغول ہوئے بلکہ عشرہ معتقدین میں شمار کئے گئے، تیس سال تک انہوں نے بھی مسائل فقہ حنفی لکھے، امام صاحب کی خدمت میں طویل مدت رہے اور آپ سے حدیث و فقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا، سب سے پہلے امام صاحب کی کتابوں کو لکھنے والے یہی تھے، امام ابو یوسف کی وفات پر خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو بغداد اور واسطہ کی قضا سپرد کی اور اپنی بیٹی سے آپ کا عقد کر دیا، ہارون رشید کے ساتھ حج کو گئے اور سواری میں ان کے برابر بیٹھتے تھے، امام طحاوی نے ہلال بن یحییٰ رازی سے نقل کیا کہ میں ابھی بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا دیکھا کہ ہارون رشید بھی آکر لوگوں کے ساتھ طواف کرنے لگا پھر کعبہ کے اندر داخل ہوا اور اس کے ساتھ خاندان شامی کے اور افراد بھی اندر گئے میں نے ان سب کو دیکھا کہ کھڑے رہے صرف ہارون رشید بیٹھا اور ایک شیخ اس کے ساتھ آگے بیٹھا رہا، میں نے معلوم کیا کہ یہ شیخ کون ہیں تو بتایا گیا کہ یہ اسد بن عمرو خلیفہ کے قاضی ہیں، اس میں سمجھا کہ خلافت کے بعد قضا سے بڑا کوئی عہدہ نہیں ہے۔

آپ سے امام احمد، محمد بن یحییٰ و احمد بن منیع وغیرہ نے حدیث روایت کی اور آپ کو صدوق بتلایا، ابن معین بھی توثیق کرتے تھے (حدائق حنفیہ و جواہر مہنیہ) بعض لوگوں نے اسد بن عمرو کو ضعیف کہا ہے لیکن امام احمد کا ان سے روایت کرنا ان کی توثیق کے لئے کافی ہے کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنۃ میں علامہ سبکی نے شفاء الاسقام میں، حافظ سخاوی نے فتح المغیث میں تصریح کی ہے کہ امام احمد غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے، روایت ہے کہ اسد بن عمرو کے مرض و وفات میں امام احمد صبح و شام عیادت کے لئے جاتے تھے (فوائد یہیہ) سنن ابن ماجہ میں ان سے روایت کی گئی ہے اور انہوں نے مسند امام اعظم میں امام صاحب سے روایت کی ہے۔

۴۲۔ الامام المجتہد الجلیل محمد بن الحسن الشیبانی ولادت ۱۳۲ھ وفات ۱۸۹ھ عمر ۵۷ سال

نام و نسب: ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی، اصل مسکن جزیرہ (شام) ولادت واسطہ میں ہوئی پھر والدین وغیرہ مستقل طور سے کوفہ منتقل ہو گئے کوفہ ہی میں امام محمد کی تربیت و تعلیم ہوئی۔

جلالت قدر: تاریخ فقہ شاہد ہے کہ کتب مشہورہ مؤلفہ مذاہب ائمہ متبوعین مدونہ، حجتہ اور امام وغیرہ سب امام محمد کی کتابوں کی روشنی میں تالیف ہوئیں اور ایک عرصہ دراز تک ان کی کتابیں تمام مذاہب کے فقہاء کے ہاتھوں میں متداول رہیں اور بے تکلف سب ان سے مستفید ہوتے رہے کیونکہ ان کے دلائل، وضوح بیان، دقت نظر اور تفریع مسائل کا بہترین اسلوب ان کے اپنے زمانہ کے بھی اکثر فقہاء اعلام کے

اعتبار سے اعلیٰ و فائق تھا چہ جائیکہ اس کا موازنہ بعد کے زمانہ سے کیا جائے؟

پھر باوجود اس علمی و وسعت معلومات و وقت نظر کے امام موصوف کے کمال اخلاص و غایت تواضع و انکسار کا یہ بھی ثمرہ ہے کہ ان کے یا ان کے قریبی طبقات کے کسی فقیہ کی اس قدر کتابیں ہمارے اس دور تک نہیں پہنچیں جس قدر کہ ان کی پہنچی ہیں وذلک بفضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تعلیم: ۱۴ سال کی عمر میں حضرت امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا ۱۴ سال تک حاضر خدمت رہے پھر تکمیل امام ابو یوسف سے کی اور ان کے علاوہ امام اوزاعی، ثوری، امام مالک وغیرہ سے بھی علم حدیث وغیرہ میں استفادہ فرمایا حتیٰ کے باتفاق اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام ہوئے، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے نازش روزگار مسلم استاد، خود فرمایا کہ مجھے بالی ترکہ سے تیس ہزار روپے یا نائیر ملے تھے جن میں سے آدمے میں کے علم لغت و شعر کی تحصیل میں صرف کئے اور آدمے فقہ و حدیث کی تحصیل میں صرف کر دیئے بیس سال کی عمر میں درس دینا شروع کر دیا تھا۔

تصنیف: تمام عمر گھر میں گوشہ گیر ہو کر لکھنے پڑھنے میں گذاری، ان کے نو اسکا بیان ہے کہ گھر میں کتابوں کے ذخیر کے درمیان بیٹھے لکھا کرتے تھے اور گھر کے لوگوں سے فرما دیا تھا کہ مجھ سے کسی ضرورت کا سوال نہ کرنا جو کچھ کام ہو میرے وکیل سے کہو وہ پورا کر دے گا تاکہ میں فراغ قلب سے کام کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو گروہ والوں سے بات کرنے کبھی نہیں دیکھا البتہ کبھی ایسے ایسے مبارک یا انگلی کے اشارہ سے کچھ فرمادیتے تھے۔

امام محمد کے شیوخ حدیث

اہل کوفہ میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر بن الہذیل، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ وغیرہ (علامہ کوثریؒ نے تیس اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل مدینہ میں سے امام مالک، ابی ایہیم، ضحاک بن عثمان وغیرہ (۱۷-۱۸ اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل مکہ میں سے حضرت سفیان بن عیینہ، حضرت طلحہ بن عمرو، زمرہ بن صالح وغیرہ (۸-۱۸ اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل بصرہ میں سے حضرت ابوالعوام وغیرہ (۷-۱۸ اکابر کے نام گنائے ہیں)

اہل واسطہ میں سے حضرت عباد بن العوام، حضرت شیبہ بن الحجاج، حضرت ابومالک عبد الملک الخثعمی۔

اہل شام سے حضرت ابو عمرو عبد الرحمن ملاذلی وغیرہ مثل خراسان سے حضرت عبد اللہ بن مبارک مثل یامہ سے حضرت یوبن بن عتبہ الخثعمی وغیرہ۔ امام محمد کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور علامہ کوثریؒ نے ۱۴۰ اکابر کے اسماء گرامی درج کئے ہیں، یہاں صرف چند اعلام کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اصحاب و تلامذہ

۱- حضرت ابو حفص الکبیر البخاری احمد بن حفص الخثعمی (جن سے امام بخاری نے حضرت امام اعظم اور ان کے اصحاب کا فقہ حاصل کیا)

۲- حضرت ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی (جن سے صحاح ستہ کا سلسلہ مشرق و مغرب تک پہنچا) ۳- امام ہمام حضرت امام شافعی ۴-

حضرت ابو عبید قاسم بن سلام الہروی (مشہور مجتہد کبیر) ۵- حضرت علی بن معبد (جامع کبیر و جامع صغیر کے راویوں میں سے) اصحاب صحاح ستہ

کے استاد ہیں ۶- حضرت اسد بن الفرات القیر دانی (مدون مذہب امام مالک و شیخ سخون) ۷- حضرت محمد بن مقاتل الرازی (شیخ ابن

جریر) ۸- حضرت یحییٰ بن معین الغطفانی (مشہور امام جرح و تعدیل) ۹- حضرت ابو جعفر (راوی موطا امام محمد) ۱۰- حضرت علی بن صالح

الجرجانی (راوی البحر جانیات) ۱۱- حضرت شعیب بن سلیمان الکلبسانی (راوی الکلبسانیات) ۱۲- حضرت اسمعیل بن توبہ القزوی (راوی

السمیر الکبیر) ۱۳- حضرت ابوبکر ابراہیم المرزوی (راوی النوادر) ۱۴- حضرت ابو موسیٰ عیسیٰ بن ابان المصیری (راوی الحج علی اہل المدینہ و

مؤلف کتاب الحج الکبیر والحدیث (۱۵) حضرت ابو زکریا یحییٰ بن صالح الوحاظی الحمصی (جو حضرت امام بخاری کے شیوخ شام میں سے ہیں)
۱۶- حضرت سفیان بن عیان بن حکان البصری (صاحب کتاب العلیل)

امام محمد بواسطہ امام شافعی و امام احمد، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابوزرعد اور محدث ابن ابی زبید تیار کے استاد ہیں اور بواسطہ علی بن معبد یحییٰ بن معین، ابویعلیٰ، ابن حدی، ابن حبان، ابوالشیخ اصغہانی، حافظ ابو نعیم، ابوجوانہ، امام طہاوی، طبرانی، ابن مردویہ، ابوحاتم، قاسم بن سلام، محمد بن اسحاق (صاحب المغازی) اور اسحاق بن منصور کے استاد ہیں۔

موطا امام محمدؒ

امام محمدؒ نے مدینہ منورہ میں حضرت امام مالکؒ کی خدمت اقدس میں تین سال رہ کر استفادہ کیا اور موطا محمدؒ ترتیب دیا جو امام مالکؒ کی ۲۲ روایات و نسخ میں سے ممتاز ترین روایت ہے کیونکہ اس میں امام محمدؒ نے یہ التزام کیا کہ ہر باب کی احادیث ذکر کرنے کے بعد یہ بھی بتلایا کہ کن احادیث کو فقہا عراق نے اخذ کیا اور کن کو دوسری احادیث کی وجہ سے ترقی کیا اور ہر جگہ ان دوسری احادیث کو بھی ذکر فرمایا، اس گرانقدر علمی امتیاز کی وجہ سے موطا امام محمدؒ تمام موطوں سے بڑھ جاتی ہے جس طرح موطا امام یحییٰؒ اس امتیاز کے باعث دوسرے موطوں سے بڑھ کر ہے کہ انہوں نے ہر باب کی احادیث کے بعد حضرت امام مالکؒ کی رائے بھی ذکر کی ہے۔

امام محمدؒ کی ذہانت و حاضر جوابی

خطیب نے مجاشع سے روایت کی ہے کہ میں ایک روز امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر تھا اور وہ لوگوں کو فتویٰ دے رہے تھے کہ امام محمدؒ آئے اور وہ اس وقت کم عمر تھے (یہ واقعہ اس سے پہلے کا ہے کہ امام محمدؒ نے امام مالکؒ کی خدمت میں جا کر موطا ان سے سنا ہے) سوال کیا کہ اس جنبی کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جس کو غسل کے لئے پانی نہ ملے سواء مسجد کے؟ امام مالکؒ نے فرمایا کہ جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا! امام محمدؒ نے کہا پھر کیا کرے جب کہ نماز کا وقت ہو گیا اور وہ مسجد میں پانی کو دیکھ بھی رہا ہے؟ امام مالکؒ نے پھر دعویٰ فرمایا کہ مسجد میں جنبی داخل نہیں ہو سکتا اور بار بار یہی فرمایا، امام مالکؒ نے دیکھا کہ امام محمدؒ جواب سے مطمئن نہیں ہوئے تو فرمایا کہ تم اس صورت میں کیا سمجھتے ہو؟ آپ نے کہا کہ تنجیم کر کے مسجد میں داخل ہو اور پانی باہر لا کر غسل کر لے، امام مالکؒ نے فرمایا تم کہاں کے ہو؟ امام محمدؒ نے فرمایا اسی کا (اور زمین کی طرف اشارہ کیا) اور اٹھ کر چلے گئے، لوگوں نے کہا یہ محمد بن حسن صاحب ابی حنیفہ تھے، امام مالکؒ نے حیرت سے کہا اچھا! محمد بن حسن تھے اور جھوٹ کیسے بول گئے؟ کہہ گئے کہ میں اسی شہر کا ہوں، لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں! انہوں تو زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا کہ میں اسی کا ہوں، اس پر امام مالکؒ نے فرمایا یہ بات تو پہلی بات سے بھی بڑھ گئی یعنی امام محمدؒ کی ذہانت اور حاضر جوابی پر مزید حیرت کا اظہار فرمایا۔

تحقیق مسائل میں فرق مراتب

یہ بھی مردی ہے کہ امام محمدؒ فرماتے تھے میں نے امام مالکؒ کو دیکھا اور بہت سے مسائل دریافت کئے، میرا یہ تاثر ہے کہ انہیں فتویٰ نہیں دینا چاہئے کیونکہ ان کے جواب سے قلبی اطمینان حاصل نہیں ہوتا تھا۔

ایک وجہ امام مالکؒ کے تفقہ میں کمی کی یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ جو واقعات و حوادث ابھی پیش نہیں آئے نہ ان کا جواب دیا جائے نہ ان کے بارے میں غور و خوض کیا جائے، برخلاف اس کے امام اعظمؒ اور ان کے اصحاب کا طریقہ یہ تھا کہ ہر قسم کے احتمالات اور امکانی صورتوں پر بھی غور کیا جائے اور ہر سوال کا جواب دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ یحییٰؒ کی روایت سے جو موطا ماثور ہے اس میں امام

مالک کی تمام آراء کا شمار تین ہزار مسائل سے آگے نہیں بڑھتا، حالانکہ اس سے بہت زیادہ مسائل امام صاحب اور آپ کے اصحاب کی مجلس میں صرف تین ماہ میں حل ہو جاتے تھے، پھر یہ فرق الگ رہا کہ ان حضرات کے یہاں اکثریت ان جوابات کی ہے جو تسلی بخش اور اقلان افروز ہیں اور امام مالک کے اکثر مسائل کی تحقیق ناقابل اطمینان ہے۔

حضرت حافظ ابوالقاسم بن ابی العوام السعدی نے فرمایا کہ میں نے امام طحاوی سے سنا جنہوں نے محمد بن شان سے اور محمد بن شان نے یحییٰ بن سلیمان سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب یحییٰ بن ائیم خلیفہ مامون رشید کے ساتھ مصر آئے تو یحییٰ بن صالح الوحاظی سے ملے (جو امام بخاری کے مشائخ شام میں سے ہیں) اور دریافت کیا اے زکریا! علمی مسائل و مشکلات میں حقیقت کس میں زیادہ تھ امام مالک یا امام محمد میں؟ تو انہوں نے فرمایا۔ امام مالک جب کہ جواب مسائل کے لئے تیار و مستعد بیٹھے ہوئے ہوتے تھے، ان سے امام محمد نے اپنے بھاری بھر کم جسم کے ساتھ لیٹے ہوئے لا پرواہی کے ساتھ (کہ اس کے وقت جواب مسائل کے لئے تیار بھی نہ ہوتے تھے، زیادہ بیدار مغز ہوتے تھے اور زیادہ تسلی بخش و اطمینان افزا جواب دے سکتے تھے۔

خطیب نے یحییٰ بن صالح موصوف سے اس طرح نقل کیا کہ مجھ سے ابن ائیم نے کہا تم نے امام مالک کو دیکھا ہے کہ اور ان سے احادیث سنی ہیں اور امام محمد کے ساتھ بھی رہے ہو تو ان دونوں میں سے کون زیادہ فقیہ تھا؟ میں نے کہا محمد بن الحسن زیادہ افقہ ہیں امام مالک سے، امام ذہبی نے فرمایا کہ امام ابو یوسف کے بعد ملک عراق میں فقہ کی امامت امام محمد پر ختم ہوئی انہوں نے بہت سی تصانیف چھوڑیں اور ان سے ائمہ حدیث و فقہ نے فقہ حاصل کیا اور وہ اذکیاء عالم میں سے تھے۔

امام شافعی کے واسطہ سے نقل ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ میں نے امام مالک سے بعض مسائل دریافت کئے میں سمجھتا ہوں کہ ان کو فتویٰ دینا درست نہیں تھا، علامہ ابن عبدالبر نے انشاء میں یہ الفاظ نقل کئے کہ تمہارے صاحب (امام مالک) کو جواب مسائل و فتویٰ کی ضرورت نہ تھی اور ہمارے صاحب (امام ابو حنیفہ) کو سکوت یعنی فتویٰ نہ دینا درست نہ تھا، مقصد یہ تھا کہ امام مالک سے دوسرے زیادہ احق بالجواب و الافتاء موجود تھے اور امام صاحب کے زمانہ میں کوئی شخص زیادہ اہل فتویٰ کے لئے نہ تھا، اس لئے ان پر فتویٰ دینا واجب و ضروری تھا۔

علامہ کوثری نے بوغ الامانی ص ۱۲ پر قول مذکور نقل کر کے فرمایا کہ بر تقدیر صحت اس قول کی واقعیت و صداقت اس شخص پر روشن ہے جو امام مالک کے زمانہ کے علماء مدینہ کے مراتب و مدارج علمیہ سے اور امام اعظم کے زمانہ کے علماء عراق کے مراتب سے واقف ہے کیونکہ امام محمد امام مالک کی جلالت و قدر و منزلت حدیث کے علم و اعتراف کے باوجود ان کی نسبت تفقہ میں کمی کو بھی محسوس کرتے تھے جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ امام مالک صرف واقع شدہ حوادث کا جواب دیتے تھے اور تقدیری (غیر واقع) حوادث میں نہ غور کرتے تھے نہ ان کا جواب دیا کرتے تھے اس لئے بروایت یحییٰ الشیبی جو امام مالک کے موطا (میں ان کی آراء و مسائل مذکور ہیں وہ سب تین ہزار سے زیادہ نہیں جب کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مسائل مستخرجہ سے اتنی مقدار صرف تین ماہ کی ہوتی ہے، باقی متاخرین نے جو کثیر مسائل امام مالک سے روایت کئے ہیں وہ ان کی آراء نہیں بلکہ ان کی آراء پر تخریجات ہیں اس لئے ان سے وہ اطمینان قلب نہیں ہوتا جو امام مالک کی ذاتی آراء سے ہوتا ہے۔

امام محمد نے اسی کی تفقہ کے احساس کے باعث کتاب الحج تالیف کی جو الاحتجاج علی اہل المدینہ کے نام سے بھی معروف ہے، یہ کتاب ہندوستان میں بھی طبع ہوئی تھی اب نادر ہے اور حضرت علامہ عصر مولانا مفتی سید محمد مہدی حسن صاحب شاہجہانپوری شیخ الافقاء دارالعلوم دیوبند اس پر نہایت مہتمم بالشان گرانقدر تعلیقات تحریر فرما رہے ہیں جس میں خاص طور سے علامہ ابن حزم اندلسی کی دراز دستیوں کے بھی جوابات ہوں گے جو محلی میں انہوں نے کی ہیں، تین ربح سے کچھ زائد اس کا کام ہو چکا ہے اور ادارہ الجریۃ احیاء المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن سے اس کی اشاعت ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جیسا کہ علامہ کوثری نے بھی تحریر فرمایا یہ کتاب اپنی طرز تحقیق اور بحث رد میں بے نظیر ہے جس کا رنگ امام شافعی نے بھی امام مالک کے رد میں اختیار کیا چنانچہ وہ خوبی وقوت استدلال ان کو امام محمد کے بعض مسائل کے رد میں حاصل نہ ہوئی (بلوغ الامانی ص ۱۳) یہی وجہ ہے کہ امام محمد کو فقہ حدیث میں ان کے بہت سے مشائخ پر بھی فضیلت دی گئی ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

امام محمد کے تلامذہ خصوصی

امام محمد کے خصوصی تلامذہ و اصحاب میں سے امام شافعی تھے جن کو عام اوقات درس کے علاوہ بھی امام محمد نے خاص طور سے تعلیم دی ہے اور قسم قسم کے احسانات سے نوازا ہے، جن کا مختصر تذکرہ امام شافعی کے حالات میں ہو چکا ہے۔

دوسرے اسد بن الفرات قیروانی ہیں ان کی بھی امام محمد نے مخصوص اوقات میں تعلیم و تربیت کی ہے ساری ساری رات ان کو تنہا لے کر بیٹھتے اور پڑھاتے تھے اور مالی امداد بھی کرتے تھے، اسد جب عراق سے وطن کو واپس ہوئے تو مدینہ طیبہ میں اصحاب امام مالک سے ملے اور ان مسائل میں بحث کی جو امام محمد سے حاصل کئے تھے مگر وہ تشفی نہ کر سکے پھر مصر پہنچے عبداللہ بن وہب مالکی سے ملے اور کہا کہ یہ امام ابو حنیفہ کی کتابیں ہیں ان مسائل میں امام مالک کے مذہب سے جواب دیں وہ جواب نہ دے سکے تو عبدالرحمن بن القاسم مالکی کے پاس پہنچے جو امام مالک کی خدمت میں بیس سال رہ چکے تھے اور پورے تیقظ و اغتباہ کے ساتھ ان سے فقہ و حدیث حاصل کی تھی اس لئے مالکیہ ان کو دوسرے اصحاب مالک پر فقہ میں فوقیت دیتے ہیں انہوں نے کچھ جوابات تو یقین کے ساتھ دیئے اور کچھ میں شک و شبہ ظاہر کیا۔

غرض اسد بن الفرات نے امام محمد سے امام ابو حنیفہ کے مسائل اور ابن القاسم سے امام مالک کے مسائل حاصل کر کے ۶۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسد یہ رکھا، اس مجموعہ کی علماء مصر نے نقل لینی چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی، اسد نے اجازت دی اور چڑے کے تین سو ٹکڑوں پر اس کی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی، مدوئہ بخون کی اصل بھی یہی اسد یہ ہے، پھر ان ہی اسد بن الفرات نے افریقہ میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب پھیلایا اور یہی اسد فاتح صقلیہ ہیں اور انہوں نے ہی وہاں اسلام پھیلایا ہے۔ ۲۱۳ ہجری میں وفات پائی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (بلوغ ص ۲۰)

امام محمد اور امام ابو یوسف

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد امام محمد نے امام ابو یوسف کی صحبت اختیار کی فقہ و حدیث وغیرہ علوم میں ان سے تکمیل کی اور ان دونوں کے علوم کی اشاعت میں لگ گئے، مبسوط، جامع صغیر، سیر کبیر لکھیں۔

امام طحاوی اپنے استاد ابن ابی عمران سے وہ طبری سے وہ اسحاق بن عیسیٰ بن حماد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ تو صبح سویرے امام ابو یوسف کی مجلس درس میں پہنچ جاتے تھے لیکن امام محمد کا معمول یہ تھا کہ وہ صبح اول وقت دوسرے ائمہ حدیث کی خدمت میں اخذ حدیث کے لئے جاتے اور پھر امام ابو یوسف کے پاس آتے اتنے وقت میں بہت سے علمی مباحث گزر چکے ہوتے تھے اور امام ابو یوسف ان کی رعایت سے پھر ان کا اعادہ فرما کرتے تھے، ایک روز ایسا ہوا کہ اسی طرح امام محمد دیر سے پہنچے اور ہم کسی علمی حدیثی بحث میں مشغول تھے، امام ابو یوسف نے امام محمد سے کوئی سوال کیا، جس کا جواب انہوں نے اس کے خلاف دیا جو اس روز امام ابو یوسف بیان کر چکے تھے، بظاہر اختلاف امام اعظم کی رائے کے بارے میں تھا کہ وہی ہے جو امام ابو یوسف فرما چکے تھے یا وہ جواب امام محمد نے بیان کی، مختصر گفتگو کے بعد ہونہار شاگرد نے وہ کتاب منگوائی جس میں غالباً امام صاحب کے اقوال و ارشادات محفوظ ہوں گے اور اس کو دیکھنے پر بات وہی صحیح ہوئی جو شاگرد نے بتائی تھی، اب بھری مجلس میں استاد اعظم کا اعتراف حق بھی ملاحظہ فرمائیے کہ فوراً بے تکلف سب شاگردوں کے سامنے اپنے ایک چھوٹے شاگرد امام محمد

کی نہ صرف تصویب اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں بلکہ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ ”حافظ ایسا ہوتا ہے“۔ (بلوغ ص ۳۵)

ایسے واقعات پڑھ کر کیسی آنکھیں کھلتی ہیں اور دلوں میں نورانیت آتی ہے، خیال ہونے لگتا ہے کہ انسانوں کی صورت میں یہ کیسے فرشتے اترے تھے کسی بات سے بھی تو نفسانیت، انانیت، برتری و کبر، مشنیت و بڑائی کی نمود نہیں ہوتی، پھر بداندیشوں کی ریشہ دوانیاں بھی دیکھی جائیں گے ان ہی دونوں استاد شاگرد کے درمیان تعلقات کی خرابی کے واقعات گھڑے گئے اور ان کا پروپیگنڈہ کیا گیا اور بات صرف اتنی تھی کہ حسب روایت ابن ابی العوام و امام طحاوی محمد بن ساعد کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف سے ارباب حکومت نے کسی کو قاضی رقبہ مقرر کرنے کا مشورہ کیا، رقبہ عباسی سلطنت کا گرماں دار السلطنت تھا، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ محمد بن الحسن سے بہتر و موزوں کوئی شخص میرے سامنے نہیں ہے، امام محمد کوفہ میں تھے، حکومت نے ان کو بلوا بھیجا، امام محمد امام ابو یوسف سے ملے اور بلانے کا سبب پوچھا انہوں نے واقعہ بتلایا اور یہ بھی فرمایا کہ تمہارے بارے میں مشورہ دینے سے میرا مقصد یہ ہے کہ خدا کے فضل سے ہمارے سلسلہ کے علوم کی اشاعت کوفہ، بصرہ اور تمام مشرقی بلاد میں ہو چکی ہے اب اگر تم اس طرف آ جاؤ گے تو امید ہے کہ خدائے عزوجل تمہاری وجہ سے ہمارے علوم کی اشاعت یہاں اور قریب و بعید کے شامی علاقوں میں بھی ہو سکے گی، امام محمد نے بطور شکایت کہا کہ سبحان اللہ! اگر یہی بات تھی تو کم سے کم میرا اتنا تو لحاظ آپ فرماتے کہ مجھے فوری طور پر بلوانے سے قبل اس پوری بات سے مطلع ہی فرمادیتے، امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ہاں ان لوگوں نے بلانے میں غفلت کی، مطلب یہ کہ مجھے اطلاع کرنے کا موقع و وقت نہیں ملا، بات اتنی ہی تھی اور یہیں ختم ہو گئی اور یہ ظاہر ہے کہ امام محمد امام اعظم کی طرح حکومت کے مناصب سے دور رہتا اور صرف تعلیم و تدریس اور تصنیف و تالیف کے مشغلہ میں منہمک رہتا پسند کرتے تھے اور امام ابو یوسف کا اس طرح بغیر باہمی سابق مشورہ کے قضاء کی تحریک کرنے کا ان کو رنج و دلال ہو اور بہت ہوا، ایک طرف اپنی افتاد طبع اور طے شدہ عملی پروگرام کے خلاف زندگی کا موڑ شروع ہو رہا تھا، جس سے ناگواری کے اثرات مدۃ العمران پر رہے، دوسری طرف اپنے نہایت شفیق و محسن استاد اور جانشین امام اعظم کے حکم کی تعمیل اور خصوصیت سے اس مقصد عظیم کے تحت ضروری تھی، ان دونوں کے اثر سے ایک سوہ مزاج کی کیفیت بنی جس کا دونوں کے تعلقات پر بھی شریفانہ اثر ضرور ہوا، مگر اس سے آگے جو جھوٹے قصے دونوں کی منافرت اور تحاسد و غیر شریفانہ برتاؤ کے گھڑے گئے وہ سب بے اصل ہیں۔

افسوس ہے کہ علامہ سرخسی جیسے با بصیرت، پختہ کار، متیقظ، فقیہ بے مثل نے بلا تحقیق ایک بے سند قصہ نقل کر دیا جس کو مخالفوں نے خوب ہوا دی حالانکہ اس کی کوئی اصلیت ہوتی تو سرخسی سے پہلے بھی مخالف اس کو ذکر کرتے اور اس سے ضرور فائدہ اٹھاتے، بقول علامہ کوثری کے علامہ سرخسی کی شرح کبیر جیسی عظیم المرتبت کتاب کو ایسے بے وقعت قصہ سے داغدار ہونا تھا کیونکہ امام شافعیؒ نے فرمایا تھا، خدا کی مشیت یہ نہیں کہ اس کی کتاب کے سوا دنیا کی کوئی بھی کتاب غلطی سے مبرا و منزہ ہو۔ (بلوغ المانی ص ۳۹)

اس سلسلہ میں ایک نگوینی وجہ یہ بھی نقل ہوئی ہے کہ امام محمد نے ایک مرتبہ امام ابو یوسف کو قبول قضاء پر عار دلایا تھی جس پر امام ابو یوسف کو غصہ آ گیا اور بد دعا کر دی کہ امام محمد بھی اپنی وفات سے پہلے ضرور اس میں مبتلا ہوں، چنانچہ یہ صورت مذکورہ پیش آئی اور امام محمد طوعاً و کرہاً قبول قضاء پر مجبور ہوئے تا آنکہ امان طالبی کے مشہور واقعہ کی وجہ سے وہ رقبہ کی قضاء و القضاۃ سے معزول ہوئے بلکہ کچھ عرصہ تک فتویٰ سے بھی روک دیئے گئے۔

قصہ امان طالبی

تاریخ ابن جریر اور کتاب ابن ابی العوام و صیری وغیرہ میں ہے کہ امام محمد نے خود بیان فرمایا کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید رقبہ آیا اور مجھے دربار میں بلوایا، میں پہنچا اور حسن بن زیادہ اور ابوالجہری و ہب بن وہب بھی (جو امام ابو یوسف کی وفات کے بعد قاضی القضاۃ ممالک اسلامیہ بن گئے تھے) دربار میں خلیفہ تخت شامی پر بیٹھا تھا اور سامنے فرش پر حسب دستور مجرموں کی طرح ایک چڑے پر بیٹھی بن عبد اللہ الحسن

(بن الحسن بن علی کرم اللہ وجہہ) تھے جن کے سر پر جلا دلواریں لگے ہوئے حکم کا مختصر کھڑا تھا، وہ علوی طالبی خلیفہ کو قسمیں دیکر اپنے امان نامہ کی طرف متوجہ کر رہا تھا کیونکہ خود ہارون نے اس کو امان دیا تھا، خلیفہ نے وہ قرطاس امان نکالا جو شخص مذکور کے لئے لکھا تھا اور مجھے دیا، میں نے اس کو پڑھا صورتحال کا اندازہ لگایا اور دل میں طے کیا کہ صرف خدا لگتی اور آخرت کی بھلائی کی بات کہوں گا خواہ انجام کچھ بھی ہو، میں نے کہا یہ امان موکد ہے اور اس کو توڑنے کا کوئی حیلہ درست نہیں، خلیفہ یہ سن کر غضب ناک ہو گیا، میرے ہاتھ سے وہ دستاویز چھین کر حسن بن زیاد کو دی انہوں نے پڑھ کر کمزور آواز سے کہا یہ امان ہے خلیفہ نے وہ کاغذ ان سے بھی چھین کر ابوالجہری کو دیا، انہوں نے پڑھ کر کہا میں تو اس شخص کو ذرا سی دیر کی بھی مہلت دینے کو تیار نہیں ہوں اس شخص نے لوگوں میں پھوٹ ڈالی ہے، مسلمانوں کے خون بہائے ہیں اور ایسا ایسا کیا ہے، اس کے لئے کوئی امان نہیں ہو سکتا پھر خود ہی چاقو نکال کر اس دستاویز کے دو ٹکڑے کر دیئے اور ہارون رشید سے کہا کہ آپ بے تامل اس کو قتل کا حکم کریں اس کے خون کا میں ذمہ دار ہوں، ایک روایت ہے کہ ہارون رشید نے قتل کا حکم بھی کر دیا تھا جس پر طالبی نے کہا، اے ہارون! محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد تو کہتے ہیں کہ یہ امان صحیح ہے اور یہ دونوں ساری دنیا کے مسلم فقیہ ہیں مگر آپ ان کی بات قبول نہیں کرتے اور یہ شخص جس کو فتویٰ دینے کا کوئی حق نہیں، امان کو فاسد کہتا ہے تو آپ مجھے قتل کا حکم کرتے ہیں، اس پر پھر ایک دفعہ خلیفہ نے امام محمد کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اس امان کو میں نے خود اپنے ہاتھ سے نہیں لکھا بلکہ دوسرے سے لکھوایا ہے تو آپ بتلائیں کہ اگر ایک شخص حلف کرے کہ وہ نہیں لکھے گا؟ اور دوسرے سے کچھ لکھوادے تو کیا اس کی قسم ٹوٹ جائے گی؟ امام محمد نے فرمایا کہ اگر ایسا کوئی عام آدمی کرے تو حادثہ نہ ہوگا لیکن اگر بادشاہ ایسا کرے تو ضرور حادثہ ہوگا کیونکہ بادشاہ کے حکم سے جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ بھی اسی کا لکھا ہوا سمجھا جاتا ہے۔

منقول ہے کہ اس پر خلیفہ اور بھی جھنجھلا گیا اور غصہ سے مغلوب ہو کر دوات اٹھا کر امام محمد کے منہ پر پھینک ماری جس سے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور خون کپڑوں پر بہنے لگا، خلیفہ نے یہ بھی کہا کہ آپ جیسے لوگ ہی ہمارے خلاف بغاوت کرنے والوں کے حوصلے بڑھاتے ہیں، امام محمد واپس ہوئے تو رونے لگے، کہا گیا کہ کیا اس زخم کی تکلیف سے روتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ اپنی کوتاہی کی وجہ سے، کہا آپ سے کیا تقصیر ہوئی حالانکہ آپ نے تو وہ کام کیا کہ روئے زمین پر اس کی نظیر نہیں مل سکتی، فرمایا مجھ سے یہ کوتاہی ہوئی کہ اس وقت ابوالجہری سے یہ نہ پوچھا کہ تم کس دلیل شرعی سے یہ فتویٰ دے رہے ہو تاکہ اس کی قلعی کا پردہ فاش کرنا اور اس کے دلائل کو بھی توڑ پھوڑ دیتا۔

امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم دربار سے اٹھ آئے تو میرے پاس خلیفہ کا قاصد پیغام لے کر آیا کہ آج سے آپ نہ مقدمات کا فیصلہ کریں اور نہ فتویٰ دیں، میں سب کام چھوڑ چھاڑ کر سبکدوش ہو گیا، جب امام جعفر نے ایک جائداد وقف کرنے کا ارادہ کیا تو مجھے مشورہ کیلئے بلوایا، میں نے کہلا دیا کہ مجھے فتویٰ سے روک دیا گیا ہے، اس نے خلیفہ سے گفتگو کی اور اجازت لے کر پھر بلوایا، امام محمد ہی کا بیان ہے کہ واقعہ مذکورہ سے خلیفہ کے درباری اور سارے ہی محلات شاہی کے لوگ متعجب تھے خصوصاً ابوالجہری کی بے جا جسارت وغیرہ سے اور خلیفہ نے باوجود ابوالجہری کے فتویٰ و ذمہ داری کے بھی یحییٰ مذکور کو قتل نہیں کرایا بلکہ وہ ایک مدت کے بعد قید خانہ ہی میں فوت ہوئے۔

اس کے بعد پھر خلیفہ نے امام محمد کو اپنا مقرب بنایا اور قاضی القضاۃ بھی بنایا اور اپنے ساتھ ”رے“ بھی لے گیا جہاں ان کا اور امام نحو کسائی کا ایک ہی دن انتقال ہوا، خلیفہ افسوس کے ساتھ کہا کرتا تھا کہ میں نے فقہ و نحو دونوں کو ”رے“ میں دفن کر دیا۔

امام محمد اور علم حدیث

محدث صبری محمد بن ساعد سے روایت کرتے ہیں کہ محدث عیسیٰ بن محمد بن ساعد سے روایت کرتے ہیں کہ محدث عیسیٰ بن ابان ہمارے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے ساتھ امام محمد کی مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے میں ان کو بلاتا تو کہہ دیتے کہ یہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں،

درحقیقت عیسیٰ بہت اچھے حافظ حدیث تھے، ایک دن ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور وہ دن امام محمد کی مجلس کا تھا، میں عیسیٰ کے سر ہو گیا کہ آج تو ضرور بیٹھنا پڑے گا، جب امام محمد فارغ ہوئے تو میں عیسیٰ کو ان کے قریب لے گیا اور کہا یہ آپ کے بھائی ابان کے بیٹے ہیں، یہ اچھے ذہین اور عالم حدیث ہیں میں ان کو آپ کے پاس بلاتا ہوں تو انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں تم حدیث کی مخالفت کرتے ہو، امام محمد نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، برخوردار! تمہارے خیال میں ہم کن احادیث کی مخالفت کرتے ہیں، ہمارے خلاف تمہیں بغیر ہمارے جواب کے فیصلہ نہ کرنا چاہئے، عیسیٰ نے اس وقت ۲۵ ابواب حدیث میں سوالات کئے اور امام محمد برابر جوابات دیتے رہے اور جو احادیث منسوخ تھیں ان کے نسخ پر دلائل و شواہد بتاتے رہے۔

عیسیٰ اس مجلس سے اٹھ کر باہر نکلے تو مجھ سے کہنے لگا کہ میرے اور نور کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا جو آج ہٹ گیا، مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی لوگوں میں موجود ہوگا اور اس کے بعد امام محمد کی مجلس کے دلدلہ ہو گئے کہ پھر کبھی جدا ہونا گوار نہ کیا حتیٰ کہ بڑے فقیہ بن گئے، یہ عیسیٰ ایک بڑے پہاڑ تھے علم کے پہاڑوں میں سے اور یہی پھر راوی بنے امام محمد کی کتاب الحج علی اہل المدینہ کے اور خود بھی الحج الصغیر عیسیٰ بن ہارون ہاشمی کے رد میں لکھی وہ مامون کے ہم درس تھے اور ایک کتاب لکھی تھی جس میں دعویٰ کیا تھا کہ امام ابو حنیفہ نے احادیث صحیحہ کی مخالفت کی ہے، خلیفہ مامون نے علماء کو دعوت دی کہ اپنی اپنی معلومات کے مطابق اس کتاب کا جواب لکھیں، خلیفہ کو نہ اسمعیل بن حماد کا جواب پسند آیا نہ بشر کا نہ یحییٰ بن ائیم کا بلکہ سب سے زیادہ عیسیٰ بن ابان ہی کا جواب پسند آیا جس سے ہاشمی کی کتاب کی حیثیت بالکل ختم ہو گئی، ان ہی عیسیٰ بن ابان کی ایک کتاب ”الحج الکبیر“ امام شافعی کے قدیم اقوال کے رد میں مشہور ہے جس کی وجہ سے کہا جاتا ہے امام شافعی نے اپنے آخری سفر عراق میں نہایت مختصر قیام عراق میں کیا کیونکہ عیسیٰ کی کتاب مذکور کی وجہ سے ان کے قدیم اقوال کے لئے قبول عام کے امکانات باقی نہ رہے تھے۔

امام شافعی اور مرہبی کے رد میں شروط قبول احبار کے بارے میں بھی انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی اور ان کی کتابوں میں بہت سے اصول امام محمد سے اخذ کئے ہوئے ملتے ہیں، ابو بکر رازی اپنی اصول میں بہت زیادہ ان سے نقول لیتے ہیں، غرض عیسیٰ بن ابان فقہی مباحث کے بحاث کبیر اور علوم حدیث و فقہ کے جہاں علم سے ہیں۔ (بلوغ ص ۴۹)

امام محمد کے اقوال عقائد میں

۱- حافظ ابو القاسم مہبہ اللہ بن الحسن اہل لکائی نے شرح السنۃ میں امام محمد رحمہ اللہ کا حسب ذیل قول نقل کیا ہے ”جو شخص قرآن کو مخلوق کہے اس کے پیچھے نماز مت پڑھو“ یعنی جو قرآن کلام الہی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم اور اس کی صفت ہے اس کو مخلوق قرار دینا صحیح نہیں ہے جس طرح مخلوق کے ساتھ جو چیزیں وابستہ مثلاً کاتب، صوت تالی یا حافظ کے ذہن کی صورت ذہنیہ وغیرہ ان کو غیر مخلوق کہنا بھی خلاف بداہت و مشاہدہ ہے لہذا جن لوگوں نے غلو کر کے ان لوگوں کی تکفیر کی جنہوں نے قرآن و سنت کے سکوت کی وجہ سے توقف کی راہ اختیار کی اور قرآن کو غیر مخلوق کہنے سے تورع کیا، ان لوگوں کی تکفیر کی جنہوں نے حدوث لفظ و لفاظ کے لحاظ سے لفظی بالقرآن مخلوق“ کہا، یہ سب غلط طریقے تھے اور افسوس ہے کہ ان غلو کرنے والوں میں ابن ابی حاتم اور بنو مندہ جیسے حافظ حدیث بھی ہیں (بلوغ ص ۵۳) ۲۰، لکائی نے ہی امام محمد کا قول حدیث ان اللہ ينزل الی السماء الدنيا اور اس قسم کی دوسری احادیث کے متعلق نقل کیا ہے کہ ”یہ احادیث ثقہ راویوں سے مروی ہیں ہم بھی ان سے روایت کرتے ہیں، ان پر ایمان بھی رکھتے ہیں لیکن ان کی تفصیل و تفسیر میں جانا پسند نہیں کرتے“ یہ بھی فرمایا۔

۳- ”شرق سے غرب تک کے تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنا اور ان احادیث پر بھی جو ثقہ راویوں سے دربارہ صفات بازی عزوجل مروی ہیں بغیر تفسیر، تفصیل و تشبیہ کے ایمان لانا ضروری ہے جو شخص بھی آج ان امور میں سے کسی امر کی تفسیر و تفصیل کرتا ہے وہ اس طریق سے خارج ہوتا ہے جس پر نبی اکرم ﷺ اور جماعت سے الگ ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے نہ تفصیل کی تھی نہ تفسیر بلکہ

کتاب و سنت کے مطابق چچی ملی بات بنا کر سکوت اختیار فرمایا تھا لہذا جو شخص جمہ کی طرف بات کہے وہ جماعت سے خارج ہے اس لئے اس نے صفت لاشیء کے ساتھ اس کو متصف کیا تھا۔

اس قول سے ان لوگوں کی مکمل تردید ہو جاتی ہے جنہوں نے امام محمد کی طرف یہ باتیں منسوب کیں کہ وہ خلق قرآن کے قائل تھے اور اس کی طرف دوسروں کو دعوت دیتے تھے، یہ بھی کہا گیا کہ امام محمد جمہ کی رائے رکھتے تھے (افسوس ہے کہ امام بخاری وغیرہ نے بھی اس معاملہ میں احتیاط نہیں فرمائی، اور امام محمد کو چچی کہا، جیسا کہ ہم دوسری جگہ لکھ چکے ہیں)

۳- محدث صیری نے نقل کیا کہ امام محمد فرمایا کرتے تھے ”میرا مذہب امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا مذہب وہی ہے جو حضرت ابو بکر، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کا تھا۔“

اسی طرح امام محمد کا قول ایمان کے بارے میں بھی وہی تھا جو امام ابو حنیفہ کا تھا کہ وہ دل کا اعتقاد اور زبان کا اقرار ہے اور دوسرے عقائد کی تفصیل ”کتاب عقیدہ طحاوی“ میں موجود ہے ان تصریحات کے باوجود بھی اگر کوئی تنگ دلی سے امام صاحب یا امام محمد کو چچی یا مرجیء کہے تو وہ سنت سے اتنا ہی دور ہے جتنی زمین آسمان سے دور ہے۔ (بلوغ الامانی ص ۵۴)

امام محمد دوسرے اہل علم کی نظر میں

حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے جو اپنے اصحاب و تلامذہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ”ہمارے پاس اتنے لوگ مشرق کی طرف سے آتے ہیں مگر معنویت (گہرائی کی بات) کسی میں نہیں دیکھی سواء اس جوان کے“ یہ اشارہ امام محمد کی طرف تھا، حالانکہ امام مالک کے پاس امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک، وکیع، عبدالرحمن بن مہدی جیسے اعلام و جہال علم آتے تھے، گویا امام مالک نے امام محمد کو ان سب پر فضیلت دی۔

امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جب بات کرے تو اس کی کمال فصاحت و بلاغت کی وجہ سے ایسا معلوم ہو کہ قرآن مجید اسی کی زبان پر اترا ہے البتہ امام محمد ضرور ایسے تھے میں نے ان سے ایک سختی اونٹ کا بوجھ لکھا ہے اور سختی اس لئے کہتا ہوں کہ وہ دوسرے اونٹوں سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہے میں اپنے پر امام مالک کا پھر امام محمد کا بڑا حق استاذیت مانتا ہوں اگر لوگ فقہاء کے بارے میں انصاف کرتے تو مانتے کہ انہوں نے امام محمد جیسا نہیں دیکھا وہ فقہاء کے ان اسباب و وسائل پر مطلع تھے جن سے دوسرے اکابر اہل علم عاجز ہیں میں نے امام محمد سے زیادہ عقل والا انسان نہیں دیکھا جب کسی مسئلہ کی تقریر فرماتے تو قرآن مجید کی طرح ایسا منظم کلام بولتے تھے جس میں حرف آگے پیچھے کرنے کی گنجائش نہ ہوتی تھی۔

ایک دفعہ فرمایا کہ خدا نے میری دو شخصوں سے مدد کی، ابن عیینہ سے حدیث میں اور محمد بن الحسن سے فقہ میں، فرمایا جب میں پہلی دفعہ امام محمد کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اپنے حجرہ میں بیٹھے تھے، بہت لوگ ان کے پاس جمع تھے میں نے ان کے چہرہ پر نظر کی تو سب لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل پایا، ان کی سفید پیشانی چمک رہی تھی اور لباس بہترین پہنے ہوئے تھے، میں نے اسی مجلس میں ان سے ایک اختلافی مسئلہ دریافت کیا میرا خیال تھا کہ اس کے بیان میں ان سے کمزوری ظاہر ہوگی یا کوئی غلطی نکلے گی لیکن وہ تو کڑی کمان کے تیر کی طرح مسئلہ کے سارے جوانب پر چیزی سے گزر گئے اور اسی میں اپنے مذہب کو بھی قوی کر گئے اور پوری تقریر میں کوئی ایک غلطی بھی نہیں کی۔

ایک بار فرمایا کہ میں نے امام محمد سے زیادہ فتاویٰ کا عالم نہیں دیکھا، گویا ان کو خدا کی جانب سے توفیق ملتی تھی اور میں نے امام محمد جیسا

۱- واضح ہو کہ ابن عیینہ جو امام شافعی و امام احمد کے بڑے اساتذہ حدیث میں سے ہیں امام اعظم کے حدیث میں شاگرد ہیں مسند امام میں امام اعظم سے بکثرت روایت حدیث کرتے ہیں اور فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھوں نے امام ابو حنیفہ جیسا نہیں دیکھا۔

حکمت و دانائی کی باتیں کرنے والا اور دوسروں کی ناسزا باتوں کا علم و بردباری کے ساتھ سننے والا نہیں دیکھا (بلوغ ص ۵۵) دوسرے اقوال ہم امام شافعی کے تذکرہ میں لکھ چکے ہیں۔

امام مزنی کے سامنے کسی نے امام محمد کا کوئی قول ذکر کیا، پوچھا کون محمد؟ بتلایا محمد بن الحسن تو فرمایا مرحبا! خوب ذکر کیا وہ تو کانوں کو اچھی باتوں سے دل اور علم کو علم و سمجھ سے بھر دیتے تھے، پھر فرمایا کہ یہ میں ہی نہیں کہتا امام شافعی بھی ایسا ہی فرماتے تھے۔

حضرت داؤد طائی نے بچپن میں امام محمد کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ ”اگر یہ بچہ زندہ رہا تو اس کی بڑی شان ہوگی“ امام ابو یوسف نے امام محمد کی ابتداء جوانی میں حافظہ کی تعریف فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ کیسی عمدہ کوار ہے مگر اس میں ذرا سازگ ہے جس کو جلاء کی ضرورت ہے، بعد کو اعلم الناس فرمانے لگے تھے، امام یحییٰ بن معین نے امام محمد کی شاگردی کی اور جامع صغیر پڑھی، محدث حسن بن ابی مالک کے سامنے جب امام محمد کے مسائل پڑھے گئے تو فرمایا کہ امام ابو یوسف بھی اس قدر زیادہ گہرائی میں نہیں جاتے تھے۔

صہری نے ابو عبیدہ سے یہ بھی قول نقل کیا ہے کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا نہیں دیکھا اور کہا کہ امام محمد عربیت نحو و حساب میں بڑے ماہر تھے، محمد بن سلام فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امام محمد کی کتابیں نقل کرانے پر دس ہزار روپے خرچ کئے اور اگر مجھے پہلے سے ان چیزوں کا علم ہوتا جو بعد کو ہوا تو راجل صالح امام محمد کی کتابوں کے سوا دوسروں کی کتابوں پر وقت صرف نہ کرتا۔ (کردری)

محدث محقق کبیر عیسیٰ بن ابان سے پوچھا گیا کہ ابو یوسف فقہ ہیں یا محمد؟ فرمایا دونوں کی کتابوں سے اندازہ لگاؤ یعنی امام محمد زیادہ فقیہ ہیں۔ (بلوغ ص ۵۷)

امام محمد کے معمولات

محمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے ایک حصہ سونے کے لئے، ایک نماز کے لئے اور ایک درس کیلئے وہ بہت زیادہ جاگتے تھے، کسی نے کہا کہ آپ سوتے کیوں نہیں؟ فرمایا ”میں کس طرح سو جاؤں، حالانکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب ہمیں کوئی مشکل (امور شریعت کی) پیش آتی ہے تو ہم اس کو محمد کے سامنے رکھتے ہیں وہ اس کو ہمارے لئے حل کر دیتا ہے، تو اگر ہم بھی سو جائیں تو اس کی وجہ سے دین ضائع ہوگا۔“

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد قاضی ابن ابی عمران سے سنا کہ امام محمد رات دن میں تہائی قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے، محدث بکر بن محمد فرمایا کرتے تھے ابن ساعد اور عیسیٰ بن ابان نے ایسی اچھی نماز پڑھنی امام محمد سے سیکھی تھی۔

امام محمد کی توثیق

خطیب نے علی بن مدینی سے توثیق نقل کی اور اسی طرح منتظم میں ابن جوزی سے اور قعیل المنفہ میں حافظ ابن حجر سے بھی توثیق ثابت ہے حافظ ذہبی نے مناقب میں لکھا کہ امام شافعی نے حدیث میں امام محمد سے حجت پکڑی ہے، اور میزان الاعتدال میں کہا کہ نسائی وغیرہ نے حفظ کے اعتبار سے امام محمد کی تلمیذین کی حالانکہ وہ علم حدیث و فقہ کے بحر میں سے تھے اور امام مالک سے روایت حدیث میں قوی تھے۔

ظاہر ہے کہ جو شخص امام مالک سے چند روز کے اندر احادیث سن کر ان کی روایت میں قوی مانا گیا ہو وہ ان احادیث کے یاد رکھنے میں کس طرح ضعیف قرار دیا جاسکتا ہے جن کے سننے سنانے میں اس نے ساری عمر صرف کی تھی مگر اہل جرح کا تو عجیب حال ہے وہ تو بقول حافظ ابن دقین العید کے دوزخ کے کنارے پر بیٹھے ہیں (یعنی کوئی توجہ کا ٹھیکیدار بنتا ہے انہوں نے دوزخ کا ٹھیکیدار بننا پسند کیا ہے)

سبط ابن الجوزی نے مرآۃ الزمان میں علماء سیر سے امام محمد کا امام، حجت اور تمام علوم میں تبحر ہونا نقل کیا ہے اور حافظ عینی نے رجال معانی الآثار میں ابن جوزی کی کتاب الضعفاء کی اس امر کی روایت و روایت سے تعلیل کی ہے کہ امام احمد اور ابن معین نے امام محمد کی شان میں کوئی تنقیص کی ہو (ص ۵۹) (بلوغ ص ۵۹)

امام محمد ثقہ حافظ حدیث تھے

اگرچہ حافظ ذہبی نے امام محمد کو تذکرۃ الحفاظ میں نظر انداز کر دیا مگر ان سے کئی سو سال پہلے علامہ ابن عبد البر نے تمہید میں دارقطنی کی غرائب مالک سے نقل کیا کہ امام مالک نے ”موطأ“ میں رفع یدین وقت رکوع ذکر نہیں کیا البتہ غیر موطأ میں ذکر کیا ہے جس کو بیس ثقات حفاظ نے روایت کیا ہے ان میں سے محمد بن الحسن شیبانی، یحیی القطان، عبد اللہ ابن مبارک، عبد الرحمن بن مہدی، ابن وہب وغیرہم ہیں۔ (نصب الراية ص ۴۰۸ ج ۱)

حافظ ابن تیمیہ کا امام شافعی کے تلمذ امام محمد ایسی حقیقت سے انکار

یہاں علامہ ابن عبد البر اور دارقطنی نے امام محمد کو نہ صرف ثقہ حافظ کہا بلکہ دوسرے کا بر حفاظ حدیث سے ان کو مقدم کیا فالہم و تذکر ولا

تکن من الغافلین۔

امام شافعی نے امام ابو یوسفؒ سے بھی بواسطہ امام محمد احادیث کی روایت اپنی کتاب الام میں اور مسند میں کی ہے (الانقاء لابن عبد البر ص ۶۹ ج ۱) علامہ شبلی نے سیرۃ النعمان کے آخر میں امام محمد کے حالات میں لکھا ہے کہ ”ابن تیمیہ نے امام شافعی کی شاگردی سے انکار کیا تھا لیکن حق کو کون دہا سکتا ہے، تاریخ و رجال کی سینکڑوں کتابیں موجود ہیں وہ کیا شہادت دے رہی ہیں؟“ حافظ ابن تیمیہ کے انکار پر ناظرین کو حیرت ہوگی مگر کسی وجہ ہی سے تو بڑے بڑے لوگوں نے اس امر کی کوشش کی تھی کہ امام شافعی کے اس سفر عراق کی روایت ہی کو تاریخ کے اوراق میں سے نکال دیا جائے جس میں انہوں نے ایک دو سال بھی نہیں تقریباً دس سال امام محمد کی خدمت میں رہ کر فقہ وحدیث میں غیر معمولی کمالات حاصل کئے تھے، اگر حافظ ابن تیمیہ جیسے وسیع النظر علامہ امام شافعی کے تلمذ سے انکار کر سکتے ہیں تو آجکل کے کچھ تنگ نظر، کم حوصلہ غیر مقلد بھائی، امام سفیان بن عیینہ (شیخ امام شافعی) کے تلمذ امام اعظمؒ سے انکار کر دیں تو کیا حیرت کی بات ہے؟ اس عجائب زار دنیا میں سب ہی چیزیں تعجب خیز ہیں اگر حقیقت میں کسی بات پر بھی تعجب نہ ہونا چاہئے۔ نعم! ان فی ذلک لعبرة لا ولی الا بصار۔

تصانیف امام محمدؒ

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے قریب ایک ہزار تک بھی کہی جاتی ہے دن و رات کتابیں لکھتے تھے، اپنے تصنیف کے کمرہ میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے تھے، مشغولیت اس درجہ تھی کہ کھانے پکڑے کا بھی ہوش نہ تھا، دس رومی عورتیں نقل کتب پر مامور تھیں، امام محمد نے ایک ادارہ کی برابر تصنیفی خدمات انجام دیں، گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ جس چیز کی ضرورت ہو میرے وکیل سے کہو، کوئی ضروری بات کہنی ہوتی تو صرف اشارہ فرماتے تھے، کچم کچم آدمی تھے لیکن بہت کم سوتے تھے، موٹے آدمی کثیر بلغی مزاج اور بلید ہوتے ہیں مگر امام محمد بلا کے ذہین و ذکی تھے، ان کی تصانیف میں سے حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور یہی کتابیں فقہ حنفی کی اصل اصول خیال کی جاتی ہیں، کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایات ان میں مذکور ہیں۔

مبسوط: اس میں امام محمد نے اس کو سب سے پہلے تصنیف کیا ہے۔

موطأ امام محمد: حدیث میں امام محمد کی مشہور کتاب ہے جو امام مالک کی دوسری موطاؤں سے علمی و فنی اعتبار سے زیادہ بلند ہے۔

جامع صغیر: اس کتاب میں امام محمد نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام اعظمؒ کے تمام اقوال لکھے ہیں کل ۵۳۳ مسائل ہیں جن میں سے ۷۰ مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے، اس میں تین قسم کے مسائل ہیں۔

۱۔ جن کا ذکر بجز اس کتاب کے اور کہیں نہیں ملتا ۲۔ جو دوسری کتب میں بھی ہیں مگر ان کتابوں میں امام محمد نے یہ تصریح نہیں کی تھی کہ

یہ خاص امام صاحب کے مسائل ہیں، اس کتاب میں تصریح کر دی ہے ۳- اور کتابوں میں بھی مذکور تھے مگر اس کتاب میں ایسے طرز پر لکھے ہیں کہ ان سے نئے فوائد مستنبط ہوتے ہیں، اس کتاب کی تقریباً چالیس شروح لکھی گئیں، متقدمین کے یہاں فقہ میں یہی کتاب درس میں پڑھائی جاتی تھی، ہندوستان میں بھی طبع ہوئی ہے۔

جامع کبیر: اس میں امام صاحب کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسف و امام زفر کے اقوال بھی لکھے ہیں، ہر مسئلہ کی دلیل لکھتے ہیں یہ جامع صغیر سے زیادہ دشوار اور اس کے معانی دقیق ہیں، بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل بھی زیادہ تر اسی کتاب کی روشنی میں اخذ کئے ہیں، بڑے بڑے نامور فقہاء نے اس کی شرحیں لکھیں، ان میں ۴۲ کا ذکر کشف الظنون میں ہے جو کہ احیاء المعارف حیدرآباد سے شائع ہوئی ہے۔ مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان ص ۶۴۴ ج ۸ (طبع حیدرآباد) میں ملک معظم عیسیٰ بن عادل ابی بکر بن ایوب کے ذکر میں علامہ سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ آپ نے علامہ حمیری سے فقہ حنفی حاصل کیا مسعودی کو یاد کیا اور جامع کبیر کو خاص طور سے پڑھا اور یاد کیا، پھر جامع کبیر کی شرح کئی جلدوں میں تصنیف کی جیسا کہ حدائق حنفیہ میں لکھا ہے، بڑے عالم ہوئے مصلوب حنفی تھے، ان کے اور ان کے والد کے سوانحی ایوب میں کوئی حنفی نہیں ہوا، ان کے والد نے ایک روز کہا کہ تم نے امام ابو حنیفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا حالانکہ تمہارا سارا خاندان شافعی ہے؟ کہا کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کے خاندان میں ایک بھی شخص مسلمان ہو، آپ نے فقہاء کو حکم دیا کہ میرے لئے صرف امام ابو حنیفہ کا مذہب صاحبین کے مذہب سے الگ کر دو تو انہوں نے دس مجلدات میں امام صاحب کا مذہب الگ کر دیا آپ نے اس کا نام ”تذکرہ“ رکھا اور سفر حضر میں ہر وقت اس کو ساتھ رکھتے تھے اور مطالعہ کیا کرتے تھے اور تمام مجلدات کو حفظ یاد کیا تھا، ہر جلد کو یاد کر کے آخر میں لکھتے تھے کہ میں نے اس کو حفظ کر کے ختم کیا اور دستخط کرتے تھے۔

صاحب مرآۃ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھ کر کہا کہ لوگ اعتراض کریں گے کہ شام کا بڑے سے بڑا مدرس تو باوجود فراغت کے صرف قدوری حفظ کرتا ہے اور آپ نے باوجود ملکی تدابیر و مشاغل ہمہ کثیرہ کے دس ضخیم جلدیں حفظ کر لیں اور آپ سب جلدوں پر اپنے قلم سے دستخط کرتے ہیں لوگوں کو کس طرح اعتبار آئے گا؟ کہا الفاظ کا اعتبار نہیں ہوتا معانی و مطالب کا ہوتا ہے، لاؤ! کہیں سے بھی دس جلدوں میں سے مجھ سے سوال کر لو اگر کوئی غلطی نکلے تو تمہاری بات تسلیم ورنہ میری تحریر پر اطمینان کرو۔ (مرآۃ)

زیادات: جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروغ یاد آتے رہے وہ اس کتاب میں درج کئے اور اسی لئے اس کو ”زیادات“ کہتے ہیں۔

کتاب الحج: امام محمد، امام اعظم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک کی خدمت میں رہے، ان سے موطاً بھی پڑھی، اہل مدینہ کا طریق تفقہ جدا تھا، بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابو حنیفہ سے اختلاف رکھتے تھے، امام محمد نے مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر یہ کتاب لکھی اس میں پہلے وہ فقہی باب باندھتے ہیں پھر اہل مدینہ کا قول نقل کرتے ہیں اور احادیث، آثار و قیاس سے ثابت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب رائج و صحیح ہے کہیں کہیں اہل مدینہ کے عمل بالحدیث کے دعویٰ کو بھی چیلنج کیا ہے اور بتلایا ہے کہ ان کا عمل صریح حدیث کے خلاف ہے، علم الخلاف امام محمد کی ایجاد ہے اور کتاب مذکور اس طرز کی پہلی تصنیف ہے جس میں موافق و مخالف احادیث و آثار جمع کر کے محاکمہ کیا گیا ہے عرصہ ہوا مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۳۹۲ صفحات پر طبع ہو کر شائع ہوئی تھی اب نادر ہے حضرت علامہ مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کے بہترین محققانہ حواشی کے ساتھ پھر ان شاء اللہ عنقریب ادارہ احیاء المعارف حیدرآباد دکن سے شائع ہوگی۔

سیر صغیر: یہ کتاب سیر پر ہے، امام اوزاعی نے اس کو دیکھا تو تعریف کی مگر بطور طنز کے یہ بھی کہا ”اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت؟ امام محمد نے یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھنی شروع کی۔

سیر کبیر: اس کو ۶۰ ضخیم اجزاء میں مرتب کیا اور تیاری کے بعد ایک نچر پر لدوا کر خلیفہ ہارون رشید کے پاس لیجانے کا ارادہ کیا، خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے ازراہ قدردانی شہزادوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور ان کو ہدایت کی کہ امام محمد سے اس کی سند حاصل کریں، امام اوزاعی نے بھی اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف فرمائی۔

رقیات وغیرہ: رقعہ کے قیام میں جو فقہ کا مجموعہ تیار کیا وہ رقیات کہلاتا ہے اسی طرح اور کتب میں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات وغیرہ تصنیف کیں لیکن یہ کتابیں اصطلاح فقہاء میں ظاہر الروایہ میں داخل نہیں بلکہ کتاب الحج بھی اس سلسلہ سے خارج ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم وا حکم۔ شرف الدین ملک عیسیٰ بن عادل جن کا ذکر ص ۲۰۳ پر ہو چکا، انہوں نے ہی خطیب بغدادی کا مشہور و معروف ردّ السہم المصیب فی الرد علی الخطیب لکھا جو مکتبہ اعزازیہ دیوبند سے عرصہ ہوا چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور ہر خفی عالم کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

ملک موصوف ۵۷۶ھ میں قاہرہ (مصر) میں پیدا ہوئے (مصر میں سازھے آنچھ سال بادشاہ رہے پھر دمشق (شام) میں سلطنت کی عیسائی حکمرانوں سے بڑے بڑے معرکے جہاد کے انجام دیئے، علماء کی بڑی عزت کرتے تھے، جہاد فی سبیل اللہ کے لئے ہمہ وقت کمر بستہ رہتے تھے بڑے بہادر، مدبر اور نجی سیر چشم تھے ۶۲۳ھ میں وفات پائی اور دمشق میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسع۔

السہم المصیب شرف الدین ملک معظم جیسی خفی موصوف الذکر کی تصنیف ہے ان کے والد سیف الدین ملک عادل ابو بکر بن ایوب شافعی کی تصنیف نہیں ہے جیسا کہ خطی سے مطبوعہ نسخہ میں ان کی طرف منسوب ہو گئی ہے کیونکہ والد ماجد شافعی تھے، دوسرے ان کا انتقال ۶۱۸ھ میں ہو چکا تھا اور یہ تصنیف ۶۲۱ھ کی ہے واللہ اعلم۔

جامع کبیر کی عظمت و قدر اور امام اعظم کے مجموعہ اقوال کے ۱۰ مجلدات (تذکرہ) کی اہمیت کے پیش نظر یہاں ملک موصوف اور ان کی مشہور تصنیف السہم المصیب کا ذکر کیا گیا، مرآۃ الزمان فی تاریخ الاعیان علامہ سبط ابن الجوزی خفی نے (جو پہلے حنبلی تھے پھر متصلب خفی ہو گئے تھے) چالیس جلدوں میں تصنیف فرمائی تھی مگر اس وقت اس کے صرف دو جزو جلد ثامن کے حیدرآباد سے چھپے ہیں۔

کتب تاریخ میں یہ واقعہ بھی نقل ہوا ہے کہ ایک بڑا نصرانی عالم، علماء اسلام سے مناظرے و مباحثے کیا کرتا تھا، دین اسلام سے خوب واقف تھا مگر مسلمان نہ ہوتا تھا، امام محمد نے جامع کبیر تصنیف کی تو اس کو پڑھ کر وہ مسلمان ہو گیا اور کہا کہ یہ تمہارے چھوٹے محمد کی کتاب جب اس قدر علوم و کمالات کا مجموعہ ہے تو تمہارے بڑے محمد (ﷺ) کے علوم کتنے اونچے ہوں گے یہ بھی کہا کہ اگر جامع کبیر کا مصنف نبوت کا دعویٰ کرتا اور کتاب کو معجزہ قرار دیتا تو کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور سب کو اسی پر ایمان لانا پڑتا، بعض نے یہی واقعہ اسلام لانے کا امام محمد کی کتاب مبسوط کے بارے میں بیان کیا ہے، غرض جامع کبیر کے بارے میں تو کوئی شک نہیں کہ وہ دقائق و حقائق سے بھری ہوئی ہے، اسی طرح جامع صغیر اس زمانہ میں بلکہ سینکڑوں سال تک داخل درس رہی ہے، سید الحفاظ امام رجال و حدیث ابن معین کے حالات میں نقل ہوا ہے کہ انہوں نے جامع صغیر امام محمد سے پڑھی اور سید الحفاظ یحییٰ القطان شیخ امام احمد (علی بن المدینی) نے جامع صغیر امام ابو یوسف سے پڑھی ہے۔

۴۳۔ امام علی بن مسہر قریشی کوٹی (م ۱۸۹ھ)

مشہور صاحب درایت و روایت جلیل القدر محدث و فقیہ اور امام صاحب کے ان اصحاب و تلامذہ میں سے تھے جو حدیث و فقہ کے جامع اور شریک تدوین فقہ تھے حدیث میں امام اعظم اور بشام بن عروہ وغیرہ کے بھی تلمیذ ہیں آپ سے ہی سفیان ثوری نے امام ابو حنیفہ کا علم حاصل کیا اور ان کی کتابیں نقل کرائیں، مدت تک موصل کے قاضی رہے، اصحاب صحاح ستہ کے کبار شیوخ میں ہیں۔ (حدائق الحنفیہ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مسانید میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں (جامع مسانید امام الاعظم ص ۵۰۸)

۴۴- امام یوسف بن خالد سمی (م ۱۸۹ھ)

امام اعظم کے تلامذہ و اصحاب میں مشہور عالم، فقیہ کامل و محدث ثقہ تھے، تدوین فقہ میں شریک رہے، پہلے بصرہ کے مشہور فقہاء سے فقہ و حدیث حاصل کی، امام صاحب سے مسانید میں روایت کی ہیں، امام صاحب کی خدمت میں کوفہ حاضر ہوئے اور فقہ و حدیث کی تکمیل آپ سے کی، نقل ہے کہ امام صاحب سے چالیس ہزار مسائل مشککہ حل کئے، امام شافعی کے استاد ہیں، امام طحاوی نے لکھا کہ میں نے مزنی سے سنا انہوں نے امام شافعی سے نقل کیا کہ یوسف بن خالد خیار امت میں سے ہیں۔ (حدائق و جواہر)

جب یہ امام صاحب کی خدمت سے رخصت ہو کر اپنے وطن بصرہ واپس ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصیحت کی تھی کہ بصرہ میں ہمارے حاسد و مخالف بھی ہیں تم ممتاز مسند درس پر بیٹھ کر یہ نہ کہنے لگنا کہ ابو حنیفہ نے یہ کہا اور وہ کہا اور نہ وہ لوگ تمہیں ذلیل کر کے نکال دیں گے، لیکن اپنے کمال علم و فضل پر مہمند کر کے انہوں نے امام صاحب کے فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا، چنانچہ لوگوں نے مخالفت کی، الزامات لگائے ہمتیں گھڑیں اور بدنام کر کے مسند درس سے ہٹا دیا، پھر ان ہی اتہامات کی بناء کر کے (اگرچہ وہ غلط تھے) بعض رجال والوں کو بھی آپ کے بارے میں کلام کرنے کا موقعہ ہاتھ آ گیا اور کچھ لوگ کثرت سے برائیاں سن کر غلط فہمی میں بھی مبتلا ہوئے ہوں گے کیونکہ امام شافعی کا ان کو اختیار میں سے قرار دینا اور مدح و توثیق کرنا دوسروں کے مقابلے میں رائج ہے خصوصاً جب کہ یہ بھی معلوم ہے کہ لوگوں نے ان کے خلاف محض تعصب و عناد کی وجہ سے پروپیگنڈا کیا ہے۔

ان کے بعد جب امام زفر بصرہ گئے ہیں تو انہوں نے بڑی حسن تدبیر سے کام لیا اور امام صاحب کے علم و فضل و امامت کا سکہ ساکنین بصرہ کے قلوب پر بٹھا دیا جس کی تفصیل امام زفر کے حالات میں لکھی گئی ہے۔

۴۵- امام عبد اللہ بن ادریس کوئی ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ

محدث، ثقہ، حجت، صاحب سنت و جماعت، کثیر الحدیث، اصحاب امام و شرکاء تدوین فقہ میں سے ہیں، امام اعظم، امام مالک، یحییٰ بن سعید انصاری، اعمش، ابن جریج، ثوری، شعبہ کے حدیث میں شاگرد ہیں، ابن مبارک اور امام احمد وغیرہ ان کے شاگرد ہیں، ابن معین نے فرمایا کہ عبد اللہ ہر چیز میں ثقہ تھے، ابو حاتم نے کہا کہ حجت تھے، ان کی مرویہ احادیث سے استدلال صحیح ہے اور وہ امام تھے ائمہ مسلمین میں سے، امام نسائی و عیسیٰ نے ثقہ کہا، ابن سعد نے ثقہ، مامون، کثیر الحدیث کہا، صحاح ستہ کے رواۃ ہیں، ان کی وفات کے وقت صاحبزادی رونے لگیں تو فرمایا امت روؤ میں نے اس گھر میں چار ہزار ختم قرآن مجید کے کئے ہیں۔ (جواہر و المانی الاحبار)

امام بخاری نے تاریخ میں ذکر کیا کہ امام مالک نے بھی ان عبد اللہ بن ادریس سے روایت کی ہے، محدث خواری نے لکھا کہ اس طرح وہ امام مالک کے شیخ ہوئے اور امام مالک شیخ شیوخ بخاری و مسلم و امام شافعی و احمد ہیں، اس جلالت قدر کے ساتھ امام اعظم رضی اللہ عنہ، سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (جامع المسانید ص ۵۰۸ ج ۲)

۴۶- امام فضل بن موسیٰ السینی (ولادت ۱۱۵ھ، م ۱۹۲ھ)

مشہور محدث فقیہ حضرت ابن مبارک کے ساتھیوں میں سے امام اعظم کے تلمیذ خاص و شریک تدوین فقہ ہیں، ابن مبارک کے برابر علم و علم میں سمجھے جاتے تھے، حدیث لیث، اعمش، عبد اللہ بن ابی سعید بن ابی ہند وغیرہ سے بھی حاصل کی اور امام اعظم کے مسانید میں امام صاحب سے بہ کثرت روایت کی ہے، اثنی بن راہویہ، محمود بن غیلان، یحییٰ بن ائیم، علی بن حجر وغیرہ فن حدیث میں ان کے تلمیذ ہیں۔

ان کی کرامت کا مشہور قصہ ہے کہ ان کی علمی شہرت کی وجہ سے کثرت سے شاگرد جمع ہوئے تو دوسروں کو ان پر حسد ہو گیا اور بدخواہوں نے کسی عورت کو بہکا کر ان پر تہمت رکھوا دی، وہ اس بات سے ناراض ہو کر سینان سے چلے گئے اور اس علاقہ میں قحط سالی ہو گئی لوگ نادام و پریشان ہو کر ان کے پاس گئے اور واپس آنے کی درخواست کی، انہوں نے کہا پہلے اپنے جھوٹ کا اقرار کرو جب اقرار کر لیا تو فرمایا کہ میں جھوٹوں کے ساتھ رہنے سے معذور ہوں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جواہر مضیہ)

۴۷- امام علی بن ظہیر (متوفی ۱۹۲ھ)

محدث، فقیہ، عالم و عارف، صاحب ورع، وتقویٰ، امام اعظم کے تلمیذ و شریک تدوین فقہ تھے، ابتداء میں مشرقی بغداد کے قاضی رہے پھر ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ ہو گئے تھے، ہمیشہ یورپ پر بیٹھ کر فیصلے دیتے تھے، آپ سے کہا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے قضاۃ مسند پر بیٹھتے تھے، فرمایا ”مجھے شرم آتی ہے کہ میرے سامنے دو مسلمان بھائی تو یورپ پر بیٹھیں اور میں مسند پر بیٹھ کر اجلاس کروں۔“ ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی اور حاکم نے مستدرک میں بھی روایت کی اور صدوق کہا، امام صاحب کے ان بارہ اصحاب میں سے تھے جن کی صلاحیت قضا کی طرف امام صاحب نے اشارہ فرمایا تھا، یعنی ابو یوسف وغیرہ کے طبقہ میں تھے۔ (جواہر وحدائق)

۴۸- امام حفص بن غیاث (م ۱۹۴ھ)

مشہور و معروف عالم، محدث، فقیہ، زاہد و عابد، امام اعظم کے ممتاز کبار اصحاب و شرکاء تدوین فقہ تھے، امام اعظم سے مسانید امام میں بہ کثرت احادیث روایت کی ہیں۔ (جامع المسانید ص ۴۳۰ ج ۲) امام صاحب نے جن اصحاب کو وجہ سرور اور دافع غم فرمایا تھا یہ بھی ان میں سے ہیں، امام صاحب سے فقہ میں بھی تخصص کا درجہ حاصل کیا اور حدیث امام ابو یوسف، ثوری، اعمش، ابن جریج، اسماعیل بن ابی خالد، عاصم احوال، ہشام بن عروہ وغیرہ سے بھی حاصل کی، آپ کے تلامذہ یہ ہیں، عمرو بن حفص، امام احمد، ابن معین، علی بن المدینی، ابن معن، یحییٰ القطان وغیرہ۔ اصحاب صحاح ستہ نے بھی آپ سے تخریج کی، ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں تیرہ ۱۳ سال اور بغداد میں دو سال تک دار القضا کے متولی رہے، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ (حدائق)

۴۹- امام وکیع بن الجراح (م ۱۹۷ھ) عمر ۷۰ سال

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اس طرح لکھا الامام الحافظ الثبت، محدث العراق، احد الائمة الاعلام، وکیع بن الجراح اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ و رواۃ میں ہیں، فقہ و حدیث کے امام، عابد، زاہد، اکابر تبع تابعین سے، امام شافعی و امام احمد کے شیخ، ابوسفیان کنیت تھی، امام اعظم سے فقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا اور حدیث امام صاحب، امام ابو یوسف، امام زفر، ابن جریج، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اوزاعی، اعمش وغیرہ سے حاصل کی، حضرت عبداللہ بن مبارک، امام احمد ابن معین، علی بن مدینی، ابن راہویہ، احمد بن منیع، یحییٰ بن ائیم وغیرہ کبار محدثین آپ کے تلامذہ حدیث ہیں۔ یحییٰ بن ائیم کا بیان ہے کہ میں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا ہمیشہ روزہ رکھتے، ہر رات ختم قرآن مجید کرتے، کم از کم ایک ٹلٹ سونے سے پہلے پڑھ لیتے باقی اخیر شب میں پڑھتے ابن معین کہتے تھے کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، کسی نے کہا کیا ابن مبارک کو بھی نہیں؟ کہا بے شک ان کو افضل ہے لیکن میں نے وکیع سے افضل کوئی نہیں دیکھا، امام احمد کو ان کی شاگردی پر فخر تھا جب ان سے حدیث روایت کرتے تو فرماتے کہ یہ حدیث مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی ہے کہ تمہاری آنکھوں نے اس کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔

امام صاحب کی خدمت میں بہت رہے اور بہت بڑا حصہ علم کا ان سے حاصل کیا، شرکاء تدوین فقہ میں ہیں، امام صاحب ہی کے قول پر فتویٰ دیتے اور یحییٰ القطان آپ کے اور امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، امام اعظم سے مسانید امام میں روایت کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسع۔ (جواہر مضیہ وحدائق الخلفیہ)

۵۰۔ امام ہشام بن یوسف (م ۱۹۱ھ)

محدث، فقیہ، امام صاحب کے تلمیذ خاص اور اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، امام صاحب سے مسانید الامام میں روایت کرتے ہیں، بخاری شریف اور سنن اربعہ میں آپ سے تخریج کی گئی ہے آپ نے معمر، ابن جریج، قاسم بن فیاض، ثوری، عبد اللہ بن بکر بن ریمان وغیرہ سے بھی روایت کی اور آپ سے امام شافعی، علی بن مدینی، ابن معین، اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے بھی روایت کی، محدث عبدالرزاق (صاحب مصنف مشہور) کا قول ہے کہ اگر تم سے قاضی یعنی ہشام بن یوسف حدیث بیان کریں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی اور سے روایت نہ کرو، ابو حاتم نے آپ کو ثقہ متقن کہا، عجل نے ثقہ کہا، ابن حبان نے بھی آپ کو ثقہ میں ذکر کیا، امام احمد نے فرمایا کہ عبدالرزاق کا علم ہشام سے زیادہ وسیع ہے اور ہشام ان سے منصف میں زیادہ ہیں، حاکم نے ثقہ مامون کہا، غلیل نے کہا کہ متفق علیہ ثقہ ہیں ان سے تمام ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسع۔ (تہذیب التہذیب ص ۵۸ ج ۱۱ ادراج المسانید)

۵۱۔ امام نقد رجاں یحییٰ بن سعید القطان البصری (م ۱۹۸ھ عمر ۷۸ سال)

حافظ ذہبی نے الامام اعظم، سید الحفاظ کے لقب سے ذکر کیا، ابو سعید کنیت تھی، حدیث کے امام حافظ، ثقہ، متقن، قد وہ تھے، امام مالک سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم فی الحدیث) اور شعبہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی، آپ سے امام احمد، ابن المدینی اور ابن معین وغیرہ نے روایت کی، ان کے درس حدیث کا وقت عصر سے مغرب تک تھا، نماز عصر کے بعد منارہ مسجد سے تکیہ لگا کر بیٹھ جاتے اور سامنے امام احمد، ابن مدینی (شیخ اکبر امام بخاری) عمرو بن خالد، شاذکونی اور یحییٰ بن معین کھڑے ہو کر حدیث کا درس لیتے تھے، مغرب تک نہ وہ کسی سے بیٹھنے کے لئے فرماتے نہ ان کے رعب و عظمت کے سبب خود ان میں سے کسی کو بیٹھنے کی جرأت ہوتی۔

اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، امام اعظم کے حدیث و فقہ میں شاگرد اور تدوین فقہ کی مجلس کے رکن رکین تھے، تاریخ خطیب میں ابن معین کے حوالہ سے نقل ہے کہ یحییٰ القطان خود فرماتے تھے ”واللہ! ہم امام صاحب کی خدمت میں بیٹھے ان سے حدیث سنی اور واللہ! جب بھی میں ان کے چہرہ مبارک کی طرف نظر کرتا تو مجھے یقین سے معلوم ہوتا کہ وہ خدائے عزوجل سے ڈرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا کہ ہم نے امام صاحب کے اکثر اقوال لیے ہیں اور امام صاحب ہی کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، بیس سال تک روز نہ ایک ختم قرآن مجید کا کرتے تھے اور چالیس سال تک ظہر کے وقت مسجد سے زوال فوت نہیں ہوا، یعنی ہمیشہ زوال سے قبل مسجد میں پہنچ جاتے تھے اور کسی نماز کے وقت جماعت مسجد سے تخلف نہ کرتے تھے کہ دوسری مساجد میں جماعت کی تلاش کرتے۔

فن رجال کے بہت بڑے عالم تھے، حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال کے مقدمہ میں لکھا کہ فن رجال میں سب سے پہلے انہوں نے لکھا پھر ان کے تلامذہ یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، امام احمد، عمرو بن الفلاس، ابو خثیمہ وغیرہ نے اس فن میں لکھا پھر ان کے تلامذہ امام بخاری و مسلم وغیرہ نے، امام احمد کے قول ہے کہ میں نے یحییٰ القطان کا مثل نہیں دیکھا، رواۃ کی تنقید میں اس قدر کمال تھا کہ ائمہ حدیث کا قول تھا جس کو یحییٰ القطان چھوڑ دیں گے اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔

باد جود اس فضل و کمال کے خود امام اعظم کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے (فتح المغیث، جواہر مضیہ، تہذیب ترجمہ امام صاحب و ترجمہ

یحییٰ القطان (میزان الاعتدال) معلوم ہوا کہ سید الحفاظ یحییٰ القطان کے زمانہ میں اور آپ کے تلامذہ کے دور میں بھی امام صاحب و اصحاب امام کے بارے میں کوئی کلام نہ تھا اور بڑے بڑے محدثین و ناقدین فن رجال بھی ان کا اتباع کرتے اور ان کے اقوال پر فتویٰ دیتے تھے، بعد کو ان کے تلامذہ کے تلامذہ امام بخاری وغیرہ کے دور میں امام صاحب کے صحیح حالات و مذہب سے ناواقفیت اور غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے امام صاحب اور آپ کے بہترین مذہب سے بدگمانیاں شروع ہوئیں، ان باتوں کے جوہرے اثرات خود فن حدیث و فقہ کی عظمت و مقبولیت پر پڑے ان کی طرف اشارہ ہم ابتداء میں کرائے ہیں۔

۵۲- امام شعیب بن اسحق دمشقی (م ۱۹۸ عمر ۷۲ سال)

امام اعظم کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے پایہ کے محدث و فقیہ تھے، آپ امام اوزاعی، امام شافعی اور ولید بن مسلم کے طبقہ میں تھے، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔ (حدائق)
امام نسائی نے آپ کو امام اعظم کے ثقہ، اصحاب میں شمار کیا، علامہ ابن حزم نے فقہاء شام میں طبقہ امام اوزاعی وغیرہ میں ذکر کیا، امام اعظم، ہشام بن عروہ، اوزاعی، ابن جریج وغیرہ سے حدیث حاصل کی، لیث بن سعد وغیرہ نے آپ سے روایت کی، مسانید امام اعظم میں امام صاحب سے روایت حدیث کرنے والوں میں ہیں۔

۵۳- امام ابو عمر و حفظ بن عبد الرحمن بلخی (م ۱۹۹ھ)

امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں محدث، صدوق، تمام خرسانی تلامذہ امام میں سے افتخار و شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، اسرائیل حجاج بن ارطاة اور ثوری وغیرہ سے روایت کی، نيساپور کے قاضی ہوئے لیکن پھر نادام ہو کر قضاء کو چھوڑ دیا اور عبادت الہی میں مشغول ہو گئے، ابوداؤد و نسائی نے آپ سے تخریج کی ہے۔

ابو حاتم و نسائی نے آپ کو صدوق کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، حضرت عبداللہ بن مبارک جب نيساپور میں مقیم ہوتے تو آپ کی زیارت و ملاقات ان کے معمولات کا جزو ہوتی تھی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جواہر مضیہ و حدائق الحنفیہ)

۵۴- امام ابو مطیع حکیم بن عبداللہ بن سلمہ بلخی (م ۱۹۹ھ)

علامہ کبیر اور محدث و فقیہ شہیر تھے، امام صاحب کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، امام صاحب سے ”فقاہ کبر“ کے راوی بھی ہیں، حدیث امام صاحب، امام مالک، ابن عون اور ہشام بن حسان وغیرہ سے روایت کی اور آپ سے احمد بن منیع، خلاد بن اسلم وغیرہ نے روایت کی، حضرت عبداللہ بن مبارک آپ کے علم و فضل اور تدوین کی وجہ سے بہت عظمت و محبت کرتے تھے، مدت تک بلخ کے قاضی رہے، امر بالمعروف اور نہی منکر کا بہت زیادہ اہتمام رکھتے تھے کئی بار بغداد آئے اور درس حدیث دیا۔

محدث ابن رزین (تلمیذ ابی مطیع) کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ بغداد پہنچا تو امام ابو یوسف نے ان کا استقبال کیا، گھوڑے سے اتر گئے اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مسجد میں داخل ہوئے وہاں بیٹھ کر علمی مسائل پر گفتگو و بحث کی، حضرت عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے کہ ابو مطیع بلخی کا احسان تمام دنیا والوں پر ہے۔

بظاہر اس کا اشارہ تدوین فقہ کے سلسلہ میں ان کی گرانقدر آراء و معلومات فقہی حدیثی کی طرف ہو گا اسی لئے تو امام ابو یوسف جیسے اول درجہ کے حنفی فقیہ بھی ان کی تعظیم کرتے اور ان کی رائے و علم سے مستفید ہوتے تھے، افسوس ہے کہ ان چالیس فقہاء شرکاء تدوین فقہ کے الگ

الک علمی امتیازات کی تفصیلات ابھی تک دستیاب نہ ہو سکیں جو تاریخ فقہ و حدیث کا اہم ترین باب ہے۔ رحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعة (جامع المسانید، جواہر مضیہ و صدائق حنفیہ)

۵۵- امام خالد بن سلیمان بلخی (م ۱۹۹ھ عمر ۸۲ سال)

محدث و فقیہ امام اعظم کے تلامذہ میں سے اہل بلخ کے امام اور شرکاء مجلس تدوین فقہ میں تھے نیز امام صاحب نے ان میں افتاء کی صلاحیت دیکھ کر فتویٰ نویسی میں ان کو مخصص بنایا تھا، محمد بن طلوحہ بخاری کے استاد ہیں، لہذا امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں اور امام اعظم رضی اللہ عنہ سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جامع المسانید، جواہر و صدائق)

۵۶- امام عبد المجید بن عبد الرحمن الکونی فی الحمائی (م ۲۰۲ھ)

محدث جلیل القدر، فقیہ عالی مرتبت امام اعظم کے اصحاب و تلامذہ حدیث و فقہ میں سے اور شریک تدوین فقہ تھے، امام صاحب کے علاوہ امام اعظم اور ثوری سے بھی حدیث پڑھی، امام اعظم سے جامع المسانید میں ان کی روایات ہیں (جواہر مضیہ و جامع المسانید ص ۵۰۹ ج ۲) امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے رجال میں ہیں، ابن معین نے ثقہ کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، ابن عدی نے کہا کہ ان سے اور ابن کے بیٹے سے حدیث لکھی جاتی ہے۔ (تہذیب)

آپ کے صاحبزادے حافظ کبیر امام یحییٰ بن عبد الحمید الحمائی الکونی صاحب المسند ہیں (م ۲۳۳ھ) باہتمام کہتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں سید الحفاظ ابن معین سے سوال کیا تو فرمایا ان کے بارے میں کیا بات ہے کیوں پوچھتے ہو، پھر اچھی رائے ظاہر کی اور فرمایا کہ اپنی مسند کی چار ہزار احادیث بے تکلف مع سندوں کے ذبانی پڑھتے چلے جاتے تھے اور تین ہزار احادیث شریک سے روایت کی ہوئی سنا دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

۵۷- امام حسن بن زیاد لؤلؤی (م ۲۰۴ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ و اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے بیدار مغز و فقیہ دانشمند اور محدث تھے، یحییٰ بن آدم کا قول ہے کہ میں نے آپ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا حتیٰ کہ بعض لوگوں نے امام محمد سے بھی زیادہ فقیہ کہا ہے، سنت رسول ﷺ کے بڑے عامل تھے، حدیث میں ہے کہ ”اپنے غلاموں کو بھی اپنا جیسا پہناؤ“ تو امام حسن ہمیشہ اپنے غلاموں کو بھی بالکل اپنے ہی جیسے کپڑے پہناتے تھے، امام ابو یوسف اور امام زفر سے فقہی مسائل میں رجوع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ امام ابو یوسف امام زفر سے زیادہ طالبین کے حق میں با حوصلہ ہیں۔

محمد بن ساعد کا بیان ہے کہ امام حسن بن زیاد فرماتے تھے کہ میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار احادیث لکھیں ان سب کی مراد سمجھنے میں فقہاء کی ضرورت ہے، سمعانی نے کہا کہ حسن امام ابو حنیفہ کی حدیثی روایات کے بڑے عالم اور خوش خلق تھے، خمس الائمہ سرخسی نے فرمایا کہ حسن فن سوال و تفریع مسائل میں سب کے پیشرو تھے، جامع المسانید امام اعظم کی ساتویں مسند ان ہی کی تالیف ہے۔

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ حسن مولیٰ انصار اور امام ابو حنیفہ سے روایت حدیث کرنے والے ہیں، خطیب نے لکھا کہ حفص بن غیاث کی وفات ۴۷ھ میں ہوئی تو ان کی جگہ حسن بن زیاد قاضی بنائے گئے، لیکن قضاء ان کے موافق نہ آئی امام داؤد طائی نے ان کو کہلا کر بھیجا ”تمہارا بھلا ہوا! قضاء موافق نہ آئی، مجھے امید ہے کہ خدا نے اس سے ناموافقت سے تمہارے لئے بڑی خیر کا ارادہ کیا ہے، مناسب ہے کہ اس سے استعفیٰ دیدو“ چنانچہ آپ نے استعفا دے دیا اور راحت پائی۔

اس ناموافقت کی تفصیل بھی عجیب ہے، سمعانی نے لکھا ہے کہ جب قضاء کے لئے بیٹھے تو خدا کی شان، اپنا سارا علم بھول جاتے حتیٰ

کہ اپنے اصحاب سے مسئلہ پوچھ کر حکم دیتے اور جب اجلاس سے اٹھتے تو تمام علوم متحضر ہو جاتے، چالیس سال تک افتاء کا کام کیا، ایک دفعہ کسی مسئلہ میں غلطی ہو گئی، مستفتی کے واپس ہو جانے کے بعد احساس ہوا تو سخت پریشان ہوئے کیونکہ اس سے واقف نہ تھے، بالآخر منادی کرائی کہ فلاں روز فلاں مسئلہ میں غلطی ہوئی تاکہ وہ شخص آکر صحیح مسئلہ سمجھ لے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جواہر، جامع المسانید وحدائق)

۵۸- امام ابو عاصم النبیل ضحاک بن مخلد بصری (م ۲۱۲ھ عمر ۹۰ سال)

امام اعظم کے تلامذہ واصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے محدث ثقہ، فاضل معتمد، فقیہ کامل تھے، امام شعبہ، ابن جریج، ثوری اور جعفر بن محمد وغیرہ سے روایت کی، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے خرّج کی، لقب نبیل مشہور ہوا جس کی متعدد وجوہ جواہر مضیہ وغیرہ میں لکھی ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو حافظ حدیث اور شیخ الاسلام کے لقب سے ذکر کیا اور احاد الاثبات کہا اور یہ بھی لکھا کہ ان کے ثقہ ہونے پر سب کا اجماع و اتفاق ہے، عمر بن شبر نے کہا واللہ! میں نے ان جیسا نہیں دیکھا، امام بخاری نے کہا کہ میں نے امام ابو عاصم سے سنا فرماتے تھے ”جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی“ ابن سعد نے کہا کہ آپ فقیہ ثقہ تھے۔ (جواہر مضیہ) مسانید امام اعظم میں آپ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت حدیث کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۵۹- امام مکی بن ابراہیم بلخی (متوفی ۲۱۵ھ)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے جلیل القدر امام حافظ حدیث و فقیہ تھے، خطیب نے لکھا کہ آپ سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی اور خلاصہ میں ہے کہ امام بخاری، ابن معین، ابن ثنی اور ابن بشار نے آپ سے روایت کی، امام بخاری کے کبار شیوخ میں تھے اکثر ملاحیات ان ہی سے روایت کی ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ سے مسانید میں آپ نے کثرت سے روایت کی ہے، امام بخاری نے لکھا کہ مکی بن ابراہیم نے بہز بن حکیم، عبد اللہ ابن سعید بن ابی ہند اور ہشام بن حسان سے حدیث سنی۔ (جامع المسانید) امام اعظم سے حدیث سننے کا ذکر نہیں کیا حالانکہ مسانید کے رواۃ میں سے ہیں، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے خرّج کی، رحمہم اللہ کلہم اجمعین رحمۃ واسعہ الی ابد الابد آمین۔

۶۰- امام حماد بن دلیل قاضی المدائن

امام و فقیہ، محدث، صدوق تھے، امام اعظم کے ان بارہ اصحاب میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ قضاء کی صلاحیت رکھتے ہیں اور تقریباً سب ہی قضاء کے اعلیٰ عہدوں پر فائز بھی ہوئے جو ان حماد کے علاوہ یہ ہیں۔

قاضی ابو یوسف، قاضی اسد بن عمرو النخعی، قاضی حسن بن زیاد، قاضی نوح بن ابی مریم، قاضی نوح بن دراج، قاضی عافیہ، قاضی علی بن طہیان، قاضی علی بن حرمہ، قاضی قاسم بن معن، قاضی یحییٰ بن ابی زائدہ۔

آپ کی کنیت ابو زید تھی صغار تبع تابعین میں سے تھے حدیث میں امام اعظم، سفیان ثوری اور حسن بن عمارہ وغیرہ کی شاگردی کی فقہ میں تخصص امام صاحب کی وجہ سے حاصل ہوا، جب کوئی شخص حضرت فضیل بن عیاض سے مسئلہ پوچھتا تو وہ فرماتے کہ ابو زید سے دریافت کرو، محدث احمد بن ابی الحوار، اسحاق بن عیسیٰ بطبراع اور اسد بن موسیٰ وغیرہ نے ان سے روایت حدیث کی۔

ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا، مزی نے تہذیب میں امام یحییٰ سے بھی توثیق ذکر کی، امام ابو داؤد نے فرمایا کہ ان سے روایت درست ہے اور اپنی سنن میں ان سے روایت بھی کی، محمد بن عبد اللہ موصلی نے بھی ان کو ثقات میں گنایا، ایک مدت تک مدائن کے قاضی رہے،

رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جواب مضیہ وحدائق حنفیہ)

امام اعظم کے ۱۶ شیوخ کبار کے بعد امام صاحب کا تذکرہ ہوا پھر باقی تین ائمہ متبوعین کا تذکرہ ہوا، ان کے بعد امام صاحب کے ۴۰ شرکاء تدوین فقہ کے حالات مذکور ہوئے اور اب دوسرے محدثین کے ضروری علمی حالات درج ہو رہے ہیں، ترتیب ”وفیات“ کے لحاظ سے رکھی گئی ہے۔

۶۱۔ امام سعد بن ابراہیم زہریؒ (م ۱۳۵ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے، مجمع علیہ ثقی، صدوق، کثیر الحدیث تھے، البتہ امام مالک ان سے ناخوش تھے اور روایت بھی نہ کرتے تھے اس لئے کہ انہوں نے امام مالک کے نسب سے کچھ کلام کیا تھا، امام احمد سے کہا گیا کہ امام مالک ان سے روایت نہیں کرتے تو فرمایا ”اس بات کی طرف کون التفات کر سکتا ہے جب کہ وہ ثقہ، رجل صالح تھے، محدث معطلی نے ابن معین سے کہا کہ امام مالک سعد میں کلام کرتے ہیں جو سادات قریش سے تھے اور ثور و دلو و بن الحسین سے روایت کرتے ہیں جو خارجی خبیث تھے، یحییٰ سے کہا گیا کہ لوگ سعد میں کلام کرتے ہیں کہ وہ قدری تھے اور امام مالک نے ان سے روایت نہیں کی تو فرمایا کہ غلط ہے وہ قدری نہیں تھے اور امام مالک نے ترک روایت بوجہ نسب مالک میں کلام کرنے کے کیا ہے، حالانکہ وہ ثبت ہیں کوئی شک اس میں نہیں ہے۔ (تہذیب ص ۴۶۳ ج ۳)

جس طرح حضرت سعد کی طرف سے امام احمد اور یحییٰ وغیرہ نے دفاع کیا اور امام مالک جیسے جلیل القدر مسلم امام کی تنقید بھی بے تکلف رد کر دی گئی کیا اسی طرح امام اعظم و اصحاب کے بارے میں بے تحقیق و متعصبانہ اقوال کا رد اور ان حضرات کی طرف سے دفاع ضروری نہیں تھا؟ تھا اور ضرور تھا اور اسی لئے ہر مذہب کے ائمہ کبار نے اس ضرورت کا احساس کیا، جزا ہم اللہ خیر الجزاء و یرحمہم اللہ کلہم رحمۃ واسعہ۔

صلت بن الحجاج الکوفیؒ (م ۱۰۰ھ)

عطاء بن ابی رباح، یحییٰ کندی، حکم بن عتیہ وغیرہ سے روایت کی، ابن حبان نے آپ کو ثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ ایک جماعت تابعین سے روایت کرتے ہیں اور آپ سے اہل کوفہ نے روایت کی ہے، بخاری میں تعلیقاً آپ سے روایت ہے۔ (تہذیب ص ۴۳۳ ج ۴) محدث خوارزمی نے لکھا کہ امام بخاری نے ذکر کیا کہ آپ نے یحییٰ الکندی سے روایت کی اور آپ سے یحییٰ القطان نے روایت کی، پھر لکھا کہ امام اعظم سے بھی مسانید میں روایت حدیث کی ہے۔ (جامع المسانید) رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۶۳/۱۔ امام ابراہیم بن میمون الصائغ ابو اسحاق الخراسانیؒ (م ۱۳۱ھ)

مشہور محدث، زاہد و عابد و متورع تھے، امام اعظم، عطاء بن ابی رباح، ابو اسحاق، ابو الزبیر اور بائع سے حدیث روایت کی اور ان سے دلو و بن ابی الفرات، حسان بن ابراہیم کرمانی اور ابو جزہ نے روایت کی، ابو مسلم خراسانی کو دود و سرزنش کی اور بے خوف کلمہ حق کہا جس کی پاداش میں اس نے شہید کرادیا۔

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے امام صاحب کو ان کے شہید ہونے کی خبر ملی تو بخت عمکین ہوئے اور بہت روئے حتیٰ کہ ہم لوگوں کو خوف ہوا کہ اس صدمہ سے آپ کی وفات ہو جائے گی، میں نے تنہائی میں سوال کیا تو فرمایا کہ یہ شخص بہت سمجھدار عاقل تھا مگر اس کے انجام سے پہلے ہی ڈرتا تھا، میں نے عرض کیا کیا صورت ہوئی تو فرمایا کہ میرے پاس آتے تھے علمی سوالات حل کرتے تھے خدا کی اطاعت میں بڑے اولوالعزم تھے اور بڑے ہی متورع تھے میں ان کو کھانے کے لئے کچھ پیش کرتا تو اس کے بارے میں بھی مجھ سے بھی تحقیق کرتے اور بہت کم کبھی کھاتے تھے، مجھ سے امر بالمعروف و نہی منکر کے بارے میں بھی پوچھتے تھے پھر ہم دونوں نے متفق ہو کر طے کیا کہ یہ خدا کا ایک فریضہ ہے،

انہوں نے کہا کہ لائیے! میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، میں نے کہا کہ ایک آدمی کے کرنے کا یہ کام نہیں ہے اس کی جان جانگی اور اصلاح کچھ بھی نہ ہوگی، ہاں اگر کچھ اخوان و انصار نیک لوگوں میں سے میسر ہو جائیں اور ایک شخص سردار ہو جائے جس کے دین پر اطمینان ہو تو ضرور نفع کی توقع ہے، لیکن وہ براہِ جب آتے مجھ پر زور ڈالتے اور سخت تقاضہ کرتے کہ ایسا ضرور ہو جانا چاہئے، میں سمجھاتا کہ یہ کام ایک کے بس کا نہیں، انبیاء علیہم السلام بھی جب تک ان کے ساتھ آسمانی نصرت کا وعدہ نہیں ہو گیا اس کا تحمل نہ فرما سکے، یہ وہ فریضہ نہیں ہے کہ اس کو ایک شخص پورا کر دے ورنہ وہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دے گا۔

پھر وہ مرو گئے اور ابو مسلم خراسانی کو سخت باتیں بر ملا کہیں، اس نے پکڑ لیا اور قتل کرنا چاہا مگر خراسان کے سارے فقہاء و عباد جمع ہو گئے اور ان کو چھڑ والیا، اسی طرح دوسری و تیسری مرتبہ بھی ابو مسلم کو ڈانتے رہے اور کہا کہ تیرے مقابلہ میں جہاد سے زیادہ کوئی نیکی میرے لئے نہیں ہے لیکن میرے پاس کوئی مادی طاقت نہیں، اس لئے زبان سے ضرور جہاد کروں گا، خدا مجھے دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے صرف خدا کے لئے بغض رکھتا ہوں، ابو مسلم نے قتل کر دیا۔

ابوداؤد نسائی اور بخاری نے تعلیقاً ان سے روایت کی، علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود اس کے کہ بخاری و مسلم کے شیخ الشیوخ تھے، امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ (جواہر مضیہ و مسانید)

۶۳/۲ - شیخ ابوبکر بن ابی تیمیہ السخنی (م ۱۳۱ھ)

حضرت انسؓ کو دیکھا، کبار تابعین سے استفادہ کیا، سید الفقہاء نہایت قبیح سنت اور سید شباب اہل بصرہ تھے، (شروح البخاری ص ۱۳۸ ج ۱) زحاد کبار تابعین میں سے تھے، امام اعظم کے استاذ حدیث تھے (جامع المسانید ص ۳۸۳ ج ۲ و فتح الملہم ص ۲۱۶ ج ۱)

۶۴ - امام ربیعہ بن ابی عبد الرحمن المدنی المعروف بربیعہ الرازی (م ۱۳۶ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے جلیل القدر امام حدیث، علامہ محمد علی بابو حاتم بنسائی نے ثقہ کہا، یعقوب بن شیبہ نے ثقہ، مثبت اور مفتی مدینہ کہا، مصعب زبیری نے کہا کہ بعض صحابہ اور کبار تابعین کو پایا مدینہ میں صاحب فتویٰ تھے بڑے بڑے شیوخ اہل علم آپ کے پاس استفادہ کے لئے بیٹھتے تھے۔ آپ سے امام مالک نے بھی علم حاصل کیا، سوار قاضی کا قول ہے کہ میں نے ان سے زیادہ عالم نہیں دیکھا نہ حسن کو نہ ابن سیرین کو۔ ملاحون نے کہا کہ ان سے زیادہ سنت کا حافظ میں نے نہیں دیکھا۔

عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ وہ ہمارے مشکلات مسائل حل کرنے والے اور ہم سب سے زیادہ علم و فضل والے تھے، تعارض احادیث کے وقت آثار صحابہ سے ایک جہت کو ترجیح دیتے اور آثار صحابہ کے تعارض کے موقعہ پر قیاس سے ترجیح دیتے تھے اس لئے ”ربیعہ الرازی“ کے نام سے مشہور ہوئے اور یہ ان کو بطور مدح کے کہا جاتا تھا۔

یعنی یہی طریقہ امام اعظم کا بھی تھا مگر مخالفوں نے آپ کو مطعون کیا، حاسدوں نے آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اصحاب رائے بطور طنز کہا حالانکہ اخذ قیاس بمقابلہ حدیث اور ترجیح بعض احادیث و آثار ذریعہ قیاس میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

”الاثار الجدید فی طبقات المحققین“ (علمی نسخہ مکتبہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ) میں ہے کہ یہ ربیعہ امام صاحب کے اصحاب میں سے تھے اور امام صاحب سے مسائل میں بحث و مباحثہ کر کے استفادہ کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

۶۵ - امام عبد اللہ بن شبرمۃ ابو شبرمۃ الکوفی (م ۱۴۴ھ)

اکابر و اعلام میں سے تھے، قاضی کوفہ، حضرت انسؓ، ابو الطفیل، شعبی اور ابو زرعہ وغیرہ سے روایت کی، آپ سے دونوں سفیان،

شعبہ اور ابن مبارک وغیرہ نے روایت کی، عجل نے کہا کہ فقیہ، عاقل، عفیف، ثقہ، شاعر، حسن الخلق اور بخئی تھے، امام اعظم ابو حنیفہؒ سے استفادہ کرتے تھے (جواہر مضیہ ص ۵۴۷ ج ۲)

نقل ہے کہ قضاء کو قبول نہ کرنے پر امام صاحب پر مظالم ہوئے تو ابن ابی لیلیٰ نے ثقات کا اظہار کیا، ابن شبرمہ کو یہ بات بہت ناگوار ہوئی اور فرمایا کہ معلوم نہیں یہ شخص ایسی بات کیوں کہتا ہے، ہم تو دنیا کے طلب کرنے میں ہیں اور ان کے (امام صاحب) کے سر پر کوڑے لگتے ہیں کہ کسی طرح دنیا کو قبول کر لیں تب بھی قبول نہیں کرتے۔ (جواہر ص ۵۰۵ ج ۲)

۶۶- حافظ حدیث، حجتہ، امام ہشام بن عروہ بن الزبیر بن العوام الاسدی المدنی (۱۴۶ھ عمر ۸۰ سال)

مشہور محدث و فقیہ، راوی صحاح ستہ علماء نے ثقہ، مثبت، کثیر الحدیث، حجت، امام حدیث لکھا، امام صاحب نے مسانید میں آپ سے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور متقن، ورع، فاضل حافظ کہا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (امانی الاحبار)

۶۷- امام جعفر بن محمد بن علی بن الحسن بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین (م ۱۴۸ھ)

کنیت ابو عبد اللہ، لقب صادق تابعین و سادات اہل بیت نبوت سے، مشہور و معروف، امام عالی مقام، حدیث اپنے والد ماجد وغیرہ سے سنی اور آپ سے بھی ائمہ اعلام نے سماع حدیث کی سعادت حاصل کی جیسے یحییٰ بن سعید، ابن جریج، شعبہ، امام مالک، ثوری، ابن عیینہ اور امام ابو حنیفہ نے۔ ولادت ۸۰ھ (اکمال فی اسماء الرجال لصاحب مشکوٰۃ)

ابتداء میں امام اعظم صاحب سے بدظن رہے پھر امام صاحب نے بالمشافہ تمام اعتراضات کے جوابات دیئے تو بہت مطمئن اور خوش ہوئے اور اٹھ کر امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس کے بعد ہمیشہ امام صاحب کے علم و فضل کی مدح فرماتے رہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ، امام بخاری نے وفات ۱۴۰ھ میں نقل کی، رجال مشکوٰۃ میں ہیں اور امام اعظم نے مسانید میں ان سے روایت حدیث کی، تمام اکابر سلف نے ان کو ثقہ لکھا ہے، بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ سے بخاری نے روایت نہیں کی تو امام صاحب کی اس سے کسر شان نہیں ہو سکتی، جس طرح بخاری نے امام جعفر سے روایت نہیں کی، حالانکہ ان کی جلالت قدر اور مثبت وثقہ ہونے سے بھی کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ واللہ اعلم

۶۸- امام زکریا بن ابی زائدہ خالد بن میمون بن فیروز الہمدانی کوفی (م ۱۴۹ھ)

رواة صحاح ستہ میں سے محدث و فقیہ، ثقہ، صالح، کثیر الحدیث تھے، کوفہ کے قاضی رہے۔ امانی الاحبار علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود شیوخ شیعین میں سے ہونے کے امام صاحب سے مسانید میں روایت کرتے ہیں۔

۶۹- عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج المکی (م ۱۵۰ھ)

حدیث طاؤس، مجاہد و عطاء سے سنی اور آپ سے ثوری، قطان، یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ نے روایت کی، رواة صحاح ستہ میں ہیں، رومی الاصل تھے۔ (تاریخ بخاری)

علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ یہ امام ائمہ الحدیث اور شیخ اکبر شیوخ بخاری و مسلم ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ سے مسانید امام میں روایات حدیث کی ہیں، امام شافعی کے بھی شیخ الشیوخ ہیں اور امام شافعی نے اپنی مسند میں بواسطہ مسلم بن عبد الحمید ان ہی ابن جریج سے مسند علی الخنفین کی حدیث مغیرہ بن شعبہ روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جامع المسانید ۵۱۱ ج ۲)

۷۰۔ (صاحب مغازی) محمد بن اسحق بن یسار ابو بکر المطلبی (م ۱۵۱ھ)

سواء امام بخاری کے باقی اصحاب صحاح نے ان سے روایت کی ہے، البتہ بخاری نے رسالہ جزء القراءة میں روایت کی ہے، آپ نے حضرت انس بن مالک صحابی کو دیکھا ہے، صاحب مغازی مشہور ہوئے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ طبقہ خمسہ میں ذکر کیا ہے، لیکن حدیث میں غیر متفق کہا اور ان کی حدیث کو مرحہ صحت سے نازل قرار دیا، یحییٰ بن معین نے کہا کہ ثقہ ہیں مگر حجت نہیں، علی بن مدینی نے کہا کہ ان کی صحت میرے نزدیک صحیح ہے، نسائی نے ضعیف کہا، دارقطنی نے لائحہ بہ کہا، امام مالک ان سے ناخوش ہیں اس لئے دجال من الدجاجلہ کہا، علی بن مدینی سے کہا گیا کہ امام مالک ایسا کہتے ہیں تو کہا کہ امام مالک ان کے ساتھ نہیں بیٹھے اور ان کو نہیں پہچانتے، شعبہ، عجل، ابو زرہ اور ابن مبارک نے بھی توثیق کی، یہاں سے علی بن مدینی کا جواب مذکور یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ امام اعظمؒ اور ان کے بہت سے اصحاب پر بھی ریمارک کرنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان کے ساتھ مجالست نہیں کی اور نہ ان کو پہچانا، والناس اعداء ما جہلوا، محمد بن اسحق نے امام صاحب سے بھی حدیث سنی اور مسانید امام میں ان کی روایات موجود ہیں۔

۷۱۔ شیخ ابوالنصر سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۶ھ)

معانی الآثار اور صحاح ستہ کے رواد میں سے مشہور محدث ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ سعید لکھتے نہیں تھے ان کا سارا علم سینہ میں محفوظ تھا، ابن معین، نسائی، ابو زرہ نے ثقہ کہا، ابوعوانہ نے کہا کہ ہمارے زمانہ میں ان سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہ تھا، ابن سعد نے ثقہ کثیر الحدیث کہا، آخر عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، اس لئے بعد اختلاط کی روایات غیر معتمد قرار پائیں یہ بھی کہا گیا کہ قدری عقیدہ رکھتے تھے، واللہ اعلم، امام اعظم سے بھی مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید و الامانی الاخبار) ابن سیرین اور قتادہ سے بھی حدیث میں تلمذ ہے۔

۷۲۔ امام ابو عمرو عبد الرحمن بن عمرو بن محمد اوزاعی (ولادت ۸۸ھ م ۱۵۶ھ)

رواد صحاح ستہ میں سے مشہور و معروف محدث و فقیہ شام تھے، بہت بڑے فصیح اللسان تھے، ابن مہدی کا قول ہے کہ شام میں ان سے بڑا عالم سنت کوئی نہ تھا، ابن عیینہ نے ان کو علم اہل زمانہ، ذہبی نے افضل اہل زمانہ، نسائی نے امام فقیہ اہل شام اور ابن عجلان نے اصح الامۃ کہا، فلاس، یعقوب، عجل، ابن معین، ابن سعد وغیرہ نے ثقہ، مثبت، صدوق، فاضل، کثیر الحدیث، کثیر العلم و الفقه کہا (امانی الاخبار) مجتہد تھے، جن کی تقلید ایک عرصہ تک شام اور اندلس میں رائج رہی ملک المحدثین امام الجرح والتعديل یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ علماء چار ہیں، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام اوزاعی۔ (بدایہ نہایہ حافظ ابن کثیر ص ۱۱۶ ج ۱)

یہ امام اوزاعی شروع میں امام صاحب کے حالات سن کر بدظن تھے، ابن مبارک شام گئے اور صحیح حالات بتلائے پھر خود بھی امام اوزاعی امام صاحب سے مکہ معظمہ میں ملے، علمی مذاکرات و مباحثات کئے تو امام صاحب کے بجمہد مداح ہوئے اور اپنی سابق بدظنی پر بہت نادم و متاسف ہوئے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

۷۳۔ محدث کبیر محمد بن عبد الرحمن بن ابی الذئب القرشی العامری (ولادت ۸۷ھ متوفی ۱۵۹ھ)

رواد صحاح ستہ میں سے مشہور محدث تھے، امام احمد نے فرمایا کہ ابن ابی ذئب نے اپنا مثل نہ اپنے بلاد میں چھوڑا نہ دوسروں میں اور وہ صدوق تھے، امام مالک سے بھی افضل سمجھے جاتے تھے لیکن امام مالک تنقیح رجال میں ان سے زیادہ محتاط تھے کیونکہ ابن ابی ذئب اس بارے میں تعق نہیں کرتے تھے کہ کس سے روایت کر رہے ہیں، سب نے ثقہ، صدوق کہا، مگر بعض نے ان کی طرف قدری عقیدہ منسوب کیا ہے، یہ

بھی کہا گیا ہے کہ یہ صرف تہمت تھی درحقیقت وہ قدری نہ تھے۔ واللہ اعلم رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ (امانی الاحبار)

۷۴- امیر المؤمنین فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج (م ۱۶۰ھ عمر ۷۸ سال)

اصحاب ستہ کے رداۃ میں سے ہیں فن رجال اور حدیث کی بصیرت و مہارت میں بقول امام احمد فرد کامل تھے، حفظ حدیث، اصلاح و تثبت میں سفیان ثوری سے فائق تھے، حماد بن زید کا قول ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں اگر شعبہ میرے ساتھ ہوں تو مجھے کسی کی مخالفت کی پروا نہیں البتہ وہ مخالف ہوں تو اس کو ترک کر دیتا ہوں۔

شیخ صالح جزرہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے رجال میں شعبہ نے کلام کیا پھر قطان نے پھر امام احمد اور یحییٰ بن معین نے، ابن سیرین، قتادہ ابو اسحاق سمیع، سلمہ بن کہیل اور ان کے طبقہ کے دوسرے اکابر سے حدیث سنی اور ان سے ایوب سختیانی، اعمش، محمد بن اسحاق، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن مبارک یزید بن ہارون وغیرہ نے حدیث روایت کی، امام اعظم کے بڑے صالح تھے اور باوجود اس کے کہ وہ اکثر شیوخ بخاری و مسلم کے شیخ تھے امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں، امام صاحب سے خاص تعلق رکھتے اور عابدانہ تعریف کیا کرتے تھے، ایک دفعہ فرمایا ”جس طرح میں جانتا ہوں کہ آفتاب روشن ہے، اسی یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ علم اور ابو حنیفہ ہمنشین ہیں، امام صاحب کے بارے میں جب بھی کوئی آپ سے حالات دریافت کرتا تو امام صاحب کے مناقب کثرت سے بیان کرتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (موفق وغیرہ)

۷۵- محدث شہیر اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبعمی کوفی (م ۱۶۰ھ)

ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ السبعمی جو کبار تابعین سے اور امام اعظم کے شیوخ میں ہیں یہ اسرائیل ان کے پوتے ہیں، انہوں نے حدیث امام اعظم نیز اپنے دادا اور دوسرے اکابر سے سنی، اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی، حفظ حدیث میں مشہور تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے دادا ابو اسحاق کی حدیثیں اس طرح یاد ہیں جیسے قرآن مجید کی کوئی سورت یاد ہوتی ہے۔

سید الخفا ظاہر معین اور امام احمد نے ان کو شیخ وقت اور ثقہ کہا اور ان کے حفظ سے تعجب کیا کرتے تھے، یہ بھی کہا کہ اسرائیل تنہا بھی کسی حدیث کی روایت کریں تو وہ معتمد ہیں، ابو حاتم نے ثقہ صدوق کہا غلجی نے ثقہ کہا، ابن سعد نے کہا کہ ثقہ ہیں اور ان سے بہ کثرت لوگوں نے روایت حدیث کی ہے۔

امام اعظم کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور ان کی منقبت یہی کیا کم ہے کہ وہ اپنے استاد اور مسلم فقیہ زمان امام حماد سے بھی زیادہ فقیہ ہیں، یہ شہادت اسرائیل بن یونس کی ہے جو امام وکیع اور عبد الرحمن بن مہدی جیسے اکابر محدثین کے استاذ ہیں، جوہر وغیرہ) محدث خوارزمی نے فرمایا کہ باوجود اس جلالت قدر کہ اسرائیل اعلام ائمہ الدیث اور شیوخ مشائخ امام احمد و بخاری و مسلم میں سے ہیں امام اعظم سے ان مسانید میں روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ص ۳۸۹ ج ۲)

۷۶- شیخ ابراہیم بن ادہم بن منصور بلخی (م ۱۶۱ھ، ۱۶۲ھ)

ابو اسحاق کنیت تھی، مشہور زاهد و عابد بزرگ تھے، کوفہ آ کر امام ابو حنیفہ سے فقہ کی تحصیل کی اور پھر شام جا کر سکونت اختیار کی، علامہ کردری نے لکھا کہ امام صاحب کی صحبت میں رہے اور ان سے روایت حدیث بھی کی امام صاحب نے ان کو نصیحت فرمائی تھی کہ تمہیں خدا نے عبادت کی تو بہت کچھ توفیق بخشی ہے اس لئے علم کا بھی اہتمام کرنا چاہئے، کیونکہ وہ عبادت کی اصل ہے اور اسی پر سارے کاموں کی درستی کا مدار ہے، علامہ موفق نے لکھا کہ آپ نے امام ابو حنیفہ، اعمش، محمد بن زید اور ان کے اقران سے حدیث کا سماع کیا ہے اور آپ سے امام اوزاعی، ثوری،

شفیق بلخی وغیرہ نے روایت کی، آپ سے امام بخاری و مسلم نے غیر صحیح میں روایت کی ہے۔

امام ترمذی نے بھی کتاب الطہارۃ میں آپ سے ایک حدیث تعلیقاً نقل کی ہے، امام نسائی، دارقطنی، ابن معین و ابن نمیر نے مامون و ثقفہ کہا، یعقوب بن سفیان نے خیار فاضل سے اور امام نسائی نے احداثہ فرمایا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۷۷۔ امام سفیان بن سعید بن مسروق ثوریؒ (ولادت ۹۷ھ، م ۱۶۱ھ)

رواة صحاح ستہ میں سے مشہور امام حدیث، عابد و زاہد اور مقتدا امام شعبہ، امام ابن عیینہ، ابو عاصم اور سید الحفاظ ابن معین وغیرہ کا بر علماء نے ان کو ”امیر المؤمنین فی الحدیث“ کے لقب سے یاد کیا، ابن مہدی نے کہا کہ وہب ان کو امام مالک پر بھی حفظ میں ترجیح دیتے تھے، یحییٰ القطان کا قول ہے کہ سفیان امام مالک سے ہر بات میں فائق ہیں، ابو حاتم، ابو زرعہ اور ابن معین نے شعبہ پر حفظ میں ترجیح دی، خطیب نے کہا کہ سفیان امام تھے ائمۃ المسلمین میں سے اور علم تھے، اعلام دین میں سے، جن کی امامت پر سب کا اتفاق و اجماع ہے، امام نسائی نے فرمایا کہ ان کا مرتبہ اس سے بہت بلند ہے کہ ان کو ثقہ کہا جائے وہ تو ان ائمہ میں سے ایک ہیں جن کے بارے میں مجھے امید ہے کہ خدا نے ان کو متیقن کا امام بنایا ہے، بصرہ میں وفات پائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ (امانی الاحبار)

یہ سب کے مدوح و مسلم امام و مقتدا بھی امام ابو حنیفہ سے شروع میں بدعنوان رہے اور کچھ کلمات بھی کہے ہوں گے مگر پھر امام صاحب کے بے حد مداح ہو گئے تھے اور اپنی بعض باتوں پر، بلکہ اس پر بھی نادم تھے اور استغفار کیا کرتے تھے کہ دوسرے بے انصاف معاندین امام صاحب کے مقابلہ میں امام صاحب کی جانب سے جس قدر عداوت کا حق تھا وہ ادا نہ ہو سکا اور امام صاحب بھی ان کے فضل و کمال کا اعتراف برملا کیا کرتے تھے، یہ امور دونوں کی مقبولیت عند اللہ کی بڑی دلیل معلوم ہوتی ہیں، رضی اللہ عنہم و رضوان اللہ علیہما صاحب سے روایت بھی کی ہے (تانیب ص ۱۶۰)

۷۸۔ امام ابراہیم بن طہمانؒ (متوفی ۱۶۳ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں الامام الحافظ، عالم خراسان لکھا، صحیح الحدیث اور کثیر الروایت تھے اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہمیشہ ائمہ فہم ان سے روایت حدیث کی رغبت کرتے تھے امام یحییٰ بن النعمان کو اوثق و اوسع فی العلم کہتے تھے، محدث ابو زرعہ نے نقل کیا کہ ایک دفعہ امام احمد تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ کسی نے ابراہیم بن طہمان کا ذکر کیا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ”مناسب نہیں کہ صالحین کا ذکر ہو اور ہم تکیہ لگائے بیٹھے رہیں“ تذکرہ جمیض میں ہے کہ ابراہیم موصوف امام اعظم کے شاگرد تھے، امام صاحب سے مسانید میں بہ کثرت روایات کی ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب ابراہیم کی اتنی عزت تھی تو ابراہیم جن کے سامنے مودب بیٹھ کر استفادہ کر چکے تھے ان کا ادب و احترام کتنا ہونا چاہئے مگر افسوس ہے کہ اس امام معظم کا کچھ لوگوں نے یرائی سے ذکر کیا اور دوسروں کے لئے یری مثال قائم کی۔ اللہم ولفقنا لما تحب وترضی، وادنا الحق حقا و الباطل باطلا، انک سمیع مجیب الدعوات۔

۷۹۔ امام حماد بن سلمہؒ (م ۱۶۱ھ)

کبار محدثین میں سے ہیں، جو اہر مضیہ میں وفات کا ۱۶۱ھ اور امانی الاحبار میں ۱۶۶ھ میں نقل ہوا ہے، سواء امام بخاری کے باقی اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی ہے اور امام بخاری نے بھی تعلیقاً ان سے روایت لی ہے بصرہ میں ان کے اقران میں سے کوئی بھی علم و فضل، تمسک بالسنة اور مخالفت اہل بدعت میں ان سے بڑھ کر نہ تھا، ابن مبارک نے فرمایا میں بصرہ گیا تو ان ہی کو سب سے زیادہ سلف کے طریقہ کا متبع پایا حنفی تھے۔ (جواہر ص ۲۲۵ ج ۱)

ابن حبان نے عباد، زہاد اور مستجاب الدعوات حضرات میں شمار کیا اور کہا کہ جس نے ان کی حدیث روایت نہیں کی اس نے انصاف نہیں کیا اگر اس نے ان سے روایت نہیں لی گئی کہ کوئی کوئی خطا ان سے ہوئی ہے تو ان کے اقران میں ثوری و شعبہ وغیرہ سے بھی خطا ہوئی ہے اور اگر کہا جائے کہ ان سے خطا زیادہ ہوئی تو یہ بات ابو بکر بن عیاش میں بھی ہے ان سے کیوں روایات لی گئیں۔

ابن حبان نے امام بخاری پر بھی تعریض کی کہ جس نے حماد بن سلمہ کو چھوڑ کر فلج اور عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار کی احادیث سے احتجاج کیا اس نے بھی انصاف نہیں کیا، ابن سعد نے ثقہ، کثیر الحدیث، عجل نے ثقہ، رجل صالح، حسن الحدیث کہا، امام اوزاعی، امام لیث، امام ثوری، ابن ماثون، معمر و ہشام کے طبقہ میں تھے اور یہ سب اپنے دور کے ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو بات کسی کے بارے میں جرح و تعدیل کے طور پر کہہ دیں تو وہ بات مسمم ہوتی تھی، امام حماد اور ابن ابی عروبہ نے بصرہ میں تالیف و تدوین کا آغاز کیا تھا، رحمہ اللہ (امانی الاحبار)

۸۰۔ امام ابوالنضر جریر بن حازم الازدی البصری (م ۱۷۱ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ امام جریر نے حدیث ابور جا اور ابن سیرین سے حاصل کی اور آپ سے امام سفیان ثوری اور امام ابن مبارک نے حدیث روایت کی، علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ حدیث میں امام اعظم کے بھی شاگرد تھے اور امام صاحب سے مسانید میں احادیث کی روایت بھی کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جامع المسانید ص ۴۲۰ ج ۲)

۸۱۔ امام ابوالحارث لیث بن سعد بن عبد الرحمن مصری حنفی (ولادت ۹۲ھ، متوفی ۱۷۵ھ)

رواۃ صحیح ستہ میں سے مشہور و معروف محدث جلیل و فقیہ نبیل جن کو اکثر اہل علم نے حنفی لکھا ہے اور قاضی زکریا انصاری نے ”شرح بخاری“ میں اس پر جزم کیا ہے، حافظ ابن ابی العوام نے اپنی سند سے نقل کیا ہے کہ امام اعظم کے تلمیذ ہیں، اکثر امام صاحب کی خبر سنتے کہ حج کے لئے آرہے ہیں تو یہ بھی حج کے لئے مکہ معظمہ پہنچتے اور امام صاحب سے مختلف ابواب کے مسائل دریافت کرتے تھے اور امام صاحب کی اصابتہ رائے اور سرعت جواب پر حیرت و استعجاب کیا کرتے تھے۔

امام لیث خود بھی ائمہ مجتہدین میں سے تھے، امام شافعی فرمایا کرتے تھے کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے مگر ان کے تلامذہ نے ان کو ضائع کر دیا، حافظ ابن حجر نے ”الرحمۃ البقیۃ فی الترجمۃ اللیبیۃ“ میں لکھا کہ ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح امام مالک وغیرہ کی فقہان کے شاگردوں نے تدوین کی امام لیث کے تلامذہ نے نہیں کی، امام شافعی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے کسی شخص کے متعلق ایسی حسرت نہیں ہے جیسی امام لیث کے متعلق ہے کہ میں نے ان کا زمانہ پایا اور پھر بھی ان کی زیارت نہ کر سکا (تقدمہ نصب الراية، مناقب، موفی)

امام لیث کا بیان ہے کہ میں نے امام مالک کے ستر مسائل ایسے شمار کئے جو سنت کے خلاف تھے چنانچہ میں نے اس بارے میں ان کو لکھ کر بھیج دیا ہے۔ (جامع بیان العلم ص ۱۳۸ ج ۲)

عمدہ فہم رجال نے آپ کو ثقات و سادات اہل زمانہ میں سے اور فقیہ، متورع، علم و فضل اور سخاوت میں بے مثل لکھا ہے حافظ ذہبی نے لکھا کہ آپ کی سادہ اسی ہزار دینار کی آمدنی تھی مگر زکوٰۃ واجب نہ ہوتی تھی، روزانہ کا معمول تھا کہ جب تک ۳۶۰ مساکین کو کھانا کھلا دیتے خود نہیں کھاتے تھے، امام مالک نے ایک سنی میں کھجوریں آپ کے لئے بھیجیں تو آپ نے اس کو اشرفیوں سے بھر کر واپس کیا، منصور بن عمار نے کہا کہ میں لیث سے ملنے گیا تو مجھے ایک ہزار اشرفی ہدیہ کیں، امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔ (جو اہر مضیہ و حدائق الحنفیہ و جامع المسانید)

۸۲- امام حماد بن زیدؒ ۹۷ھ عمر ۸۱ سال

امام کبیر، محدث شہیر تلمیذ امام اعظم رضی اللہ عنہما ابدالاعلام جن سے ائمہ ستہ نے روایت کی ہے ابن مہدی کا قول ہے کہ بصرہ میں ان سے زیادہ کوئی فقیہ نہ تھا اور نہ ان سے بڑا کوئی عالم سنت میں نے دیکھا۔ (جواہر ص ۳۱ ج ۱ و ۲۲۵ ج ۱)
تابعین اور مابعد تابعین سے روایت کی اور آپ سے ابن مبارک، ابن مہدی، ابن وہب، قطان، ابن عیینہ وغیرہ نے روایت کی، ابن مہدی کا قول ہے کہ ائمہ الناس اپنے زمانہ میں چار تھے، سفیان ثوری کوفہ میں، امام مالک حجاز میں، اوزاعی شام میں اور حماد بن زید بصرہ میں، امام احمد نے فرمایا کہ حماد بن زید ائمہ المسلمین میں سے تھے، خالد بن خدّاش کا قول ہے کہ حماد عقلاء اور ذوی الالباب سے تھے، یزید بن زریج نے موت پر کہا کہ سید المسلمین کی موت ہوئی، غلیلی نے کہا کہ متفق علیہ ثقہ تھے۔ (تہذیب ص ۹ ج ۳)

۸۳- شیخ جریر بن عبد الحمید الرازیؒ (ولادت ۱۸۱ھ)

مشہور محدث و فقیہ، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں الحافظ النجیہ، محدث الری لکھا، حدیث میں امام صاحب، یحییٰ بن سعید انصاری، امام مالک، ثوری اور اعمش کے شاگرد ہیں اور آپ سے ابن مبارک، اسحاق بن راہویہ، ابن معین، حمید، ابو بکر بن ابی شیبہ، امام احمد اور ابن مدینی نے حدیث روایت کی۔

محدثین نے ان کی ثقاہت، حفظ اور وسعت علم کی شہادت دی، مہبہ اللہ طبری نے ان کی ثقاہت پر اتفاق نقل کیا، اصفہان کے ایک گاؤں آبہ میں پیدا ہوئے، کوفہ میں نشوونما ہوا، بعد کو "رے" میں سکونت اختیار کی، تمام ارباب صحاح ستہ نے آپ کی احادیث سے احتجاج کیا، اس جلالت قدر کے ساتھ امام صاحبؒ سے مسانید میں روایت کرتے ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جواہر و جامع المسانید)

۸۴- امام ہشیم بن بشیر ابو معاویہ السلمی الواسطیؒ (ولادت ۱۰۴ھ ۱۸۳ھ)

ارباب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں، امام حماد بن زید نے فرمایا کہ میں نے محدثین میں ان سے زیادہ بلند مرتبہ نہیں دیکھا، اسحاق زیادہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا، فرمایا کہ "ہشیم سے حدیث سنو وہ اچھے آدمی ہیں" عبدالرحمن بن مہدی نے فرمایا کہ ہشیم، سفیان ثوری سے بھی زیادہ حافظ حدیث تھے۔

امام احمد نے فرمایا کہ ہشیم کثیر التبیح تھے، میں ان کی خدمت میں ۴-۵ سال رہا ان کی ہیبت و رعب کی وجہ سے اتنی مدت میں صرف ۲ بار سوال کر سکا۔ (امانی الاحبار)، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ امام اعظم کے علاوہ حدیث میں ہیں اور مسانید میں آپ سے روایت کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (تاریخ کبیر بخاری ضمن تذکرہ امام اعظم و تذکرۃ الحفاظ)

۸۵- امام موسیٰ کاظم بن الامام جعفر صادقؒ (م ۱۸۳ھ)

کنیت ابو ابراہیم، تبع تابعین میں جلیل القدر محدث و فقیہ ہوئے، آپ کے فتاویٰ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں ہیں ایک مسند بھی آپ پر کی ہے جس کو ابو نعیم اصفہانی نے روایت کیا، ولادت ۱۲۸ھ میں ہوئی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ

۸۶- شیخ عباد بن العوامؒ (م ۱۸۵ھ)

حدیث امام اعظم، حمیدی اور ابن ابی عروبہ وغیرہ سے سنی اور امام صاحب سے مسانید میں روایات بھی کی ہیں، امام ابن المدینی اور امام

بخاری وغیرہ نے امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں ان کا اسم گرامی نقل کیا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۸۷۔ امام مغیرہ بن مقسم الصنعی ابو ہاشم الکوفیؒ (م ۱۳۶ھ جامع المسانید، ۱۸۶ھ جواہر مضیہ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور امام حدیث و فقہ ہیں، ابو بکر بن عیاش کا بیان ہے کہ میں نے سے زیادہ فقہ کسی کو نہیں پایا اس لئے ان ہی کی خدمت میں رہ پڑا، خود فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز میرے کان نے سنی اس کو کبھی نہیں بھولا، ثقہ، کثیر الحدیث تھے امام صاحب کے حدیث و فقہ میں شاگرد تھے اور مسانید میں روایت بھی کی ہے، جریر بن عبد الحمید کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا مغیرہ مسائل میں بحث کرتے تھے اور جب کبھی کسی مسئلہ میں دوسرے محدثین ان سے خلاف کرتے تھے تو فرمایا کرتے تھے ”میں کیا کرو (یعنی کس طرح اس قول کو رد کر دوں) جب کہ یہی قول امام ابو حنیفہ کا ہے۔“ (امانی الاحبار جواہر مضیہ ۱۷۸ ج ۲)

معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے اکابر محدثین اس امر کو بہت مستعد سمجھا کرتے تھے کہ امام صاحب کا قول حدیث صحیح کے خلاف ہو سکتا ہے۔

۸۸۔ امام ابراہیم بن محمد ابوالحق الفزاری الشامیؒ (م ۱۸۶ھ)

محدث شہیر، امام اوزاعی و ثوری سے حدیث سنی، امام صاحب سے بھی حدیث میں تلمذ کیا اور مسانید امام میں ان سے روایت کی حالانکہ خود امام شافعی کے شیوخ میں ہیں، امام شافعی نے اپنی مسند میں ان سے بہت سی روایات لی ہیں، نام سے ذکر کیا ہے، کنیت سے نہیں، امام بخاری و مسلم کے بھی شیخ الشیوخ ہیں۔ (جامع المسانید و تاریخ بخاری)

۸۹۔ حافظ ابو بکر عبد السلام بن حرب بن سلم نہدی کوئیؒ (متوفی ۱۸۷ھ)

حافظ حدیث، ثقہ، ثبت، جدہ، صدوق اور صحاح ستہ کے رواۃ میں ہیں، اصل سکونت بصرہ کی تھی، عجل نے کہا کہ جس دن ابوالحق سمیع کی وفات ہوئی اسی دن کوفہ پہنچے، بعض بغدادیوں نے آپ کی بعض احادیث میں کلام کیا مگر کوفیوں نے جو آپ کے احوال سے زیادہ باخبر تھے آپ کی توثیق پر اتفاق کیا ہے۔ (امانی الاحبار)

معلوم ہوا کہ اپنے اہل شہر کی توثیق دوسروں کی جرح پر مقدم ہے۔

۹۰۔ شیخ عیسیٰ بن یونس سمیعؒ کوئیؒ (اخواسرائیل) (متوفی ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۱ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے مشہور محدث، فقیہ، ثقہ، ثبت تھے، امام علی بن المدینی کا قول ہے کہ ایک بڑی تعداد ابناء کی ایسی ہے جو ان کے اباء سے زیادہ ہمارے نزدیک ثقہ ہیں اور ان ہی میں سے عیسیٰ بن یونس ہیں، خلیفہ امین و مامون نے ان سے حدیث پڑھی، مامون نے دس ہزار روپے بھیجے آپ نے واپس کر دیئے وہ سمجھا کہ کم سمجھ کر واپس کئے تو دس ہزار روپے بھیجے آپ نے فرمایا کہ حدیث رسول اکرم ﷺ پڑھا کر تو میں ایک چھدام یا ایک گھونٹ پانی کا بھی قبول نہیں کر سکتا، آپ نے ۳۵ حج کئے اور ۳۵ بار جہاد میں شرکت کی۔ (جواہر) علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ محدثین کے یہاں بڑے جلیل القدر تھے اور امام صاحب سے ان مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔

۹۱۔ امام یوسف بن الامام ابی یوسفؒ (م ۱۹۲ھ)

بڑے محدث و فقیہ تھے، فقہ و حدیث میں اپنے والد ماجد امام ابی یوسف اور یونس بن ابی اسحاق سمیع وغیرہ کے شاگرد ہیں، ہارون رشید نے امام ابو یوسف کی وفات کے بعد آپ کو قضا سپرد کی اور مدینہ طیبہ میں جمعہ کی امامت آپ سے کرائی، تا وفات قاضی رہے، امام اعظم کی

کتاب الآثار کو اپنے والد ماجد کے واسطے سے آپ نے روایت جمع کیا ہے۔
یہ کتاب بہترین کاغذ و طباعت سے مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی (دام فیضہم کی تعلیمات کے ساتھ ادارۂ احیاء المعارف العثمانیہ حیدر
آباد دکن سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۹۲- شیخ ابوعلی شفیق بن ابراہیم بلخی (م ۱۹۴ھ)

امام ابو یوسف کے اصحاب و تلامذہ میں ہیں، آپ سے کتاب الصلوٰۃ پڑھی، عالم، زاہد، عارف و متوکل تھے، امام اعظم سے بھی روایت
حدیث کی ہے مدت تک ابراہیم بن ابراہیم کی خدمت میں رہ کر طریقت کا علم حاصل کیا، آپ کے تین سو گاؤں تھے سب کو فقراء پر تقسیم کر دیا،
آپ نے فرمایا کہ میں نے سترہ سو اساتذہ سے علم حاصل کیا اور چند اونٹ کتابوں کے لکھے مگر خدا کی رضا مذکورہ چار چیزوں میں پائی حلال
روزی، اخلاص فی العمل، شیطان سے عداوت، موت سے موافقت۔ (حدائق الحنفیہ)

۹۳- شیخ ولید بن مسلم دمشقی (ولادت ۱۱۹ھ ۱۹۵ھ)

امام اعظم، امام اوزاعی اور ابن جریر وغیرہ سے حدیث سنی، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی ہے، شام کے مشہور عالم تھے، عجمی،
یعقوب بن شیبہ اور ابن سعد نے ثقہ، کثیر الحدیث کہا ان کے شاگرد امام احمد نے فرمایا کہ شامیوں سے روایت کرنے والے کوئی محدث اسماعیل بن
عیاش اور ولید سے بڑھ کر نہیں ہے اور ان سے زیادہ عقل والا میں نے نہیں دیکھا، علی بن مدینی نے فرمایا کہ شامیوں میں ان جیسا نہیں ہے محدث ابو
مسیر نے کہا کہ وہ ہمارے اصحاب ثقات میں سے تھے اور ایک دفعہ فرمایا کہ حفاظ اصحاب میں سے تھے، محدث ابو زرعد نے کہا کہ ولید وکیع سے زیادہ
مغازی کے عالم تھے۔ (امانی الاحبار) محدث خوارزمی نے فرمایا کہ ولید نے امام اعظم سے مسانید میں روایت کی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۹۴- امام وحافظ حدیث اسحاق بن یوسف الازرق التتوخی الواسطی (تلمیذ امام اعظم ۱۹۵ھ)

رواۃ صحاح ستہ میں سے، علم و حدیث کے مشہور گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، محدث و فقیہ کامل تھے، حدیث اعمش، زکریا بن ابی زائدہ،
سفیان یوزی اور شریک سے حاصل کی اور آپ سے امام احمد، ابن معین، عمرو الناقد اور ایک جماعت محدثین نے روایت کی۔ (تاریخ خطیب)
علامہ خوارزمی نے فرمایا کہ ہاد جود اس جلالت قدر کے کہ ان کے بڑوں کے شیوخ میں ہیں اپنے شیخ و استاذ امام ابو حنیفہ سے احادیث
کثیرہ مسانید امام میں روایت کی ہیں اور امام احمد نے بھی ان کے واسطے سے امام ابو حنیفہ سے احادیث روایت کی ہیں اور امام احمد ان کو قسم کھا
کر ثقہ کہا کرتے تھے، تہذیب الکمال اور تمییز الصحیفہ میں بھی امام صاحب سے تلمذ کی تصریح ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۹۵- امام ابو محمد سفیان بن عیینہ کوفی (متوفی ۱۹۸ھ)

مشہور محدث، ثقہ، حافظ، فقیہ، امام، حجت، آٹھویں طبقہ کے کبار و داعیان میں سے تھے، ولادت کوفہ مورخہ ۱۵ شعبان ۱۰۷ھ میں اپنے
والد ماجد کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے، ۲۰ سال کی عمر میں کوفہ آئے اور امام اعظم سے تحصیل علم و حدیث فقہ کی اور آپ سے مسانید وغیرہ
میں روایات بھی کیں، فرمایا کرتے تھے کہ امام صاحب ہی نے پہلے مجھے محدث بنایا، آپ عمرو بن دینار اور حمزہ بن سعید سے حدیث حاصل کی
اور امام جعفر صادق، زکریا بن ابی زائدہ، زہری، ابوالسخت سیمی، اعمش وغیرہ سے بھی۔

حافظ نے ۶۰ سے اوپر اکابر کے نام لکھ کر ”وخلق لا یحصون“ کا جملہ لکھا مگر امام صاحب کا ذکر نہیں کیا، آپ کے تلامذہ میں ابن مبارک، وکیع،
قطان، عبدالرزاق، امام احمد، ابن معین، اسحاق بن راہویہ، ابو بکر عثمان، ابن ابی شیبہ، احمد بن منیع وغیرہ کا ذکر کیا لیکن امام محمد و امام شافعی کا ذکر نہیں کیا۔

آپ سے اصحاب ستہ نے بھی یہ کثرت تخریج کی، امام شافعی کا قول ہے کہ اگر آپ اور امام مالک نہ ہوتے تو حجاز سے علم چلا جاتا یہ بھی فرمایا کہ امام مالک و سفیان برابر درجہ کے ہیں، عجل نے کہا کہ آپ حسن الحدیث تھے اور حکماء اصحاب حدیث میں سے تھے، عبد الرحمن ابن مہدی کا قول ہے کہ میں حضرت سفیان بن عیینہ سے حدیث سنتا تھا پھر شعبہ کے پاس جاتا اور وہی احادیث سنتا تو ان کے لکھنے کی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ آپ نے مترجج کئے، نسوی کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت سفیان کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے سامنے جو کی روٹی تھیں، فرمایا! ابو موسیٰ! چالیس سال سے یہی میرا کھانا ہے، بطور تواضع اکثر عیرتی کا ایک شعر پڑھا کرتے جس کا مطلب یہ ہے کہ ساری بستیاں بڑوں سے خالی ہو گئیں اس لئے میں بغیر سردار بتائے سردار بن گیا اور یہ بھی کیا کم نصیبی ہے کہ میں اکیلا سردار ہوں، آخری حج کے موقعہ پر فرمایا کہ اس مقام کا شرف ستر بار حاصل ہوا اور ہر مرتبہ دعا کرتا رہا کہ بارالہا! یہ حاضری آخری حاضری نہ ہو جائے لیکن اب اتنی دفعہ سوال کرنے کے بعد شرم آ رہی ہے اور اسی سال وفات ہو گئی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (تہذیب، جواہر مضیہ، حدائق)

۹۶- شیخ یونس بن بکیر ابو بکر الشیبانی الکوفی (م ۱۹۹ھ)

مشہور محدث تھے، امام اعظم، محمد بن اسحاق، ہشام بن عروہ اور شعبہ وغیرہ سے حدیث سنی اور آپ سے علی بن عبد اور عبید بن یعیش نے روایت کی، امام صاحب سے مسانید میں بکثرت روایت کی ہے، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۹۷- امام عبد اللہ بن عمر العمری (م ۱۹۹ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ عبد اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب قرشی عدوی نے قاسم و نافع و سالم سے حدیث سنی اور آپ سے امام ثوری، شعبہ، ابن نمیر اور یحیی القطان نے حدیث روایت کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ اس جلالت قدر کے ساتھ امام ابو حنیفہ سے ان کی مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۹۸- حافظ عبد اللہ بن نمیر (م ۱۹۹ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ حدیث عبد اللہ العمری اور ہشام بن عروہ (ایسے کبار محدثین) سے حاصل کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ علم حدیث میں اس مرتبہ جلیل پر تھے اور امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کی ہے۔ تمہدہ اللہ بغفرانہ۔

۹۹- شیخ عمرو بن محمد الغفیری قرشی (م ۱۹۹ھ)

امام ابو حنیفہ، یونس بن ابی اسحاق، حنظلہ بن ابی سفیان، عیسیٰ بن طہمان، عبد العزیز بن ابی رواد، ابن جریج، ثوری وغیرہ سے روایت کی، آپ سے اسحاق بن راہویہ، علی بن المدینی نے روایت کی، مسلم، سنن ابن ماجہ اور بخاری میں تعلیقاً روایت ہے۔ (تہذیب ص ۹۸ ج ۸)

۱۰۰- امام عمرو بن ہشیم بن قطن (م ۲۰۰ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ عمرو بن ہشیم ابو قطن الزبیدی نے شعبہ سے حدیث سنی، امام شافعی و امام احمد کے شیوخ میں ہیں امام شافعی نے اپنی مسند میں آپ سے روایت کی ہے، باوجود اس جلالت قدر کے امام اعظم کے تلمیذ حدیث ہیں اور مسانید میں آپ سے روایات موجود ہیں۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (جامع المسانید)

۱۰۱- شیخ معروف کرتبی (تلمیذ داؤد طائی تلمیذ الامام (م ۲۰۰ھ)

مشہور مقتدائے طریقت، عارف اسرار و حقائق، قطب وقت اور مستجاب الدعوات تھے، امام داؤد طائی سے ظاہری و باطنی علوم حاصل

کئے شامی میں ہے کہ آپ سے ہی سری سقطی وغیرہ کبار مشائخ نے علوم خاہر و باطن حاصل کئے، ایک واسطہ سے امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین و جعلنا معہم۔ (حدائق الحنفیہ)

۱۰۲- حافظ ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی (م ۲۰۰ھ عمر ۸۰ سال)

فقہ و حدیث کے جامع امام، حافظ معنی کے رفیق علم، عمر میں ان سے بڑے تھے اور شہرت بھی ان سے زیادہ پائی، ماموں نے قضا کے لئے کہا تو فرمایا کہ ”امیر المؤمنین! قضا کے بارے میں حق تعالیٰ کے حقوق و فرائض کی پوری ذمہ داری سے حفاظت کیجئے اور ایسی عظیم امانت میرے جیسے کمزور کو نہ سونپئے جس کو اپنے نفس پر اعتماد نہیں“ ماموں نے کہا آپ سچ کہتے ہیں اور مجبور نہیں کیا، حدیث میں صاحبین کے علاوہ امیر المؤمنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک کے بھی شاگرد ہیں، میر صغیر، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الرہن اور نوادر آپ کی تصنیفی یادگار ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جواہر ص ۸۶ ج ۲)

۱۰۳- محدث عباد بن صہیب بصری (م ۲۰۲ھ)

مشہور محدث و فقیہ، امام اعظم کے تلامذہ میں سے ہیں، امام محمد بن شجاع کا بیان ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ آپ کے پاس امام صاحب کا جو کچھ علمی سرمایا ہے بیان کیجئے! کہا میرے پاس ایک الماری بھری ہوئی ہے امام صاحب کے علوم کی ہے لیکن میں آپ سے ان کے فقہی مسائل بیان نہیں کروں گا بلکہ حدیثی سلسلہ کی جتنی چیزیں چاہیں بیان کروں گا، میں نے کہا ایسا کیوں؟ کہا کہ میں کوفہ آیا تو میں نے امام صاحب سے بہت سے مسائل سنے اور لکھے اور پھر میں کوفہ سے دس سال تک جدا رہا، پھر جب گیا تو امام صاحب سے ان ہی سابقہ مسائل کے جوابات دوسرے سنے، محمد بن شجاع فرماتے ہیں کہ اس بات سے میرے دل میں بھی وہی بات آئی جو عباد کے دل میں آئی تھی اور اس خلش کو دور کرنے کے لئے امام عبداللہ بن داؤد کے پاس پہنچا اور ساری بات سنائی انہوں نے فرمایا کہ اس سے تو امام صاحب کی وسعت علمی ثابت ہوتی ہے اگر ان کے علم کا دائرہ تنگ ہوتا تو ان کا جواب ایک ہی رہتا، چونکہ ان کے علوم کی وسعت بہت تھی اس لئے علمی موشگافیاں بھی ان کے لئے بہت سہل ہو گئی تھیں، اور ان کے مطابق وہ اپنے فیصلے بدل سکتے تھے۔ (الجواہر المہدیہ ص ۲۶۷ ج ۱) امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث بھی کی ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۱۰۴- امام زید بن حباب عکلی کوفی (م ۳۰۳ھ)

کبار محدثین سے روایت حدیث کی، امام احمد، ابوبکر بن ابی شیبہ، علی بن المدینی وغیرہ کے استاد ہیں، بہت ذکی حافظ حدیث و عالم تھے، تحصیل حدیث کے لئے خراسان، مصر و اندلس وغیرہ گئے، مسلم، ترمذی اور سنن اربعہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال اور تہذیب الصغیر میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں، علی بن المدینی، عجل بن معین وغیرہ نے ثقہ کہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۰۵- محدث مصعب بن مقدم الحشعمی کوفی (م ۲۰۳ھ)

فطر بن خلیفہ، زائدہ، مکرمہ بن عمار، مبارک بن فضالہ، مسعر، امام ابو حنیفہ، ثوری وغیرہم سے روایت کی اور آپ سے اسحاق بن راہویہ، ابوبکر ابن ابی شیبہ، عبدالرحمن بن دینار وغیرہم نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ان کی روایات ہیں (تہذیب ص ۱۶۵ ج ۱)، امام احمد، عجل، ابن شاہین، سید الحفاظ یحییٰ بن معین اور ابن قانع نے ثقہ، صالح کہا۔

۱۰۶- امام ابو داؤد سلیمان بن داؤد بن جارود طلیس (م ۲۰۴ھ عمر ۸۰ سال)

شہر فارس کے رہنے والے تھے، پھر بصرہ میں سکونت کی اور وہاں کے کبار محدثین شعبہ و ہشام و ستوائی وغیرہ سے بہ کثرت روایت کی

ہے، احادیث طویلہ کو خوب یاد رکھتے تھے، ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں نے تقریباً چالیس ہزار احادیث روایت کی ہیں، سید الحافظ یحییٰ بن معین، ابن المدینی، وکیع وغیرہ نے آپ کی توثیق کی۔ (بستان المحققین)

ان کی مسند مشہور ہے جو دائرۃ المعارف حیدرآباد سے شائع ہو چکی ہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ آپ نے امام اعظمؒ سے بھی روایت کی ہے جو حدانیات سے ہے (جامع المسانید ص ۷۸ ج ۱)

۱۰۷- محدث کبیر خلف بن ایوب (م ۲۰۵ھ)

اہل بلخ کے امام، بڑے محدث و فقیہ مشہور ہیں اولیاء کبار میں آپ کا شمار ہے حافظ غزالی نے لکھا کہ ”حدیث میں صدوق مشہور ہیں بڑے صالح، زاہد و عابد تھے، کوفیوں (احناف) کے مذہب پر فقیہ تھے، فقہ کی تعلیم امام ابو یوسف اور ابن ابی لیلیٰ سے پائی جو اہر مفسیہ میں یہ بھی لکھا کہ امام محمد زفر سے بھی تلمذ کیا، امام ذہبی نے لکھا کہ صاحب علم و عمل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے، سلطان بلخی آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے منہ پھیر لیا، کسی نے کہا کہ حسن بن زیادہ کے ساتھ آپ کو بڑی شینگی ہے حالانکہ وہ نماز میں تخفیف کرتے ہیں، فرمایا تخفیف نہیں بلکہ انہوں نے نماز کو سبک کر دیا یعنی رکوع و سجود پوری طرح ادا کرتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ بھی ارکان کی پوری ادائیگی کے باوجود سب سے زیادہ سبک تو نماز ادا فرماتے تھے آپ کے تلامذہ میں امام احمد، یحییٰ بن معین اور مشہور فقیہ وزاہد حضرت ایوب بن حسن خنی خاص طور پر قابل ذکر ہیں، امام ترمذی نے باب فضل الفقہ علی العبادہ میں بواسطہ ابو کریب محمد بن العلاء آپ سے حدیث روایت کی ہے مگر آپ کے حالات سے واقف نہ تھے جس پر حافظ ذہبی نے لکھا کہ ان سے تو ایک جماعت محدثین نے احادیث روایت کی ہے۔

ایک دفعہ کسی نے آپ سے مسئلہ پوچھا، فرمایا مجھے معلوم نہیں، سائل نے کہا پھر کس سے معلوم کروں؟ فرمایا حسن بن زیادہ سے معلوم کر لینا جو کوفہ میں ہیں اس نے کہا کہ کوفہ تو بہت دور ہے، آپ نے فرمایا جسے واقعی دین کی فکر ہو اس کے لئے کوفہ بہت قریب ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۰۸- امام جعفر بن عون بن جعفر بن عمرو بن حریت ابو عون مخزومی کوفی (م ۲۰۷ھ)

امام بخاری نے تاریخ میں لکھا کہ آپ نے حدیث ابو عیمیس، یحییٰ بن سعید اور ہشام بن عروہ وغیرہ سے حاصل کی، حدیث میں امام اعظم ابو حنیفہ کے بھی شاگرد ہیں اور مسانید امام میں ان سے روایت حدیث کی ہے، امام علی بن المدینی نے بھی ان کے تلمذ امام کی تصریح کی ہے، صحاح ستہ میں ان سے روایات ہیں، تہذیب الکمال، جمیع الصغیر اور خیرات حسان میں بھی تصریح ہے کہ امام صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۱۰۹- شیخ قاسم بن الحکم بن کثیر العرنی کوفی قاضی ہمدان م ۲۰۸ھ

سعید بن عبید الطائی، غالب بن عبید اللہ الجزری اور امام ابو حنیفہ وغیرہ سے روایت حدیث کی، نسائی ابو زرعہ وغیرہ نے ثقہ، صدوق کہا، آپ سے امام بخاری نے ادب المفرد میں اور امام ترمذی نے جامع میں روایت کی۔ (تہذیب ۳۱۱ ج ۸)

۱۱۰- امام ابو محمد حسین بن حفص اصفہانی (تلمیذ امام ابو یوسف م ۲۱۰ھ)

کبار محدثین کے طبقہ عشرہ میں اور فقیہ جید تھے، مسلم وابن ماجہ نے آپ سے روایت کی، حدیث و فقہ امام ابو یوسف سے حاصل کی، امام ابو حنیفہ کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے، مدت تک اصفہان کے قاضی بھی رہے۔ سالانہ آمدنی ایک لاکھ درہم تھی مگر زکوٰۃ فرض نہ ہوتی تھی کیونکہ آپ کل آمدنی فقہاء اور محدثین پر صرف کر دیتے تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ (حدائق حنفیہ)

بکر و عمر رکھا تھا، ایک رات کو ان میں سے ایک نے اس کو ایسی لات ماری کہ وہ مر گیا، آپ نے لوگوں سے کہا کہ ہمارے جد امجد امام اعظمؑ نے پیش گوئی کی تھی کہ اس کو عمر ہلاک کریگا، پس اب تم جا کر دریافت کر لو کہ کس خچر نے اس کو ہلاک کیا ہے؟ جب لوگوں نے دریافت کیا تو اس کا قاتل عمر بنی نکلا (حدائق ص ۱۳۱)

۱۱۵- امام بشر بن ابی الازہر (تلمیذ امام ابو یوسف (م ۲۱۳ھ))

کوفہ کے مشہور محدثین و فقہاء سے تھے، فقہ امام ابو یوسف سے اور حدیث ان سے نیز ابن مبارک و ابن عیینہ وغیرہ سے حاصل کی، آپ سے علی بن المدینی اور محمد بن یحییٰ ذہلی وغیرہ نے روایت کی، مدت تک نیشاپور کے قاضی بھی رہے۔ (حدائق)

۱۱۶- حافظ عبداللہ بن داؤد خربہ (متوفی ۲۱۳ھ)

حدیث و فقہ کے امام و مقتدا تھے، حافظ ذہبی نے آپ کا تذکرہ حافظ حدیث میں کیا ہے، امام اعظم کے حدیث و فقہ میں شاگرد خاص تھے، مسانید امام میں امام صاحب سے ان کی روایات موجود ہیں، امام مسلم کے علاوہ امام بخاری وغیرہ تمام اصحاب صحاح ستہ نے ان سے تخریج کی ہے، ورع و تقویٰ میں بے مثال تھے، خود فرماتے تھے کہ سوا ایک مرتبہ یحییٰ بن زبیر کے زمانہ کے میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، امام طحاوی نے نقل کیا کہ موصوف سے کسی نے دریافت کیا کہ امام ابو حنیفہ پر لوگوں نے کیا عیب لگایا ہے؟ فرمایا میں تو اتنا جانتا ہوں کہ جن امور میں ان لوگوں نے نکتہ چینی کی ہے ان سب میں وہ غلطی پر تھے اور امام صاحب صواب پر، میں نے امام صاحب کو دیکھا کہ صفا و مروہ کے درمیان سلی کر رہے تھے میں بھی ان کے ساتھ تھا اور تمام لوگوں کی نظریں ان ہی پر جمی ہوئی تھی (یعنی ان کے غیر معمولی فضل و کمال کا شہرہ عام تھا اور تمام لوگوں کے دیدہ و دل بے اختیار ان کی طرف مائل تھے) ایک دفعہ کسی نے کہا کہ بعض لوگوں نے امام صاحب سے کچھ مسائل لکھے پھر کچھ عرصہ بعد امام صاحب سے ملے تو آپ نے بہت سے مسائل سے رجوع کر لیا تھا، فرمایا خبردار! اس بات سے متاثر ہو کر تم امام صاحب کی عقیدت کم نہ کر دینا کیونکہ امام صاحب علم و فقہ کے حاذق تھے اور حاذق فقیہ کا علم ایک حد پر نہیں ٹھہرتا اس لئے وہ اپنی ترقی و وسعت نظر کے ساتھ ضرور بہت سے فقہی اقوال سے رجوع کر لیتا ہے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ (تقدمہ نصب الراية وجواهر مضیئہ ص ۱۳۷ ج ۱)

۱۱۷- حافظ ابو عبد الرحمن عبداللہ یزید المقرئ (م ۲۱۳ھ)

امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے خواص اصحاب و تلامذہ میں سے جلیل القدر حافظ حدیث و فقیہ کامل تھے، حافظ ذہبی نے بھی آپ کو طبقہ حفاظ میں ذکر کیا ہے اور آپ کو امام، محدث، شیخ الاسلام لکھا، یہ بھی لکھا کہ آپ نے ابن عون اور امام ابو حنیفہ وغیرہ سے حدیث سنی ہے، امام صاحب سے بکثرت روایت حدیث کر۔ نے والوں میں ہیں۔ (جامع المسانید) صحاح ستہ کے شیوخ و رواۃ ہیں۔ نسائی اور ابو حاتم، خللی، ابن سعد وغیرہ نے ثقہ اور کثیر الحدیث لکھا، بصرہ کے قریب رہتے تھے، پھر مکہ معظمہ کی سکونت کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ (امانی الاحبار وغیرہ)

۱۱۸- امام اسد بن الفرات قاضی قیروان و فاح صقلیہ (م ۲۱۳ھ)

امام مالک سے موطا سنی اور جب امام مالک سے علمی سوالات زیادہ کئے تو امام مالک نے عراق جانے کا مشورہ دیا، وہاں پہنچ کر امام ابو یوسف، امام محمد اور دوسرے اصحاب امام اعظم سے فتوے میں تخلص حاصل کیا، ابو اسحق شیرازی نے ذکر کیا کہ پھر آپ مصر پہنچے اور شیخ عبداللہ بن وہب مصری م ۱۹۷ھ (تلمیذ اکبر مالکؑ) سے کہا کہ یہ میرے ساتھ امام ابو حنیفہ کی کتابیں ہیں ان سب مسائل میں امام مالک کا مذہب بتلائیے! ابن وہب نے عذر کیا تو شیخ ابن قاسم مصری م ۱۹۱ھ (دوسرے مشہور تلمیذ امام مالک) کے پاس گئے ہاں انہوں نے کچھ مسائل یقین کے ساتھ اور کچھ شک سے بیان کئے۔

اس طرح جو کتابیں اسد بن الفرات نے مرتب کیں وہ ”اسدیہ“ کہلائیں جن کی ایک نقل موصوف نے ابن قاسم کی طلب و خواہش پر ان کے پاس چھوڑ دی اور انہیں کے بارے میں ابن قاسم کے حالات میں نقل ہوتا ہے کہ ان کے پاس تقریباً تین سو جلدیں مسائل مالک کی تھیں اور یہی جلدیں ”مدونہ سخون“ کی بھی اصل ہیں امام اسد بن الفرات ہی نے قیروان میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے مذاہب کی ترویج کی ہے، پھر انہوں نے صرف ”مذہب حنفی“ کو رواج دینے میں سعی کی جو دیار مغرب میں اندلس تک پھیلا، ابن فروخ نے بھی اسی کو قبول کیا اور مغرب میں ابن بادیس کے دور تک اکثریت اسی مذہب کی رہی۔ (تعلیقات الکوثری الانتقاء لابن عبد البر ص ۵۰)

معلوم ہوا کہ امام مالک فقہ حنفی کی جامعیت اور فقہاء احناف کے فضل و کمال کے آخر تک معترف رہے اور امام اعظم کے بعد بھی اپنے طائفہ کو تکمیل علم کے لئے اصحاب الامام کے پاس جانے کا مشورہ دیتے رہے، امام مالک کی اس حسن نیت و وسعت صدر اور خلوص و للہیت کا ثمرہ بھی کتنا اچھا اسی دنیا میں مل گیا کہ ان ہی اسد بن الفرات جیسے پاک طینت علماء احناف نے تدوین فقہ مالکی کی عظیم الشان علمی خدمت انجام دی اور دور دراز تک مالکی مذہب کی ترویج کی۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسع۔

۱۱۹- امام احمد بن حفص ابو حفص کبیر بخاری (م ۲۴۱ھ، ۲۱۸ھ)

بخارا کے مشاہیر ائمہ حدیث میں تھے، امام ذہبی، نے ”الامصار ذوات الآثار“ میں بخارا کے اعیان محدثین میں آپ کا ذکر کیا ہے، حافظ سمعانی نے لکھا کہ آپ سے بے شمار لوگوں نے روایت حدیث کی ہے، آپ نے فقہ و حدیث کی تعلیم امام ابو یوسف اور امام محمد سے حاصل کی اور امام محمد کے کبار طائفہ میں آپ کا شمار ہے، امام بخاری کے والد ماجد سے امام ابو حفص کبیر کے بہت گہرے مراسم و تعلقات تھے اور ان کی وفات کے بعد امام بخاری اور ابو حفص صغیر کے تعلقات ایسے ہی رہے بلکہ دونوں ایک مدت تک طلب حدیث میں رفیق و ہم سفر رہے ہیں، امام بخاری کے والد کی وفات کے بعد امام ابو حفص کبیر نے ہی ابتدائی دور میں امام بخاری کی تعلیم و تربیت کی ہے اور ہر قسم کی خبر گیری بر وصلہ کرتے رہے، امام بخاری نے خود لکھا کہ میں نے جامع سفیان امام موصوف سے پڑھی، حافظ ابن حجر نے بھی آپ کو امام بخاری کے مشائخ میں لکھا ہے لیکن سفر حج کے دوران امام بخاری پر بعض اصحاب ظواہر مثل حمیدی، نعیم بن حماد خزاعی، اسماعیل بن عرعہ وغیرہ کے اثرات غالب آ گئے یہ سب لوگ فقہ سے مناسبت نہ رکھتے تھے اور خصوصیت سے امام اعظم اور آپ کے اصحاب کی طرف سے برے جذبات و خیالات رکھتے تھے، چنانچہ امام بخاری نے بھی تاریخ وغیرہ میں وہی باتیں بے تحقیق لکھ دیں جو ان لوگوں سے سنی تھیں۔

غرض امام بخاری پر ابتدائی ۱۶ سال کی عمر تک جو بہتر اثرات فقہ اور فقہاء حنفیہ کے بارے میں تھے وہ ختم ہو گئے اور پھر وہ اہل فتویٰ کے درجہ تک بھی نہ پہنچ سکے، اسی لئے شیرازی نے آپ کا ذکر ”طبقات الفقہاء“ میں نہیں کیا (تعلیق در اسات اللیب مولانا عبدالرشید نعمانی)

امام ابو حفص کبیر کا حافظ حیرت انگیز تھا، خلف ابن ایوب اور ابو سلیمان کے رفیق درس تھے جو کچھ وہ دونوں ایک برس میں یاد کرتے یہ ایک ماہ میں یاد کر لیتے تھے، وہ لکھتے تھے یہ لکھنے سے بے نیاز تھے، جب امام محمد نے ان سب کو سند فراغت اور اجازت افتاء دی تو خلف بلخ کو، ابو سلیمان سرقند کو اور آپ بخارا کو روانہ ہوئے، آپ نے کشتی کا سفر کیا تو آپ کی ساری کتابیں پانی کے تھیلوں سے خراب ہو گئیں، بخارا پہنچ کر جس قدر پڑھا اور لکھا تھا اس کو پھر سے لکھ ڈالا۔ بجز تین یا پانچ مسائل کے الف اور واؤ تک بھی مقدم و مؤخر نہ ہو پائے، آپ کے علم کا بڑا رعب و جلال تھا، ایک دفعہ والی بخارا محمد بن طلوت نے زیارت کا ارادہ کیا، لوگوں نے روکا کہ تم ان سے بات بھی نہ کر سکو گے، وہ نہ مانا اور ملاقات کو گیا، سلام کر کے بیٹھ گیا آپ نے خود سے ہر چند کہا کہ کوئی مطلب ہو تو کہو مگر وہ اس قدر مرعوب ہوا کہ کچھ نہ کہہ سکا، واپس ہو کر لوگوں سے کہا تم واقعی درست کہتے تھے، میری طرف جس وقت امام نے دیکھا تو میں اپنے ہوش کھو چکا تھا۔ آپ نے ۲۱۳ھ میں فرمایا تھا کہ اگر میں

آئندہ سات سال کے اندر نہ مروں تو خدا کے نزدیک میری کچھ بھی قدر نہیں، چار پانچ سال بعد ہی انتقال فرمایا، آپ کے زمانہ میں امام بخاری فارغ التحصیل ہو کر بخارا پہنچے اور فتویٰ دینا شروع کیا تو آپ نے ان کو روکا تھا کہ آپ فتویٰ دینے کی صلاحیت نہیں رکھتے، آپ نے اپنے شیخ کا ارشاد نہیں مانا اور فتاویٰ دیئے جن سے ہنگامے ہوئے اور بخارا سے نکلنا پڑا۔ رحمہم اللہ کلیم رحمۃ واسعہ (حدائق وغیرہ)

۱۲۰- شیخ ہشام بن اسمعیل بن یحییٰ بن سلیمان بن عبد الرحمن الحنفی الفقیہ (م ۲۱۸ھ)

ابوداؤد، ترمذی، نسائی نے ان سے روایت کی، ان سے ابو عبید، بخاری، یزید بن محمد ابوزرعدہ مشقی وغیرہم نے روایت کی، ابن عمار نے کہا کہ عباد سے تھے، دمشق میں آپ سے افضل میں نے کسی کو نہیں دیکھا، عجل نے شیخ، کیس، ثقہ، صاحب سند کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، خود حافظ نے آپ کو حنفی فقیہ لکھا ہے۔ (تہذیب ص ۳۲ ج ۱۱)

۱۲۱- حافظ علی بن معبد بن شداد العبدي الرقي (م ۲۱۸ھ)

امام محمد کے اصحاب خاص میں سے محدث اجل، فقیہ اکمل، شیخ ثقہ، مستقیم الحدیث، حنفی المذہب، امام احمد کے طبقہ میں تھے، مرو سے مصر آئے اور وہیں سکونت کی، حدیث امام محمد، ابن مبارک، لیث بن سعد حنفی، ابن عیینہ عسلی بن یونس، کعب وغیرہ ثلاثہ امام اعظم سے حاصل کی اور آپ سے یحییٰ بن معین، محمد بن اسحاق، ابو عبید قاسم بن سلام وغیرہ نے روایت کی، ابوداؤد نسائی نے بھی آپ سے تخریج کی، آپ نے امام محمد سے جامع کبیر اور جامع صغیر بھی روایت کی، مصر میں درس حدیث دیا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور مستقیم الحدیث کہا، ابوحاتم نے ثقہ کہا، حاکم نے شیخ وقت اور اجلہ محدثین سے شمار کیا۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعہ۔ (امانی الاحبار و حدائق حنفیہ)

۱۲۲- امام ابو نعیم فضل بن دین کوفی (وفات ۱۳۰ھ، ۲۱۹ھ)

حدیث امام اعظم، مسر، سفیان ثوری، شعبہ وغیرہ سے سنی، تمام ارباب صحاح ستہ نے آپ سے روایت کی، امام بخاری آپ سے تاریخ میں بھی اقوال نقل کرتے ہیں، امام بخاری و مسلم کے کبار شیوخ میں ہیں اور امام اعظم کے خصوصی ثلاثہ میں سے ہیں اور مسانید میں بکثرت امام صاحب سے روایت حدیث کی ہے، عجل نے حدیث میں ثقہ، ثبت کہا، سید الحفاظ ابن معین نے فرمایا کہ میں نے دو شخصوں سے زیادہ اثبت نہیں دیکھا ابو نعیم اور عفان، ابن سعد نے ثقہ، مامون، کثیر الحدیث و حجت کہا۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعہ۔ (تقدمہ و امانی الاحبار)

۱۲۳- شیخ حمیدی ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر بن عیسیٰ بن عبید اللہ بن اسامہ (م ۲۱۹ھ، ۲۲۰ھ)

شیخ حمیدی بڑے پایہ کے محدث ہیں سفیان بن عیینہ (تلمیذ خاص امام اعظم) کے تلمیذ خاص ہیں اور اسی وجہ سے امام شافعی وغیرہ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، ان کے علاوہ مسلم بن خالد، فضیل بن عیاض (تلمیذ امام اعظم) اور درودی وغیرہ سے بھی حدیث حاصل کی، آپ سے امام بخاری، ذہبی، ابوزرعدہ، ابوحاتم، بشر بن موسیٰ وغیرہ نے روایت کی، امام بخاری نے آپ کے اور نعیم خزاعی کے اعتماد پر امام اعظم کے بارے میں ایسی باتیں نقل کی ہیں جو ان کے شایان شان نہ تھیں جس پر حافظ سہادی شافعی کو "اعلان بالتوہیح" میں لکھنا پڑا کہ "ابن عدی، خطیب، ابن ابی شیبہ، بخاری، نسائی اور ابوالشیخ نے ائمہ متبوعین کے بارے میں جو طریقہ اختیار کیا ہے اس سے دوسروں کو اجتناب کرنا چاہئے۔"

حافظ ابن حجر نے لکھا کہ حمیدی فقہ و حدیث میں امام بخاری کے شیخ تھے، طبقات سنی وغیرہ میں ہے کہ (۱) شیخ حمیدی فقہاء عراق کے بارے میں شدید تھے (۲) ان کی خلاف برے کلمات استعمال کرتے تھے جو ان کیلئے موزوں نہ تھے (۳) غضب کے وقت اپنی طبیعت پر قابو نہ رکھ سکتے تھے (۴) کوئی شخص ان کے خلاف مزاج بات کہتا تو جواب میں اس کو بہت سخت ست کہتے اور بے آبرو کر دیتے تھے، امام شافعی کی مجلس

میں ابن عبدالحکم کو اور ان کے ماں باپ کو جمعوا کہا، امام احمد نے فرمایا کہ بشری سے ناراض ہوئے تو ان کو چھٹی اور متروک الحدیث کہ دیا، پھر انہوں نے یہ حلف اطمینان دلایا کہ جی نہیں ہیں تب بھی نہ مانا حالانکہ دوسرے ائمہ نے بشری کو توثیق کی اور ان سے روایت بھی کی، بخاری نے بھی ان سے تخریج کی ہے، مسند حمیدی آپ کی بلند پایہ تالیف ہے جو مجلس علمی کراچی کی طرف سے حیدرآباد میں بہترین ٹائپ سے عمدہ کاغذ پر حضرت ائمہ مولانا ابوالمآثر الحاج حبیب الرحمن صاحب اعظمی دامت برکاتہم کی گراں قدر تعلیقات کے ساتھ زیر طبع ہے، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

۱۲۴- امام عیسیٰ بن ابان بن صدقہ بصری (م ۲۲۱ھ)

حدیث وفقہ کے امام جلیل القدر ہیں، علم حدیث میں آپ کے غیر معمولی فضل و تفوق پر آپ کی کتاب ”لج الصغیر“ اور ”لج الکبیر“ شاہد عدل ہیں امام محمد سے فقہ میں تلمذ کیا، بصرہ کے قاضی رہے، ہلال بن یحییٰ کا قول ہے کہ ابتداء اسلام سے اب تک کوئی قاضی عیسیٰ بن ابان سے بڑھ کر فقیہ نہیں ہوا، امام بکار بن قتیبہ کا قول ہے کہ دو قاضیوں کی نظیر نہیں ہے، اسماعیل بن حماد (ابن الامام الاعظم) اور عیسیٰ بن ابان، پہلے امام محمد وغیرہ سے بدظن تھے اور کہتے تھے کہ یہ لوگ حدیث کے خلاف کرتے ہیں، پھر قریب ہو کر مستغید ہوئے تو فرمایا کہ میرے اور نور کے درمیان پردے پڑے ہوئے تھے جو اٹھ گئے، مجھے گمان نہیں تھا کہ خدا کی خدائی میں اس جیسا شخص بھی ہے بہت زیادہ سخاوت کرتے تھے، حتیٰ کہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے پاس کوئی دوسرا شخص لایا جائے جو میری طرح مالی تصرفات کرتا ہوں تو میں اس پر پابندی لگا دوں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ (جو اہر ماضیہ)

۱۲۵- امام یحییٰ بن صالح الوحاظی ابوزکریا (ولادت ۱۴۹ھ م ۲۲۲ھ)

خلاصہ میں احد کبار المحدثین والفقہاء لکھا، امام مالک اور امام محمد سے حدیث حاصل کی، حنفی ہیں اور امام بخاری کے استاد ہیں، امام محمد کے مکہ معظمہ تک رفیق سفر بھی رہے ہیں، آپ سے ابوزرعہ، ابو حاتم نے اور امام نسائی کے علاوہ تمام ارباب صحاح ستہ نے روایت کی ہے۔ منقول ہے کہ امام دکیج نے کسی موقع پر آپ سے کہا کہ ”اے ابوزکریا! ہر رائے سے پرہیز کرنا کیونکہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ بعض قیاسوں سے مسجد میں پیشاب کرنا بہتر ہے، ابن معین وغیرہ نے آپ کی توثیق کی۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جو اہر و امانی)

۱۲۶- حافظ سلیمان بن حرب بغدادی (متوفی ۲۲۴ھ)

مشہور حافظ حدیث ہیں ابو حاتم نے بیان کیا کہ میں آپ کی مجلس درس میں شریک ہوا، حاضرین کا اندازہ چالیس ہزار تھا، قصر مامون کے پاس ایک اونچی جگہ بنائی گئی جس پر آپ نے درس دیا، خلیفہ مامون اور تمام امراء بار بار حاضر تھے، خود مامون بھی آپ کے مامی درس کو لکھتے تھے (تذکرۃ الحفاظ)

۱۲۷- امام ابو عبیدہ قاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ ۲۲۵ھ)

ابن عیینہ، حفص بن غیاث، یحییٰ القطان، ابن مبارک، دکیج، یزید بن ہارون (علامۃ امام اعظم) وغیرہ سے روایت کی مشہور، محدث فقیہ، نحوی تھے، طوسوس کے قاضی رہے، اسحق بن راہویہ کا قول ہے کہ خدا کو حق بات پیاری ہے ابو عبیدہ مجھ سے زیادہ افتدہ واعلم ہیں، ہم ان کے محتاج ہیں وہ ہمارے محتاج نہیں، غریب الحدیث کی تفسیر میں بہت مشہور ہوئے کیونکہ بڑے ادیب تھے، ایک کتاب ”غریب الحدیث“ ۴۰ سال میں تالیف کی۔ (تہذیب ص ۳۱۵ ج ۸)

۱۲۸- حافظ ابوالحسن علی بن الجعد بن عبید الجوهری بغدادی (ولادت ۱۳۳ھ م ۲۳۰ھ)

بخاری و ابوداؤد کے رواقہ میں سے مشہور محدث و فقیہ ہیں، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں محدث عبدوس اور موسیٰ بن داؤد کا قول نقل

کیا کہ ان سے بڑھ کر حافظ حدیث ہم نے نہیں دیکھا، عبدوس سے کہا گیا کہ ان کو بھی کہا گیا ہے تو فرمایا کہ لوگوں نے جھوٹا الزام لگایا ہے، ابن معین نے توثیق کی اور کہا کہ شعبہ کی حدیثوں میں سارے بغدادیوں سے زیادہ محمد ہیں اور آپ ربانی العلم ہیں، ابو زرہ نے صدوق فی الحدیث کہا، دارقطنی نے ثقہ مامون کہا، ابن قانع نے ثقہ ثبت کہا، امام ابو یوسف کے خاص اصحاب میں سے ہیں، امام اعظم ابو حنیفہ کو بھی دیکھا اور آپ کے جنازہ پر بھی حاضر ہوئے ہیں، حدیث جریر بن عثمان، شعبہ، ثوری اور امام مالک وغیرہ سے روایت کی اور آپ سے امام بخاری، ابو داؤد، ابن معین، ابوبکر ابن ابی شیبہ، ابو زرہ اور ابن ابی الدنیا (م ۲۸۱ھ) وغیرہ نے روایت کیا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (حدائق، المانی)

۱۲۹- شیخ فرخ مولیٰ امام ابو یوسفؒ (ولادت ۱۳۶ھ م ۲۳۰ھ)

محدث، ثقہ، فاضل اجل تھے امام احمد، ابن معین، امام بخاری، مسلم ابو داؤد، ابو زرہ وغیرہ نے آپ سے حدیث روایت کی اور توثیق کی، صغریٰ میں امام اعظم کو بھی آپ نے دیکھا تھا اور جنازہ پر حاضر ہوئے تھے، ثقہ میں امام ابو یوسف سے درجہ تخصّص حاصل کیا اور آپ سے احمد بن ابی عمران (استاد امام طحاوی) نے ثقہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (حدائق)

۱۳۰- سید الحفاظ امام یحییٰ بن معین ابو زکریا بغدادی (تلمیذ الامام ابی یوسف و امام محمد) (م ۲۳۳ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں آپ کو "الامام الفرد، سید الحفاظ" لکھا، آپ نے جامع صغیر امام محمد سے پڑھی اور ثقہ حاصل کیا اور حدیث میں امام ابو یوسف سے شرف تلمذ کیا "عیون التواریخ" میں ہے کہ امام احمد، ابن مدینی (شیخ اکبر امام بخاری) ابوبکر ابن شیبہ اور اسحق آپ کے کمال علم و فضل کی وجہ سے تعظیم تکریم کرتے تھے، آپ کو ورثہ میں دس لاکھ روپے ملے تھے جو سب آپ نے تحصیل علم حدیث پر صرف کر دیئے تھے اور اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ احادیث لکھیں، امام احمد کا قول ہے کہ جس حدیث کو یحییٰ نہ جانیں وہ حدیث نہیں ہے، علامہ کوثری نے لکھا کہ میں نے آپ کی تصنیف کردہ "تاریخ" (روایت الدوری) کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں دیکھی ہے، جرح و تعدیل کے سلسلہ میں آپ سے روایات میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے، حافظ ذہبی نے جو رسالہ ثقات پر کلام کے بارے میں تالیف کیا ہے اس میں ابن معین کو "مصلب حنفی" بلکہ متعصب بھی لکھا ہے، باوجود اس کے بھی بعض رواۃ نے آپ کی طرف بعض اصحاب امام اعظم کے بارے میں سخت ناموزوں کلمات منسوب کر دیئے ہیں جو یقیناً آپ نے نہیں کہے ہوں گے۔ (تقدم نصب الراية) تہذیب میں آپ کا مفصل تذکرہ اور خوب مدح ہے۔

النجوم الزاہرہ میں ہے کہ امام بخاری نے فرمایا "میں نے اپنے آپ کو کسی اہل علم کے سامنے حقیر نہیں پایا بجز یحییٰ بن معین کے" (الرسالۃ المستطرفة ص ۱۰۵) حافظ ابو عبید قاسم بن سلام کا قول ہے کہ حدیث کا علم چار شخصوں پر ختمی ہوا جن میں ابوبکر بن ابی شیبہ حسن اداء میں، امام احمد ثقہ میں، یحییٰ بن معین جامعیت میں اور علی بن المدینی وسعت معلومات میں ایک دوسرے سے زیادہ ہیں، ایک بار اس طرح فرمایا کہ حدیث کے ربانی عالم چار ہیں جن میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم امام احمد، روانی و حسن سیاق میں سب سے بہترین علی بن مدینی، تصنیف میں سب سے زیادہ خوش سلیقہ ابوبکر ابن شیبہ اور صحیح و غیر صحیح احادیث کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے یحییٰ بن معین ہیں، ابوعبی صالح بن محمد بغدادی نے اس طرح موازنہ کیا کہ حدیث و علل کے سب سے بڑے عالم علی بن مدینی، ثقہ و حدیث میں سب سے بڑھ کر احمد بن حنبل، تصنیف و مشائخ کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر یحییٰ بن معین اور مذاکرہ کے وقت سب سے زیادہ یادداشت رکھنے والے ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں (ابن ماجہ ص ۴۵) اور علم حدیث مولفہ مولانا عبدالرشید نعمانی (غرض سید الحفاظ ابن معین کی عجیب علمی شان ہے جس سے موافق و مخالف ہر ایک نے فائدہ اٹھایا، امام اعظم اور آپ کے اصحاب عظام کے خلاف جو حسد و عناد اور تعصب وغیرہ کی بنیادوں پر دھڑے بندیاں کی گئیں ان کے مقابلہ میں حافظ ابن معین نے انتہائی تدبیر و ضبط کے ساتھ کام لیا ہے، آپ کی مدح و توثیق اور اسی طرح نقد و جرح انتہائی محتاط تھی، اپنے

اکابر ائمہ و اساتذہ کے بارے میں بہت مختصر کلمات مدح فرماتے تھے، تمام اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ رواۃ میں ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔

۱۳۱- حافظ علی بن محمد ابوالحسن طنافسی (متوفی ۲۳۳ھ)

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ”محدث وعالم قزوین“ لکھا ہے علمی خاندان سے تھے، آپ کے دونوں ماموں یعلیٰ بن عبید اور محمد بن عبید بھی بڑے محدث تھے اور صاحبزادے حسین قزوین کے قاضی تھے، آپ نے کوفہ کے مشاہیر ائمہ حدیث کی شاگردی کی، قابل ذکر اساتذہ عبد اللہ بن ادریس، حفص بن غیاث، دکیج، ابن عیینہ (تلامذہ امام اعظم) اور ابو معاویہ، ابن وہب وغیرہ ہیں اور آپ سے ابو زرعہ، ابو حاتم، ابن ماجہ اور صاحبزادے حسین طنافسی وغیرہ علماء حدیث نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور محدث غلیلی نے آپ کو اور آپ کے بھائی حسن بن محمد طنافسی کو قزوین کے بلند پایہ امام کہا، دور، دور سے علماء تحصیل حدیث کے لئے آپ کے پاس آتے تھے، ابو حاتم نے کہا کہ آپ ثقہ صدوق تھے اور آپ کے مجھے باعتبار فضل و صلاح ابو بکر بن ابی شیبہ (صاحب مصنف مشہور) سے بھی زیادہ محبوب ہیں اگرچہ ابو بکر حدیث کے علم و فہم میں زیادہ ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تہذیب و تذکرہ)

۱۳۲- امام محمد بن سماعہ شیبی (م ۲۳۳ھ عمر ۱۰۳ سال)

مشہور محدث و فقیہ، تلمیذ خاص امام ابو یوسف و امام محمد و امام حسن بن زیاد۔ ”عیون التواریخ میں حافظ، ثقہ، صاحب اختیارات فی المذہب اور صاحب روایات مصنفات لکھا ہے، ابن معین فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح اہل رائے میں امام محمد بن سماعہ جچی تلی بات کہتے ہیں اگر اسی طرح اہل حدیث بھی کہتے تو نہایت درجہ کی اچھی بات ہوتی، اور انتقال پر فرمایا کہ اہل رائے سے علم کی خوشہور خست ہوئی۔ یہی محمد بن سماعہ اپنے شیخ امام ابو یوسف کے بارے میں راوی ہیں کہ وہ قضا کے زمانہ میں بھی روزانہ دو سو رکعت پڑھا کرتے تھے اور خود ان کا بھی یہی معمول دوسروں نے نقل کیا ہے، مامون کے زمانے میں بغداد کے قاضی رہے، معتصم کے زمانے میں بوجہ ضعف بصر مستغنی ہو گئے تھے آپ ہی نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نواد کو کتابی صورت میں جمع کیا، آپ نے امام محمد کو خواب میں دیکھا کہ سوئی کا سوراخ بنا رہے ہیں، تعبیر دینے والے نے بتایا کہ وہ شخص حکمت کی باتیں کہتا تھا لہذا تم سے اس کی کوئی بات نظر انداز نہ ہو جائے، اس پر آپ نے امام محمد کے نواد اور ملفوظات جمع کر دیئے، ابن سماعہ بڑے عابد و زاہد تھے، خود بیان کیا کہ چالیس سال تک تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی سواء ایک دن کے جس روز والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی تو ایک نماز جماعت سے نہ ہو سکی، اس کی طمانی کے خیال سے میں نے پچیس نمازیں پڑھیں، خواب میں کسی نے کہا، اے محمد! تم نے پچیس نمازیں ضرور پڑھیں لیکن تائین ملائکہ کو کہاں سے لاؤ گے، آپ کی تصانیف میں سے کتاب ادب القاضی کتاب الحاضر والسجلات اور نواد زیادہ مشہور ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (جواہر ص ۵۸ ج ۲ و تقدیمہ نصب الراية)

۱۳۳- حافظ محمد بن عبد اللہ نمیر کوفی (متوفی ۲۳۳ھ)

یہ اور ان کے والد ماجد حافظ عبد اللہ بن نمیر م ۱۹۹ھ بلند پایہ محدث تھے، والد ماجد امام اعظم کے مشہور تلامذہ میں سے تھے، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں آپ کے واسطے سے امام اعظم کی متعدد روایات نقل کی ہیں، جواہر مضیہ میں ان کا تذکرہ ہے، حافظ محمد عبد اللہ مذکور کو ”درة العراق“ کہا کرتے تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے، علی بن الحسین بن الجندی نے کہا کہ کوفہ میں ان کے علم و فہم، زہد اور اتباع سنت کی نظیر نہ تھی، احمد بن صالح مصری نے کہا کہ بغداد میں امام احمد اور کوفہ میں محمد بن عبد اللہ بن نمیر کا مثل نہیں تھا، یہ دونوں جامع شخص تھے، امام بخاری، مسلم، ابو داؤد اور ابن ماجہ سب ان کے شاگرد ہیں صحیح مسلم ۵۷۳ حدیث آپ سے روایت کیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعة۔ (تہذیب و تذکرہ)

۱۳۴- حافظ ابو خثیمہ زہیر بن حرب النسائی (ولادت ۱۶۰، عمر ۷۴ سال م ۲۳۴ھ)

مشہور حافظ حدیث، اکابر ائمہ محدثین، سفیان بن عیینہ، یحییٰ القطان، عبدالرزاق بن ہمام (صاحب منصف) حفص بن غیاث، عبداللہ بن ادریس وکیع (تلامذہ و اصحاب امام اعظم) کے شاگرد ہیں، امام بخاری، مسلم ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا اور ایک بڑی جماعت محدثین نے آپ سے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور لکھا کہ یہ امام احمد و یحییٰ بن معین کے درجہ کے ہیں، یعقوب بن شیبہ اور ابن نمیر نے ان کو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ پر بھی ترجیح دی ہے، امام نسائی و خطیب نے ثقہ، ثبت، حجة، حافظ متقن وغیرہ لکھا، صرف صحیح مسلم میں ان کی سند سے بارہ سو ایک سی احادیث مروی ہیں (تذکرۃ الحفاظ و تہذیب) ان مناقب عالیہ و جلالت قدر کے ساتھ بواسطہ اصحاب امام اعظم سے حدیث میں تلمذ کا شرف حاصل ہے اور آپ سے مسانید میں روایت کی ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جامع المسانید ص ۴۶۰ ج ۲)

۱۳۵/۱- حافظ سلیمان بن دؤد بن بشر بن زیاد ابویوب المفسری معروف بہ شاذ کوفی (م ۲۳۴ھ)

مشہور حافظ حدیث، ثقہ، کثیر الحدیث تھے بغداد آ کر درس حدیث دیا پھر اصغہان جا کر سکونت کی، امام احمد و یحییٰ بن معین کے درجہ میں تھے، خطیب نے نقل کیا کہ ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا علم حدیث امام احمد، علی بن عبداللہ، یحییٰ بن معین اور ابوبکر بن ابی شیبہ پر فتنی ہوا اور امام احمد ان میں سے افتد تھے، علی، اعلم تھے، یحییٰ بن معین میں جامعیت تھی، ابوبکر بن ابی شیبہ حفظ حدیث میں بڑھ کر تھے، ابویحییٰ نے کہا کہ ابو عبید سے خطا ہوئی حفظ حدیث میں سب سے بڑھ کر مرتبہ سلیمان بن دؤد شاذ کوفی کا ہے۔ محدث خوارزمی نے اس کے بعد لکھا کہ شاذ کوفی بھی ان حضرات میں ہیں جو مسانید میں امام صاحب سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع المسانید ص ۴۷۳ ج ۲)

۱۳۵/۲- حافظ علی بن المدینی (م ۲۳۴ھ تہذیب ص ۴۳۹ ج ۷)

۱۳۶- حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ (عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان عیسیٰ کوفی م ۲۳۵ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں، الحافظ عدیم الظہیر، الثبت، النحریر لکھا، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ کے استاد ہیں اور ان کی کتابوں میں آپ سے بہ کثرت روایات ہیں، عمرو بن فلاس نے کہا کہ آپ سے بڑا حافظ حدیث ہماری نظر سے نہیں گذرا، ابوزرعمہ نے کہا کہ میں نے آپ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں، آپ کی بہترین یادگار ”مصنف“ دنیائے اسلام کی بے نظیر کتابوں میں ہے جس پر مفصل تبصرہ کرنا مناسب ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ

حافظ ابن حزم نے اس کو موطا امام مالک پر مقدم کیا ہے ”احادیث احکام“ کی جامع ترین کتاب ہے جس میں اہل حجاز و اہل عراق کی روایات و آثار کو جمع کیا ہے، علامہ کوثری نے لکھا کہ حافظ موصوف کبار ائمہ حدیث میں سے تھے، آپ کے مصنف ابواب فقہ پر مرتب ہے، ہر باب میں حدیث مرفوع، موصول، مرسل، مقطوع و موقوف کے ساتھ آثار و اقوال صحابہ و فتاویٰ تابعین اور اہل علم کے اقوال بطریق محدثین سند کے ساتھ جمع کئے ہیں، جن سے مسائل اجماعیہ و خلافیہ پر پوری روشنی ملتی ہے اور اہل فقہ حنفی کا بھی بہترین ذخیرہ اس میں موجود ہے مصنف مذکور کے مکمل قلمی نسخہ کی ۸ ضخیم جلدیں مکتبہ مراد ملا استنبول میں موجود ہیں جہاں مصنف عبدالرزاق کا بھی مکمل نسخہ پانچ ضخیم جلدوں میں موجود ہے، ہندوستان میں کامل نسخے خزانہ آصفیہ اور مکتبہ سندھ میں ہیں ناقص بہت جگہ ہیں۔

امام اعظم کا طریقہ تدوین فقہ کے سلسلہ میں یہ تھا کہ دنیائے اسلام کے سینکڑوں ہزاروں محدثین آپ کی خدمت میں حدیث و فقہ کی تحصیل کے لئے جمع ہوتے تھے ان کی موجودگی میں احادیث احکام پر غور ہوتا تھا، مانع و منسوخ کی بھی پوری چھان بین ہوتی تھی، رجال پر بھی

نظر ہوتی تھی، آثار صحابہ و فتاویٰ تابعین کو بھی دیکھا جاتا تھا جن سے معلوم ہوتا تھا کہ کون کون سی احادیث کس کس طرح ہیں اور کس درجہ کے لوگوں میں متداول و معمول بہا رہی ہیں، خاص طور سے ۴۰ شرکاء مدینہ فقہ کی تو پوری توجہ بر سہا برس تک اسی خدمت پر صرف ہوئی حافظ ابن ابی شیبہ نے مصنف میں بھی ان سب امور کا ذکر پوری طرح کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ جو روشنی فصل مسائل احکام میں اس پوری تفصیل سے مل سکتی تھی وہ ان کتابوں سے نہیں مل سکتی جن میں صرف احادیث مجردہ صحیحہ جمع کی گئیں، اس طرز کی علمی وحدہ شی گراں قدر خدمت مصنف عبدالرزاق میں بھی تھی اور امام زہری نے بھی اپنی تالیف میں احادیث نبویہ کے ساتھ صحابہ کے فتاویٰ و فیصلوں کو جامع الابواب کے نام سے جمع کیا تھا، جمع احادیث مجردہ کی تحریک حافظ اسحاق بن راہویہ نے کی جس پر سب سے پہلے امام بخاری نے عمل کیا اور پھر دوسرے محدثین کا بھی رجحان اسی طرف ہو گیا اس کے نتیجہ میں آثار و اقوال صحابہ و تابعین اور اقوال و آراء ائمہ مجتہدین کا اکثر و بیشتر حصہ سامنے سے ہٹ گئی، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جمع حدیث کی مہم پر صرف ہمت کی، اپنے دور خلافت میں جا بجا احکام بھیجے کہ احادیث کے ساتھ آثار صحابہ کو بھی مدون کیا جائے مگر چونکہ امام بخاری آثار صحابہ کو حجت نہیں سمجھتے تھے انہوں نے جزو ثانی کو ذکر بھی نہیں کیا اور ائمہ مجتہدین کے اقوال و آراء کو ”بعض الناس“ کی تعبیر سے مبہم و بے وقعت بنایا، بقول حضرت الاستاذ علامہ کشمیری ”مذہب حنفی سے واقفیت ناقص ہونے کی وجہ سے بعض مسائل و آراء کی نسبت میں بھی غلطی کی جس کی تفصیل اپنے مواقع پر آئے گی، رسائل جزء رفع الیدین اور جزء القراءات میں تو سلف کی تجہیل تک نوبت پہنچی جس کی وضاحت امام بخاری کے حالات میں آئے گی، انشاء اللہ تعالیٰ۔

غرض ہماری پختہ رائے ہے کہ اگر مصنف ابن ابی شیبہ کے طرز کی حدیثی تالیفات کی اشاعت بھی ہو گئی ہوتی تو جو نوبت افراط و تفریط تک پہنچی یا اصحاب مذاہب اربعہ کے مناقشات اور ان کے شاخسانے اتنے بڑھے یا عدم تقلید و سب ائمہ مجتہدین، محدثین و فقہاء کے رجحانات میں نشوونما ہوا یہ کچھ بھی نہ ہوتا اور باوجود اختلاف خیال کے بھی سب لوگوں کے قلوب متحد اور جذبات ہم رنگ ہوتے ہیں۔

حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ اور رد مسائل امام اعظمؒ

جیسا کہ ابھی ذکر ہوا حافظ موصوف کی کتاب فقہ حنفی کے لئے بہترین دستاویز ہے اور ہماری تمنا ہے کہ کسی طرح یہ ذخیرہ نادرہ جلد سے جلد طبع ہو کر شائع ہو اس ضخیم کتاب کا ایک نہایت مختصر حصہ وہ بھی ہے جس میں حافظ موصوف نے امام صاحب کے بعض مسائل پر نقد کیا ہے اور ہندوستان کے غیر مقلدوں نے ان کو اصل و ترجمہ اردو کے ساتھ شائع بھی کر دیا ہے تاکہ احناف کے خلاف پروپیگنڈے میں اس سے مدد لیں اس لئے اس کے متعلق بھی کچھ پڑھ لیجئے اس کے رد میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کا بھی مختصر حال لکھا جاتا ہے۔

- ۱- حافظ عبدالقادر قرشی حنفی صاحب ”الجواہر المصیۃ“ (۵۷۵ھ) نے ”الدار المنیفہ“ لکھی۔
- ۲- حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی (۸۷۹ھ) نے ”الاجوبۃ المنیفہ“ لکھی، آپ کو حافظ ابن حجر سے بھی تلمذ ہے اور آپ کا مقام حدیث و فقہ میں بہت بلند ہے خود حافظ ابن حجر نے آپ کو امام، علامہ محدث و فقیہ اور الشیخ الحدیث الکامل الا حد لکھا ہے اور حافظ ابن حجر نے نصب الراية کی تلخیص درایہ میں جن احادیث کو لکھا تھا کہ ”مجھے نہیں ملیں“ حافظ قاسم موصوف کی مطبوعہ ”نیۃ اللمعی“ کے آخر میں جو تعلیقات درایہ چھپی ہیں ان میں موصوف نے جا بجا ان احادیث کی تخریج حوالہ کی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ان کی حدیثی معلومات کا دائرہ حافظ ابن حجر سے بھی زیادہ وسیع تھا، پھر بھی کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ احناف میں محدثین کی کمی ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ دوسروں کی طرح ان کے لئے پروپیگنڈے کا فن استعمال نہیں کیا گیا۔

۳- حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی صاحب ”سیرۃ شامیہ کبریٰ“ نے بھی ایک رد لکھنا شروع کیا تھا جس کو وہ پورا نہ کر سکے البتہ ”مفتود الجمان فی مناقب ابی حنیفہ النعمان“ میں اپنی اسانید سے سترہ سلسلے جامعین مسانید امام اعظمؒ تک تلخیص کے بعد حافظ ابن ابی شیبہ کے رد کا بھی ذکر کیا اور موصوف کے

اس اقدام پر کڑی تنقید اور درشت کلمات کے بعد مختصر اصولی جوابات بھی لکھے ہیں اس حصہ کو علامہ کوثریؒ نے ”نکت“ کے آخر میں نقل بھی کر دیا ہے۔

۴- کشف الظنون میں ایک اور کتاب کا بھی ذکر ہے جس کا نام ”الرد علیٰ من رد علیٰ ابی حنیفہ“ لکھا ہے۔

۵- ایک رد علامہ کوثریؒ (م ۱۳۱ھ) نے لکھا جس کا نام ”الکتب الطریفہ فی التحدیث عن ردود ابن ابی حنیفہ علیٰ ابی حنیفہ“ ہے جو ۱۳۶۵ھ میں مصر سے شائع ہوا، علامہ کوثریؒ نے تحریر فرمایا کہ ان کو سابقہ ردود میں سے باوجود سعی کے کوئی نڈل سکا تاہم علامہ کا رد مذکور بہت کافی و شافی اور ان کی دوسری تالیفات کی طرح نہایت محققانہ بلند پایہ ہے، ابتداء میں یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۱۲۵ اعتراضات میں سے نصف تو وہ ہیں جن میں دونوں جانب قوی احادیث و آثار ہیں لہذا اختلاف صرف وجوہ ترجیح کا رہ جاتا ہے، باقی نصف کے پانچ حصے ہیں، ایک وہ جن میں کتاب اللہ کی وجہ سے کسی خبر واحد کو امام صاحب نے ترک کیا ہے، ایک فہم میں خبر مشہور کی وجہ سے اس سے کم درجہ کی حدیث پر عمل نہیں کیا ایک فہم میں مدارک اجتہاد اور فہم معانی حدیث کے فرق سے الگ الگ راہ بنی ہے اور امام صاحب کا ان امور میں تفوق مسلم ہے ایک فہم میں حافظ ابو بکر نے حنفی مذہب سے ناواقفی کے باعث اعتراض کیا ہے اس کے بعد صرف ایک فہم (۱۲-۱۳ مسائل) ایسے رہ جاتے ہیں جن کے بارے میں علی سبیل التزلزل یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام صاحب سے ان میں خطا ہوئی جن کی نسبت امام صاحب کے مدونہ مسائل کی کثرت کے اعتبار سے صفر کے قریب ہوتی ہے کیونکہ ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار تک بیان ہوئی ہے گویا ایک لاکھ میں ایک مسئلہ ٹھیرا اور یہ کون کہہ سکتا ہے کہ امام صاحب معصوم تھے۔

ایک اہم بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ حافظ ابو بکر نے مشہور اختلافی مسائل میں سے کوئی مسئلہ نہیں لکھا جن پر بعد کے محدثین اور مخالفین و معاندین نے حنفیہ کے خلاف بڑا زور لگایا ہے اور امام بخاری جیسے عظیم القدر محدث نے بھی اپنے رسائل میں اکابر حنفیہ کے خلاف شان بہت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں، حالانکہ ان مسائل میں اختلاف کی نوعیت بہت ہی معمولی تھی جس کو حافظ ابن تیمیہ وغیرہ نے بھی لکھا ہے اور ہم نے اس کو پہلے نقل کیا ہے علامہ کوثریؒ کے جوابات شرح بخاری میں بموقع نقل ہوں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وہو المسحان وعلیہ العکرام۔

۱۳۷- حافظ بشر بن الولید بن خالد کندی (م ۲۳۸ھ)

امام ابو یوسف کے اصحاب میں سے جلیل القدر محدث و فقیہ، دیندار، صالح و عابد تھے، حدیث امام مالک و حماد بن زید وغیرہ سے بھی حاصل کی آپ سے ابو نعیم موصلی، ابو یعلیٰ وغیرہ اور ابو داؤد نے روایت کی دارقطنی نے ثقہ کہا، حالت پیری، ضعف و مرض میں بھی دو سو رکعت نفل روزانہ پڑھا کرتے تھے، معتصم ہائے خلق قرآن کے قائل نہ ہونے پر آپ کو قید کر دیا اور ہر چند کوشش کی مگر آپ قائل نہ ہوئے پھر متوکل کے زمانہ میں رہا ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہم اکثر حضرت سفیان بن عیینہ کی مجلس میں جاتے تھے جب کوئی مشکل مسئلہ ان کے پاس آتا تو وہ پکار کر پوچھتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے کوئی شخص یہاں موجود ہے سب میری ہی طرف اشارہ کرتے اور میں جواب عرض کرتا لوگوں نے آپ سے مشکل فقہی مسائل اور نوادر میں غیر معمولی استفادہ کیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (حدائق)

۱۳۸- حافظ اسحاق بن راہویہ حنظلیؒ ولادت ۱۶۱، ۱۶۲ھ، م ۲۳۸ھ، عمر ۷۷ سال

آپ نے ابن عیینہ، ابن علیہ، جریر، بشر بن المفضل، حفص بن غیاث، ابن ادریس، ابن مبارک، عبدالرزاق، عیسیٰ بن یونس، شعیب، ابن اسحاق وغیرہ سے روایت کی، آپ سے سواء ابن ماجہ کے باقی ارباب صحاح نے اور بقیہ بن الولید و یحییٰ بن آدم نے جو آپ کے شیوخ میں ہیں اور امام احمد، اسحاق کوج، محمد بن رافع اور یحییٰ بن معین نے جو آپ کے اقران میں ہیں روایت کی۔

ابن مبارک سے نو جوانی کے زمانے میں حدیث سنی اور بوجہ کم عمری کے آپ سے روایت نہ کی، قیام مرو میں ابتداء میں تفقہ بھی آپ نے ابن مبارک وغیرہ کی خدمت میں رہ کر امام اعظم کے مذہب پر کیا تھا، پھر جب بصرہ جا کر عبدالرحمن بن مہدی کی شاگرد ہوئے توفیق حنفی سے منحرف ہو گئے

تھے اور اصحاب ظواہر کا طریقہ اختیار کر لیا تھا، امام اعظم کے حالات ہمیں ہم نقل کر آئے ہیں کہ کچھ لوگوں نے امام اعظم کی کتابیں دریا برو کرنے کی اسکیم بنائی تھی جس پر مامون نے ان لوگوں کو بلا کر امام صاحب کی طرف سے مدافعت کی اور ان کو تنبیہ کی کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کریں تو ان میں یہ اسحاق بن راہویہ بھی تھے جو امام بخاری کے خاص شیوخ میں ہیں اور ممکن ہے کہ امام بخاری میں جو انحراف فقہ حنفی یا ائمہ احناف سے آیا ظاہریت کی جانب زیادہ میلان ہوا اس میں ان کے تلمذ کا بھی اثر ہو، یوں ابتداء میں امام بخاری کو بھی فقہ عراق و فقہاء احناف سے ربط رہا ہے۔ واللہ اعلم۔

اسحاق بن راہویہ کا حافظہ بے مثل تھا اپنے تلامذہ کو گیارہ ہزار احادیث املا کرائیں پھر ان کا اعادہ کیا تو ایک حرف زیادہ یا کم نہ کیا، وفات سے دو ماہ قبل حافظہ میں تغیر ہو گیا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۱۳۹- حافظ ابراہیم بن یوسف بلخی (م ۲۳۹ھ)

ابن مبارک، ابن عیینہ، ابوالاحوص، ابو معاویہ، ابو یوسف القاضی، ہشیم وغیرہ سے روایت کی، امام مالک سے بھی ایک حدیث سنی ہے، آپ سے نسائی، زکریا سجزی، محمد بن کرام وغیرہ ایک جماعت نے روایت کی، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، امام ابو یوسف کی خدمت میں رہ پڑے تھے، یہاں تک کہ فقہ میں کمال حاصل کیا، ابو حاتم نے کہا ان سے حدیث نہیں لیں گے، حافظ ذہبی نے اس پر کہا کہ یہ محض ارجاء کی تہمت کی وجہ سے ان پر حملہ کیا گیا ہے، نسائی نے ان کو اپنے شیوخ میں ذکر کیا اور ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب ص ۱۸۴ ج ۱)

۱۴۰- حافظ عثمان بن محمد بن ابراہیم الکوفی المعروف بابن ابی شیبہ (م ۲۳۹ھ، عمر ۸۳ سال)

مشہور محدث ابو بکر بن ابی شیبہ صاحب "مصنف" کے بھائی تھے، مکہ معظمہ اور ربیعہ وغیرہ کے علمی سفر کئے، مسند تفسیر لکھی، بغداد جا کر درس حدیث دیا، شریک بن عبد اللہ، سفیان بن عیینہ، عبد اللہ بن عبید بن ادریس اور جریر بن عبد الحمید و ہشیم وغیرہ سے حدیث روایت کی، محدث خوارزمی نے فرمایا کہ امام اعظم سے بھی آپ نے مسانید میں روایات کی ہیں، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔۔۔

۱۴۱- امام یحییٰ بن اکثم بن محمد قطن بن سمعان مروزی (م ۲۴۲، ۲۴۳ھ، عمر ۸۳ سال)

مشہور محدث و فقیہ، امام محمد کے اصحاب خاص میں تھے، حدیث امام محمد، ابن مبارک، ابن عیینہ وغیرہ سے سنی اور روایت کی، آپ سے امام بخاری نے غیر جامع میں اور امام ترمذی نے روایت کی، بیس سال کی عمر میں بصرہ کے قاضی ہوئے، اہل بصرہ نے کم عمر سمجھا تو فرمایا کہ میں عتاب بن اسید سے عمر میں بڑا ہوں جن کو حضور اکرم ﷺ نے مکہ معظمہ کا قاضی بنایا تھا اور معاذ بن جبل سے بھی عمر میں زیادہ ہوں جن کو آنحضرت ﷺ نے یمن کا قاضی بنایا تھا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (حدائق)

۱۴۲- حافظ ولید بن شجاع ابو ہمام بن ابی بدر السکونی الکوفی (م ۲۴۳ھ)

امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ کے حدیث میں استاد ہیں، ابن معین نے فرمایا کہ ان کے پاس ایک لاکھ حدیثیں ثقات کی موجود تھیں، حافظ ذہبی نے میزان میں ان کو حافظ حدیث لکھا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔

۱۴۳- محدث کوفہ ابو کریب محمد بن العلاء الہمدانی الکوفی (م ۲۴۳ھ، عمر ۸۷ سال)

کوفہ کے مشہور حفاظ حدیث میں سے ہیں تمام ارباب صحاح ستہ نے ان سے روایت کی، موسیٰ بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے ابو کریب سے ایک لاکھ حدیث سنیں، ابن نمیر نے کہا کہ عراق میں ان سے زیادہ کثیر الحدیث نہ تھا، علامہ یاقوت حموی نے کہا کہ ابو کریب متفق علیہ ثقہ ہیں۔ (تہذیب و تذکرہ)

۱۴۴- شیخ ابو عبد اللہ بن یحییٰ العدنی (متوفی ۲۲۳ھ)

مکہ معظمہ میں سکونت کی اور اپنے زمانہ کے شیخ الحرم ہوئے، ۷۷ حج کئے، ہر وقت طواف میں مشغول رہتے تھے، امام مسلم و ترمذی نے روایت کی، آپ کی مسند مشہور ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۴۵- حافظ احمد بن منیع ابو جعفر البغوی الاصبم (ولادت ۱۶۰ھ ۲۲۴ھ)

بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی، حدیث و فقہ میں امام ابو یوسف کے تلمیذ خاص ہیں اور آپ سے تمام ارباب صحاح نے روایت کی، محدث خلیلی نے کہا کہ آپ علم میں امام احمد اور ان کے اقران کے برابر ہیں، چالیس سال تک ہر تیسرے روز ختم قرآن معمول رہا، آپ کی مسند مشہور ہے، جس کو آپ کے نامور شاگرد اسحق بن ابراہیم بن جمیل نے روایت کیا۔ (تہذیب)

۱۴۶- حافظ اسحق بن موسیٰ الانصاری (م ۲۴۴ھ)

تذکرۃ الحفاظ میں حافظ حدیث، ثبت، امام حدیث، صاحب سنت اور فقیہ لکھا، حدیث میں سفیان بن عیینہ (تلمیذ امام اعظم) عبد السلام بن حرب اور معن بن عیسیٰ کے شاگرد ہیں، ابو حاتم، نسائی و خطیب نے ثقہ کہا، امام مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ترمذی میں حدیث الانصاری سے ہر جگہ یہی مراد ہوتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب و تذکرۃ الحفاظ)

۱۴۷- حافظ سلمہ بن شیبہ نیشاپوری (متوفی ۲۴۶ھ)

مکہ معظمہ کی سکونت اختیار کر لی تھی، یزید بن ہارون، عبد الرزاق، عبد الرحمن مقرئ (تلامذہ امام اعظم) اور ابو داؤد طیالسی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، امام بخاری کے علاوہ تمام ارباب صحاح ان کے شاگرد ہیں، ابو نعیم اصفہانی نے ان ثقات میں شمار کیا جن سے ائمہ حدیث و متقدمین نے روایت کی، حاکم نے ”محدث مکہ“ اور اتقان و صدوق میں متفق علیہ کہا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۱۴۸- حافظ کبیر احمد بن کثیر ابو عبد اللہ دورق (ولادت ۱۶۸ھ ۲۴۶ھ)

حافظ یعقوب دورق کے چھوٹے بھائی ہیں، دونوں بھائی حافظ حدیث ہوئے ہیں، صالح جزیرہ نے کہا کہ احمد کثیر حدیث اور اس کی معلومات میں اور یعقوب علم اسناد و روایت میں بڑھے ہوئے تھے اور دونوں ثقہ ہیں، امام مسلم، ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں (تہذیب و تذکرہ)

۱۴۹- حافظ اسمعیل بن توبہ ابو سہل ثقفی قزوینی (متوفی ۲۴۷ھ)

مشہور محدث فقیہ ہیں امام محمد، ہشیم، سفیان بن عیینہ (تلامذہ امام اعظم) خلف بن خلیفہ، اسماعیل بن جعفر وغیرہ سے حدیث کی تکمیل کی آپ سے ابن ماجہ، ابو زرعة، ابو حاتم وغیرہ بڑی جماعت محدثین نے روایت کی، ابو حاتم نے صدوق کہا، ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا اور فن حدیث میں پختہ کار کہا، کبار ائمہ حنفیہ سے تھے۔

امام محمد کی ”سیر کبیر“ کے راوی ہیں، امام محمد جس وقت ہارون رشید کے صاحبزادوں کو تعلیم دیتے تھے تو ”سیر کبیر“ کے درس میں یہ بھی ان کے شریک ہوتے تھے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ۔ (جواہر تہذیب)

۱۵۰- حافظ عمرو بن علی فلاس بصری (م ۲۴۹ھ)

حافظ ذہبی نے حافظ حدیث، ثبت، سیرنی حدیث اور احاد الاعلام لکھا، مسند، علل اور تاریخ کے مصنف اور تمام ارباب صحاح ستہ کے فن

حدیث میں استاد ہیں، محدث ابو زرہ کا قول ہے کہ حدیث کے شہسواروں میں سے بصرہ میں ان سے اور ابن المدینی و شاذکونی سے بڑھ کر کوئی حافظ حدیث نہیں تھا، آپ سید الحفاظ امام محیی القطن (تلمیذ امام اعظم) کے حدیث میں شاگرد تھے، ایک دفعہ امام قطن نے کسی حدیث میں کوئی غلطی کی، دوسرے روز خود ہی متنبہ ہو گئے اور درس کے وقت ان ہی عمرو کی طرف خطاب خاص فرما کر کہا کہ میں غلطی کرتا ہوں اور تم موجود ہوتے ہوئے بھی مجھے نہیں ٹوکتے؟ حالانکہ اس وقت دوسرے تلامذہ علی بن المدینی جیسے بھی موجود تھے۔ (تہذیب و تذکرۃ الحفاظ)

۱۵۱- امام ابو جعفر دارمی (م ۲۵۳ھ)

حفظ حدیث و معرفت فقہ میں بڑی شہرت رکھتے ہیں، امام احمد نے فرمایا کہ خراسان سے ان سے زیادہ فقیہ البدن کوئی نہیں آیا ابن عقدہ نے احد حفاظ الحدیث، متقن، عالم حدیث و روایت کہا، بجز امام نسائی کے تمام ارباب صحاح کو ان سے تلمذ حاصل ہے، ان کی ”سنن دارمی“ مشہور و معروف ہے۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ)۔ (تہذیب و تذکرہ)

ضروری و اہم گزارشات

۱- مقدمہ شرح بخاری شریف حصہ اول پیش ہے جو ۲۳۴ صفحات میں پورا ہوا، حصہ دوم میں امام بخاری سے شروع ہو کر اس زمانہ تک کے ممتاز محدثین کا ذکر خیر ہوگا، وہ حصہ غالباً اس سے بھی زیادہ ہی جگہ لے گا، اختصار کی سعی کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ رہا کہ جن محدثین کے حالات پوری طرح منظر عام پر اب تک نہ آ سکے تھے، خصوصاً محدثین احناف کے، ان کے صحیح و ضروری حالات ضرور نمایاں کر دیئے جائیں حصہ دوم میں امام بخاری کے حالات امام اعظم کی طرح زیادہ تفصیل سے دیئے گئے ہیں اور ان کی تمام تالیفات پر بھی پورا تبصرہ کیا گیا ہے۔

۲- شرح بخاری شریف سے پہلے حدیث و محدثین کی تاریخ اور اجلہ محدثین کے صحیح و ضروری تعارف کی اہمیت ظاہر ہے اسی لئے ”تذکرہ محدثین“ کی تقدیم ضروری سمجھی گئی۔ ۳- مضامین مقدمہ کی اہمیت جو پیش لفظ میں بیان ہوئی ہے اس کو ابتداء میں ضرور ملاحظہ کر لیا جائے۔ ۴- انوار الباری کا پورا کام ایک تحقیقی علمی خدمت کے طور پر کیا جا رہا ہے، مقدمہ میں اکابر امت کے معتبر حالات اور شرح میں ان کی تحقیقات عالیہ زیادہ معتد ذرائع سے بہتر سلیس، اردو میں پیش کرنے کا تہیہ ہے۔ واللہ المیسر والمسعان۔

۵- انوار الباری کی تالیف و اشاعت کے سلسلے میں اکابر اہل علم اور باذوق علمی و دینی شغف رکھنے والے احباب و مخلصین نے جو کچھ حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنے اپنے حلقوں میں اس کا تعارف کرایا اس کے لئے ادارہ ان کا ممنون ہے۔ والاجر عند اللہ۔